DUE DATE

Cl. No. ______________ *Acc. No.* ______________

Late Fine Ordinary Books **25 Paise** per day. Text Book **Re. 1/-** per day. Over Night Book **Re. 1/-** per day.

ندائے حرم

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) دہلی کا ماہوار رسالہ

مرتبہ

ادارۂ صدر دفتر

مسئول

ضیاء الدین احمد

"ندائے حرم" کا مقصد

۱۔ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے اغراض و مقاصد کی اشاعت اور ان کی تکمیل کے لئے کوشش۔

۲۔ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے سرپرستوں اور معاونین کرام کو اس کے اہم اور ضروری حالات سے روشناس کرنا۔

۳۔ مسلمانان ہند کو اسلامی دنیا کی اہم تحریکات، علمی و معاشرتی جدوجہد اور علمی و فنی خدمات سے باخبر کرنا۔

"ندائے حرم" کا مسلک

۱۔ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کعبہ کے زیر سایہ ایک "باہمہ" مرکزی تحریک ہے اس لئے مجلہ "ندائے حرم" مرکز اسلام کی علمی آواز ہے۔

۲۔ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ غیور و باہمت مسلمانانِ ہند کی خدا کے گھر میں ایک دیرینہ مشترکہ یادگار ہے اس لئے "ندائے حرم" میں عام اختلافی امور سے احتراز ہوگا۔

۳۔ سیاسی معاملات اور ملکی سیاست سے تعلق نہ ہوگا۔

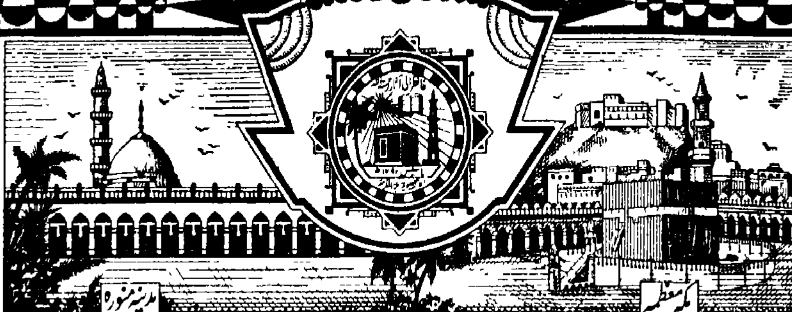
ماہنامہ "ندائے حرم" مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے مستقل سرپرستوں اور محسنوں کے علاوہ ان معاونین کرام کی خدمت میں بھی ہدیتاً پہنچتا رہے گا جو کم از کم پانچ روپیہ سالانہ مدرسہ کو عطا فرمائیں گے۔

سالانہ اشتراک تین روپیہ قیمت فی پرچہ چار آنے

رسالہ کے متعلق تمام ضروری خط و کتابت، "منتظم رسالہ "ندائے حرم" قرول باغ نئی دہلی سے ہونی چاہیے۔

ترسیل زر کا پتہ: حافظ ضیاء الدین احمد، معتمد، صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ)

قرول باغ نئی دہلی





مدرسہ صولتیہ کا ایک اندرونی حصہ



دار العلوم حرم کا ایک بیرونی منظر



دار العلوم حرم کا ایک اندرونی منظر

یہی وہ بیت اول ہے جو مرکز ہے ہدایت کا
یہی قبلہ ہے جو قبلہ نما ہے سمت وحدت کا
یہی دار الاماں ہے انقلاب دہر میں بیشک
یہی ہے مدرسہ الحق مساوات و اخوت کا



جزیرۃ العرب میں ہندوستانی طرز تعمیر کا نمونہ مدرسہ صولتیہ کی مسجد



مدرسہ صولتیہ کے دار الاقامہ کا ایک اندرونی رخ



سلطان العلوم ہال کا ایک رخ



نئی عمارت کا بیرونی عکس



مدرسہ صولتیہ کے شعبہ ابتدائی کا ایک اندرونی رخ

مرکز اسلام میں مسلمانان ہند کی مشترکہ یادگار مدرسہ صولتیہ ہندیہ مکہ معظمہ کی عمارات کے چند مناظر

ندائے حرم

عدد اوّل — جلد اوّل

سنہ ۱۳۶۰ھ — سنہ ۱۹۴۱ء

ماہ محرم الحرام (مطابق فروری)

عز اسمہ و عم نوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ ، و الصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) الداعی الی الرشد والصراط المستقیم، وعلیٰ آلہ وصحبہ الذین استسوا دعائم الفضیلۃ والخیر العمیم، وشیدوا صرح الاسلام وبنیان الدین القویم،

ربنا علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر۔ ربنا آتنا من لدنک رحمۃ وھیئ لنا من امرنا رشدا۔ ربنا انک تعلم ما نخفی وما نعلن وما یخفی علی اللہ من شئ فی الارض ولا فی السماء۔ ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

سرایم زمزمہ در حمد باری چو آغاز م ستایم در سپاس ایں پیامش بر خدا نازم

اس سے قبل ہندوستان میں "سالنامہ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ" کی شکل میں اہم گذارشات وحالات شائع کئے جاتے تھے۔ مگر

نوا را تلخ ترمی زن چو ذوق نغمہ کم یابی   حدی را تیز ترمی خواں چو محمل را گراں بینی

زمانہ نے اس ضرورت کا احساس پیدا کیا کہ دارالعلوم حرم کے سرپرستوں اور کرم فرماؤں کی گرامی توجہ اس اہم مرکزی مقصد کی طرف مبذول کرائی جائے جس کی بنیاد ارض ابراہیم خلیل اللہ پر صرف ہندوستان ہی کے عالی ہمت اہل خیر ارباب ہمم کے ہاتھوں رکھی گئی اور ستر ۶۷ سٹھ سال کے طویل عرصہ میں تمام تکوینی مدارج طے کرنے کے بعد آج یہ عرفانی تحریک جزیرۃ العرب میں مسلمانان ہند کی مشترکہ قومی یادگار مانی جاتی ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام کی خدمت کچھ ایسے ہی زمانوں میں زیادہ مقبول بارگاہ کبریا ہوئی ہے جب کہ حالات نامساعد ہوں، اپنا فرض انجام دینے کے لئے نتیجہ کی ذمہ داری ہم پر نہیں ہوسکتی، جس ذات پاک نے اپنی ذرہ نوازی سے اس خدمت کی سعادت دی ہے وہی اپنی شان بے نیازی سے "ندائے حرم" پر "لبیک" کہنے والوں کو عملی شرکت اور ہوائی کی توفیق بھی دیگا

ہیچ کس بخویشتن رہ نہ برد بکوئے او
بلکہ بہ پائے او رود ہر کہ رود بسوئے او

وبہ نستعین علی امور الدنیا والدین

ندائے اوّل

(دور کی آواز پر اکثر غور کرنے کا امکان زیادہ ہوتا ہے)

بیا تا گل برافشانیم و می در ساغر اندازیم
فلک را سقف بشگافیم و طرح نو در اندازیم

انقلاب ۱۸۵۷ء کی ابتدا اور انتہا اگرچہ ہندوستان کے حدود میں ہوئی مگر اس ایشیائی براعظم کے نظام حکومت کا بدلنا سیاسی اور جغرافی حیثیت سے خاص طور پر اسلامی دنیا کے لئے غیر محدود صورت میں عام تبدیلی کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

ہندوستان میں اسلامی سلطنت کا زوال، دیکھنے اور سمجھنے والوں کے لئے ایک نئے پُرآشوب دور کا آغاز تھا، لال قلعہ جو اسلامی عظمت کا مدفن بن چکا تھا اس کی سنگین دیواروں سے ٹکرانے والا سیلاب ایک بلا خیز طوفان کی طرح تمام ملک میں پھیلا اس قیامت خیز ہنگامہ میں کچھ سرفروش، خود سر ایسے بھی تھے جو آزمایش کی سخت سے سخت منزل سے گذرنے کے بعد بھی مایوس اور فکر مستقبل سے بے نیاز نہ ہوتے، اس جماعت میں ایک اولوالعزم ہستی نے اس دور کے خطرات کو محسوس کر کے عملی تدبیروں کی تلاش میں انجام کار ایک ایسا مفید نتیجہ نکالا جس کی طرف اس وقت کسی کا خیال بھی نہیں گیا تھا مگر آج سیاست کے مدوجزر کو دیکھنے والے اُس عملی اقدام کی اہمیت کے معترف ہیں اور قوم کا باخبر طبقہ اس حقیقت کو تسلیم کر چکا ہے کہ ستّر سال قبل مرکز اسلام میں ایک مرکزی تحریک کے قیام کا تخیل مآل اندیشی اور احساس صادق کا ثبوت ہے۔

داستان زوال کے سلسلہ میں یہہ تاریخی واقعہ قابل ذکر ہے کہ "جب غرناطہ کا آفتاب غروب ہوگیا اور وہاں کے آخری تاج دار ابو عبداللہ کو غریب الوطن ہونا پڑا تو اس نے روانگی سے قبل پاول کی چوٹی پر کھڑے ہوکر پہلے تو سمندر کی طرف نظر کی جدہر سے اس کے اسلاف اسپین میں آئے تھے اور پھر دریائے وانگا پر نگاہ واپسیں ڈالی جس کے کنارے شاہ فرڈینیڈا ور الزابیلا کے خیمے ایستادہ تھے، مسلمانوں کے چند مقابر کا پیش نظر ہونا تھا کہ اس کی آنکھیں پُرنم ہوگئیں، اس وقت سلطانہ عائشہ نے (جو اس جلاوطنی میں اس کے ساتھ تھی) ان مردانہ صفت الفاظ کا اعادہ کیا جو یورپ میں آج تک ضرب المثل ہیں کہ "جس سلطنت کی تو مردوں کی طرح حفاظت نہ کرسکا اب اس پر عورتوں کی طرح رو"۔

ہندوستان میں بھی آفتاب اسلام کے غروب پر رونے والوں کی کمی نہ تھی مگر ایک سراپا عظم و استقلال مجاہد ایسا بھی تھا جو یہاں اسلام کی خانہ ویرانی پر ماتم کے بجاتے "تعمیر ملت" کے ایک بلند نصب العین کی رہنمائی میں یاس و ناامیدی کے عالم میں نہیں بلکہ امیدوں کی ایک دنیا اپنے ساتھ لئے، تن تنہا، پاپیادہ، غریب الوطنی کی سختیاں جھیلتا ہوا، مہینوں کا مسلسل سفر طے کر کے خدا کی تائید و حمایت کے ساتھ اس پاک سرزمین پر پہونچا جو امن و سلامتی کا گھوارہ ہے اور جہاں سے تیرہ سو (۱۳۰۰) برس ہوئے اسلام کا لازوال آفتاب بلند ہوا تھا۔

ہندوستان کا یہہ بے یار و مددگار مسافر اس اجنبی ملک میں پہونچکر، کعبہ کی پناہ میں آکر، رب کعبہ کی بے پناہ قوت و حمایت کے بھروسہ پر، وادی خلیل اور انبیاء کی سرزمین پر ایک عرفانی تحریک کا سنگ بنیاد رکھتا ہے اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ خدا کے گھر میں " مدرسہ صولتیہ" کا قیام اس علمی و دینی ادارہ کی ابتدا، مشرقی دنیا کے ایک سیاسی انقلاب کا نتیجہ ہے اور اسی اساسی نظریہ کی تائید میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس مرکزی تحریک کا ہر ارتقائی پہلو کسی نہ کسی انقلاب کے ساتھ وابستہ رہا ہے۔

مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی عمر کے چھیاسٹھویں (۶۶) سال میں اس دیرینہ تجویز کو عملی جامہ پہنایا گیا کہ

"ارض حرم پر مسلمانان ہند کی اس واحد مشترکہ علمی و دینی درسگاہ کا ایک صدر دفتر ہندوستان میں قائم

کیا جاتے ہیں۔

۱۳۵۲ھ ہجری کی روئداد مدرسہ میں حضرت ناظم صاحب مرحوم (مولانا محمد سعیدؒ) نے اس اہم تجویز کو جس ایمان پرور انداز میں پیش کیا تھا اس کا اقتباس درج ذیل ہے:—

مدرسہ نے آج تک اپنی طویل مدت عمر میں پریس، پوسٹر، پلیٹ فارم اور اپیلوں کی اشاعت سے کام نہیں لیا، نہ مدرسہ کی طرف سے وفود و سفرا اور محصلین چندہ کا تقرر ہوا جو مدرسہ کے واسطے سرمایہ کی فراہمی کا اعلان کرتے، جو کچھ ہوتا رہا وہ نہایت خاموشی اور پورے عزم و استقامت کے ساتھ ہوا۔ ضرورتیں وسیع ہوتی جاتی ہیں۔ زمانہ کا ساتھ دینا ضروری ہے۔ مسلمانوں کی غفلت اس امر کی متقاضی ہے کہ ان کو جھنجھوڑ کر جگایا جائے۔

درسگاہ حرم کو زائران حرم اپنی آنکھوں سے دیکھکر فرط مسرت سے مدرسہ کے کارکنوں کی ہمت وایثار پر تحسین وآفرین کے پھول برساتے ہوئے اپنی عملی ہمدردی کا اظہار بس اس صورت سے کرتے ہیں کہ مدرسہ کی مستقل اور دوامی امداد کا اقرار و وعدہ خود اپنے قلم سے لکھ آتے ہیں۔ مگر واپسی سفر مقدس کے بعد اپنے وعدوں کو یاد بھی نہیں رکھتے ایفائے عہد تو بڑی چیز ہے جو مسلمانوں کا دینی شعار تھا۔

اس خاموشی اور فراموشی میں حق و انصاف یہ ہے کہ مدرسہ کی جماعت منتظمہ اور کارکن بھی ضرور ایک حد تک مورد الزام ہیں۔ مدرسہ کی طرف سے صرف تحریری اور خط و کتابت کے ذریعے سے یاد دہانی کافی نہیں ہو سکتی ہے۔ ضرورت ہے کہ مدرسہ کی طرف سے خود ہندوستان میں کسی مقام پر جس جگہ کو مرکزیت کا درجہ اور شہرت حاصل ہو ایک ادارہ اور دفتر قائم کیا جائے جہاں مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے واسطے چند کام کرنے والے آدمی موجود ہوں اور ضرورت ہو تو اطراف ملک میں وہ دورہ بھی کر سکیں۔

جی چاہتا ہے کہ گنگا کا سوت زمزم سے مل جائے، ہمالیہ کی چوٹیاں بلندی و رفعت کے اعتبار سے فاران سے کتنی ہی اونچی اور بلند کیوں نہ ہوں مگر اس کے تقدس اور عظمت کے سامنے سرنگوں ہیں، دلی خواہش اور تمنا ہے کہ ہمالہ کی بلندی سے فاران کی چوٹی بصارت سے ممکن نہ ہو تو بصیرت کی آنکھوں سے قریب تر نظر آنے لگے۔ سندھ و بیکانیر اور جیسلمیر کے ریگستان حجاز مقدس کے ریگستان سے کوئی دور کی نسبت بھی نہیں رکھتے مگر ضرورت اس امر کی متقاضی ہے کہ ہندوستان کے ان خشک میدانوں کے ذرات کو ارض مقدس سے وہی تعلق ہو جاتے جو کاہ او رکاہ ربا میں ہے۔ ہندوستان میں ایک ایسی جماعت پیدا ہو جائے جو خدا اور اس کے گھر کے نیک کاموں سے پورا انس و ہمدردی رکھتی ہو۔

دو سال سے مدرسہ کے کارکنوں کے سامنے یہ مسئلہ اور اہم مقصد زیر بحث ہے کہ "باب حرم" کے نام سے دفتر کس جگہ قائم کیا جائے۔ جو اہل حرم کی ضرورتوں کو مہاجرین حرم کی تعلیمی اور معاشرتی حاجت کو وقتاً فوقتاً ایک ضابطہ اور اصول کے ماتحت پیش کرنے کا ذریعہ اور واسطہ ہو،

ہندوستانی حجاج کی تعداد میں چند سال سے برابر کمی اور پیچیدہ صورت حال سے مدرسہ صولتیہ کی بڑھتی ہوئی مشکلات کے حل کا اہم مسئلہ ۱۳۵۵ھ کی ابتداء میں کارکنان مدرسہ کے پیش نظر تھا اور خاص طور پر حضرت ناظم صاحب مرحوم کی رحلت نے مدرسہ کے ذمہ دار حلقوں اور "مجلس ادارہ" کی پوری توجہ اس طرف مبذول کر دی تھی کہ جلد سے جلد کسی مفید تحریک کو عملی جامہ پہنایا جائے، تاکہ مستقبل کے خطرات سے ایک حد تک اطمینان ہو، مختلف تدابیر پر غور و بحث کے سلسلہ میں اس پرانی تجویز کو سامنے لایا گیا کہ ہندوستان کے کسی مرکزی مقام میں مدرسہ کا ایک دفتر نشر و اشاعت قائم کیا جائے، جو موجودہ دور مشکلات میں مدرسہ کو مالی پریشانیوں سے نجات دلانے کا قابل اعتماد ذریعہ ہو۔ اس تجویز نے دوبارہ بحث و فکر کے مراحل طے کئے اور اس اہم مقصد کو لیکر

مکّہ معظمہ سے ۱۴ صفر ۱۳۵۸ھ (۴ اپریل ۱۹۳۹ء) کو ہندوستان روانہ ہوا، مختصر اسباب سفر کے علاوہ "ظاہری اسباب" میں سے کوئی چیز ساتھ نہ تھی مگر مسبّب الاسباب کی غیبی تائید کے ساتھ ہونے کا یقین ضرور تھا، اس مشکل کشا تدبیر یا اہم مقصد کی تکمیل کا بیڑا اٹھانے کے بعد اپنی گم نامی، نااہلیت اور لاعلمی کا علم اور بشریّت کی کمزوری کا احساس ہوا دوسری طرف اس چھیاسٹھ سالہ عرفانی مرکز کی گذشتہ اہم تاریخ یا عہد ماضی کے پائندہ نقوش وآثار اور موجودہ حال زار نے دعوت ہمّت دی، روانگی سے قبل درکعبہ پر سر نیاز رکھا اور خلوص وتوفیق خدمت کے لئے بارگاہ ایزدی میں دعا کی، وہ ایک وقت تھا کہ عبد ومعبود اور ساجد ومسجود کے درمیان کوئی چیز مانع قرب نہ تھی، سچے دل سے سوال اور طلب صادق تھی اس لئے نامرادی کا امکان کیوں ہوتا؟ ؎

تیرے کرم کی خیر ہو، تیرے عطا کی خیر ہو

تجھ سے سوال جب کیا لطفِ سوال آگیا

دل کو اطمینان ہوا کہ اس کے گھر سے "بے گھر" اور در سے "بے در" ہونے کے بعد دربدر ہونا نہ پڑے گا، الحمدللہ اس سکون ودلجمعی کے ساتھ اللہ کے گھر سے، اللہ کا نام لیکر چلا۔ ہندوستان سے باہر رہنے کے باوجود یہاں کی عام فضا اور ذہنیت، ملکی سیاست اور مقامی الجھنوں اور نئے ماحول میں کام کی دشواریوں سے ناواقف نہ تھا، مگر مدبر حقیقی پر دلی اعتماد ایک ایسی طاقت تھی جو ہر ناامیدی پر غالب آئی۔

ہم نے اس کی راہ میں جب سے اٹھایا ہے قدم

دل نے ہر اندیشۂ باطل کے ٹکڑے کر دیے

شعبان ۱۳۵۸ھ (اکتوبر ۱۹۳۹ء) کو دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کا صدر دفتر دہلی میں قائم ہوا، مدرسہ کے معاونین کرام اور مخلصین نے "آوازِ حرم" پر لَبَّیْکْ کہا، خدا کے گھر سے دلی لگاؤ رکھنے والے اصحاب خیر نے ہمت بڑھائی اور جن کو امور خیر سے دلچسپی ہے ان کی گرامی توجہ اس طرف منعطف ہوئی، بحمداللہ ایک حوصلہ پرور ماحول میں اس علمی جماعت نے اپنا کام شروع کیا، کارکنان صدر دفتر کو اپنی وسیع ذمہ داریوں کا احساس

ہے، اور منزل کی سختیوں سے یہ راہ رو ناآشنا نہیں، اور ان کو مرکزِ اسلام کی اس دیرینہ عرفانی تحریک اور اولین علمی و دینی درسگاہ اور کعبہ کے زیرِ سایہ مسلمانانِ ہند کی مشترکہ قومی یادگار مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی ہر ممکن خدمت کا عہد و پیمان بھی پورا کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کی اعانت و تائید ان کے اخلاص و ہمت میں برکت دے اور مخلصوں کو ان کے حسنِ عمل کا اجرِ عظیم عطا فرمائے گی۔

ہندوستان میں مدرسہ کے صدر دفتر کا قیام ایک نئے عملی دور کی ابتداء ہے، یہ پیش قدمی بھی ایسی ہی نازک وقت میں کی گئی جبکہ دنیا کی عام امن و سلامتی معرضِ خطر میں ہے اور مادی دنیا کے انسانوں کا باہمی تصادم یا تنازع للبقاء تمدنِ حاضر کے فنا کی خبر دے رہا ہے۔ مدرسہ صولتیہ جب ایک مجاہد ملت کی سرفروشانہ مساعیٔ جلیلہ کی یادگار ہے تو پھر اس کی ترقی کا کوئی نہ کوئی پہلو انقلاباتِ دہر میں کیوں نہ مضمر ہو۔

اسلامی دنیا جس تشویشناک صورتِ حال سے متاثر ہے اور بڑھتے ہوئے خطرات کا احساس ہمت شکن ثابت ہو رہا ہے ایسے پُرآشوب وقت میں یقیناً مستقبل سے غافل نہ رہنا چاہئے، میرا یقین ہے کہ ہر سچا مسلمان خطرہ کی انتہائی حالت میں بھی اپنی جان و مال سے زیادہ اپنے دین و مذہب کی حمایت و حفاظت کے لئے تیار ہوگا اور دنیا کا کوئی خطرہ اولوالعزم مسلمانوں کے ایمان و ایقان کو متزلزل نہ کر سکے گا۔

موجودہ تمدن کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ اس کی شاندار عمارت قومیت کی کمزور بنیادوں پر قائم ہے اسی لئے آسمان کی خبر لانے والوں کو آج "تہہ خانوں" کی تہہ دیکھنی پڑی مگر اسلام عالمگیر اخوت و برادری کا نام ہے، اس کا تمدن مساوات کا علمبردار اور قومیت و عصبیت کے جراثیم سے پاک ہے، اس کی سچی تعلیم اپنے متبعین کو سکھاتی ہے کہ وہ ہر خوف و دہشت کا مقابلہ استقلال و بامردی کے ساتھ کریں اور فکرِ مآل سے بے نیاز نہ ہوں۔

اس تبصرہ سے میرا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس وقت خدا کے گھر سے دور نہ ہونا چاہئے، موقعہ سے

فائدہ اٹھاکر مرکزیت کو دوبارہ زندہ کرنے میں اگر مسلمان کامیاب ہوگئے تو پھر کوئی خطرہ ان کو بے چین نہ کرسیگا اور اسلامی اخوت کی زبردست کشش ایک قوت ہوگی جو ان کی حفاظت کرے گی ۔

مدرسہ صولتیہ مرکز اسلام میں اگرچہ آپ کی ایک دینی وعلمی تحریک ہی مگر اس کی مرکزیت کا اقتضا ہی کہ وہ کلمہ گو مسلمانوں تک مرکز کی آواز کو پہنچائے، سڑسٹھ ۶۷ سال کے طویل عرصہ میں جس قدر روئدادیں عربی اور اردو میں شائع ہوئی ہیں ان میں مرکز اسلام اور اس کی اہمیت وعظمت کی یاد تازہ رکھنے کی کوشش کی گئی ہے، جو دور کی آواز پر توجہ نہیں کرتے خدا کرے آج قریب سے سن نے کے لئے تیار ہوجائیں،

ہندوستان میں درسگاہ حرم کے صدر دفتر کی غرض دائرہ معاونین مدرسہ کو وسعت دینا اور اس کے اہم مقاصد کی نشر واشاعت ہی اس لئے لازمی طور پر ایک ماہنامہ کے اجرا کی ضرورت پیش آئی تاکہ ندائے حرم کانوں میں پڑتی رہی اور مدرسہ کے معاونین کرام ہر وقت اہم حالات سے آگاہ ہوتے رہیں ۔

"ندائے حرم" کا پہلا نمبر آپ کے سامنے ہی جو ہندوستان میں مدرسہ کے صدر دفتر کا ماہوار مجلہ اور دار العلوم حرم کا ترجمان ہی، نتیجہ کے متعلق اس وقت کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ سعی کہاں تک کامیاب ہوگی؟ مگر جس حد تک رسالہ " ندائے حرم" کے مسلک اور مقصد کا تعلق ہی اس کی نسبت اجمالاً اس قدر ظاہر کردینا کافی ہوگا کہ

> یہ ایک باہمہ مرکزی جماعت کی مشترکہ آواز ہے جو در کعبہ سے بلند ہوکر آپ تک پہونچتی رہے گی۔

بہت ممکن ہی کہ یہ "ندا" صدا بصحرا ثابت نہو اور اس کے ذریعہ غیور وباہمت مسلمانان ہند کی عملی توجہ دار العلوم حرم کی طرف مبذول ہوتی رہے ۔

ہندوستان میں رہ کر " ذکر حرم" سے دلچسپی رکھنے والے پاک نفس بندوں کی کمی نہیں، وہ یقیناً " ندائے حرم" کو وقعت ومحبت کی نگاہ سے دیکھیں گے، اور سڑسٹھ ۶۷ سالہ جدوجہد میں اپنی شرکت

اس وجہ سے ضروری سمجھیں گے کہ خدا کے گھر کی اس خدمت میں سب کے لئے دین و دنیا کی خیر و بھلائی مضمر ہے اور اس خدائے ذوالجلال کی رضامندی و خوشنودی کا ذریعہ ہے جس کے قبضۂ قدرت میں سب کی دائمی نجات ہے۔ ؎

سعدیا ختم کن سخن بدعا

محمد سلیم

ناظم (اعزازی) مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ۔

سرزمین حرم پر اپنی قومی سڑسٹھ (۶۷) سالہ یادگار مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے حالات سے واقفیت خدا کے گھر سے آپ کے دلی تعلق کا ثبوت ہے،

اس لئے

صدائے حرم

مدرسہ کی سالانہ رپورٹ اور اہم گذارشات۔

ندائے عام

مدرسہ کے اجمالی تاریخی حالات کا مجموعہ۔

بیان حال

مدرسہ کی عام موجودہ حالت تفصیلی طور پر۔

زبان حال

مشاہیر کے قلم سے اردو، عربی، فارسی، انگریزی میں مدرسہ کی پچاس سالہ سرگذشت۔

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، قرول باغ، نئی دہلی سے یہ اہم کتابیں طلب فرمائیے جو ہدیتاً آپ کی خدمت میں پیش کی جائینگی،

بانی مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ

اہل علم و نظر کے قلم سے

حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ بانی مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی ذات گرامی کی سیرۃ حیات اور ان کے مجاہدانہ کارناموں اور اسلامی خدمات کا تفصیلی تذکرہ آئندہ نمبروں میں وقت پر شائع ہوگا۔

"ندا حرم" کے پہلے نمبر میں اس جلیل القدر شخصیت کے متعلق اہل یقین و بصیرت نے اپنے دلی جذبات و خیالات کا جن الفاظ میں اظہار کیا ہے وہ ایک تاریخی مواد کی حیثیت سے ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔

یہ اہم اقتباس اس کتاب سے لیا گیا ہے جو صدر دفتر مدرسہ میں زیر ترتیب ہے اور جسے ارباب فضل و کمال کے قلم سے مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی تاریخ ماضی و حال کہنا زیادہ موزوں ہے، یہ مجموعہ انشاءاللہ عنقریب "زبان حال" کے نام سے شائع ہوگا۔

ہر قوم کی ترقی کا دارومدار صرف اس بات پر ہے کہ عموماً اس کے افراد میں لیاقت، علم، مستعدی، محنت، استقامت پائی جائے، پس جس فرد میں صفات مذکورہ موجود ہوں اس سے نہ صرف اس کی ذات کو بلکہ تمام قوم کو نفع پہنچتا ہے۔ میں اس تمہید سے یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ سیدی مولوی رحمت اللہ صاحبؒ وہ ایک فرد تھے جن میں یہ تمام صفات اپنے کمال کے ساتھ موجود تھیں جن کا نتیجہ آج یہاں ملک عرب میں زیر نظر ہے:

خانصاحب حکیم امجد علی صاحب۔ آنریری مجسٹریٹ۔ دہلی

ہمارے مولانا رحمۃ اللہ علیہ ایک منجملہ اکابر علماء ہند تھے، مگر سر آمد علماء ہند و دیگر ممالک کہا جائے تو بے جا نہیں،

اوّل کام جس میں وہ اپنے آپ ہی نظیر تھے بلکہ اس زمانہ میں گویا امام اور مجدّد بلکہ طریقہ خاص کے موجد، مناظرہ اہل کتاب تھا جس کی ضرورت زمانہ خود ثابت کر رہا ہے، مولانا کی علو ہمتی، دور اندیشی اور کمال جوش مذہبی کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوگا کہ اس کام کے پورا کرنے کے لئے بالخصوص کہاں کہاں تشریف لے گئے اور حق تو یہہ ہے کہ اس کا حق ادا کیا اور آخر وقت تک تالیف و تصنیف اور ہر قسم کی تدابیر میں بدل وجان مصروف رہے، جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء۔

دوسرا امر جس کی ضرورت ضروری اور بدیہی ہی تعلیم تھی اس کا بھی اہتمام ایسے سلیقۂ خداداد سے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر نہیں ہوسکتا اور لطف یہہ ہے کہ اس میں بھی حق اہل وطن کو فائق رکھا۔ میرا مطلب اس سے فن تجوید و قرأت ہے جس کی حاجت اہل ہند کو بیش از بیش تھی اور ہے۔

مولانا حکیم سید محمد ظہور الاسلام صاحب مرحوم۔ فتح پور ہسوہ۔ (رکن ندوۃ العلماء)

میں مدرسہ صولتیہ میں حاضر ہوا جس کے بانی میرے مکرم، کرم فرما مولانا محمد رحمت اللہ صاحب (علیہ الرحمۃ والرضوان) ہیں۔ مولانا مرحوم عجب خوش نیت اور بابرکت تھے جن کی وجہ سے ہند کو یہہ فخر حاصل ہوا کہ ملک عرب میں اور پھر مکہ معظمہ میں جو تمام عالم کا معبد ہے عمدہ یادگاریں ایک ہند کے عالم نے چھوڑیں۔

اوّل وہ عرب آپ کی بڑی یادگار ہیں جنھوں نے آپ سے علوم ظاہری تحصیل کیا اور فارغ ہو کر مسند افادہ پر جاگزیں ہیں۔ اللہ ان کے فیض کو تا قیامت قائم رکھ کر مولانا مرحوم کو ثواب پہنچاوے، آمین۔

دوم یہہ مدرسہ ہے جس کے ذریعہ سے یہہ فیض جاری ہے، سینکڑوں طلباء اس سے فیضیاب

ہوتے ہیں :

مولانا شاہ محمد علی صاحب مرحوم مونگیری ۔ ناظم اوّل ندوۃ العلماء ۔ لکھنؤ ۔

بانی مدرسہ ایک ایسے مشاہیر علماء ربانی مولانا رحمت اللہ کیرانوی ہیں کہ جن کی تقریر اور تحریر سے حقانیت مذہب اسلام تمام مذاہب و ادیان کو ثابت اور لاجواب ہوئی ، کیا مناظرہ اکبر آباد پادری فنڈر کو اہل ہند بھول گئے ہیں ، نہیں نہیں ، اب تک زبان زد اہل حق ہے ، ان کے فیض و برکت سے جو حقیقت میں اللہ کی رحمت تھی فیض ہو کوئی تعجب نہ تھا :

مولانا شاہ وارث حسن صاحب مرحوم چشتی ۔ کوڑا جہان آباد ضلع فتح پور ہسوہ

ایسے پُرآشوب زمانہ میں حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب قدس اللہ سرہٗ نے سرزمین ہند میں پیدا ہو کر اس جگہ نشو نما پاکر ، بارور ہو کر حرم محترم کے زیر سایہ اہل ہند کی اولاد کے لئے خصوصًا اور دوسرے ممالک کے لئے علی العموم مستفید ہونے کا سامان مہیا فرمایا ، دور و دراز جگہوں کے لوگ بہرہ ور ہو کر اپنے وطنوں کو گئے اور وہاں اشاعت علوم دینیہ میں مصروف ہوئے ، میں نے بنگال کے کئی ایک اہل علم سے سنا کہ مولانا مرحوم کے فیض درس و افاضہ صحبت سے بنگال قطعی میں عالمان باعمل کی ایک معقول تعداد مہیا ہو گئی جن سے بہت سے عالم تیار ہو رہے ہیں :

مولانا ولی اللہ صاحب صدیقی ۔ فرید کوٹ (پنجاب)

بڑی مسرت کے ساتھ اس امر کے اظہار پر آمادہ ہوں کہ مدرسہ کے بانی مولانا رحمت اللہ صاحب مرحوم کی ذات سے جو فوائد ہندوستانیوں کو ہندوستان اور زمین حجاز میں حاصل ہوئے تھے وہ بدستور حاصل

ہو رہے ہیں:

مولوی عبدالرحمٰن صاحب امرتسری۔ سیّاح بلاد اسلامیہ۔

یہ مدرسہ حضرت مولانا مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم و مغفور کی مساعی جمیلہ کا نہایت مفید اور بارآور نتیجہ اور عمدہ باقیات صالحات میں سے ہے۔ مولانا مرحوم و مغفور ہندوستان کے لیے باعث فخر و مباہات تھے:

مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی مرحوم۔ پروفیسر اورنٹیل کالج۔ لاہور۔

خدا غریق رحمت کرے ہمارے مولانا (رحمت اللہ صاحب) مرحوم کو جس بربادی کا آج ہم ماتم کر رہے ہیں ستر سال قبل انہوں نے اس کو محسوس کیا اور اس کی تلافی اور تدارک کے لیے اپنے وطن اور زندگی کو فدا کر دیا۔ کاش مسلمان اب بھی متنبہ ہو جائیں:

مولانا محمد اکرم خان صاحب۔ مالک و اڈیٹر اخبار "محمدی" کلکتہ۔

اس مدرسہ میں ہمارے جد امجد مولانا عبدالوہاب صاحب بانی مدرسہ باقیات صالحات ویلوری نے اور ان کے صاحبزادہ مولانا ضیاء الدین صاحب مہتمم مدرسہ باقیات صالحات ویلوری نے بھی تعلیم حاصل کی، مولانا رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تلامیذ میں ہیں۔ گویا ہمارا مدرسہ باقیات صالحات واقع ویلور علاقہ مدراس اسی مدرسہ کی شاخ ہے:

مولانا عبدالرحیم صاحب۔ مدرس و نائب مہتمم مدرسہ باقیات الصالحات ویلور فورٹ (مدراس)

برجمیع مسلمانان لازم است کہ درحق جناب قدوۃ العلماء الراسخین مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم قدس اللہ سرہٗ العزیز دعائے مغفرت نمودہ کہ جناب موصٰی الیہ باعث تاسیس ایں مدرسہ شدہ بودند، ہزاران شکراست کہ ازامت مرحومیاں اشخاص نیک و مسلمان و متدین در ہر زمان بودہ کہ ترویج شریعت نبوی بہ برکت وجود و توجہ آنہاں شدہ :

علامہ سید فضل عمر مجددی۔ نورالمشائخ افغانستان

وسابق وزیر عدلیہ۔ دولت خداداد

ضرورت

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے لئے ایسے رفقاے کار کی ضرورت ہے جو درسگاہ حرم کے اغراض و مقاصد کی نشر و اشاعت اور دائرہ معاونین مدرسہ میں نمایندہ کی حیثیت سے کام کرسکیں،

بارسوخ اور تجربہ کار اصحاب کو ترجیح دی جائے گی، جو حضرات خدا کے گھر کی اس علمی و مذہبی خدمت کے لئے تیار ہوں وہ

"صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) قرول باغ نئی دہلی"

سے خط و کتابت کریں،

تنخواہ حسب لیاقت و قابلیت دی جائے گی۔

چودھویں صدی ہجری میں خط کوفی

از مولوی حافظ محمد نعیم صاحب، معتمد مرکزی دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ

ہر سال اسلامی دنیا کے مسلمانوں کا حج کے زمانہ میں ایک جگہ جمع ہونا باہمی تعارف اور تعلقات کا ایک بہترین ذریعہ ہے، اسلامی اخوت و عالمگیر برادری کا یہ مظاہرہ آپ کو صرف خدا کے گھر میں کعبہ کے زیر سایہ اور جبل رحمت کے دامن میں میدان عرفات پر نظر آئے گا، اس سالانہ اجتماع میں عام بے حسی اور جمود سے اجتماعی زندگی کے آثار مفقود ہیں اور اسی لئے ہر سال کا یہ قیمتی موقعہ بھی محض "دید و دوید" اور "آمد و رفت" میں ختم ہو جاتا ہے۔

اسلامی دنیا کے تقریباً ہر خطہ سے نیک دل مسلمان حج کے لیے آتے ہیں جن میں عالم و جاہل، امیر و فقیر سب ہی قسم کے ہوتے ہیں، اور ہر ایک اپنا رنگ و جھلک دکھاتا ہے، اس ہجوم میں جہاں بہت سے "بے مایہ" نظر آتے ہیں وہاں ایسے "گراں مایہ" بھی مل جاتے ہیں جن سے ملنا یا تعارف حج کی ایک برکت سمجھتا ہوں۔

اس عنوان کے ماتحت مصر کی جس باکمال ہستی شیخ یوسف احمد کے کمال فن کا تذکرہ مقصود ہے ان سے سنہ ۱۳۵۶ھ کے حج میں مکہ معظمہ میں ملنے کا اتفاق ہوا، شیخ یوسف احمد اپنے فن میں مسلّمہ طور پر یکتا مانے جاتے ہیں مگر اس بلندی کے ساتھ وہ انکسار و حسن خُلق کا نمونہ ہیں۔

موصوف کے حالات زندگی کچھ ان کی زبانی اجمالاً معلوم ہوئے اور تفصیلی طور پر محترم ڈاکٹر عبدالحمید سعید مرحوم صدر جمعیۃ شبان المسلمین۔ قاہرہ، کا شکر گذار ہوں کہ انھوں نے شیخ یوسف احمد کے فنی و علمی خدمات سے روشناس کیا، مرحوم ڈاکٹر عبدالحمید سعید شیخ یوسف احمد کے بے حد قدر دان اور ان کے فنی کمالات کے معترف و ثنا خواں تھے:

شیخ یوسف احمد کے والد احمد یوسف مصر کے مشہور نقاش وسنگ تراش اور خوش نویس تھے، ان کی پختہ کاری اور شہرت کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ حکومت مصر کی وزارت اوقاف نے ان کی خدمات حاصل کر کے مصر کی پرانی مسجدوں اور یادگاری عمارتوں کی ضروری اصلاح ومرمت کا کام ان کے سپرد کیا تھا، ذاتی قابلیت اور عملی تجربہ کی وجہ سے وہ اسلامی فن تعمیر کے ایک ماہر کی حیثیت سے بھی مشہور ہوئے قاہرہ میں شاہی محل "سرائے عابدین" کے قریب پتھر کا منقش قبہ، متعدد مسجدوں کے منارے اور قدیم عمارتوں کے اندرونی نقش ونگار ان کی غیر معمولی قابلیت کی یادگار ہیں، فن تعمیر میں احمد یوسف نے بہت سی نئی باتوں کا اضافہ کیا، اور ایسے کارآمد اصول بنائے جو آج تک مصر میں جاری ہیں ان میں ٹیڑھی ڈیواروں کے خم کو بغیر گرائے درست کرنے کا طریقہ ان کی ایجاد ہے۔

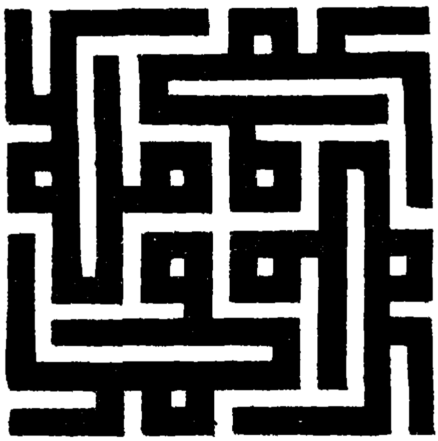
۱۸۸۱ء میں شاہی فرمان کے مطابق مصر میں اسلامی آثار قدیمہ کی حفاظت کے لئے ایک خاص کمیٹی بنی جس نے ملک کا دورہ کیا اور ایک اہم تاریخی رپورٹ تیار کر کے آثار اسلامیہ کی اصلاح و مرمت کا کام شروع کیا، سب سے بڑی دقت یہ پیش آئی کہ مساجد اور اکثر قدیم عمارتوں میں قرآن پاک کی آیتیں اور تاریخی عبارتیں زیادہ تر "خط کوفی" میں تھیں ان کو دوبارہ لکھنا اور قدامت کی وجہ سے مٹے ہوئے حروف اور جملوں کو مکمل کرنا آسان کام نہ تھا اس لئے "مجلس تحفظ آثار اسلامیہ" نے احمد یوسف کی خدمات محکمہ اوقاف سے حاصل کر کے آثار اسلامیہ کی فنی اصلاح کی خدمت ان کے سپرد کی۔

اسی زمانہ میں شیخ یوسف احمد ابتدائی اور مذہبی تعلیم حاصل کر چکے تھے، ان کے والد نے ان کو مختلف قسم کے نئے اور پرانے عربی رسم الخط کی تعلیم دینی شروع کی اور فنون لطیفہ سے دلچسپی پیدا کرنے کے لئے مشہور یادگاری عمارتوں کے نقش ونگار، کتبوں اور پرانی تحریروں کی نزاکت وباریکیوں کو سمجھا کر ان کی نقل اتارنے کی ہدایت کے ساتھ ہونہار بیٹے کو یہ نصیحت کیا کرتے تھے کہ:۔

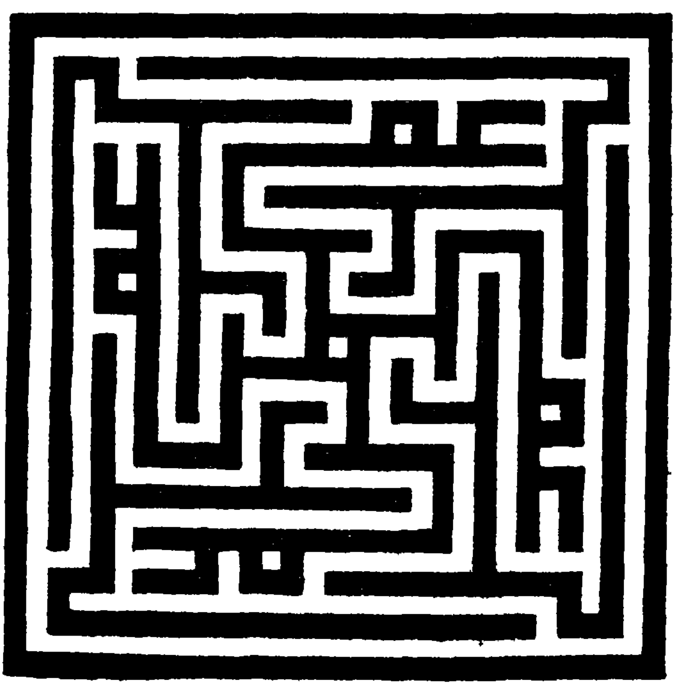
"زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہ گذرے جس میں تم اپنے کام کے متعلق کوئی نہ کوئی ضروری بات نہ سوچو یا کوئی

مفید کام نہ کرو "

خوشنویسی اور فنون لطیفہ میں کسی حد تک مہارت اور لگاؤ کے بعد شیخ یوسف احمد کو خط کوفی کی تعلیم دی گئی اور سب سے پہلے " قاعدہ مربعات " کی انہوں نے مشق کی ، خط کوفی میں مربعات کا قاعدہ یہ ہے کہ مفرد یا مرکب لفظ کو چار دفعہ اس طرح لکھا جائے کہ وہ ایک مربع شکل بن جاتے



محمد (چار دفعہ)



محمد علی (چار دفعہ)

۱۹۱۰ء میں شیخ یوسف احمد کو بھی "محکمۂ تحفظ آثار اسلامیہ" میں ملازمت مل گئی، اس تعلق کی وجہ سے ان کی مہارت اور قابلیت میں اضافہ ہونے لگا۔ ذاتی شوق نے کامیابی کی طرف رہنمائی کی اور بہت تھوڑے سے عرصہ میں ہر کام کے متعلق ان کو عملی تجربہ ہوگیا۔ شیخ یوسف احمد کی پختہ کاری کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ مساجد اور قدیم عمارتوں میں جو قرآنی آیتیں مٹ گئی تھیں یا ان میں کوئی نقص پیدا ہوگیا تھا اصلاح کے بعد نئی اور پرانی کتابت میں مشکل سے فرق معلوم ہوتا تھا۔

لارڈ کرومر (سابق برطانوی ریزیڈنٹ مصر) نے جب بعض مرمت شدہ آثار قدیمہ کو دیکھا تو محکمۂ تحفظ آثار اسلامیہ کے چیف انجینیر کو یہ رائے دی تھی کہ پرانی اور نئی کتابت کے درمیان ایک سرخ نشان لگا دیا جائے تاکہ دیکھنے والا قدیم و جدید میں فرق و امتیاز کرسکے۔

قاہرہ میں جامع ابن طولون کی مرمت کے سلسلہ میں "خط کوفی" کا تمام کام شیخ یوسف احمد کی یادگار ہے، ایک ماہر فن کی حیثیت سے ان کا بیان تھا کہ جامع ابن طولون اپنی نفاست اور کام کی باریکی کے لحاظ سے اس زمانہ کے قابل کاریگروں اور بہترین خوشنویسوں کے کمال فن کا نمونہ ہے، وہ اس کے بھی معترف ہیں کہ جامع ابن طولون کی مرمت و اصلاح کے کام میں ان کی عملی استعداد میں بہت کافی اضافہ ہوا اور خاص طور پر خط کوفی کی وہ باریکیاں دیکھنے میں آئیں جن کا بحیثیت استاد کے مصر میں کوئی سکھلانے والا نہ تھا۔

شیخ یوسف احمد کا فنی ذوق اور عملی تجربہ ابھی تشنۂ تکمیل تھا کہ محکمۂ تحفظ آثار اسلامیہ نے اپنی جمع کردہ یادگاری چیزوں کی ترتیب کا کام ان کے سپرد کیا۔ اس سلسلہ میں تقریباً تین ہزار پرانے کتبوں اور پتھر وغیرہ پر قدیم تحریروں کو پڑھنے، ان کے رموز و اشارات کو حل کرنے، تاریخ وار مرتب کرنے میں جہاں ان کی عام معلومات میں اضافہ ہوا وہاں خاص طور پر "خط کوفی" کے متعلق چوتھی صدی تک اس کے ہر دور کی مختلف صورتیں ذہن نشین ہوگئیں، محکمۂ آثار اسلامیہ کے اس عجائب خانہ کی ترتیب کے زمانہ میں شیخ یوسف احمد کو خود بھی "خط کوفی" کی قلمی کتابوں اور پرانے کتبوں کو خریدنے اور جمع کرنے کا شوق پیدا ہوا اور مسلسل تحقیق و تلاش کے بعد ہر صدی میں

"خط کوفی" کا مواد فراہم کرنے میں کامیاب ہوئے جس سے ان کو بہت زیادہ مدد ملتی ہے۔

سنہ ۱۳۰۹ ہجری میں محکمہ تحفظ آثار اسلامیہ کے اہتمام سے جامع ازہر کی ضروری تعمیر و مرمت شروع ہوئی اور اس کے اندرونی نقش ونگار اور قرآنی آیتوں کو دوبارہ لکھنے، نمایاں کرنے اور جہاں حروف یا عبارت مٹ گئی تھی اسے پورا کرنے میں شیخ یوسف احمد نے استادی کا کمال دکھایا۔ جامع ابن طولون کی طرح جامع ازہر کا کام بھی نازک و پیچیدہ تھا مگر اس مرتبہ ان کو خاکے تیار کرنے میں زیادہ دقت پیش آئی اور اس اہم کام کو چند ماہ میں انتہائی خوبی کے ساتھ پورا کر دیا۔

یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ جامع ازہر کی اصلاح کے زمانہ میں سابق خدیو مصر عباس حلمی پاشا اسے دیکھنے آئے اور سب سے زیادہ خط کوفی کا کام دیکھ کر خوش ہوئے اور صبری بک چیف انجینیر سے اس کے متعلق کچھ سوالات کیے جن کے جواب میں صبری بک نے شیخ یوسف احمد کو خدیو مصر کے سامنے اس تعارف کے ساتھ پیش کیا کہ:-

"ولی نعمت: آپ کے ملک میں یہی ایک شخص اس خط کوفی کا جاننے والا ہے۔"

خدیو عباس حلمی پاشا نے شیخ یوسف احمد کو حکم دیا کہ میرے سامنے خط کوفی میں کچھ لکھو، انہوں نے ذیل کی شکل میں بسم اللہ لکھ کر پیش کی جسے خدیو مصر نے بے حد پسند کیا۔

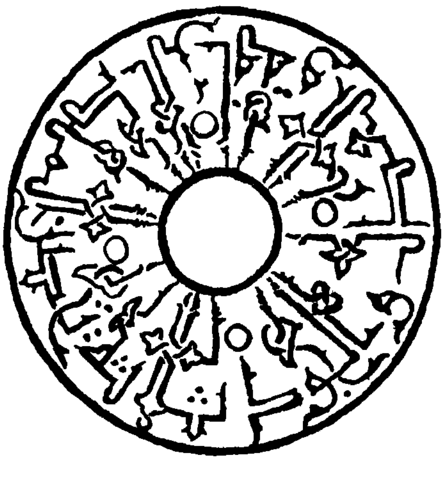


محکمہ تحفظ آثار اسلامیہ کے زیر نگرانی جس قدر یادگاری عمارتوں اور مسجدوں کی درستگی ہوئی ہے ان سب میں شیخ یوسف احمد اور ان کے والد احمد یوسف کی فنی قابلیت کے نمونے محفوظ ہیں۔ مگر خاص طور پر شیخ یوسف احمد کے طبع رسا کے آثار و نقوش جامع ابن طولون، جامع ازہر، جامع حاکم، مسجد معاذ، مسجد

سلطان حسن غوری، مسجد سلیمان پاشا، شہر پناہ کے دروازے، سیدہ رقیہ کا قبرستان، قبۂ اخوۂ یوسف علیہ السلام، قبۂ غوریہ میں ثبت ہیں اور ان یادگاری عمارتوں میں "خط کوفی" کی حیرت انگیز دوبارہ کتابت اور اس قدیم عربی رسم الخط کی نفاست وخوبی کو زندہ کرنے کی بدولت شیخ یوسف احمد کی شہرت ممالک عربیہ اور حدود مصر سے گذر کر یورپ تک پہونچ چکی ہے۔

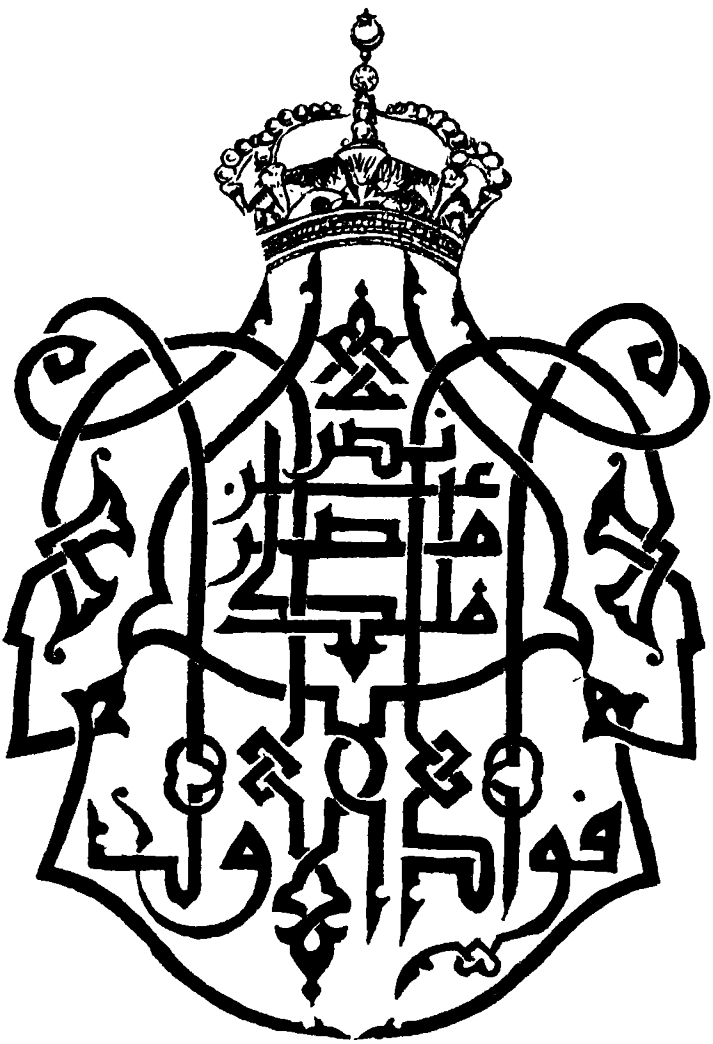
۱۳۳۳ھ ہجری میں حکومت مصر نے سلطنت کے تمغوں پر کندہ عبارت کے لئے خط کوفی کو پسند کیا، اس قدیم عربی رسم الخط کو اختیار کرنا درحقیقت قدیم روایات کو زندہ کرنا ہے۔ یہ نازک کام سرکاری طور پر شیخ یوسف احمد کے سپرد کیا گیا اور سب سے پہلے سلطنت کا رفیع الشان تمغہ "وسام محمد علی" کی عبارت لکھنے کے لئے دی گئی، یہ امر قابل ذکر ہے کہ ہر تمغہ کی کتابت وتحریر بالکل جداگانہ تھی اور اس کے حجم اور وضع کی مناسبت سے حروف کی ترکیب کی گئی تھی۔

نمونۂ تمغۂ رفیع الشان درجۂ اول



وسام "محمد علی"

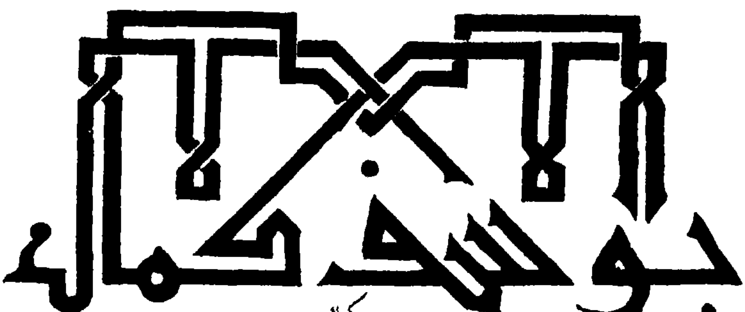
شیخ یوسف احمد کی شہرت وقابلیت نے خط کوفی کو اس حد تک مقبول بنایا کہ مصر ودیگر عربی ممالک میں اونچے طبقہ نے بھی اس کی طرف توجہ کی امرائے خاندان شاہی وعمائد مصر نے اپنے ناموں کے مونوگرام وغیرہ ان سے بنوائے۔ اس باکمال ہستی کا تذکرہ یقیناً نامکمل رہے گا اگر ان کے کمال فن کے کچھ نمونے پیش نہ کئے جائیں۔



فواد الاول ملک مصر عزّ نصرہٗ



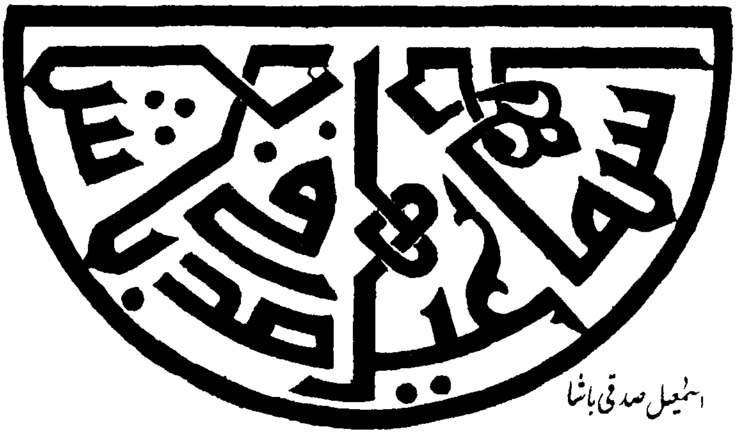
الامیر عمر طوسون (پاشا)



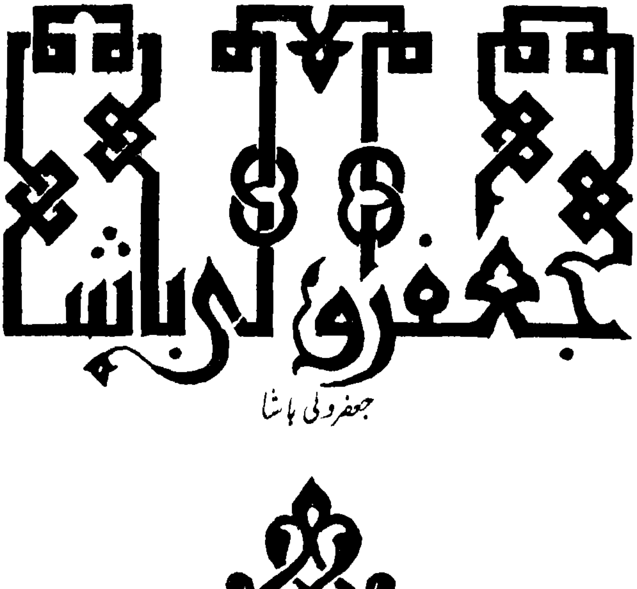
(امیر یوسف کمال)



احمد زکی پاشا (مرحوم)



اسمٰعیل صدقی باشا



جعفر ولی باشا



داود برکات

محمد امین بہجت بک



مرحوم شاہ مصر فواد اول کو اسلامی تاریخ و اسلامی آثار قدیمہ سے دلچسپی اور ہر اس چیز سے لگاؤ تھا جو اسلام کے عہد زریں کی یاد کو باقی رکھے، اس لئے خط کوفی کو بھی ان کی سرپرستی حاصل ہوئی، شیخ یوسف احمد کی تمام عمر کی محنت و جانفشانی کے بار آور ہونے کا وقت آیا اور شاہی حکم سے قاہرہ میں "مدرسہ تحسین الخطوط الملکیہ" کے نام سے ایک سرکاری تعلیم گاہ قائم کی گئی جو آج تک جاری ہے، اس مدرسہ کے قیام سے مرحوم شاہ فواد اول کا مقصد یہ تھا کہ مختلف قسم کے قدیم و جدید عربی رسم الخط کی اختصاصی طور پر تعلیم کا بندوبست ہو اور ہر رسم الخط کے ماہر اساتذہ جمع کئے جائیں۔ سنہ ۱۹۳۲ء میں شیخ یوسف احمد کو محکمۂ آثار قدیمہ سے اس مدرسہ میں منتقل کیا گیا اور خط کوفی کی اختصاصی تعلیم کا شعبہ ان کے سپرد ہوا۔

خط کوفی کی ترقی کے ساتھ عام رجحان بھی اس کی طرف بڑھتا جا رہا ہے، بامذاق طبقہ میں دعوتی کارڈ وغیرہ

کتابوں واخبارات ورسائل کے نام اسی خط میں لکھوائے جاتے ہیں۔

مشرقی دنیا اگرچہ عام طور پر مغربیت سے مرعوب ہوچکی ہے اور ظاہر بین آنکھوں کو خیرہ کرنے والی یورپ کی جگمگاہٹ میں اپنے پرانے دھندلے آثار نظر نہیں آتے۔ مگر اس ذہنی انقلاب کے باوجود کہیں کہیں اس "یادِ کہن" کو زندہ کیا جارہا ہے جس سے ہماری گذشتہ عظمت کا پتہ چلتا ہے

رفیق حج

(مؤلفہ مولوی احتشام الحسن صاحب ۔ مولوی فاضل)

اختصار کے باوجود حج وزیارت کے متعلق تمام ضروری اور اہم مسائل آپ کو اس میں ملیں گے۔ فاضل مولف چونکہ تین بار زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوچکے ہیں اس لئے "رفیق حج" ان کے ذاتی تجربہ اور مشاہدات کا مجموعہ ہے، مقامات مقدسہ نیز ان کے فضائل وبرکات کا تذکرہ کتاب کا اہم حصہ ہے اور تاریخی ومذہبی حیثیت سے یقیناً اس قابل ہے کہ ہر عازم حج کے مطالعہ میں رہے۔

حاضری حرمین شریفین کی سعادت جب کبھی مقدر ہو کم از کم ذکر حرم سے یاد حرم کو زندہ رکھنے کے لئے "رفیق حج" کا مطالعہ ایمان پرور ثابت ہوگا۔

ضخامت ۱۶۰ صفحات، قیمت دس آنے (۱۰/)

کتاب مقامات ذیل سے مل سکتی ہے:-

(۱) کتب خانہ فیضی بستی حضرت نظام الدین اولیاء (دہلی)
(۲) حاجی محمد نسیم صاحب عزیز اینڈ سنز صدر بازار (دہلی)
(۳) کتب خانہ رشیدیہ جامع مسجد (دہلی)
(۴) صدر دفتر مدرسہ صولتیہ فردوس منزل قرول باغ (نئی دہلی)
(۵) کتب خانہ یحیوی مدرسہ مظاہر العلوم (سہارنپور)
(۶) مرکزی دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ)

مکہ معظمہ کی ڈاک

اس مستقل عنوان کے ماتحت قارئین کرام کو حجاز اور ارض مقدس کی خبروں اور دارالعلوم حرم کے اہم حالات سے روشناس کیا جائے گا،

جنگ کے ناگزیر اثرات کی وجہ سے بیرون ہند کی ڈاک اگرچہ وقت پر نہیں ملتی تاہم "ادارہ ندائے حرم" کی کوشش ہوگی تاکہ تازہ خبریں اور ضروری معلومات ہر ماہ شائع ہوتی رہیں جس کا خاص اہتمام ہوگا۔

مدرسہ صولتیہ کے ایک فرزند جلیل کی رحلت:-

قافلہ چل رہا ہے اور ہر آنے والا ایک دن ضرور جائے گا مگر خوش قسمت ہیں وہ مسافر جن کے چلے جانے کے بعد بھی ان کی خوبیاں یاد آئیں اور دنیا ان کا ذکر خیر کرے،

اس حادثہ الیمہ کا ذکر کرتے ہوئے کلیجہ منہ کو آرہا ہے، اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ چند روز کی علالت پیام اجل لے کر آئی ہے اور مکہ معظمہ کا ایک ممتاز عالم دین اور حجاز کا یہ نامور قاضی شریعت اپنی جگہ خالی چھوڑ جائے گا۔

ہندوستان میں مدرسہ صولتیہ کے ابنائے قدیم اور ان کے تلامذہ کا وسیع حلقہ شیخ الشیوخ حضرت مولانا قاری عبداللہ صاحب علیہ الرحمۃ سابق صدر مدرس مدرسہ شعبۂ تجوید القرآن و سبعہ کے بڑے صاحبزادے اور حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب الہ آبادی رحمۃ اللہ کے بھتیجے شیخ احمد صاحب سے واقف ہیں، مرکزی دفتر مدرسہ سے ان کے حادثۂ ارتحال کی افسوسناک خبر موصول ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ احمد قاری مدرسہ صولتیہ کے پرانے طالب علم تھے، سند تکمیل حاصل کرنے کے بعد مدرسہ ہی میں

المدرسین ہوئے۔ پھر عرصہ تک مدرس علوم دینیہ رہے، اسی زمانہ میں ان کو "مدرس مسجد حرم" کی سند اجازت ملی اور صحن حرم میں ان کا درس مرجع خواص وعوام رہا۔

ملک الحجاز شریف حسین کے دور حکومت میں قاضی القضاۃ (رئیس وزارت) کے دفتر میں "منتظم امور شرعیہ" کی جگہ پر ان کا تقرر ہوا اور اسی کے ساتھ "مجلس تفتیش محاکم شرعیہ" کے کام کی نگرانی بھی ان کے سپرد ہوئی، چند سال کے بعد "قاضی جدہ" کا اہم عہدہ ان کو دیا گیا، اس ذمہ دارانہ خدمت کو انہوں نے باحسن وجہ انجام دیا، طبیعت علمی مشاغل کی طرف فطرتاً مائل تھی اس لئے ۱۳۴۵ھ ہجری میں جدہ کے عہدۂ قضا سے مستعفی ہوکر دوبارہ درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا مگر ان کی یہ دلی خواہش پوری نہ ہوئی اور ۱۳۴۹ھ میں مجلس شوریٰ مملکہ سعودیہ کے ممبر منتخب ہوتے اور شرعی نمایندگی کا حق ادا کیا، ۱۳۵۰ھ میں مکہ معظمہ کے "محکمہ شرعیہ کبریٰ" کی صدارت دی گئی، اس جلیل القدر شرعی عہدہ کی گوناگوں ذمہ داریوں کی انجام دہی میں شیخ احمد قاری نے جس ہمت وتدبر سے کام لیا اس کی وجہ سے جلالۃ الملک کی علم نواز نظر التفات ان پر رہی اور نائب السلطنۃ امیر فیصل اور قاضی القضاۃ شیخ عبداللہ بن حسن کا پورا اعتماد ان کو حاصل رہا، ۱۳۵۷ھ میں "راستہ القضاۃ"، یا مجلس شرعی اعلیٰ کی ممبری سے ان کی قدر افزائی کی گئی۔

شیخ احمد قاری اپنے حسن اخلاق اور انصاف پسندی سے حجاز کے ہر طبقہ میں ہر دلعزیز رہے، اور ہر دور حکومت میں اپنے علمی وقار کی وجہ سے وقعت وعزت کی نظر سے دیکھے گئے۔

ممتاز عہدوں پر فائز رہنے کے باوجود اپنی مادر علم سے ان کے دلی تعلق میں کمی نہ آئی، جب کبھی موقع ملتا تھا مدرسہ میں آکر ہر چیز سے گہری دلچسپی کا اظہار کرتے اور اپنے زمانہ طالبعلمی کے دلچسپ حالات اکثر سنایا کرتے تھے۔

مرحوم ۱۳۰۹ھ میں پیدا ہوتے اور شعبان ۱۳۵۹ھ میں وفات پائی، اللہ تعالیٰ ان کو وہاں کے بھی اعلیٰ مدارج نوازے۔

مکہ معظمہ کے مقامی اخبارات نے ان کے انتقال کے حادثہ الیمہ کو "وفاۃ عالم جلیل" اور "فقید العلم"

کے جلی عنوانات سے شائع کیا ہے کارکنان صدر دفتر مدرسہ اور ادارہ ندائے حرم بھی صولتیہ برادری کے ساتھ اس رنج و ملال میں شریک ہے اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے۔ خداوند کریم مرحوم کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ایک زائر حرم کے مشاہدات:-

قرب جوار سے سال بھر تک زائرین حرم اور قاصدین بیت اللہ مکہ معظمہ آتے رہتے ہیں، حج تو اپنے وقت پر ہوتا ہے مگر طواف وعمرہ اور مشاہدہ کعبہ کے ساتھ مسجد حرام میں نماز، وہ خاص نعمتیں ہیں جو خدا کے گھر میں ہر وقت میسر ہیں اور کسی دوسری جگہ نہیں مل سکتیں،

ہنگامۂ حج سے قبل کے پرسکون زمانہ میں جن مقبول بندوں کو حاضری حرم محترم کے ساتھ چند ماہ مسلسل قیام کی سعادت حاصل ہوتی ہے ان کے پاک دلوں سے اس باعظمت مقام کی برکتیں اور ہر لمحہ کی دلجمعی و اطمینان کی حقیقت معلوم کیجئے۔

ان خوش بخت وخوش وقت زائران حرم میں پنجاب کے سیاح بلاد اسلامیہ ڈاکٹر محمد دین صاحب بھی ہیں جو پانچ سال سے سیر وسیاحت کر رہے ہیں، آپ چونکہ عربی زبان سے اچھی طرح واقف ہیں اس لئے عربی دنیا میں آپ کو کوئی خاص دشواری پیش نہیں آئی۔

ہر ہندوستانی علم دوست درروشن خیال زائر حرم کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ کم از کم ایک مرتبہ ضرور خدا کے گھر میں اپنی اس قومی یادگار کو دیکھے اور اس کے اہم حالات معلوم کرے، چنانچہ ڈاکٹر محمد دین صاحب ۱۹ ارشوال سنہ ۱۳۵۹ھ کو مدرسہ صولتیہ میں تشریف لائے، وہاں انہوں نے کیا دیکھا؟ اس کا جواب خود موصوف کا معاینہ ہے جس کی نقل حال میں ہمیں مرکزی دفتر مدرسہ سے بغرض اشاعت وصول ہوئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب محترم کا یہ معاینہ ان کی حقیقت بیں آنکھوں اور حساس دل ودماغ کے اچھے خیالات واحساسات کی ترجمانی کر رہا ہے، جزاہ اللہ،

۲۰ر نومبر سنہ ۱۹۴۰ء بروز چہارشنبہ، اللہ تعالیٰ کے محض اپنے فضل خاص سے "مدرسہ صولتیہ ہندیہ" کو

دیکھنے کا موقعہ دیا اور مدیر مدرسہ نے خاص عنایت و نوازش سے تمام مدرسہ کا نظام اور دیگر دوائر متعلقہ مدرسہ مذکورہ کو مشاہدہ کرانے کی تکلیف گوارا فرمائی، اب میں تمام نظام دیکھنے کے بعد جو میں اپنی لیاقت و معرفت کے مطابق اقتباس کرسکا ہوں اور اندازہ کرسکا ہوں وہ یہ ہے کہ موجودہ حالت مدرسہ کی بتارہی ہے اس کے مؤسس و دیگر کارکنوں نے اپنی سعی بلیغ کو راہ حق اور محض للہ و فی اللہ خرچ فرمایا ہے اور ان کی جانی و مالی و قلبی و لسانی . . . کوششوں کی مدرسہ صولتیہ پوری و کامل تصویر ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کی سعی و ایمان و اخلاص میں برکت دے،

مجبور ہوں کہ لکھوں کہ مؤسس (بانی) مدرسہ کے ایثار و اخلاص کا ان کی قوم نے وہ بدلہ نہیں دیا جس کے وہ مستحق تھے بلکہ اس مدرسہ کی طرف سے غفلت یا بے توجہی برتی جاتی ہے جو بانی مرحوم کی روح کو تکلیف دینے والی ہے اور جو ایک دل رکھنے والے مخلص انسان کے لئے ہرگز درست نہیں، اللہ تعالیٰ خود اس کی مدد فرمائے گا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

مجھے مدرسہ کا نظام دیکھکر بہت خوشی اور فرحت حاصل ہوئی اور دل کی گہرائی سے ایک لہر اٹھ رہی ہے کہ کاش قوم متنبہ ہو اور مدرسہ صولتیہ کو ترقی دے، میں خود انشاء اللہ ہر وقت اور ہر حال میں اپنی قلبی و لسانی اعانت کے لئے حاضر ہوں۔ واللہ الموفق،

مدرسہ کے طالب علموں کی لیاقت بھی قابل داد ہے، مدرسہ کی لائبریری کافی ذخیرہ کتب پر حاوی ہے اور موزوں قوانین کے ماتحت کتب کی حفاظت و اجراء کا انتظام ہے۔

مدرسہ کی تاریخ ماضی معلوم کر کے بہت ہی مسرت ہوئی زیادہ دور کیوں جائیں، حرمین شریفین کے موجودہ بڑے بڑے عالم اسی مدرسہ کا ثمرہ ہیں جو اس کی شان و شوکت کی ایک قوی دلیل ہے، مدرسہ کا اسٹاف اچھا خاصا ہے جو کہ قوت لایموت پر گذارہ کر کے قومی و ملی خدمت کر رہا ہے۔ اللھم بارک فی اخلاصہم،

احقر ڈاکٹر محمد دین

خدا کرے قارئین کرام اور مدرسہ کے محترم معاونین ڈاکٹر صاحب کے ان مخلصانہ جذبات سے متأثر ہوں اور جو اب تک بے حرکت ہیں ان کی "قلمی مسیحائی" سے ان میں احساس پیدا ہو۔

مجلس معارف کی مؤتمر علمی:-

موجودہ مدیر معارف سید محمد طاہر الدباغ حجاز کے ان چند پختہ کار اور روشن خیال لوگوں میں ہیں جو زندگی کے مختلف حالات میں دنیا کے مدوجزر کو دیکھ چکے ہیں، کافی عرصہ تک حجاز سے باہر قیام نے ان کے علمی و عملی تجربہ اور معلومات میں بہت کچھ اضافہ کیا، اس لئے ان کے زمانہ میں یہ امید کی جاتی ہے کہ حجاز کا تعلیمی معیار ضرور بلند ہوگا۔

مملکۂ عربیہ سعودیہ کی مجلس تعلیم سید محمد طاہر الدباغ مدیر معارف کی رہنمائی میں اہم تعلیمی تجاویز پر غور و فکر اور تبادلۂ خیال کی غرض سے مکہ معظمہ میں ایک مؤتمر علمی کے انعقاد کی تدابیر میں مصروف ہے تاکہ جدید نظریات تعلیم کے لحاظ سے مفید دستور تعلیم تیار کیا جائے۔ اس خاص لجنہ میں حجاز کے ماہرین تعلیم کو مدعو کیا گیا ہے، مکہ معظمہ میں اولین درسگاہ مدرسہ صولتیہ اور اس کی دیرینہ شاندار علمی خدمات کی بنا پر اسے بھی شرکت کی دعوت دی گئی ہے، اس مؤتمر علمی میں مدرسہ صولتیہ کی طرف سے شیخ محمد علی الیاس۔ معتمد (صیغۂ عربی) مرکزی دفتر مدرسہ شریک ہوں گے، ہمیں موصوف کے تعلیمی تجربوں کی وجہ سے امید ہے کہ آپ دارالعلوم حرم کے نمایندہ کی حیثیت سے حجاز مقدس کے لئے اس اصلاحی اجتماع میں پوری گرم جوشی کے ساتھ حصہ لیں گے۔

حکومت مصر کی ایک شاندار خدمت:-

معاصر "صوت الحجاز" مکہ معظمہ کے ذریعہ یہ خبر انتہائی مسرت کے ساتھ معلوم ہوئی کہ حکومت مصر کی وزارت اوقاف روضۂ اطہر کے پرانے پردوں کے بجائے نئے پردے تیار کرنے کا اہتمام کر رہی ہے، یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ مصر کے ایک نیک دل اور ممتاز شخصیت صاحب العزت احمد عبدہ بک

نے مدینہ منورہ کی حاضری کے بعد مصری وزارت اوقاف کو اس طرف توجہ دلائی۔

یقیناً حکومت مصر مسلمانوں کے شکریہ کی مستحق ہے کہ وہ حرمین شریفین کے امور خیر کا خیال رکھتی ہے۔ اور اپنا اسلامی فرض مستعدی کے ساتھ ادا کرتی ہے، امرائے ہند و فرمان روایان اسلام کو بھی خدمت حرمین شریفین کی خدائے برتر توفیق عطا فرمائے۔

معلّمین کی منتخبہ کمیٹی:-

جن کو حاضری حرم کی سعادت حاصل ہو چکی ہے وہ جانتے ہیں کہ مطوّف یا معلّم کو حجاج کی رہنمائی اور مناسک حج کی ادائیگی میں کس قدر دخل ہے، ہر سال اسلامی دنیا کے ہر گوشہ تک ان کا پہونچنا بذات خود حج کی تبلیغ و ترغیب ہے، مکہ معظمہ میں معلّمین اور ان کے متعلقین کا اپنی تعداد کے اعتبار سے اکثریت میں ہیں اور اسی جماعت سے ملک کی اقتصادی حالت کا زیادہ تر تعلق ہے اس لئے کہ یہ لوگ حجاج سے براہ راست وابستہ ہیں اور حجاج سے آمدنی پر ملک کے ہر طبقہ کا دارومدار ہے، ہر ملک کے معلّم الگ ہیں اسی لئے مطوفین مختلف گروہوں میں تقسیم کے باوجود ایک خاص تنظیم و قانون کے ماتحت ہیں، ان کے حقوق کی حفاظت اور تمام معاملات کی نگرانی اور دیکھ بھال کے لئے ایک مجلس قائم ہے جس کے ممبروں کا انتخاب خود معلّمین کثرت آراء سے کرتے ہیں، اس کمیٹی کی رائے یا مشورہ وقیع سمجھا جاتا ہے اور معلمین کو اس کا فیصلہ ماننا پڑتا ہے۔

عام واقفیت کے لئے ہندوستانی حجاج کے معلّموں کی مجلس عاملہ کے نئے انتخاب کا نتیجہ شائع کیا جاتا ہے:-

۱۔ مولوی عبدالسلام صاحب　　۳۔ شیخ حسین فتحی

۲۔ شیخ عمر اکبر　　۴۔ ابراہیم سیف الدین

۵ - شیخ مصطفیٰ اصغر　　　۸ - سید شیخ بن جعفر شیخ

۶ - " محمود فردوس　　　۹ - سید احمد جمل اللیل

۷ - " عزیزالرحمٰن　　　۱۰ - شیخ عمر عرب

قانوناً اس مجلس کا دوامی صدر شیخ المعلمین ہوتا ہے، اس لئے شیخ عبدالرحمٰن مظہر شیخ المعلمین کی حیثیت سے اس کے فرائضِ صدارت انجام دیتے ہیں۔

فرصت کے لمحات میں

ہر شخص روزانہ بہت تھوڑا سا وقت نکال کر اگر مسلسل مطالعہ کا عادی ہو جائے تو اس کی عام معلومات و قابلیت میں کچھ دنوں کے بعد غیر معمولی اضافہ ہو سکتا ہے علمی زندگی کی قدر و قیمت جن کو معلوم ہے وہ جانتے ہیں کہ فرصت کے لمحات میں کتب بینی سے بہتر کوئی مشغلہ نہیں اور ان کتابوں کا فراہم کرنا جو مذاق کے مطابق ہوں ہر وقت سکون و دلچسپی کا سبب ہے۔

یہ صورت اسی وقت ممکن ہے جب کہ آپ کسی بہت بڑے مکتبہ سے اپنا تعلق قائم کرلیں جو ہر وقت آپ تک ہر علم و فن کی مفید اور تازہ کتابیں پہنچا سکے اور آپ کے علمی ذوق کی تکمیل کا قابل اطمینان ذریعہ ہو۔

وقت کو اگر آپ غنیمت سمجھتے ہیں تو پھر اپنی علمی زندگی کے لئے ان سہولتوں سے فائدہ اٹھائیے جو آپ کے لئے ہندوستان کا یہ مشہور کتاب گھر مہیا کر سکتا ہے، سب سے پہلی فرصت میں ذیل کے پتہ سے مطبوعہ فہرست مفت طلب فرمائیے اور اپنے ذوق علم کو زیادہ سے زیادہ بلند کیجئے،

شیخ مبارک علی تاجر کتب، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور،

محسنوں کا ذکرِ خیر

مولوی سید احمد صاحب گوجراں والہ کی ایک مخیّر ہستی ہیں۔ قدرت نے ان کو دنیا کی دولت اتنی نہیں دی جس قدر عالی ہمّتی ان کے حصّہ میں لکھ دی ہے، امورِ خیر سے دلی لگاؤ ہر نیک دل مسلمان کا حصّہ ہے، مگر مولوی صاحب موصوف کا خلوص و دلی ہمدردی قابلِ تقلید ہے، توفیقِ الٰہی جب رفیقِ حال ہوتی ہے تو کسی نیک کام کا انتخاب کچھ مشکل نہیں ہوتا۔

مولوی سید احمد صاحب کی نظرِ التفات مدرسہ کی مسجد پر ہوئی اور آپنے اس کی اصلاح و مرمّت کے لئے ہمت سے زیادہ بارہ سو پچاس ۱۲۵۰ روپیہ کی پیش قدر رقم عنایت فرمائی، اس رقم سے مدرسہ صولتیہ مکّہ معظمہ کی مسجد کے پرانے فرش کے بجائے سیمنٹ کا نیا فرش ہوگا، اور عام مرمت و اصلاح کے ساتھ کھڑکیاں اور دروازے درست ہوں گے، طلباء اور عام نمازیوں کے آرام کے لئے وضو کی ایک پختہ ٹانکی تیار ہوگی۔

مولوی صاحب محترم نے یہ رقم اپنے والدین مرحومین کے نام سے دی ہے۔ جن کی طرف سے سنگ مرمر کا ایک یادگاری کتبہ اس عبارت کا مسجد میں نصب ہوگا:۔

تعمیر فرش و مرمت مسجد

از مولوی سیّد احمد صاحب پنشنر، گوجراں والہ (پنجاب)

بیادگار و ایصال ثواب والدین مرحومین خود

سنہ ۱۳۵۹ ہجری

مولوی سید احمد صاحب نے جس خلوص و نیک نیتی سے اس کار خیر میں شرکت فرمائی یہ ان کا اللہ کے ساتھ ایک خاص معاملہ ہے اس لئے وہ نہ شکریہ کے منتظر ہیں اور نہ مسجد میں یادگاری کتبہ لگانے کے خواہش مند مگر ہمارا فرض ہے کہ ایک محسن کا شکریہ ہم رسمی الفاظ کے بجائے دعاؤں سے ادا کریں اور آنے والی نسلوں کے لئے ان کے نام کو یادگار کے طور پر محفوظ کردیں۔

خانۂ خدا میں اس خانۂ رحمت کو بارونق بنانے والی ہستی کو اللہ تعالیٰ وہاں کی نعمتوں سے بہرہ ور کرے اور اجر عظیم دے۔

عالی ہمت اہل خیر کے لئے کسی ترغیب کی ضرورت نہیں جب توفیق عطا ہوتی ہے تو اہل عطا خود عملی توجہ فرماتے ہیں اور بلا شبہہ دینے کا یہ وہ بلند معیار ہے جسے اولوالعزم ارباب کرم کی ایک خصوصیت سمجھنی چاہئے۔

قاضی شمس الاسلام صاحب رئیس و ڈپٹی مجسٹریٹ نگینہ ضلع بجنور کا خاص طور پر ذکر خیر اس لئے بھی بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے کہ آپ نے مکہ معظمہ میں اپنی ستر سالہ قومی و علمی یادگار مدرسہ صولتیہ کی موجودہ مالی مشکلات کی بنا پر بے امید و طلب چھ سو روپیہ کی غیر معمولی امداد سے درگاہ حرم کی بروقت امداد فرمائی، نگینہ کے اس آبدار "نگینہ" کی آب و تاب کی چمک اللہ کے گھر تک پہونچی جس سے بجھے ہوئے دلوں میں امید کی جھلک پیدا ہوئی۔

قاضی صاحب محترم کی رقم اعانت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی شیخ الہند ثانی کے توسط سے وصول ہوئی، خود معطی اور واسطۂ خیر دونوں بارگاہ رب العزت سے اپنا اجر و ثواب حاصل کر چکے، لینے والے کیا دے سکتے ہیں البتہ دعا میں یاد رکھنا ان کا فرض ہے

قابل مبارک باد ہیں وہ باخیر و نیک نیت ہستیاں جو خدا کی دی ہوئی دولت یا اپنی نیک کمائی سے اس کے گھر میں اور اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

ہر خوش قسمت مسلمان جس کی پاک روح " لبیک " کہہ چکی ہی حاضری حرم کی سعادت سے مشرف ہوتا ہی، ان خاص بندوں میں بہت سے ایسے نیک خیال بھی ہوتے ہیں جو اپنی عدیم الفرصتی اور چندروزہ قیام مکہ معظمہ کی ہنگامی مصروفیتوں کے باوجود وقت نکال کر اکثر مدرسہ صولتیہ میں تشریف لاتے ہیں، اپنی اس قومی یادگار کو دیکھتے ہیں اس کے ساتھ دلی ہمدردی فرماتے ہیں اور دوسروں کو عملی توجہ کی رغبت دلاتے ہیں، ان بے شمار دیکھنے والوں میں یقیناً ان بلند ہمت اصحاب خیر کا یہ جذبہ بہت زیادہ قابل قدر ہی جو حرم سے واپسی کے بعد سرزمین حرم پر اپنی باقیات صالحات کی یاد کو باقی رکھیں اور ہمیشہ اسے زندہ رکھنے کی کوشش کرتے رہیں، ان میں مولوی حاجی طفیل احمد صاحب پنشنر محکمۂ نہر (رڑکی ضلع سہارنپور) کی مغتنم ہستی درسگاہ حرم سے خلوص و محبت کی زندہ مثال ہی، آپ کی خاموش عملی ہمدردی اور دلی دعائیں کارکنان مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کو حاصل ہیں، ہندوستان (دہلی) میں مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے صدر دفتر یا باب حرم کی اہم تحریک سے بھی آپ کو اسی قدر دلچسپی ہی جس قدر خدا کے گھر کا حق سمجھنے والے ایک نیک دل مسلمان کو ہونی چاہیئے، کچھ عرصہ سے آپ دہلی میں بعض خانگی ضرورتوں سے مقیم ہیں۔ اس لئے جب کبھی موقعہ ملتا ہی صدر دفتر مدرسہ میں تشریف لاکر کارکنان دفتر کی حوصلہ افزائی فرماتے رہتے ہیں جو آپ کی بزرگانہ عنایت اور مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ سے گہرے تعلق کا ثبوت ہی، جزاہ اللہ خیر الجزاء

مکہ معظمہ میں بڑوں اور بزرگوں کو دیکھنے والوں میں مولوی نظیر احمد صاحب مرحوم ایک زندہ یادگار اور اچھوں کے فیض صحبت اور بافیض ہستیوں کے اثر اور خوبیوں کا نمونہ تھے، اجڑے ہوئے مرشد آباد و بنگال کے ان مہاجر خاندانوں کا بقیہ تھے جنھوں نے دیار حبیب کو اپنا مسکن بنا لیا، بانی مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ان کو شرف تلمذ تھا، علمی استعداد پختہ تھی، مطالعہ اور کتب بینی کا شوق اور علمی ماحول سے دلچسپی ہمیشہ رہی۔ گوشۂ عافیت کی پرسکون زندگی بسر کی، عمر کا قیمتی سرمایہ یا ان کی زندگی کی کل کائنات کتابوں کا وہ ذخیرہ تھا جو انھوں نے جمع کیا عمر کے آخری دور میں ہندوستانی نادار اور غریب الوطن طلبا کی درسی کتابوں سے مدد کیا کرتے تھے، کسی محنتی اور شوقین طالب علم

کو جو کتاب کی حفاظت کا اہتمام بھی رکھتا ہو کوئی درسی کتاب جس کی اسے ضرورت ہو دیکر خوش ہوتے اور خوبی یہ ہے کہ پھر کتاب کی واپسی کا مطالبہ نہ ہوتا تھا۔

جن کتابوں کو انہوں نے ہمیشہ محفوظ رکھا اور جوان کے مطالعہ میں رہتی تھیں انتقال سے قبل وقف کر کے مدرسہ صولتیہ کے کتب خانہ کو دے دیں، اور اپنے سامنے محاسب صاحب مدرسہ اور مہتمم صاحب کتب خانہ کو بلاکر تقریباً چار سو کتابیں مرتبہ فہرست کے مطابق سپرد کیں اور کتبخانہ مدرسہ میں فوراً منتقل کرنے کی ہدایت کی اور فرمایا کہ " استاد (حضرت بانی مدرسہ) کے بہتے ہوتے دریائے فیض و برکت میں میرے یہ چند قطرے لیجاکر ملادو کہ یہ بھی دریا بن جائیں "

مولوی نظیر احمد صاحب مرحوم کا یہ مختصر " کتاب خانہ " دینیات کی کتابوں کا ایک اہم مجموعہ ہے جس کا اندازہ ان چند اسماء کتب سے کیا جا سکتا ہے کہ ان کا یہ قیمتی عطیہ اہل علم کے لئے کس قدر مفید و کارآمد ہے۔

۱ - تفسیر روح المعانی   کامل
۲ - تفسیر روح البیان   "
۳ - تفسیر البحر المحیط -   "
۴ - تفسیر ابن کثیر -   "
۵ - الدر المنثور -   "
۶ - تفسیر الخازن -   "
۷ - عمدۃ القاری شرح البخاری -   "
۸ - ارشاد الساری شرح البخاری -   "
۹ - شرح الابی علی صحیح مسلم -   "
۱۰ - شرح النووی علی صحیح مسلم -   "
۱۱ نیل الاوطار للشوکانی -   کامل
۱۲ - مسند امام احمد بن حنبل -   "
۱۳ - مرقاۃ الصعود حاشیہ ابی داود جلال الدین السیوطی - (قلمی)
۱۴ - شرح رموز احادیث   کامل
۱۵ - مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری -   "
۱۶ الزرقانی علی الموطا -   "
۱۷ - الخصائص الکبریٰ للسیوطی -   "
۱۸ - الترغیب والترھیب امام منذری -   "
۱۹ - اصابہ فی تمییز الصحابہ -   "

۲۰۔	فتح القدیر مع الکفایہ والعنایہ	کامل	۲۶۔	المبسوط للسرخسی ۔	کامل
۲۱۔	بدائع الصنائع ۔	"	۲۷۔	الزرقانی علی المواہب اللدنیہ ۔	"
۲۲۔	الذیلعی علی کنز الدقائق ۔	"	۲۸۔	فتاویٰ ہندیہ مع البزازیہ وقاضی خان ۔	"
۲۳۔	ابن عابدین علی درالمختار ۔	"	۲۹۔	فتاوی المہدیہ ۔	"
۲۴	طحاوی علی درالمختار ۔	"	۳۰۔	شرح مواقف ۔	"
۲۵۔	عینی علی کنز الدقائق ۔	"	۳۱	معجم البلدان ۔	"

"کتب خانہ نظیریہ" کی موقوفہ کتابوں کی پوری فہرست حسب عادت انشاء اللہ مدرسہ کی سالانہ روئداد میں اپنے وقت پر شائع ہوگی ۔

اللہ تعالیٰ مولوی صاحب مرحوم کو اس صدقہ جاریہ کا اجر عظیم عطا فرمائے اور ان کی پاک روح پر اپنی رحمت کے پھول برسائے ۔

صحیفۂ سعادت

مستقل طور پر آیندہ ہر نمبر میں اس عنوان کے ماتحت جو کچھ آئے گا وہ مقصد کے لحاظ سے رسالہ کا اہم جز ہے، انشاءاللہ ہر ماہ مدرسہ کے معاونین کرام اور امداد کنندگان اہل خیر حضرات کے اسماء گرامی یا صدر دفتر مدرسہ دہلی سے ماہ بماہ مرکزی دفتر مکہ معظمہ کو رقوم امداد کی جو تفصیل وار فہرست مرتب ہو کر جاتی ہی اس کی نقل "ندائے حرم" میں پابندی کے ساتھ شائع ہوتی رہے گی۔

اس امر کی وضاحت ضروری ہو کہ ہر مہینہ کی فہرست امداد کی اشاعت دوسرے ماہ کے نمبر میں ہوا کرے گی۔

صدر دفتر مدرسہ کا نیا سال محرم الحرام سے شروع ہوتا ہے اس لئے سال گذشتہ کے حسابات کی جانچ اور گوشواروں کی تیاری کا اہم کام قریب الختم ہی یہ کاغذات صدر دفتر دہلی کی رپورٹ بابت سنہ ۱۳۵۹ھ کے ساتھ مرکزی دفتر مدرسہ کو مکہ معظمہ ماہ محرم سنہ ۱۳۶۰ھ کے اندر حسب ضابطہ بھیجنے ضروری ہیں، اس دفتری مجبوری کی وجہ سے پہلے نمبر میں ماہ محرم الحرام کی فہرست امداد درج نہو سکی، دوسرے نمبر میں انشاءاللہ اس کی اشاعت ہوگی۔

ضیاءالدین احمد۔ معتمد۔ صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ
دہلی

ندائے حرم

عدد ۲-۳-۴ جلد اوّل

ماہ صفر، ربیع الاوّل، ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۰ھ (مارچ، اپریل، مئی سنہ ۱۹۴۱ء)

بسم اللہ

ترانۂ حمد

اللہ اکبر   اللہ اکبر

اللہ، والی سارے جہاں کا ؛ اللہ، مالک کون و مکاں کا
اللہ، اپنے بندوں کا یاور
اللہ اکبر - اللہ اکبر

(۲)

اللہ اپنی دنیا کا خالق ؛ اللہ مالک اللہ رازق
اللہ کی ہستی ہر شے پر قادر ؛ اللہ کے جلوے ہر شے میں ظاہر
اللہ کی ہستی آیۂ رحمت ؛ اللہ کا سایہ۔ سایۂ رحمت
چھایا ہوا ہے سارے جہاں پر
اللہ اکبر۔ اللہ اکبر

(۳)

صبح کے تارے۔ مہرِ درخشاں ؛ شب کی ملاحت۔ شمعِ فروزاں
رنگین پودے۔ حسن مجسم ؛ پھولوں کے گچھے۔ رنگین کلیاں
شاداب شبنم۔ رِم جھم کا عالم ؛ فرشِ زمرد۔ رنگِ گلستاں
جھلمل شعاعیں۔ خورشید خاور
اللہ اکبر - اللہ اکبر

حامد انصاری۔ غازی

بصائر

مغربی تمدّن ـــــ

یورپین تمدن ـــــــ جس کو ہم مغربی تمدن کہتے ہیں۔ ہندوستان کا کیا ذکر دنیا پر چھایا ہوا ہے۔ یورپ پر اس لئے کہ خود یورپ کا تمدن ہو۔ افریقہ پر اس لئے کہ اس کا اپنا کوئی تمدّن نہیں۔ ایشیا پر اس لئے کہ ایشیا کے تمدن نے مغربی تمدن کے حملوں کے مقابلہ میں معمولی جنگ کئے بغیر ہتھیار ڈالدئے۔ ایشیاء کے پاس بڑا سرمایہ تھا مگر اس سرمایہ کا کیا ذکر اہل ایشیاء اپنے نفس سے خود نفرت کرنے لگے۔ مقابلہ کے میدان میں نفس انسانی کی عزیمت اور اخلاقی روح کئی پلٹنوں کا تنہا مقابلہ کر سکتی ہو۔ جب ایشیاء نے اپنی عزیمت کو طوفان سے پہلے طوفان کی نذر کر دیا تو ایشیاء کا تمدن کس طرح زندہ رہ سکتا تھا۔

آج یورپین تمدن دنیا کے میدان میں فتح کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہو۔ افریقہ اور ایشیاء والے اپنے گھروں میں اس کی حمد کے ترانے گا رہے ہیں۔ مگر اللہ اللہ۔ ایک دن وہ بھی آیا جب یورپ کے دل سے یہ آواز بھی اُٹھی کہ مغربی تمدن کم پایہ ہی نہیں کم مایہ بھی ہے۔

زیادہ دن نہیں ہوئے قاہرہ میں فرانس کی مشہور انشا پرداز خاتون میڈم سنٹ بوانٹ کو جب مغربی تمدن پر لیکچر کے لئے مدعو کیا گیا تو انھوں نے اپنے خطبہ کو ان الفاظ سے شروع کیا

"میرا تعلق اس جماعت سے ہی جو مغربی تمدن کے مخالف محاذ پر کھڑی ہو۔ جو دن آ رہا ہو وہ اس بات

کی تائید کر رہا ہے کہ مغربی تمدن کم پایہ اور کم مایہ تمدن ہے۔ میرے دل کی یہ آرزو تھی کہ میں مشرق نژاد ہوتی لیکن قدرت کو منظور یہ تھا کہ میں بھی جلادوں کی صف میں کھڑی ہوں اور یورپ کے جرائم میں ایک مغربی عورت ہونے کی حیثیت سے میرا بھی حصہ ہو۔ میرا حال اس بچہ کی مانند ہے جو اپنی ماں پر حملہ آور ہوتا ہے۔ افسوس صد افسوس"۔

"میں یورپین تمدن کے خلاف ہوں اور اس لئے خلاف ہوں کہ وہ انسانیت کی تعلیم، روئے زمین پر اس کی تعمیم اور انسانی وحدت کے قیام میں ناکام رہا ہے۔ اس کی بنیاد فرد کی خود غرضی پر ہے۔ اجتماع انسانی کی بھلائی پر نہیں۔ خود غرضی انانیت پیدا کر دیتی ہے۔ اور انانیت انسانیت کے جسم و روح کی سب سے بڑی خرابی ہے۔"

ایشیا کے باشندے میڈم سنٹ کے ایک ایک لفظ کو عبرت کی دلیل تصور کریں۔ یورپ انسانوں کی وحدت کا عظیم الشان کام نہیں کر سکا۔ اسلام کا پیغام اس کے سوا اور کیا ہے۔ خدائے واحد کے نام پر ساری دنیا کا اجتماع۔ عالمگیر امن اور ہمہ گیر سلامتی! مسلمان کعبۃ اللہ کو نہیں بھولے مگر دنیا کے مرکز اتحاد بیت اللہ کو بھول چکے ہیں۔ اللہ کے ایک نیک بندے نے صادق و مخلص انسان نے۔ راست باز مجاہد اور عالم نے ہندوستان سے چل کر سڑسٹھ (۶۷) سال قبل اسی فراموش کاری کو دور کرنے کے لئے بیت اللہ کے جوار میں۔ اللہ کے مبارک گھر کے پڑوس میں مدرسہ عالیہ صولتیہ قائم کیا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ آج کا مدرسہ کل جامعہ حرم (مکہ یونیورسٹی) ہوگا۔ — اللہ کا گھر۔ تعلیم کا گھر بن کر ساری دنیا کے تشنگان علم کو سیراب کرے گا۔ کعبۃ اللہ کی مرکزیت مسلمانوں کی خواہش تعامل اور ہمکاری کو بیدار کرے گی۔ زندگی اور روح پیدا ہوگی۔ اور نہ صرف مسلمان بلکہ ساری دنیا کو ایک مرکز کی طرف چلنے اور بڑھنے میں امداد ملے گی۔ لیکن ہمارے اور مغرب کے علم و عمل میں اتنا فرق ہے کہ مغرب کا تمدن ناکامیاب ہو کر بھی کامیاب ہے۔ اور ہمارا تمدن کامیاب ہے مگر پھر بھی ناکامیاب

ہے۔

خطرہ ——————— ؟

"ہم خطرہ میں ہیں۔ ہمیں خطرہ سے بچنا ہے۔ ہمیں خطرہ کے مقابلہ میں نکلنا ہے۔ ہمیں ہر خطرہ کا جواب عزم اور ہمت کے ساتھ دینا ہے اور ہر خطرہ پر فتح پانی ہے"۔

یہ وہ الفاظ ہیں جو خطرے کے ظہور کے وقت ہر اولوالعزم انسان کے دل میں ہوتے ہیں اور دل سے زبان پر آتے ہیں۔ آج مسلمان بھی طرح طرح کے خطرات میں مبتلا ہیں۔ ہماری زندگی کے خاص خاص تصورات مخصوص معتقدات اور معتقدات سے پیدا ہونے والے مدرکات و میلانات، ہمارا تمدن، تہذیب اور اخلاق خطرہ میں ہے۔ اور ہمیں اس کے جواب میں ایک سیدھی اور سچی راہ اختیار کرنی ہے۔ خطرہ نہ ہو تو اس کو پیدا کرنا ایک غلطی ہے۔ خطرہ موجود ہو اور اس کو تسلیم نہ کرنا دوسری غلطی ہے اور پہلی سے بڑی غلطی ہے خطرات کو بروقت محسوس کر لینا فتح کا پیش خیمہ ہے۔ اور بعد از وقت ان سے متاثر ہونا اپنی قوت کی تاثیر سے محروم ہونا ہے۔ جس طرح خوش آئند امیدوں اور خوش گوار آرزوؤں کے آئینہ میں مستقبل صاف نظر آجاتا ہے اسی طرح خطرہ کی تاریکی میں جدوجہد کی مشعل سب سے زیادہ کارآمد ہوتی ہے۔ آج جبکہ مسلمان اپنی زندگی کو پر خطر میدان میں پہونچا چکے ہیں۔ انہیں ایک دانائے روزگار کا یہ قول یاد رکھنا چاہیے۔

"چھوٹے سے چھوٹے خطرہ کو حقیر سمجھنا بڑی سے بڑی حماقت ہے"

انسانی تمدّن کے تین پہلو ۔

مشہور مصری شاعر شوقی بے عربی ممالک میں وہی درجہ رکھتے ہیں جو ہندوستان میں اقبال مرحوم کو حاصل ہے۔ ایک مرتبہ پیرس میں ایک علمی سوسائٹی نے شوقی کے علم و فضل کا اعتراف کرنے کے لئے اپنا اجلاس

طلب کیا۔ موسیو لوسین نے فرانس کے نامور مستشرق کی حیثیت سے اس اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے مشرق و مغرب کی تہذیب کا ذکر موثر پیرایہ میں کیا۔ آپنے فرمایا "جنگ عظیم نے یورپ کے نظریات کو قطعاً غلط ثابت کر دیا ہے۔ آج واضح طور پر کہا جا سکتا ہے کہ جو نام نہاد تمدن۔ تنہا مادیت پر مبنی ہوگا۔ وہ انسانی ضرورتوں کی تکمیل سے ہمیشہ قاصر رہے گا۔"

امیر شکیب ارسلان نے مشرق کے حکیمانہ تصور کی ترجمانی کرتے ہوئے موسیو لوسین کا جواب ان الفاظ میں دیا۔

"موسیو لوسین نے یورپین تمدن کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے میں اس سے لفظ بلفظ متفق نہیں ہوں۔ میرے خیال میں کچھ تو مشرق نے مغرب سے سیکھا ہے اور کچھ مغرب نے مشرق سے۔ رفاہیت عامہ (عوام کی صلاح و فلاح) اہلی زندگی کی تنظیم۔ اجتماعی شیرازہ بندی۔ سائنس کے تجربات اور صناعی۔ وسائل نقل و حرکت اور اسی قسم کے دوسرے علوم و فنون کے لئے مشرق غرب کا ممنون و مدیون ہے۔ جہانتک انسانیت عظمیٰ کے مبادیات کا تعلق ہے مغرب مشرق کا مقروض اور مرہون ہے۔"

"مختصراً کہا جا سکتا ہے کہ ہماری دنیا کی تاریخ تین تمدنوں سے آشنا ہے۔

اولین تمدن۔ وہ ہے جس کا تعلق تنہا انسان کی روحانیت کے مبادیات ہی سے رہا ہے۔ ہم اس کو چین اور ہندوستان کا تمدن کہتے ہیں۔

دوسرا تمدن۔ وہ ہے جس کی روح پر مادیت سوار ہے۔ یہ عصر حاضر کا تمدن ہے یعنی یورپ کا تمدن! اور امریکہ کا تمدن!۔

تیسرا تمدن۔ ایک اور ہے اور قابل ذکر ہے۔ یہ پہلے اور دوسرے تمدن کا جامع ہے اور دونوں کے درمیان ایک نقطۂ اعتدال کی حیثیت رکھتا ہے۔ تاریخ اس کو اسلامی تمدن کے نام سے یاد کرتی ہے۔" مناسب یہ ہے کہ ہم انسانی تمدن کی ان تینوں شاخوں سے استفادہ کریں۔ اور ایک ایسے تمدن کو بروئے کار لائیں۔ جس میں

ان تینوں تمدنوں کی خوبیاں معیار کی حیثیت رکھتی ہوں۔ اگر ایسا ممکن ہوا تو بے شبہہ یہ انسانی سوسائٹی کی بڑی خوش قسمتی ہو گی۔"

مشرق کے عروج و زوال کا فلسفہ

مصری ادیب توفیق یزدی نے۔ مجلہ رعمسیس کے نام پیرس سے ایک مکتوب بھیجا تھا۔ مدیر مجلہ نے اس کو ۱۹۱۹ء پر شائع کرنے کا شرف حاصل کیا۔ اور اس طرح عام ناظرین کو اس کی قدر و قیمت کا حال معلوم ہوا

توفیق صاحب اپنے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ میں فرانس کے شہرۂ آفاق مستشرق فلسفی ڈاکٹر گستاؤلیبان سے ملنے کا آرزومند تھا۔ اس آرزو کی تکمیل کے لئے پیرس کی ایفلینن روڈ پر پہونچا۔ اور خود ڈاکٹر صاحب کی قیامگاہ پر حاضر ہوا۔ اس قسم کی ملاقاتوں میں گفتگو کا انداز ہمیشہ عام فلاح و صلاح کا موجب ہوتا ہے۔ تدریجاً مختلف امور زیر بحث آئے۔ سلسلہ کلام جاری تھا کہ ڈاکٹر صاحب نے گفتگو کے لئے ایک ایسا گوشہ تلاش کر لیا جس سے ہمارے نوجوان کافی سبق اور نصیحت حاصل کر سکتے ہیں۔

"مشرق کے زوال کا کیا سبب ہے اور وہ اپنی عظمت رفتہ کو کیسے واپس لا سکتا ہے؟ ڈاکٹر لیبان نے اس سوال کو اپنی زبان سے ادا کیا اور کہا

"مشرق کے انحطاط کا واحد سبب یہ ہے کہ مشرق اپنی مذہبی روح سے دستبردار ہو گیا ہے۔ اور باطل نظریوں کو قوت کے ساتھ اپنے دست تصرف میں لے رہا ہے۔ مذہب ایک زبردست اخلاقی طاقت ہے۔ جسے نظرانداز کیا ہی نہیں جا سکتا۔ تم مشرقی لوگوں کا فرض ہے کہ اپنے اُن مذہبی حقائق کو بروئے کار لاؤ جو اس زمانہ کی روح سے مطابقت رکھتے ہیں۔ اپنے پسندیدہ شعائر اور روایات کی حفاظت کرو اور اپنے اچھے طور طریقوں کو زندہ رکھو۔"

معمولی وقفہ کے بعد ڈاکٹر نے کہا

ایشیا کے وہ طلبار جو علم کی روشنی حاصل کرنے کے لئے یورپ آتے ہیں۔ ان کا فرض یہ ہے کہ یہاں پہنچکر اپنے لئے ان علوم وفنون۔ افکار اور نظریات وعادات کا انتخاب کریں۔ جو ان کے وطن کے لئے مفید اور ان کے ایشیائی اخلاق کے مطابق ہوں۔

اس مرحلہ پر ڈاکٹر نے ایک اور حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا قوموں کو اپنے اطوار و عادات اور نظریات کا تبدیل کردینا اور یہ سمجھے۔ سوچے بغیر تبدیل کردینا کہ اس تبدیلی کے معنوی نتائج کیا ہوں گے۔ بنیادی غلطی ہے۔"

توفیق یزدی رخصت ہو کر چلے گئے تو ڈاکٹر لیبان نے اپنے قلم سے فرانسیسی زبان میں یہ جملے لکھ کر ان کو بھیجے۔

"جو قوم ترقی کرنا چاہتی ہے اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے ماضی وحال کے تعلق کو باقی رکھے۔ اپنے شعائر کا احترام کرے اور ان کی حفاظت کے لئے ہر حال میں سرگرم کار رہے۔"

عربی زبان اور انگریزی زبان۔

پادری زویمر کا نام کون نہیں جانتا۔ اسلامی دنیا میں مسیحیت کا سب سے بڑا تبلیغی کارکن۔ توحید کے گھر میں تثلیث کا کارندہ۔ پس ماندہ اور درماندہ عراق و فلسطین کے عربوں کو قرآن کی جگہ انجیل کی طرف دعوت دینے والا مشنری۔ جس کے ایک ہاتھ میں انجیل ہے اور دوسرے ہاتھ میں امریکہ کی دولت و ثروت، یہی زویمر عربی اور انگریزی زبان کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہے۔

"ہم دیکھتے ہیں کہ دو زبانیں ایسی پائی جاتی ہیں جو دنیا کے میدان میں مادی اسلوب پر اپنی نوآبادیاں قائم کررہی ہیں۔ اور دونوں اللہ کی طرف دنیا کو دعوت دینے کی جرأت کرتی ہیں۔ یہ دو زبانیں ہیں، انگریزی اور عربی!

آج کل انگریزی اور عربی دو مختلف محاذوں پر نظر آتی ہیں۔ ایک دوسرے کی دشمن — ایک دوسرے کی حریف دونوں میں مقابلہ ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو شکست دینے کے لئے مسابقت میں مصروف ہیں مقصود ہے فتح۔ اور اس فتح کے لئے اثر و نفوذ کے علاوہ جتنا جس کا سرمایہ ہے خرچ ہو رہا ہے۔ درحقیقت یہ دونوں زبانیں دو طاقتوں کی قوت اور دو ایسی مخالف قوتوں کا سہارا اور مدد ہیں جو عالم بشری پر حکومت کرنے کے لئے آپس میں دست و گریباں ہیں یعنی — مسیحیت — اور اسلام"

زویمر صاحب نے اپنی کتاب (جزیرۃ العرب گہوارۂ اسلام) میں عربی اور انگریزی کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ مسلمانوں کے سامنے ہے، نصرانیت ایک قوت ہے اور انگریزی زبان اس کی فتح کا ہراول دستہ۔ اسلام ایک قوت ہے اور عربی زبان اس کی فتح کا اولین سہارا۔ انگریزی زبان کے لئے نصرانیت کے علم بردار جو کچھ کر چکے ہیں اور جو کچھ کر رہے ہیں وہ سب کو معلوم ہے۔ ہمارے کالجوں۔ اسکولوں۔ ہمارے گھروں۔ اداروں اور مجلسوں میں انگریزی زبان قبضہ کر چکی ہے۔ یہ کہنا چاہئے کہ وہ ہماری نئی نسل کو مکمل طور پر فتح کر چکی ہے۔ اب ہر مسلمان اپنی جگہ غور کرے کہ اس کے مقابلہ میں عربی زبان کا کیا حال ہے۔ ہمارے مدرسے۔ ہمارے علما۔ ہماری علمی انجمنیں عربی سے تعلق رکھنے کے باوجود عربی زبان سے کتنی بے تعلق ہیں۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ ہم سب مل کر ایک ایسا پروگرام بنائیں جس سے عربی علوم کے ساتھ عربی زبان بھی فروغ پائے۔ کاش ہماری عرض پر وہ اصحاب علم غور کر سکتے جن کے ہاتھوں میں درس نظامی نے عربی زبان کی قسمت دیدی ہے۔ کاش اس باب میں کوئی عمل راہ پیدا کی جا سکتی اور جلد پیدا کی جا سکتی۔

زمانہ جاہلیت اور عصر علم —

ایام جاہلیت کے عرب جنگ و جدال میں کافی مشہور ہیں۔ قبائلی زندگی میں آپس کی لڑائی صبح و شام کا کھانا سمجھی جاتی تھی۔ صبح ہوئی۔ دو قبیلے لڑ لئے۔ شام ہوئی دو جماعتیں دست و گریباں ہو گئیں۔ عرب عام طور پر بہادر

تو مشہور ہیں۔ پھر عربوں میں بھی قریش قبیلے کی شجاعت ضرب المثل ہے۔

ایک مرتبہ دو قریشی قبیلے میدانِ جنگ میں دست وگریباں تھے۔ تلواریں نکل چکی تھیں۔ نیزے سیدھے ہو چکے تھے اور ہر جماعت اپنے حق کا اعلان کر رہی تھی۔ ابو سفیان کو جنگ کا علم ہوا تو وہ دوڑ کر آئے۔ جنگ بند کرنے کا حکم دیا۔ تمام اٹھے ہوئے سر اور ابھری ہوئی گردنیں جھک گئیں۔

ابو سفیان نے ایک جرنیل کی طرح گرجتی ہوئی آواز میں کہا

"تم لوگ اپنا حق چاہتے ہو یا وہ چیز جو تمہارے حق سے بھی بہت زیادہ اچھی ہے"

جانبین سے آوازیں آئیں "وہ کیا چیز ہے" ابو سفیان نے برجستہ کہا "عفو" حق اچھا ہے۔ مگر ایک دوسرے سے درگزر کرنا اس حق سے زیادہ اچھا ہے جس کا نتیجہ جنگ، فساد، کشت وخون ہو"

یہ جملے ابو سفیان کی زبان سے نکلنے ہی تھے کہ جنگ ختم ہو گئی سب حقوق ختم ہو گئے۔ اور آپس کی محبت سب پر چھا گئی۔

یہ تھا زمانۂ جاہلیت! دنیا جہالت کے سمندر میں غوطے کھا رہی تھی۔ اور عرب ——— جاہلیت کے اوصاف کمال کا مکمل نمونہ بنے ہوئے تھے۔ اس زمانے کے عربوں کے متعلق مشہور ہے کہ انسانیت عامہ کے رجحانوں میں سے کوئی رجحان ان میں موجود نہ تھا۔ نہ حلال وحرام کی تمیز تھی۔ نہ نیک وبد کی شناخت۔ نہ دل میں اتحاد تھا۔ نہ دماغوں میں وفاق۔ نہ بھائی چارہ تھا نہ آپس کی ہمکاری۔ جنگ وجدل پیشہ تھا اور ہمیشہ باقی رہنے والا عناد۔ اور خون آشام حمیت کا اظہار روزمرہ کا کام۔ ایسے زمانہ میں ابو سفیان کے ایک لفظ نے میدانِ جنگ کے دو لشکروں کو ایک لشکر۔ دو جماعتوں کو ایک جماعت اور دو دشمنوں کو دوست کر دیا۔

اب اپنے زمانہ کا تصور کیجئے۔ یہ زمانہ علم کا زمانہ ہے۔ روشنی کا زمانہ ہے۔ ترقی وتہذیب کا زمانہ ہے۔ انسانیت وشرافت کا زمانہ ہے! کیا آج بھی کسی تعلیم یافتہ انسان کے ایک لفظ میں اتنی قوت ہے کہ جنگجو لشکروں کو ایک جگہ جمع کر دے۔ دنیا کا بڑے سے بڑا انسان بھی اگر آج چاہے کہ خدا کی زمین معصوم انسانوں کے خون

کا سمندر بہنے۔ اور وہ ایک لفظ اور ایک جملہ تو کیا ایک تقریر ایک گھنٹہ کی نہیں کئی گھنٹہ کی تقریر سے دو فوجوں کو جنگ سے باز رکھنے کی سعی کرے تو کیا باز رکھ سکتا ہے۔

عرب کی تاریخ قدیم میں "عفو" نے دو جنگجو لشکروں کو ملا دیا۔ اس لئے کہ وہ زمانہ جاہلیت تھا۔ اور اگر آج انسانیت کا شریف تصور بھی ایسا نہیں کر سکتا۔ تو غالباً اس لئے کہ یہ علم اور انسانیت کا زمانہ ہے۔ اگر ہم غور کر کے کسی نتیجہ پر پہونچ سکتے تو ہمیں سوچنا چاہئے کہ ہماری پارٹی بندیاں۔ اختلافی گروہ مخالف جماعتیں۔ آپس کی جنگ۔ لڑائیاں اور خون خرابہ۔ وقار کی تباہی اور عزت کی بربادی۔ ذرا بھی مفید نہیں۔ ایسا ہونا ترقی نہیں تنزل ہے۔ راحت کا موجب نہیں بلکہ عذاب ہے۔ یہ سب کچھ جھوٹی عزت کے احساس سے ہوتا ہے۔ اور اس بارے میں قرآن حکیم کا ارشاد خوب ہے "جب پرسٹیج کا سوال ہر شے پر غالب آجائے تو پھر ٹھکانہ جہنم ہی ہے۔ (اخذته العزت فحسبه جهنم)

ضرورت

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے لئے ایسے رفقائے کار کی ضرورت ہے جو درسگاہ حرم کے اغراض و مقاصد کی نشر و اشاعت اور دائرہ معاونین مدرسہ میں نمائندہ کی حیثیت سے کام کر سکیں۔

بارسوخ اور تجربہ کار اصحاب کو ترجیح دی جائے گی۔ جو حضرات خدا کے گھر کی اس علمی و مذہبی خدمت کے لئے تیار ہوں وہ

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) قرول باغ نئی دہلی

سے خط و کتابت کریں۔

تنخواہ حسب لیاقت و قابلیت دی جائے گی۔

دائرۂ معاونین

مکّہ معظمہ کی قدیم درسگاہ دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ کی ترقی کا نیا نظام

اے صاحبو! قوم کی خبر لو		قطروں کا سا اتفاق کر لو
قطروں ہی سے ہوگی نہر جاری		چل نکلیں گی کشتیاں ہماری

اثر فلک سے اتر آ ذرا خدا کے لئے
کہ ہم نے ہاتھ اٹھائے ہیں اب دعا کیلئے

"مجھے تمام کاموں میں وہ کام اچھا لگتا ہے جو سچائی۔ دلی خلوص اور باہمی تعاون کے ساتھ کیا جائے۔ آپس کا تعاون انسانیت کا پہلا قانون ہے" سعد زغلول

"تعلیم سب سے بڑی تعمیر ہے" دنیا کی کوئی جماعت۔ کوئی قوم کوئی ادارہ اور کوئی نظام، پائیدار اور ترقی یافتہ تعلیمی نظام کے قیام کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتا۔ تاریخ عالم میں کبھی کسی بے علم قوم نے غلبہ اور عزت حاصل نہیں کی ہر قوم کی پستی کا زمانہ اس کی جہالت کا زمانہ ہوتا ہی۔ اور ترقی کا زمانہ اس کے علم کا دور ہوتا ہی۔ یونان نے فلسفہ میں ترقی

کی۔ روم نے قانون میں۔ عرب نے علم اور انسانیت میں۔ قدیم چین نے مصنوعات میں۔ فینیقیوں نے تجارت میں اور موجودہ یورپ نے مشینوں کی صناعی میں۔ تاریخ کی یہ ترقیات علم کی ہی قوت سے معراج کمال پر پہونچیں۔ اگر کوئی قوم آج یا آیندہ دنیا کی جولانگاہ میں غالب اقوام کی ہمسری کی آرزومند ہے تو اس کو بھی اس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں کہ وہ علم کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لے علم کے مرکز قائم کرے۔ اپنے اجتماعی مرکز کو علم کی دولت کا سب سے بڑا خزانہ بنائے اور اپنی شخصی اور قومی دولت کو اس دولت کی راہ میں بے دریغ لٹانے کے لئے تیار ہو جائے۔

تخریب سہل ہے اور تعمیر مشکل پھر تمام تعمیری کاموں میں تعلیم کا کام اور بھی زیادہ مشکل۔ پریشان کن اور وقت طلب ہے۔ بہرحال اور بہرصورت جو قوم بننا چاہتی ہے اس کو اپنے تعلیمی نظام کے سادہ نقشہ میں رنگ بھرنے کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے۔ تعلیم کا کام جتنا گراں قدر ہے اتنا ہی گراں بار ہے۔ جتنا گراں مایہ ہے اتنا ہی صبر آزما ہے۔ تاہم خدا کی تائید و توفیق کے بعد قوم کا عزم جو پہاڑ کی طرح اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ کامیابی کا سب سے بڑا عنصر ہے۔

کسی مقصد کی کامیابی کے چار بڑے اجزاء ہوتے ہیں

(۱) یہ احساس کہ ہم اپنا ایک مقصد رکھتے ہیں۔

(۲) حصول مقصد کا عزم اور یہ خیال کہ ہم مقصد کے مطابق اپنے تمام کوائف و احوال کو یکدم بدل سکتے ہیں۔

(۳) مقصد کا عشق جو جنون کی حد تک ہو۔ اور اس کے ساتھ مجنونوں کی وہ جماعت جو اصل مقصد سے تعاون کرنے کے لئے ہر وقت اور ہر حالت میں تیار رہے۔

(۴) عمل۔ تحریک۔ جدوجہد۔ سرگرمی اور معاونوں کی گرم جوشی، ایک نظم کے ماتحت۔

آخری عنصر عمل ہے جو کامیابی کی روح، مقصد کی جان اور تکمیل مقصد کی بنیاد ہے۔ ؎

جو قوم کہ عزم کی پختہ ہے اور اہل عمل بھی اس میں ہیں		اقوام و امم کی جنگوں میں وہ قوم ہی سب پر بھاری ہے

کارآمد زندگی کا ثبوت نظری حرکت نہیں، بلکہ وہ عمل ہے جو عزم اور احساس کے بعد قوت کے ساتھ بروئے کار آتے۔ آج دنیا میں وہی قوم زندہ رہنے کے قابل سمجھی جاتی ہے جو میدانِ عمل میں اپنے وجود کو اپنے اور بنی نوع انسان کے لئے زیادہ سے زیادہ موثر اور مفید ثابت کرنے کی کوشش کرے۔

اسلام اپنے وسیع مفہوم اور اثرات کے لحاظ سے ایک عملی نظام ہے۔ بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اعمال کے بہتر سے بہتر ظہور کا نام۔ اسلام ہے۔ نیت، بذاتِ خود مقصود نہیں۔ نیت جب ہوگی کسی کام ہی کی ہوگی۔ بے شبہ ایمان بڑی قیمتی چیز ہے اور ایمان کا سرمایہ نیت ہے۔ لیکن ایمان بھی اسی وقت تک ایمان ہے جب تک اس کا تعلق اعمال کے اس سلسلہ سے ہے جس کا نام اسلام ہے۔ اسلام کی ساری تاریخ کو اٹھا کر دیکھئے۔ تمام کی تمام عظیم الشان کاموں اور محیر العقول کاموں کی تاریخ ہے۔

اگر تعلیم مقصد ہے۔ تو اس کو بھی عمل ہی سے قوت دی جا سکتی ہے۔ عمل کی راہ سنگلاخ اور سخت ضرور ہے۔ تاہم اس پر گذرے بغیر دوسرا چارہ کار بھی نہیں۔ علم کے لئے پہلا عمل سرمایہ کی فراہمی ہے۔ حکومتیں سرمایہ کی محتاج ہیں۔ سوسائٹی سرمایہ کی محتاج ہے۔ فرد سرمایہ کا محتاج ہے۔ پھر فرد کی اصلاح کا کام جو جامعہ انسانی کا مقصد عظیم ہے بغیر سرمایہ کیسے پورا ہو سکتا ہے۔ دولت سے محبت انسان کی فطرت کا جزء ہے۔ بسا اوقات دولت کا خرچ کرنا کانٹوں سے گذرنا ہوتا ہے۔ لیکن بعض اوقات میٹھے پھلوں تک پہونچنے کے لئے کانٹوں سے بخوشی گذرنا ہی پڑتا ہے۔

٭

ہمیں یقین ہے کہ مسلمان زندگی و بیداری کا مفہوم سمجھ چکے ہیں۔ علم اور ارتقاء کے حقیقی ربط کی اہمیت کو محسوس کر چکے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں اور دل سے چاہتے ہیں کہ ماضی کی غفلتوں کا کفارہ حال کی ہوشیاری سے دیں۔ اور ماضی کی دست کشی اور یکسوئی کی تلافی حال کی فراخ دستی اور فیاضی سے کریں۔ آج ہمارا خطاب عام ہے۔ اور ایسے ہی مسلمانوں سے ہے جن کے دماغ صحت مند ہیں اور جن کے خیالات دل کے فانوس میں شمع کی طرح روشن ہیں!

اب مسلمان! ذرا ماضی کے تصورات۔ اور کارناموں پر ایک نظر ڈالیں۔ ہم کہاں تھے؟ کہاں ہیں! کیا تھے؟ کیا ہیں! کیا کر چکے ہیں؟ کیا کرنا چاہئے؟ اور کیا کر رہے ہیں! ہمارا حال کیا ہے؟ آج ہم ماضی کی داستانوں کے قبرستان پر آنسوؤں کی چادر چڑھا رہے ہیں۔ اپنے زوال پر نوحہ خوانی ہمارا شعار ہے، ہمارا وجود زوال سے پامال! اور فکر مآل سے غافل! جو مسلمان جتنا سرمایہ رکھتا ہے اتنا ہی غفلت سے سرمست ہے۔ سرمست ہی نہیں بے نیاز بھی۔ بے نیاز ہی نہیں۔ عمل سے مکمل طور پر ناآشنا بھی۔ ہاتھ اٹھ سکتا تھا مگر اس لئے نہیں اٹھاکہ بالادستی کا ارادہ ہی نہیں ہم تسلیم کر چکے ہیں کہ جہاں شعور موجود ہے وہاں موجود ہے شعور کے ساتھ دردمندی کا جذبہ بھی ہے۔ عمل کی خواہش بھی۔ تعاون کا ذوق بھی۔ لیکن قوت فیصلہ کی خامی سے قدم اول تو اٹھتا ہی نہیں۔ اٹھتا ہے تو تردد کے گرداب میں پھنس کر رہ جاتا ہے۔

اللہ اللہ وہ بھی دن تھے۔ کہ مدینۃ الرسول علم و عمل کی سب سے بڑی یونیورسٹی تھا۔ دنیا کا سب سے بڑا جامعہ تھا۔ انسانیت کے علوم اور الٰہیات کا مرکز تھا۔ پھر وہ بھی دن تھے کہ کعبۃ اللہ سے تمام مسلمانوں کو ربط تھا مدینہ کا ہر شہری کعبہ کے علوم کا حامل اور رب کعبہ کی رضا کا بندہ تھا تعلیمات محمدیہ کی جس عظیم المرتبت درسگاہ کی بنیاد کعبہ کے زیر سایہ حبرامۃ حضرت عبداللہ بن عباس نے رکھی تھی آج اس کے آثار کہاں ہیں؟ یہ ہے ایک سوال ——— ؟ مسلمانوں سے؟ ان مسلمانوں سے! جن کا دعویٰ ہے کہ انہیں دین براہیم سے نسبت ہے۔ ان کی گردنیں اسلام کی مطیع ہیں۔ اور مرکز اسلام سے ان کی ایمانی وابستگی جزو ایمان ہے۔ مسلمان بتا سکتے ہیں کہ علم نبوی کا وہ منبع۔ وہ سرچشمہ۔ وہ معدن کہاں ہے جس سے فاران کی بلندیاں نور سے معمور ہوئیں جس سے وادی خلیل کو نور و معرفت کا فیض حاصل ہوا۔ اور جس نے مدینۃ الرسول کے دامن کو رحمت تمام بناکر ساری دنیا کی قسمت کو بنا دیا۔ جس سے صدیق اکبرؓ ایسا راستباز عالم شریعت۔ فاروق اعظمؓ ایسا مدبر حکومت عثمانؓ وعلیؓ ایسے مردان ایمان وجہاد پیدا ہوئے جہاں سے ابوعبیدۃ بن الجراح خالدبن ولید۔ عمرو بن العاص ایسے قوماندان عساکر نکلے اور دنیا کو فتح کرنے میں کامیاب ہوئے۔

فرانس کے سابق وزیر اعظم ڈاکٹر دوزی کہتے ہیں۔ یورپ، جہالت کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں پڑا تھا۔ روشنی

کی ایک ایک کرن سے محروم۔ دفعتہً اس پر امت مسلامیہ کی جانب سے علوم و فنون، آداب، فلسفہ، سائنس، ریاضی کا آفتاب طلوع ہوا۔ بغداد، بصرہ، مدائن، سمرقند، دمشق، قیروان، فاس، مصر، غرناطہ علوم و فنون کی عظیم الشان یونیورسٹیاں تھیں جو آپ اپنا جواب تھیں۔ جہاں کہیں علم و عقل کی روشنی پھیلی اس کا مصدر یہی شہر رہے۔

ڈاکٹر ڈریپر لکھتے ہیں

"مسلمانوں کی تاریخ کے ایک سرسری مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عربوں کے ذہنی کمالات نے رومیوں کے کمالات سے زیادہ اثر دکھائی۔ مشرق و مغرب میں ایک طرف بغداد اور دوسری طرف قرطبہ (اندلس) میں بہت بڑی درسگاہیں قائم کر کے تعجب کی بات ہے کہ انھوں نے عربوں کے عہد میں تمام اسلامی ممالک درسگاہوں (کالجوں اور یونیورسٹیوں) سے معمور تھی بلکہ عیسائیوں، یہودیوں، مجوسیوں نے ان درسگاہوں سے علم کا زبردست فیضان حاصل کیا۔"

کتنی حیرت کی بات ہے کہ وہ اسلامی مرکز جس نے دنیا کو ہزاروں درسگاہوں کی ایک بڑی درسگاہ بنا دیا تھا آج اس اسلام کا مرکز ـــــ یہ مرکز یعنی مکہ۔ اللہ کا کعبہ۔ اللہ کا گھر۔ ابراہیم علیہ السلام کی تعمیری فطرت کا مظہر اتم۔ اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کی مرکزی یادگار خود علم کی مثالی اور معیاری سرگرمیوں سے محروم ہے۔ اللہ کا ایک بندہ، نیک نہاد بندہ، مومن و مجاہد بندہ، ہندوستان کو چھوڑ کر قلب اسلام میں آباد ہونے والا بندہ۔ دنیا کو ترک کر کے دین کے گہوارے میں اپنا مقام تلاش کرنے والا بندہ وہاں پہونچتا ہے۔ اور اب سے ستر سال پہلے وہاں ایک عظیم الشان درسگاہ قائم کرتا ہے۔ دنیائے اسلام اعتراف کرتی ہے کہ یہ درسگاہ ہندوستان کے علماء کا عظیم کارنامہ ہے۔ لیکن ہندوستان کے مسلمان اس کی مستقل فکر سے بے فکر ہیں۔

وقت کی اہم پکار

ہم سنجیدگی کے ساتھ مسلمانوں کو وقت کے اہم ترین فرض کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ مدرسہ صولتیہ در حقیقت

اپنے نشوونما اور عام ارتقاء کے لئے نئی مساعی کا محتاج ہے۔ وہ دار العلوم جو اللہ کے شہر میں۔ اللہ کے گھر کے جوار میں اللہ کے دین کی تعلیم و تبلیغ کا اولین مرکز اور دنیائے اسلام کی نگاہِ حقیقت میں ارض مقدس کا سب سے بڑا مدرسہ ہے ہر مسلمان کے اوپر حق رکھتا ہے۔ جو کام عرصہ دراز سے ایک مختصر جماعت کر رہی تھی اب وہی کام تمام مسلمانوں کے باہمی تعامل۔ ہمکاری اور آپس کے تعاون سے ترقی کی نئی منزلیں طے کرے گا۔ حرم مکہ کی خدمت کا جو ثواب چند اصحاب خیر کا حصہ ہوتا تھا اب وہی ثواب گھر گھر پہونچے گا۔ تمام کاموں کا مدار خداوند تعالیٰ کی تائید اور توفیق پر ہے۔ دنیا میں زمیں دوز خزانوں کے مالک بہت ہیں۔ مگر صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کی طرح خدا کی راہ میں سب کچھ کھو کر سب کچھ پانے والے وہی مردان اخلاص ہو سکتے ہیں۔ جو خدا کی توفیق اور تائید سے ایمان کے معیار پر پورے اتریں۔

اخلاق کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ جب کوئی قوم عرصہ کی غفلت کے بعد بیدار ہوتی ہے اور ہر طرف تنزل کو دیکھتی ہے تو اس قوم کے افراد اپنے تنزل کے خلاف شدید مقاومت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں ترقی کے لئے جو پہلا جذبہ پیدا ہوتا ہے وہ اتحاد ہی کا جذبہ ہے۔ اگر ہم مشکلات اور پریشانیوں کے اس دور میں یثرب و بطحیٰ کی تعلیمی پسماندگی کو دیکھ رہے ہیں۔ اور اس کو محسوس بھی کر رہے ہیں تو ہماری اخلاقی قوتوں کا فطری تقاضا یہ ہوگا کہ ہم متحد ہو کر۔ اور امداد و اعانت کے ولولوں سے مسلح ہو کر مقاومت کے لئے میدان میں نکل آئیں۔

صدر دفتر

دہلی میں مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے صدر دفتر کا قیام اس باب میں پہلا منظم اور مفید قدم تھا۔ مایوس قلوب اور بجھی ہوئی امیدوں کے ساتھ نہیں بلکہ خدا کے مکمل بھروسہ پر۔ کامیابی کی قطعی امید پر اور مسلمانوں کے ایمان و عزیمت کے کامل حوصلہ پر یہ آواز بلند کی گئی ہے۔ اور اس پرشور دور میں مرکز اسلام کی یہ آواز اس لئے بلند کی گئی ہے کہ مسلمان دل کے کانوں سے سنیں گے اور جود و سخا کے ہاتھوں سے اس کی تائید کریں گے۔

دائرہ معاونین

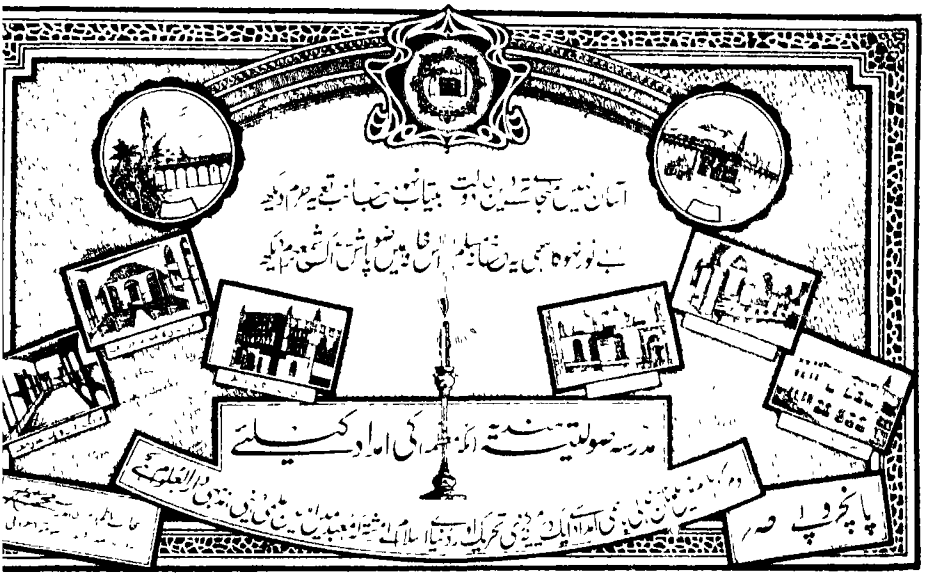
اس مقصد اعلیٰ کے لئے دوسرا اقدام پہلے قدم کا قدرتی نتیجہ ہی صدر دفتر نے مدرسہ کے اغراض و مقاصد کے تحت دائرہ معاونین کی اسکیم تیار کی ہی۔ ثواب و صلاح کی یہ اسکیم یقین ہی کہ مسلمانان ہند کے ہر طبقہ کو علاً مرکز حرم کی طرف متوجہ کر سکے گی اور دارالعلوم حرم کو جو ہندوستان سے باہر ہندوستان کے مسلمانوں کے ایثار کی تاریخی یادگار ہی۔ ترقی کے مدارج عظمیٰ تک پہونچا سکے گی۔ دائرہ معاونین کا مفہوم کیا ہی ——— ؟ اس کا مفہوم وہی ہی جو اس لفظ سے سمجھا جاتا ہے۔ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی علمی تحریک کو نصب العین سمجھ کر اس کی مالی امانت کرنے والے صداقت کار اصحاب کی تنظیم کا دائرہ ——— دائرہ معاونین ہی۔ امانت و امداد کی جو صورت آپکے اختیار میں ہی اور آپ کسی کے جبر سے نہیں بلکہ دل کی رضا سے اس کو اختیار کرتے ہیں تو آپ معاون کے قابل عزت خطاب کے مستحق ہیں۔ آپ مدرسہ صولتیہ کے لئے اپنے حلقۂ اثر میں دائرہ معاونین قائم کرتے ہیں۔ آپ اپنے احباب کو اس مقصد نیک کی طرف توجہ دلاتے ہیں آپ خود معاون بنکر ایک رقم خاص مدرسہ کے لئے پیش کرتے ہیں اور اس کو مستقل ادا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آپ ایسے معاون بناتے ہیں جو معمولی یا غیر معمولی رقم مستقل طور پر ماہ بماہ۔ سال بسال دینے کے لئے آمادہ ہوں۔ آپ عام مسلمانوں میں پہونچکر ان کی حیثیت اور استطاعت کے مطابق دائرہ معاونین کی خدمت کے لئے آمادہ کرتے ہیں۔ ان سب صورتوں میں آپ معاون متصور ہوں گے۔

چند اہم گذارشیں

اب آپ اس مضمون کے اصل مقصد تک پہونچ چکے ہیں۔ اس کے بعد اہم سوال یہ ہی کہ آپ دائرہ معاونین کی خدمت کس طرح کر سکتے ہیں اور اس کے لئے کیا طریق کار ہے۔ یہاں چند صورتیں پیش کی جاتی ہیں۔ ان پر غور فرمالیجئے۔

دائرہ معاونین مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے امدادی ٹکٹ

حرم کا یہ تحفہ آخرت میں کام آنے والے خوبصورت نوٹ ہیں،
یہ نوٹ وہاں چلینگے جہاں اس سکہ کے علاوہ کوئی اور سکہ نہیں چلیگا



(پانچ روپیہ کا امدادی ٹکٹ)



(ایک روپیہ کا امدادی ٹکٹ)

خدائی حکومت میں جو کام اس سکہ سے پورا ہوگا وہ دنیا کے
مدفون خزانوں سے بھی پورا نہ ہو سکیگا،

(۱) آپ اپنے شہر اور بستی میں دائرہ معاونین قائم کریں۔ دفتر سے ہدایات حاصل کرکے ان اصحاب خیر کا تعاون حاصل کریں جن کو خدا کے گھر سے عشق ہے۔ اور مذہبی کاموں سے دلی لگاؤ۔ چند ایسے مسلمانوں کو جمع کر لیجئے۔ اور دائرہ معاونین مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ قائم کرکے حرم کی خدمت شروع کر دیجئے۔

ضرورت ہے عمل کی عملی اقدام کی۔ اور سعی پیہم کی۔ کیونکہ

ع　　بے سعی کسی کا بھی ستارہ نہیں چمکا۔

(۲) دائرہ معاونین کے کام کو کامیاب بنانے کے لئے نظامت مدرسہ کے ایماء پر صدر دفتر دہلی نے ایک روپیہ اور پانچ روپیہ کے امدادی ٹکٹ جاری کئے ہیں۔ ان کو خود خرید یئے۔ دوستوں کو دیجئے۔ حرم کا یہ تحفہ۔ آخرت میں کام آنے والے خوبصورت نوٹ ہیں۔ یہ نوٹ وہاں چلیں گے جہاں اس سکہ کے علاوہ کوئی اور سکہ نہیں چلے گا حشر کے میدان میں اور خدا کی حکومت میں جو کام اس سکہ سے پورا ہوگا وہ دنیا کے مدفون خزانوں سے بھی پورا نہ ہو سکے گا۔ آپ دنیا کے انقلاب کے ڈر کر سکوں کی حفاظت کے لئے سرگرم ہیں۔ ایک آخری اور بڑے انقلاب کے لئے بھی جس کے بعد پھر کوئی انقلاب نہیں آئے گا۔ کچھ سرمایہ جمع کر لیجئے۔ سوال ہمت کا ہے حیثیت کی بحث نہیں پانچ روپیہ دنیا کے کاموں میں خرچ کیجئے۔ اتنی حیثیت آخرت کے کاموں میں دینے کی نہ ہو تو ایک روپیہ ہی کا امدادی ٹکٹ خرید کر اپنے علوم وفنون کی لاج رکھ لیجئے۔ ایک روپیہ پابندی کے ساتھ مقررہ وقت پر دینا آپ ایسے کلمہ گو۔ صادق اور مخیر مسلمان کے لئے کچھ مشکل نہیں۔ اگر پانچ روپیہ دے سکتے ہیں تو یہ بڑے فخر کی بات ہوگی۔

(۳) آپ کوئی بڑا قدم نہیں اٹھا سکتے تو وہ قدم اٹھایئے جو اٹھا سکتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ نے اسلامی اخوت اور عالمگیر بھائی چارہ کی جو زبردست طاقت ہم سب میں ودیعت کی ہے۔ خطرہ کے اس نازک دور میں اس سے کام لیجئے۔ اور آنے والی نسلوں کے لئے اتنا تو کر جائیے کہ وہ ترقی کے درجۂ اعلیٰ پر پہونچ کر آپ کو یاد کریں اور آپ کو ثواب پہونچاتے رہیں۔ آپ ہماری تجویزوں میں سے اگر کسی تجویز پر عمل نہیں کر سکتے تو اپنی جگہ اعانت کی صورت خود سوچئے۔ اور اپنی تجویز پر عمل کیجئے۔ مقصد ہے مرکز اسلام میں آپ کے مدرسہ صولتیہ، دارالعلوم حرم کی امداد بس

اس مقصد کو ہر موقع پر اپنا مقصد سمجھئے۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ دوسری تحریکوں کی طرح ہنگامی جوش وخروش کے ساتھ یہ کام کریں۔ کام کیجئے۔ خاموشی کے ساتھ۔ خلوص قلب کے ساتھ۔ خدا ترسی کے ساتھ۔ خدائی ملوم کی خدمت اور اپنے فائدے کے تصور کے ساتھ۔ اٹھئے۔ ارادہ کیجئے۔ عمل کی قوتوں کو بیدار کیجئے۔ اور خدا کے نام پر خدا کا کام شروع کر دیجئے۔

اجر و ثواب کا مالک خود خدا ہے۔

سرزمین حرم پر اپنی قومی سرشتہ سالہ یادگار مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے حالات سے واقفیت، خدا کے گھر سے آپکے دلی تعلق کا ثبوت ہے۔

اس لئے

صدائے حرم

مدرسہ کی سالانہ رپورٹ اور اہم گذارشات۔

ندائے عام

مدرسہ کے اجمالاً تاریخی حالات کا مجموعہ۔

بیان حال

مدرسہ کی عام موجودہ حالت تفصیلی طور پر۔

زبان حال

مشاہیر کے قلم سے اردو، عربی۔ فارسی، انگریزی میں مدرسہ کی پچاس سالہ سرگذشت:

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ قرول باغ، نئی دہلی سے یہ اہم کتابیں طلب فرمائیے جو ہدیتاً آپ کی خدمت میں پیش کی جائیں گی

عہد نبوی میں پانچواں کالم

— (خاص ——— برائے ——— ندائے حرم) —

(۱)

مضمون ذیل۔ مشہور مصری مبصر اور ممتاز عالم۔ استاذ عبدالرزاق حمودہ کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے۔ موصوف دور حاضر کے تمام پیچیدہ سیاسی مسائل کو قرآن حکیم کی بے مثال حکیمانہ تعلیم کی امداد سے سلجھانے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔

فاضل محترم نے اپنے اس مضمون میں تاریخ کی اعلیٰ قابلیت کو ظاہر کیا ہے۔ اور اس امر کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ نفتھ کالم جو جنگجو اور جنگ آزما طاقتوں کے سیاسی حلقۂ اثر میں عجیب الخلقت جماعت سمجھی جاتی ہے۔ اس کی تشریح اور بیان قرآن میں بھی موجود ہے۔ اسلامی تاریخ میں تیرہ سو سال قبل جاسوسی کا نظام موجود تھا جو اسلام کی اجتماعی ہیئت کو اپنی سازشوں سے منتشر کرنے کی فکر میں مصروف تھا۔ سرور کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلیفۃ اللہ فی الارض کی حیثیت سے۔ رومیوں۔ ساسانیوں۔ مصریوں اور یونانیوں کے شکستہ پا نظامہائے سیاسی کو ختم کر کے خدائی جمہوریت کے تصور کے ماتحت جو نیا نظام قائم کیا تھا۔ یہود کا پانچواں کالم اس کے خلاف تھا۔ قرآن حکیم نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رہنمائی کی اور آپ نے زندگی کے جمہوری۔ اخلاقی۔ تمدنی اور معاشی تصورات کی حفاظت کے ساتھ سازشوں کے اس نظام کا بھی مقابلہ کیا۔ تدبیر و تدبر کی وہ اعلیٰ صلاحیت جس کے ساتھ خدائے واحد کی تائید تھی آخر الامر کامیاب ہوئی اور تمام سازشیں ختم کر دی گئیں۔"

ادارہ

پانچویں کالم (نفتھ کالم) نے دنیا کی اجتماعی سیاسی ہیئت پر جو مہیب اثر ڈالا ہے۔ اس کے ذکر

[redacted]

سے اخباروں کے کالم۔ مدبروں کے دماغ۔ وزرا اور فوجی افسروں کی زبانیں معمور ہیں۔ ہر قوم اپنی جگہ پانچویں کالم سے بچنا چاہتی ہے۔ اور ہر حکومت اس کے حملے سے بچنے کے لئے سیاسی قلعے تیار کرنے میں مصروف ہے۔

پانچواں کالم کیا ہے۔ ؟ ایک جماعت، جو جنگجو فریقوں میں سے ہر فریق بمتعلقہ حکومتوں کے حلقہ اثر میں کار خاص کے فرائض انجام دینے کے لئے منظم کرتا ہے۔ یہ جماعت کبھی کھلے بندوں جاسوسی کے فرائض انجام دیتی ہے اور کبھی خفیہ سی آئی ڈی کی شکل میں۔ کبھی روز روشن میں اپنا کمال ظاہر کرتی ہے۔ کبھی رات کی گناہ آلود تاریکیوں میں۔ اس جماعت کا کام ہے سر جنگ مخالف حکومت کی اخلاقی روح کو مضمحل کرنا۔ اور اس کے عزم بالجزم کے پیمانے کو شکست کے میدان میں پہونچا کر کمزور کرنا ہے۔ پانچواں کالم۔ ایک متحدہ قوم کی شیرازہ بندی کو آناً فاناً ختم کر سکتا ہے۔ وہ طرح طرح کی خبریں نشر کرنے اور ان کو اپنے لئے کار آمد بنانے میں بے جگری سے حصہ لیتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں قوم کی قوم کمزور اور اپنی سیاسی ہیئت کو کھونے پر تیار ہو جاتی ہے۔ ففتھ کالم۔ مخالف طاقت کو یقین دلا دیتا ہے کہ

"ہم قومی اعتبارات کمزور ہیں۔ ہمارا دشمن بے مثال طاقت کا مالک ہے۔ دشمن کی قوت ناقابل شکست ہے۔ جنگ میں حصہ لینا نتائج کے اعتبار سے۔ ہمارے وطن اور ابنائے وطن کے لئے غیر مفید اور بے کار محض ہوگا۔

اس جماعت، کا ایک اور بھی خاص کام ہے کہ وہ قوموں کو معاہدوں کے لئے تیار کرتی ہے۔ وہ معاہدے جن کا مقصد ایک قوم کو دوسری قوم کی حرص و طمع کا آلۂ کار بنانا ہوتا ہے۔ مقصد ہوتا ہے اپنی قوم کی فتح۔ مگر پردہ کی ظاہری سطح پر معاہدات۔ انسانی شرف کا واسطہ اور ڈیماکریسی (جمہوریت) کے رجحان کا مقابلہ کرنا اور اسی قسم کا کوئی اور داعیہ ہوتا ہے۔ اس سارے اقدام کا قابل لحاظ پہلو یہ ہوتا ہے۔ کہ فاتح افواج کی رہنمائی دوسرے فریق کے کمزور محاذ کی طرف کی جائے اور حملہ آور لشکر کو قلعہ کی کمزور دیوار کا نشان اور پتہ بتایا جائے۔

جرمنی کا ففتھ کالم

موجودہ جنگ میں ففتھ کالم (پانچویں کالم) کے لفظ کا اطلاق ہر ہٹلر کے ان سیاسی کارندوں پر کیا جاتا ہے جنہوں نے ناروے۔ ہالینڈ۔ بلجیم اور فرانس میں اپنا کام کر کے دم لیا، جو ان ملکوں کے سقوط کا باعث ہوئے۔ اور جن کے

متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ ان ملکوں کی شکست کے عوامل میں ایک بڑا سبب ہٹلر کے یہی اعوان وانصار تھے۔ اور آج ان ہی کی مساعی کی بدولت جرمنی بہت سے ممالک کی آزادی پر قابض ومتصرف ہے۔

یہ بات حیرت انگیز ہے کہ ہر ہٹلر پانچویں کالم کے وجود سے انکار کرتا ہے۔ وہ دنیا کو یقین دلاتا ہے کہ برسر جنگ ممالک میں سے کسی ملک میں اس کے کارکن۔ اعوان۔ وانصار۔ خاص کارندے اور اجیر ملازم نہیں ہیں۔ دنیا جس کارنامہ کو پانچویں کالم کی طرف منسوب کرتی ہے وہ ان ممالک کا انتظامی فساد۔ اندرونی بدامنی اور داخلی بدنظمی ہے۔ یا پھر اس ملک کے باشندوں کے وہ رجحانات ہیں جو اصلاح حال کے لئے اپنے اندر مفید تبدیلیاں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ وہ بھی جرمنی کی طرح قوی منظم اور متحد ہو جائیں۔

اختلاف رائے کا اثر

پانچویں کالم کا ظہور کیسے ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بات صحیح ہے کہ اس کے کارناموں کی اصل قوت ملک کا اختلاف ہے۔ جب ہم قوموں کی ہیئت اجتماعی پر ایک نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ ہر قوم کی سیاسی زندگی اختلاف کے گہوارہ میں گھڑی کے پنڈولم کی طرح جھولتی رہتی ہے۔ یہ قومیں قدیم ہوں یا جدید۔ ان میں رائے کا اختلاف صاف نظر آتا ہے۔ جرمنی کی تاریخ بھی اس اختلاف سے خالی نہیں۔

حکومت کے اندرونی نظام میں آج بھی یہ اختلاف نظر آتا ہے اسی کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم مدبروں کی آراء میں اختلاف دیکھتے ہیں۔ سیاسی پارٹیاں۔ ان کے لیڈر۔ پروپگنڈا باز۔ سیاسی کارکن۔ اقتصادی اور اجتماعی تنظیمیں مزدوروں کی تشکیلات۔ سرمایہ داروں کی سوسائٹیاں کیا ہیں اسی اختلاف رائے کے نتائج۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک ملک کا مسلک ایک ہوتا ہے۔ اور کچھ جماعتیں اس سے اتفاق نہیں رکھتیں۔ کبھی حکومت کی ایک رائے ہوتی ہے اور قوم کی دوسری۔ صورت کچھ بھی ہو اختلافات اپنے سیاسی سرچشمہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ کبھی بڑھتے ابھرتے درجہ کمال تک پہونچ جاتے ہیں۔ اور کبھی پیدا ہو کر کمزور پڑ جاتے ہیں۔ اختلافات کی قوت اور کمزوری۔ ظہور اور فقدان ان عوامل اور سرگرمیوں کے تابع ہوتا ہے جن کا تعلق ملک کی رائے عامہ سے ہے۔

جب ایک قوم نسلی اعتبار سے متحد ہوتی ہو اپنی سیاسی ہیئت کے اعتبار سے فرقہ بندی سے خالی ہوتی ہو۔ کردار طاقتور۔ عزم ناقابل شکست، حب الوطنی کا جذبہ ناقابل فتح ہوتا ہو۔ اور قربانی کی روح پوری طرح بیدار ہوتی ہو۔ اس حد تک کہ جان کی بازی لگ جاتی ہو اور عزم اپنی جگہ قائم رہتا ہو۔ جب حکومت اپنی جگہ طاقتور اور بیدار ہو۔ ہر لمحہ کے واقعات پر مکمل ضبط رکھتی ہو اس وقت تک پانچواں کالم۔ اپنے دائرہ میں محدود ہوتا ہو۔ ایسے ملک میں پانچویں کالم کے زیادہ آدمی برروئے کار نہیں آسکتے۔ جو طاقت کارفرما نظر آئے گی وہ بھی کوئی بڑا دائرہ اثر پیدا نہیں کرسکے گی۔ اور نہ اس کی سرگرمیوں میں کوئی دل خوش کن پہلو ہوگا۔

ایک مثال

اگر صرف واقعات کے درجہ میں دیکھا جائے تو انگلستان کو اس سلسلہ میں مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ وہاں سر اسولڈ موسلے نے ایک جماعت کی تشکیل کی۔ لیکن قبل اس کے کہ انگلستان کی یہ جماعت ترقی کرکے پانچویں کالم کی قوت بنے اس کے ارکان کو گرفتار کر لیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ انگلستان جنگ کے بارے میں اپنے سیاسی اتحاد اور وحدتِ فکر و خیال سے محروم نہیں ہوا۔

پانچواں کالم عہد نبوی میں

تاریخ کے صفحات یہ ظاہر کرتے ہیں کہ عہد نبوی (صلعم) میں بھی اس قسم کی جماعت موجود تھی جس کو آج کل پانچویں کالم کے عجیب الاثر نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم نے اس جماعت کو بے نقاب کیا۔ ان کے اسرار کو حقیقت کے پردہ پر ظاہر کیا۔ نبی اکرم کو ان سے تحفظ پر آمادہ کیا۔ اس جماعت کے ارکان کے دل میں جو کچھ تھا اس کے انکشاف کے لئے احکام نازل فرمائے۔ نام منافقین رکھا اور اس نام سے قرآن میں ایک مستقل سورۃ نازل فرمائی۔

قرآن حکیم کے احکام پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہو کہ عہد نبوی (صلعم) میں منافق جاسوسوں کی جماعت کس مطمح نظر کے ماتحت کام کرتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ صرف ایک سورۃ میں ایک عنوان ہی سے نہیں بلکہ مختلف سورتوں

میں متعدد طریقوں سے ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ کسی جگہ ان کے عام اوصاف کا ذکر ہے۔ کسی جگہ ان کے طریق کار اور دائرہ عمل کا ذکر ہے۔ کسی مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا ہے کہ ان کا مقصد یہ ہے اور تمہارا معاملہ یہ ہونا چاہئے۔

یہود مدینہ

جب ہم مدینہ کی اجتماعی ہیئت کی تاریخ کو سامنے رکھتے ہیں تو یہ بات نظر کے سامنے آجاتی ہے کہ منافقوں کا وجود۔ اوران کی سرگرمیوں کا نمود وظہور اس وقت ہوا جب مسلمانوں نے نئی زندگی کے شدید الاثر حالات کے ماتحت مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور مدینہ کو اسلامی حکومت کا صدر مقام قرار دیا گیا۔ اس دور میں پانچویں کالم کے فرائض اور ذمہ داریوں کو جن طبقوں نے برداشت کرنے کا ذمہ لیا تھا وہ بالعموم یہود تھے۔ اوران کا تعلق بنی قینقاع۔ بنی قریظہ۔ اور بنی نضیر کے قبائل سے تھا۔ اوس وخزرج کے بعض اعیان بھی اس شرارت کی پشت پناہی کر رہے تھے۔ جن میں عبداللہ بن ابی بن سلول سرکردہ اور سربراہ شخص تھا۔

اسلام سے پہلے مدینہ کی سیاسی حالت کے تموج میں اوس وخزرج کی باہمی جنگیں ایک مستقل تاریخ تیار کرنے میں مصروف تھیں۔ اسلام کے ظہور کے بعد اور ہجرت سے پہلے تاریخ کی سطح پر ان جنگوں کے نمایاں اثرات دونوں قبیلوں کی زندگی میں موجود تھے۔ خزرج تعداد میں زیادہ تھے اس لئے اوس کی سیاست نے مکہ کا رخ کیا۔ اوس کا پہلا وفد مکہ پہونچا۔ مگر ایسے وقت کہ مکہ کی زندگی انقلاب کے طوفان میں ساحل نجات کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔ وفد کی اسکیم یہ تھی کہ قریش سے معاہدہ کرکے خزرج کی کثرت تعداد کا مقابلہ کیا جائے۔

رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اوس کی آمد کا علم ہوا۔ آپ قریش کے استبداد و تشدد سے پریشان خاطر تھے۔ مستقبل قریب میں اصلاح کی امیدیں مفقود تھیں۔ آپ کی روحانی فراست اور خداداد بصیرت عربوں کی آزادی اور نجات کے لئے نئی راہیں پیدا کرچکی تھیں۔ اب طریقہ کار یہ تھا کہ خدائی تحریک مکہ معظمہ کے محدود حصار سے باہر ایک ایسی دنیا تیار کررہی تھی جو اپنے دائرہ عمل کے اعتبار سے غیر محدود ذمہ داریوں کا تحمل کرسکے۔ قریش مکہ نے اپنی آزادی ونجات اور غلبہ وفتح کے پروانہ کو لینے سے انکار کردیا تھا۔ مگر باہر کے قبائل آتے

اور حضور اکرم اسلام کا پیغام انکو پہنچاتے تھے۔ اوس مکہ پہونچے تو ان کو بھی خدائے واحد کی طرف دعوت دی گئی انہوں نے مرحلہ اول پر اس کو قبول کرنے کی جرأت نہ کی اور واپس یثرب چلے گئے۔

وفد مکہ سے مدینہ پہونچا تو اوس و خزرج میں وہ مشہور جنگ برپا ہوئی جس کا نام تاریخ میں جنگ بعاث ہے۔ اوس کو فتح حاصل ہوئی۔ اسی سال خزرج موسم حج میں مکہ پہونچے۔ خدا کے صادق و امین رسولؐ نے ان کو بھی اس اجتماعی اصل کی طرف بلایا جو اسلام کے نام سے دنیا کے قلوب کو فتح کرنے کے لئے میدان میں آچکی تھی۔ خزرج نے بغیر توقف اسلام کو ایمان کی کسوٹی پر رکھ دیا۔ آپ کی دعوت پر لبیک کہا اور دل سے مسلمان ہو گئے خزرج سن چکے تھے کہ خدا کے نبی کا ظہور ہو چکا ہے۔ اور عرب ہی کی نہیں دنیا کی قسمت اچھے رخ پر پلٹنے والی ہے۔ مکہ پہونچکر شنیدنی واقعہ دیدنی ہو گیا۔ خزرج نے دربار نبوت میں عرض کیا۔

"یا رسول اللہ یثرب میں توحید کی جگہ تفریق اور وحدت کی جگہ نفرت ہے۔ لڑائیاں۔ جھگڑے ہیں۔ مصائب ہیں اور پریشانیاں۔ ہمیں اللہ کی قدرت سے امید ہے کہ آپ کے ہاتھوں سے یثرب کا امن بحال ہو جائے گا۔ اور اصلاح کی صورت بروئے کار آجائے گی"

خزرج نئی توقعات۔ نئی امیدیں۔ اور نئے رجحانات لیکر یثرب واپس ہوئے۔ انہوں نے اپنی قوم کے سامنے واقعات کی رپورٹ پیش کی۔ اسلام اور رسول اللہ صلعم کے کوائف سے آگاہ کیا۔ واقعات کی اصل تصویر ہر شخص کے تصور میں تھی اور ہر گھر خدا کے نبیؐ کے ذکر سے معمور اور ہر زبان اسلام کے نام سے آباد تھی۔ ہجرت سے ایک سال پہلے۔ رسول اکرمؐ نے یثرب کی ایک دوسری جماعت کو اپنی حمایت میں لے لیا۔ وہ آئی اور آپ کے ہاتھ پر وفاداری کا حلف لے کر روانہ ہو گئی۔ رسول اللہ صلعم نے امید افزا حالات میں ایک اور قدم اٹھایا۔ اپنی ایک سفارت ان لوگوں کے ساتھ کی۔ مصعب بن عمیر جو اُس عصر کے فاضل مسلمان تھے۔ رسول خدا کے ایلچی کی حیثیت سے پہونچے۔ انہوں نے اسلام کے قوانین و احکام اور عقائد سے اہل یثرب کو آگاہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یثرب کے امراء اور اعیان سعد بن معاذ اور اُسید بن حضیر اسلام کی جماعت میں داخل

ہو گئے۔ اوران کے بعد سارا قبیلہ اسلام کے قلعہ کی فوج بن گیا۔ ہجرت کے پہلے سال میں یثرب سے ۷۳ مرد اور عورتیں حاضر ہوئیں۔ اس وفد کے سردار براء بن معرور نے قسم کھا کر حضور کی اطاعت اور وفاداری کا حلف لیا۔ ابوالہیثم بن التیہان نے سردار کے بعد کھڑے ہو کر عرض کیا۔ ہم اور یہود مدینہ حلیف ہیں۔ ہمارے اوران کے درمیان معاہدے ہیں۔ ان الفاظ کا مفہوم یہ تھا کہ اگر ان معاہدوں کی خلاف ورزی ہوئی۔ اور یہود نے نئے حالات کے ماتحت نیا طرز عمل اختیار کیا تو ایک نئی پریشانی پیدا ہو جائے گی۔ آپ کی فراست نے مفہوم کلام کو دریافت کر لیا۔ اور فرمایا

"میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو۔ میں اس سے جنگ کروں گا جس سے تم جنگ کرو گے اور اس سے صلح کروں گا جس سے تم صلح کرو گے"

قریش کی جدوجہد

قریش کو اس صورت حال کا علم ہوا تو انہوں نے ایک وفد مرتب کیا۔ یثرب سے آنے والے زائرین حرم کی قیامگاہوں پر اس وفد نے گشت کیا اور ہر ایک سے کہا۔ ہمیں تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ تم ہمارے آدمی کو جس سے ہماری آویزش ہی ہمارے درمیان سے لیجانا چاہتے ہو۔ تم اس کے ہاتھ پر جمع ہو رہے ہو تاکہ ہم سے جنگ کرو۔ اگر ہمارے اور تمہارے کسی قبیلہ کے درمیان میدان کارزار گرم ہوا تو ہم اس قبیلہ سے زیادہ عرب کے کسی قبیلہ کے دشمن ثابت نہیں ہوں گے۔ یثرب کے مشرکین نے حلف اٹھایا اور یقین دلایا کہ تمہارا خیال واقعہ کے خلاف ہے۔ ایسی کوئی صورت نہیں ہے کہ ہم تمہارے آدمی کو تمہارے قبضہ سے نکال کر لے جائیں۔ یہ لوگ اپنے حلف میں صادق تھے۔ انہیں معلوم ہی نہ تھا کہ گذشتہ رات کیا واقعہ پیش آیا ہے۔

عبداللہ بن اُبی بن سلول (جو بعد میں منافقوں کا سردار بن کر نمایاں ہوا) کو علم ہوا تو اس نے کہا۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ غیر معمولی بات ہے۔ میری قوم اس قسم کے معاملات میں ہمیشہ مجھ سے رائے طلب کرتی ہے۔ لیکن مجھے اس کا کوئی علم نہیں کہ ایسا ہوا ہے قریش کا وفد چلا گیا۔ مگر بعد کی تحقیق سے ان کو اس معاہدہ کا پورا حال معلوم ہو گیا۔

اہل مدینہ کا قبول اسلام۔ اسلام اور مسلمانوں کے فتح کا پیام تازہ ثابت ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

اصحاب کے لئے نئے عنوان سے فرصت کے مبارک لمحے پیدا ہو گئے۔ ان کو ایک نیا گہوارۂ سکون۔ جدید پناہ گاہ اور اطمینان کا نیا مستقر مل گیا۔ قریش کے استبداد سے بچنے کے لئے یثرب مرکز ثابت ہوا۔ اور مسلمانوں کو اپنے دینی بھائیوں کی ایک ایسی جماعت مل گئی جن کی پوری پوری حمایت ان کو حاصل تھی۔ اللہ نے مدینہ کو امن کا دارالسلطنت بنا دیا۔ جہاں خدا کے مصیبت زدہ بندے آتے اور اطمینان کا سانس لیتے۔ وہ مکہ سے روانہ ہوتے۔ مرد عورتیں فوج در فوج۔ اور مدینہ میں اطمینان کا سانس لیتے۔

قریش اسلامی تحریک کے اس تقاطع سے پریشان ہونے لگے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ خطرہ کی گھنٹی بج رہی ہے۔ اور خطرہ پوری قوت سے دھتکار رہا ہے وہ فکر کی سطح سے عمل کے میدان میں جمع ہوئے اور انہوں نے اپنی سرگرمیوں کی راسخ قوتوں کو اس عزم صمیم پر اکٹھا کر دیا کہ وہ پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی تبلیغی تحریک کے درمیان تمام موانع کو لا کر کھڑا کر دیں گے۔ لیکن دعوت اسلام کا جو نتیجہ پیدا ہو رہا ہے اس کو کامیابی سے ہمکنار نہیں ہونے دیں گے۔ ہر ایک قوت، ہر ایک مکر اور ہر ایک تدبیر استعمال کریں گے لیکن مسلمانوں کی ترقی کے سیل جاری کو بند کر کے دم لیں گے۔ قاعدہ ہے کہ ہر خیال کے پیچھے عمل کی ایک فوج حرکت کرتی ہے۔ اور ہر ارادہ کے بعد ایک ذمہ داری بر روئے کار آتی ہے۔ قریش یہ سب کچھ طے کر چکے تو وہ مشورہ کے لئے جمع ہوئے۔ دار الندوہ ان کاموں کے لئے خاص تھا۔ انہوں نے یکجا ہو کر فیصلہ کیا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا تو ان سرگرمیوں کو بند کریں۔ یا اس کو قتل کیا جائے یا اس کو جلا وطن کر دیا جائے۔ استبداد کی وہ قدیم روح جو اس عہد کی طرح ہر عہد میں انہی صورتوں میں حق کے خلاف کام کرتی رہی ہے۔ آخری بار پیغمبر خدا کے مقابلہ میں محاذ پر آ کر سامنے کھڑی ہو گئی۔ فیصلہ ہوا کہ قتل کرنا زیادہ مفید مقصد ہے

سیاسی فیصلہ

قتل کے بعد خطرہ یہ تھا کہ بنی عبد مناف کا مقابلہ آسان نہیں۔ اگر قبائلی رجحان کے ماتحت محمد (صلعم) کا انتقام لینے والے جمع ہو گئے تو مصائب کا لشکر دور کی بجائے قریب ہو جائے گا۔ شیطان نے اس خطرہ سے

بچنے کے لئے بھی ایک محفوظ سیاسی راہ پیدا کردی۔ اب فیصلہ ہوا کہ تمام قبائل سے ایک ایک جوان کا انتخاب کیا جائے۔ ہر جوان کو ایک تلوار دی جائے۔ تمام جوان مل کر دروازہ پر جائیں۔ رات بھر انتظار کریں۔ سر صبح جب خدا کا آخری پیغمبر نماز کے لئے بیدار ہو تو تلواریں چمکنے لگیں اور کام تمام کردیں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ خون کی ذمہ داری تمام قبائل میں منقسم ہوجائے گی، بنی عبد مناف تمام قبیلوں سے جنگ آزما نہ ہوسکیں گے اور خونبہا لینے پر راضی ہوجائیں گے۔

جب قریش خیالات کا قلعہ مکمل کرچکے، عمل کے اسلحہ بھی خیالات کے جسموں پر آراستہ ہوگئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی برحقؐ کو باطل کے مکر و فریب سے آگاہ فرمایا۔ حکم ہوا کہ ہجرت کرو اور مکہ کو آنے والے واقعات کے تصرف کے ہاتھ میں دیدو۔

آپ اپنے رفیق اور راستباز ساتھی ابوبکر صدیقؓ کے پاس پہونچے ان سے ملاقات کی۔ خدا کا حکم سنایا۔ سامان سفر تیار ہوا۔ راستہ کے لئے گائڈ اور رہنما مہیا کیا گیا۔ قریش نے اپنی اسکیم کی تکمیل کے لئے جو رات مقرر کی تھی۔ اسی رات پیغمبر خدا اپنے رفیق کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ ایمان کا وہ مکمل احساس جو حضرت علیؓ کے دل و دماغ میں مرکوز تھا۔ اس کے ماتحت یہ فیصلہ ہوا کہ علیؓ پیغمبر (صلعم) خدا کی چارپائی پر رات گذاریں تاکہ دشمنوں کو یہ معلوم رہے کہ چارپائی پر روزانہ سونے والا آج بھی سو رہا ہے۔ خدا کی قدرت کائنات کی ہر شے پر حاوی ہے۔ جانے والا آخر شب میں منزل کی طرف روانہ ہوا۔ اور نوجوان جو غفلت کی نیند سو چکے تھے۔ ان کی آنکھوں میں اپنے ہاتھ سے خاک اٹھا کر جھونک گیا۔ آپؐ نے اپنے رفیق کو ساتھ لیا۔ دونوں ساتھی پائین مکہ میں غار ثور پر پہونچے اور تین دن وہاں روپوش رہے۔ یہانتک کہ قریش کی متلاشی نگاہیں تھک کر مایوس ہوگئیں۔ اتنے میں راستہ کا رہنما اور خادم بھی پہونچ گیا۔ سب سوار ہوکر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ قُبا پہونچے۔ آج ربیع الاول ۵۳ سنہ کی ۸ تاریخ (ولادت کے اعتبار سے) اور ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء میلاد مسیح کا دن تھا۔

قُبا میں چار روز قیام رہا۔ مسجد قبا کی تاسیس عمل میں آئی۔ مدینہ کی طرف قافلہ اس شان جمال کے ساتھ

روانہ ہوا کہ یثرب کے انصار چار طرف دائرہ بنائے ہوئے تھے جس قبیلہ کی طرف سے گذر ہوتا اس کا رئیس دل کے خلوص کے ساتھ اس آرزو کو پیش کرتا کہ قیام کا شرف اسی قبیلہ کو حاصل ہو۔ اونٹنی کی مہار بار بار روکی جاتی تھی مگر آپ فرماتے اس کو چھوڑ دو۔ یہ مامور ہے جہاں امر الٰہی ہوگا خود رک کر کھڑی ہو جائے گی۔ اونٹنی چلتی رہی یہانتک کہ اس جگہ پہونچی جہاں اب مسجد نبوی واقع ہے وہ رکی اور اس جگہ کو ہمیشہ کے لئے برکت و عظمت حاصل ہو گئی۔ حضور اونٹنی سے اترے اور حضرت ابو ایوب انصاری کے مہمان ہوئے۔

منافقوں کا ظہور

مسلمانوں کے سردار کے لئے یہ ہجرت کا پہلا قدم تھا۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے گھر سے باہر جا کر اپنا نیا گھر بنانا معمولی واقعہ نہ تھا۔ اب دنیا بدلنے لگی ایک نئی زندگی۔ اور جدید انقلاب رونما ہوا۔ اور زندگی کا وہ عنوان منظر عام پر آیا جو مکہ کی زندگی سے مختلف تھا۔ آپ کے رفقاء ہجرت کے لئے بھی اور اہل مدینہ کے لئے بھی۔

ہجرت کی اسکیم مکمل ہو گئی تو باطل کی اسکیموں نے بھی اپنا سر اٹھانا شروع کیا نفاق کے عوامل بھی ظاہر ہونے لگے۔ منافقوں کے دلوں میں دشمنی اور منافقت کی انگیٹھیاں بھڑکنے لگیں۔ اور خدا کے پیغمبر کو ان کے مکر، ان کی بد اندیشیوں اور ان کی سازشوں کے مقابلہ میں تدبر کے ساتھ اپنی حکمت عملی سے کام لینا پڑا۔

اسلامی تاریخ

اسلامی زندگی کا ایک سچا نمونہ

(حامد الانصاری۔ غازی)

حضرت عمر بن عبدالعزیز خاندان بنی امیہ کے حکمرانوں میں۔ ایک یگانہ ہستی اور بلند پایہ شخصیت تھے۔ آپ اپنے طرز کے ایک اپنی خوبیوں کے لحاظ سے نادر۔ اور اپنے اسلام وایمان کے لحاظ سے تمام مسلمانوں میں نمونہ سمجھے جاتے تھے۔ آپ خلیفۃ المسلمین تھے۔ امیر المومنین تھے۔ جمہور کے برگزیدہ امام اور پیشوا سمجھے جاتے تھے۔ زاہد تھے۔ عابد تھے۔ قناعت پسند تھے دیانت دار اور امین تھے۔ یہی نہیں بلکہ بزرگوں کے بزرگ۔ رہنماؤں کے رہنما۔ جرنیلوں کے جرنیل۔ اور حاکموں کے حاکم تھے۔

آپ کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ سب کچھ ہونے کے باوجود اپنی ہستی کو ہیچ سمجھتے تھے۔ جبتک امیر المومنین کی حیثیت سے کام کرتے۔ سب کچھ معلوم ہوتے اور جب اپنی شخصی زندگی کی طرف لوٹتے تو عام مسلمانوں کی طرح مسلمان۔ اور ایک سادہ مسلمان کی طرح بے تکلف نظر آتے۔ آپ کی حکومت۔ اسلامی طرز کی حکومت تھی۔ معاشی زندگی۔ فی الجملہ سادہ۔ بناوٹ سے خالی اور معمولی درجہ کی تھی۔ مگر جب حکومت کے معاملات سامنے ہوتے تو آپ اپنی اہلیت میں کامل۔ اور اپنے انتظام میں فرد نظر آتے۔

ایک فاضل انگریز کا قول ہے کہ "اگر فاروق اعظم جیسی زبردست شخصیت رکھنے والا ایک اور اولوالعزم جرنیل مسلمانوں میں پیدا ہو جاتا۔ تو دنیا کی ہر بلندی پر اسلام کی فتح کا پرچم لہراتا ہوا نظر آتا۔ اور

ہم تمام دنیا کو مسلمانوں کے زیرنگیں اور اسلام کے زیرسایہ پاتے ‘‘۔ اس راستباز اور فاضل انگریز کے قول کو سامنے رکھ کر کہا جا سکتا ہے

’’ اگر ہم کو عمر ثانی عمر بن عبدالعزیز کی دوسری مثال . خدا کی اس زمین کے سینے اور اسلامی تاریخ کے صفحات پر نظر آسکتی تو دنیا کے دور و دراز گوشوں میں سے کوئی گوشہ ایسا باقی نہ رہتا . جہاں مسلمانوں کا نظام سلطنت اور اسلام کا آئین حکمرانی اپنی صحیح اور سچی شکل وصورت میں نظر نہ آتا ۔

اگر مغربی دنیا کے باکمال . باعلم ۔ ماہر فن . ترقی پسند اور ترقی یافتہ اصحاب اسلام کے پسندیدہ اصول حکومت سے حسن ظن نہیں پیدا کر سکے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ ہماری تاریخ کے دوسرے دور میں دوسرا عمر بن عبدالعزیز منظر حکومت پر جلوہ گر نہیں ہوا ۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی پاکیزہ زندگی کا اندازہ ان واقعات سے ہوتا ہے جو معاملات کی صورت میں ان کے مبارک زمانہ میں پیش آتے رہے ہیں ۔ یا اس کلام سے ہوتا ہے جو ان کے ذہن مبارک سے ادا ہوا ۔ یہاں آپ کی زندگی کے چند واقعات اور آپ کے کلام کا ایک حصہ پیش کیا جاتا ہے ۔

(۱) ایک مرتبہ ۔ ایک گورنر نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں ایک مراسلہ بھیجا ۔ اور اس میں لکھا

’’ امیرالمومنین ! صوبہ کا مرکزی شہر اپنی اصلی شان سے محروم ہے اور خرابہ بنا ہوا ہے ‘‘ اس مراسلہ کا مقصد یہ تھا کہ جدید تعمیرات کی منظوری دی جائے ۔ نئے حصار کی تجویز اور صفائی کے مصارف کو منظور کیا جائے ۔

چونکہ صوبہ کا انتظامِ حکومت قابل اصلاح تھا اور اصل تعمیری مقاصد سے حکام غافل تھے ۔ انصاف کی جگہ ظلم اور زیادتی کا دور دورہ تھا ۔ اس لئے حضرت عمر نے قلم اٹھایا اور گورنر کو جواب لکھا

"جب تم میرے سرکاری حکم کے الفاظ پڑھ چکو تو تمہارا پہلا فرض یہ ہے کہ عدل وانصاف کی عمارتوں سے شہر کو قلعہ بند کر کے ایک اچھا حصار قائم کردو اور اس کے راستوں کو ظلم کی غلاظت سے پاک صاف کردو۔ یہ پہلی تعمیر ہے۔ قبل اس کے کہ تم اور کسی تعمیر کو شروع کرو۔"

(۲) حضرت عمر فرمانروائے وقت تھے ان کو حق حاصل تھا کہ وہ بیت المال سے سونا چاہتے سونا لیتے۔ جنس پسند کرتے جنس میں اپنا حصہ لگاتے۔ ساز و سامان کی ضرورت ہوتی تو ساز و سامان لیتے۔ مگر انہوں نے سادہ زندگی کو اپنے لئے خاص کیا تھا۔ اس لئے عمر بھر سادہ گذر کیا۔ اور سادگی کو اپنے منصب سے جدا نہیں ہونے دیا۔

آپ بیت المال سے روزانہ دو درہم لیتے تھے آپ کا خیال تھا کہ بیت المال مسلمانوں کا خزانہ ہے۔ میں بیت المال کے ساتھ انصاف کروں گا تو دنیا سے انصاف کی توقع کر سکونگا۔ رجاء بن حیوہ کا بیان ہے کہ جب عمر بن عبدالعزیز تخت خلافت وسلطنت پر مسند آرا تھے اس وقت آپ کے لباس کی قیمت کا اندازہ لگایا گیا۔ معلوم ہوا کہ لباس ۱۲ درہم سے زیادہ کا نہیں ہے۔ اس لباس میں ٹوپی، عمامہ، قمیص۔ پائجامہ۔ عبا، چادر سب ہی چیزیں شامل تھیں۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے آپ اپنی پوشاک میں حضرت فاروق اعظم عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نمونہ تھے۔ اور آپ کا لباس بھی پیوند سے مزین تھا۔

جناب سعید بن سویدؓ کا بیان ہے کہ آپ ایک مرتبہ نماز جمعہ میں عام مسلمانوں کے ساتھ حاضر تھے۔ آپ کا قمیص شکستہ ہو چکا تھا ایک جیب کی جگہ کئی جیبیں تھیں اور ایک کرتہ پر کئی پیوند اپنی شان دکھا رہے تھے۔

ایک خوش عقیدہ مسلمان سے نہ رہا گیا بالآخر اس نے عرض کیا

"امیر المومنین! آپ کا لباس بھی خوب ہے! آپ کو خدا نے سب کچھ دیا ہے۔ آپ اچھے قیمتی کپڑے پہننا چاہیں تو پہن سکتے ہیں۔"

امیر المؤمنین نے ذرا توقف کیا۔ فوراً ہی گردن اٹھائی اور فرمایا

"بہترین زہد اور قناعت یہ ہے کہ انسان کا دامن دولت سے پُر ہو اور اس کے ہاتھ سے اعتدال و میانہ روی کا دامن نہ چھوٹے" اور معاف کرنے کا حقیقی معیار یہ ہے کہ انسان بڑے منصب پر صاحب اختیار ہو اور خطا کار کو معاف کر دے"

(۴) حضرت عمر ایک مرتبہ اپنی اہلیہ فاطمہ (عبد الملک کی لڑکی) کے مکان پر تشریف فرما تھے۔ آپ نے فاطمہ سے دریافت کیا۔ فاطمہ! تمہارے پاس ایک درہم ہے میں انگور خریدنا چاہتا ہوں۔ فاطمہ نے عرض کیا یا امیر المؤمنین! یہاں درہم کہاں میسر ہے آپ امیر ہیں۔ تعجب ہے کہ آپ کے پاس اس وقت ایک درہم بھی نہیں جواب میں فرمایا اور کس قدر موثر الفاظ میں فرمایا

"آسان ہے کہ میرے پاس ایک درہم نہ ہو یہ بھی آسان ہے کہ میں انگور نہ خریدوں مگر یہ بہت مشکل ہے کہ کل میں جہنم میں ہوں۔ دہیموں کا بھاری بھرکم ہار میرے گلے میں ہو اور اس کا میرے پاس کوئی علاج نہ ہو"

(۶) میمون بن مہران فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کو خلوق خدا کا بے انتہا خیال تھا۔ اللہ نے انبیاء (علیہم السلام) کی یہ ذمہ داری طے کر دی تھی کہ ایک نبی کے بعد دوسرا نبی اس کے انسانوں کی صلاح و فلاح کا ذمہ دار ہوگا۔ حضرت عمر بھی اس احساس کے ساتھ کام کرتے تھے کہ اللہ نے اپنے انسانوں کی سود و بہبود کی تمام ذمہ داری ان کے سپرد کی ہے۔

(۵) مثل مشہور ہے کہ جب عادل بادشاہ بر سر تخت ہوتا ہے۔ تو بھیڑیا اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔ دنیا نے اس مثال کا سچا نمونہ حضرت عمر کے عہد میں اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

حسن قصاب بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز یہ عجیب واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک بھیڑیا بکریوں کے گلہ میں گھس آیا۔ بکریوں کے ساتھ عرصہ تک گھومتا رہا۔ مگر ایک بکری کو بھی نقصان نہیں پہونچا۔

درحقیقت اس واقعہ پر اس کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ سب کچھ حضرت عمر کی نیک نیتی کا روحانی اثر تھا۔ خود حسن قصاب اس واقعہ سے متاثر ہو کر فرماتے ہیں

"حکمران۔ دماغ کی مانند ہے اور قوم جسم کی مانند۔ جب دماغ درست ہی تو نتیجہ کے اعتبار سے جسم کے دوسرے حصے بھی اچھی حالت میں رہیں گے"

ایک مرتبہ یہ دیکھا گیا کہ ایک بھیڑیا بکریوں کے گلے میں گھس کر حملہ آور ہوا۔ دیکھنے والے یک زبان ہو کر بول اٹھے۔

"بے شبہ آج امیرالمومنین عمر بن عبدالعزیز ایسا مرد صالح اس دنیا سے رخصت ہو چکا ہے"

اگرچہ یہ قیاس تھا مگر تھا صحیح۔ کیونکہ حضرت عمر انتقال فرما چکے تھے۔

(۷) حضرت عمر بن عبدالعزیز کی شادی فاطمہ بنت عبدالملک سے ہوئی تھی۔ مورخین نے آپ کی خانگی زندگی کے متعلق ایک خاص واقعہ لکھا ہے جس کو دیکھ کر بے اختیار فاطمہ کے معاشی کردار کی داد دینی پڑتی ہے۔

عبدالملک بن مروان فاطمہ کے والد اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے چچا تھے۔ آپ کی چچا زاد بہن فاطمہ شادی کے بعد اپنے شوہر محترم کے مکان کی زینت ہوتی ہیں۔ میاں بیوی عرصہ تک ایک جگہ رہنے کے بعد ایک مرتبہ ایسی حالت میں ملتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز مسلمانوں کے حکمران ہیں اور فاطمہ ان کے محل میں ملکہ وقت۔ ایک طرف امیرالمومنین ہیں لاکھوں مسلمانوں کے امیر۔ اور امام۔ لباس سادہ۔ وضع سادہ۔ زندگی کا ہر طریقہ سادہ! ـــــ دوسری طرف سابق حکمران کی بیٹی۔ شہزادی فاطمہ ہے۔ لباس آراستہ پیراستہ۔ زیورات نہیں جسم پر سونے چاندی کا ہجوم۔ زندگی اپنے قالب میں زرق۔ برق اور مجسم لعل و جواہر بنی ہوئی ہی۔ دو شخصیتیں ہیں۔ دونوں مختلف۔ مگر قدرت نے دونوں کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ ایک دن کے لئے نہیں بلکہ عمر بھر کے لئے۔ اس وقت کسے معلوم ہے کہ امیرالمومنین کی آنکھیں کیا دیکھ رہی ہیں مسلمانوں کے امیر کا دل کیا محسوس

کررہا ہے اور دماغ کس الجھن میں مبتلا ہے۔ منصب خلافت قبول کرنے کے بعد پہلی ملاقات ہے۔ دونوں ایک دوسرے پر نظر ڈالتے ہیں گفتگو شروع ہوتی ہے

امیرالمومنین! فاطمہ۔ یہ کتنا اچھا زیور ہے؟ اور کتنے قیمتی جواہرات ہیں۔ یہ کس قدر نادر ہیں۔ ان کی آب گواہی دے رہی ہیں کہ ان کی مثال پیش کرنا مشکل ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ تمہارے والد محترم نے بطور خاص تم کو دئے ہیں۔"

فاطمہ — امیرالمومنین کا خیال صحیح ہے۔ امیرالمومنین۔ مگر فاطمہ! میرے لئے اور تمہارے لئے یہ فیصلہ کا دن ہے۔ ایک فیصلہ مجھے کرنا تھا۔ کرچکا ہوں۔ ایک فیصلہ تمہیں کرنا ہے اور تم اپنے فیصلہ کی مالک ہو۔

یہ زیور اور لعل وجواہر۔ نہ تمہارے ہیں اور میرے۔ یہ مسلمانوں کے بیت المال کا حصہ ہیں۔ بیت المال سے حاصل کئے گئے ہیں۔ اور ناحق حاصل کئے گئے ہیں۔ بیت المال کی چیز بیت المال میں جانی چاہئے۔

تمہیں ایک فیصلہ کرنا ہے۔ اگر تم فیصلہ نہیں کرسکتیں۔ تو پھر مجھے فیصلہ کا حق ہے۔ تم مجھے اجازت دو کہ میں تم سے علیحدہ ہوکر اپنی زندگی کا دوسرا عنوان اختیار کروں۔"

آخری فیصلہ جدائی پر منحصر ہے۔ مجھ سے جدائی یا لعل وجواہر سے جدائی! میں اس بات کو حرام تصور کرتا ہوں کہ میں اور تم ساتھ رہیں اور میرے تمہارے ساتھ تیسری چیز یعنی لعل وجواہر ہوں اور زیور۔"

درودیوار فاطمہ کا جواب سننے کے منتظر تھے۔ ہوا کان لگائے ہوئے تھی کہ فاطمہ کی زبان اب کیسے کیسے موتی برسائے گی۔ فاطمہ نے زبان کھولی اور لعل وجواہر سے زیادہ قیمتی الفاظ آخری مرتبہ ادا کردئے۔ فاطمہ نے کہا "! امیرالمومنین! آپ کا فیصلہ ہی میرا فیصلہ ہے۔ آپ کی رائے عالی ہی صحیح ہے۔ بیت المال کا مال بیت المال میں داخل کردیجئے۔ اس سے زیادہ اگر اور کوئی چیز بھی آپ بیت المال کو دینا چاہیں۔ اور یہ چیز میری واقعی ملکیت ہو اس کا بھی آپ کو اختیار ہے۔"

امیرالمومنین کا دل یہ جملے سنکر مطمئن ہوگیا حکم ہوا۔ اور حکم ہوتے ہی تمام سامان بیت المال میں داخل

کردیا گیا۔

کچھ زمانہ گذرنے کے بعد امیر المومنین کا انتقال ہوگیا۔ فاطمہ کے بھائی یزید بن عبدالملک تخت خلافت پر بادشاہ بن کر مسند نشین ہوئے۔ بھائی نے حکمراں ہوتے ہی۔ بہن سے لعل وجواہر کے متعلق گفتگو کی

یزید نے کہا۔ فاطمہ۔ تمہارے لعل وجواہر بیت المال میں موجود ہیں۔ تمہارے شوہر نے ناحق ان کو تم سے لیا اب تم اپنا حق بیت المال سے لے سکتی ہو۔ فاطمہ۔ یزید کی بات سنکر بیتاب ہوگئی۔ بہن نے جھک کر کہا۔

یزید بخدا میں ان لعل وجواہر کو دل سے دور کر چکی ہوں۔ میں جو چیز ان کی زندگی میں دے چکی ہوں۔ اب موت کے بعد کسی قیمت پر اس کو لینا گوارا نہ کروں گی"

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ یزید نے ان لعل وجواہر کو واپس لیا اور اپنے خاندان میں تقسیم کردیا۔ مگر اس خاندان میں فاطمہ شامل نہ تھی۔ اس کے ساتھ تاریخ کے صفحات ہمیں یہ بھی بتاتے ہیں کہ

نہ تو عمر بن عبدالعزیز کے بعد دوسرا عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوا۔ اور نہ فاطمہ کے بعد دوسری فاطمہ۔

مکہ معظمہ کی ڈاک

۱۳۵۹ھ کا حج

زمانہ جنگ میں بین الاسلامی اجتماع

کتنے خوش قسمت ہیں وہ انسان جنہوں نے امسال زمانہ جنگ میں۔ حج بیت اللہ کا عزم کیا۔ صرف عزم ہی نہیں عمل کی بھی جرأت کی۔ معمولی جرأت نہیں بلکہ عزم و عمل کی شریف ترین استعداد کا غیر معمولی مظاہرہ کیا۔

یہ زمانہ، جنگ کا زمانہ ہے، انسان کی کیا ہستی ہے۔ سمندر کی رگوں کا پانی خون کی موجوں کو حرکت دے رہا ہے۔ فضا میں ہوا کے ٹھنڈے جھونکوں کی جگہ آگ اور دھویں کے بادلوں سے سیّال فولاد کی گرم گرم بارش ہو رہی ہے۔ زمین کے سینے اور پہاڑوں کی پیٹھ پر فولادی ٹینک سوار ہیں۔ انسانیت کا اجتماعی وصف جو اجتماعی زندگی کے لاؤ لشکر کا سب سے بڑا قلعہ اور جمہوریت عامہ کی پناہ گاہ تھا اب جنگ کی جادوگری سے ایک کھلا ہوا کھنڈرا اور بے پناہ میدان بنا ہوا ہے۔ اور مادیت کا تمدن انسان کے روحانی تمدن کے سارے چمن زار کو جلا کر سوخت کر چکا ہے۔ اگرچہ اسلامی دنیا کے رجال کار اپنے جہاد و عمل سے اپنے لئے ایک نئی دنیا بنا رہے ہیں۔ لیکن مرکز سے اس کا تعلق بھی کم ہے۔ پھر ہندوستان کو دیکھئے۔ ہندوستان کا کیا حال ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی بیداری کس درجہ پر ہے۔ ہندوستان کے مردان غیور ترقی کی کس منزل میں ہیں۔ نظر بلند کر کے دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ زندگی و بیداری کے تمام آثار و علائم کے باوجود زندگی کے موجبات کا فقدان ہے۔ کوئی مرکز نہیں کوئی حقیقی تنظیم نہیں۔ یہاں عقائد کی سطح پر پہلے جو ذرے چمکتے تھے آج ان کا نور بجھ چکا ہے۔

یقین کی پیشانی پر ایمان کی لوح کے جو نوشتے پتھر کے حروف کی طرح ابھرے ہوئے تھے آج مٹ چکے ہیں نظر کے مطلع پر علم حق اور تحقیق برحق کے جو ستارے جگمگا رہے تھے وہ مادی ظن کی صبح کے طلوع ہوتے ہی نظروں سے غائب ہو چکے ہیں۔ اسلامی حکمت کے وہ چراغ جو چند صدی پہلے بجلی کے قمقموں سے زیادہ روشن تھے۔ آج غریب کے گھر کے مدھم چراغوں کی طرح ٹمٹما رہے ہیں۔ تہذیب و تمدن کی اس تاریک رات میں نئے تصورات کے جگنو کروڑوں کی تعداد میں اندھیرے درختوں کے اطراف و جوانب میں اپنے بے فیض انوار کو جلا دے رہے ہیں۔

پانسو یا چند ہزار مسلمانوں کا اپنی ایمانی مشعلوں کا جلوس مرتب کرنا اور تاریخ مقررہ پر ایک ساتھ حجاز کے ساحل تک پہونچ جانا! خطرات سے لڑتے ہوئے اضطراب کے سمندر کو عبور کر کے مرکز اسلام تک پہونچ جانا معمولی واقعہ نہیں۔ لیکن اس پر بھی غور کر لیجئے کہ دنیا میں کتنے مسلمان ہیں اور ان میں سے کتنے ایمان و یقین کے اس معیار احسن پر پورے اتر سکے ہیں۔ سمندر دریاؤں سے نہیں بھرتا مگر قطروں سے بھر جاتا ہے۔ بشرطیکہ قطروں کا طوفان اُمنڈ آئے اور بے حد و بے تعداد قطرے مل کر اپنے اجتماع سے سمندر کو سمندر بنانا چاہیں۔

یوں تو چار آدمیوں کی مجلس بھی مجلس ہوتی ہے چار ہزار آدمیوں کی مجلس بھی مجلسوں میں شمار ہوتی ہے۔ البتہ اگر کسی مجلس کے ممبر چار لاکھ ہوں تو دنیا کی روح کو فتح کر سکتے ہیں۔ اب خیال کیجئے کہ ارض حرم کی وہ انجمن جس کے عام ارکان کی تعداد ستر کروڑ ہے۔ جب اس کے سالانہ بین الاسلامی روحانی اجتماع کا وقت آتا ہے تو اس میں صرف چند ——— ہزار انسان شریک ہوتے ہیں۔ کیا یہ بات شرم و غیرت کی نہیں کیا یہ بات درد و الم کی نہیں ہے۔ غور تو کیجئے کہ زندہ قوموں کی دنیا جن مرکزوں سے وابستہ ہے اول تو خود وہاں لاکھوں آدمی موجود ہیں پھر کروڑوں انسان ان سے وابستگی کا اظہار چاروں طرف سے آکر کر رہے ہیں۔ یہ آنے والے موت کی راہوں سے آتے ہیں اور اپنے مرکز کو زندہ رکھنے کے لئے جانوں سے گذر جاتے ہیں۔ یہ جانباز فرد کی قربانی دیکر اپنے اجتماعی مرکز کے جسم میں تازہ خون کا انجکشن دے رہے ہیں۔ اور ہم مسلمان استطاعت اور قدرت کے باوجود خوف کے گھونسلے بنائے گھروں میں بیٹھے ہیں۔ اور اپنے دینی مرکز سے وابستگی کا ثبوت دینے کے

لئے تعلق کی جگہ بے تعلقی کا معاملہ کر رہے ہیں۔ شاید اسی لئے کچھ پہلے کسی سوختہ ساماں مسلمان نے ہم مسلمانوں ہی کے لئے یہ کہا تھا ؎

مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
صفیں کج، دل پریشاں سجدہ بے ذوق کہ جذب اندروں باقی نہیں ہے

حجاج کے اعداد و شمار

اس وقت ہمارے سامنے وہ اعداد و شمار موجود ہیں جن سے زائرین حرم کی صحیح تعداد معلوم ہوتی ہے۔ ہم حجاج کی تعداد دیکھتے ہیں تو رنج و خوشی کے دوگونہ جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ خوشی ہوتی ہے کہ آگ اور فولاد کی مہیب جنگ کے اس زمانہ میں ابھی کچھ اصحاب ایسے بھی ہیں جو اپنے تمام فوائد سے گذر کر ایک بڑے فائدے کے لئے مرکز اسلام (حرم مکہ) اور مقام امین میں جمع ہوئے بہ نظر ظاہر انسان کے لئے زندگی سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں۔ اور زندگی کے لئے نفس کی خواہش سے زیادہ کوئی شے پیاری نہیں۔ لیکن خدا کے گھر سے محبت رکھنے والے اور محبت کی راہ میں جنون کی منزل تک پہونچنے والے۔ یہ مجذوب حضرت بیت اللہ پہونچے اور عشق و جنون کے امتحان میں کامیاب نکلے۔ جب وہ روانہ ہوئے تو خطرات ان کے قلوب پر سوار تھے۔ لیکن جب امن و سلامتی کیلئے مرکز مقدس سے مراجعت فرما ہوئے تو امن و سکون کا غیر مرئی لشکر ان کے ساتھ تھا۔ قدرت کے باوجود مجبوری میں زندگی بسر کرنے والے اتنے دن کی عافیت سے کوئی فائدہ نہ حاصل کر سکے۔ اور مجبوریوں پر قدرت پانے والے وہ دولت سمیٹ کر لائے جو دنیا کے کسی خزانہ میں نہیں۔

معاصر ام القریٰ نے اپنی اشاعت (۸۳۹) میں حاجیوں کی جو تعداد شائع کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نجف سے تین قافلے مدینہ منورہ پہونچے۔ ان میں سے پہلے قافلہ میں (۳۸۰) دوسرے میں (۶۲۱) تیسرے میں (۶۰) کل (۱۰۶۱) حاجی تھے۔ قریبی ممالک کے عرب زائرین حرم کی تعداد کو بھی شامل کر لیا جائے تو کل تعداد (۱۲۴۴) ہو جاتی

ہے۔ کبھی عرب کے حجاج ہزاروں ہوتے تھے آج وہ بھی ۱½ ہزار سے زیادہ نہ ہو سکے۔

اس تعداد کے علاوہ تمام ممالک کے حجاج کی تعداد پر بھی نظر ڈال لیجئے۔ نقشہ آپ کے سامنے ہے

ملک	تعداد حجاج	بچے
ہندوستانی اور سیلمانی	۴۸۹۷	۴۴
مصری	۲۰۱۷	۷۳
تکارنہ (افریقی)	۱۶۳۶	۲۰۱
سوڈان وغیرہ	۱۷۲	۳۴
فلسطین و شرق اردن	۳۸۴	۱
سوڈانی (شہری)	۵	
ایران	۴	
مغرب اقصیٰ	۲	
عراق	۱	
ترک	۵	۲
سنغال	۱	
چین	۵۱	۱۰
بخاری	۳۹	۵
افغان	۰	
خلیج فارس	۳	
یمن	۴۶	۱
حضارم (حضرموتی)	۴۰	۱
صومالی لینڈ	۲۰	
حبش	۳	
دریائے نیل والی سودی عایا	۶۳	۷
کیپ ٹون	۱	
کل تعداد	۹۴۵۴	۲۴۸

مرکز اسلام اور دور فتوحات

اگر اس میں دوسری راہ سے آنے والے حاجیوں کو بھی شامل کر لیا جائے تو کل تعداد (۹۵۶۹) تک پہونچ جاتی ہے۔ کروڑوں مسلمانوں میں سے دس ہزار سے کم مسلمان ہیں جن کو امسال حج کی توفیق نصیب ہوئی۔ ہم چاہتے

ہیں کہ ہندوستان کے مسلمان ان عبرت انگیز اعداد و شمار پر غور کریں۔ ایک زمانہ وہ تھا جب مسلمان اللہ کے گھر میں رہ کر اللہ کا نام نہ لے سکتے تھے۔ پھر وہ دن آیا جب مکہ معظمہ انہی لوگوں کے ہاتھ پر فتح ہوا جن کو کلمۃ اللہ بلند کرنے کے لئے بیت اللہ سے جلاوطن ہونا پڑا تھا۔ اللہ کا وہ وعدہ پورا ہوا جو صلح حدیبیہ کے وقت کیا گیا تھا۔ حدیبیہ کا صلح نامہ بادی النظر میں مسلمانوں کی شکست کو ظاہر کرتا تھا۔ خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو خوشخبری سنائی انا فتحنا لك فتحا مبینا۔ ہم تم کو فتح مبین سے سرفراز کریں گے۔ بڑے بڑے صحابہ حیران ہو کر رہ گئے۔ دل کی بات زبان پر آ کر رہی اَھُوَ فتح یا رسول اللّٰہ کیا یہ فتح ہے؟ یا رسول اللہ!

خدا کے رسول کی نظر مستقبل پر تھی۔ وہ حدیبیہ کے صبر و برداشت کے آئینہ میں فتح مکہ کا تمام نقشہ دیکھ رہے تھے۔ حضور کی زبان مبارک سے جواب نکلا ہاں یہ فتح ہے۔ پھر مکہ فتح ہو گیا اور دنیا کی تاریخ میں وہ انقلاب رونما ہوا جس نے جنگ اور امن کے درمیان مصافحہ کرا دیا۔ اب جلاوطن ہونے والے اللہ کے گھر میں تھے۔ حج ہوا تو کس شان کا۔ خدا کی حمد زبان پر فتح کا احساس اور شکر دل میں مسلمان محبت الٰہی کے سمندر میں ڈوب کر نکلتے اور حرم کا طواف کرتے ہوئے نظر آتے۔ دلوں میں عشق آنکھوں میں نور۔ ایمان قوی۔ اسلام طاقتور۔ سینے معرفت سے بھرے ہوئے۔ قدم دنیا کو فتح کرنے کے لئے کئی انچ اٹھے ہوئے۔ یقین کا یہ حال کہ کلام الٰہی کا جو لفظ سنا وہ دل کا نقش۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جو جملہ نکل گیا وہ پتھر کی لکیر۔ ساری دنیا ایک طرف اور فتح کے بعد حج کے مرکز پر جمع ہونے والے مسلمان ایک طرف۔

حضور نے فرمایا لتفتحن لکم ارض الاعاجم تمہارے لئے ایران کی سرزمین سر ہو گی۔ تفتح لکم ارض الشام۔ تم شام کی زمین کے حکمران بنو گے۔ اللہ کی فوج کو یقین ہو چکا ہے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہل سکتے ہیں لیکن یہ جملے نہیں ٹل سکتے۔ ٹل کیسے سکتے جبکہ خدا کا حکم تھا۔ خدا کا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنی زبان کو حرکت دے چکا تھا۔ خدا کی فوج (وہ جو ظاہر تھی اور وہ جس کو خدا کے دشمن تو کیا دوست بھی نہیں دیکھ رہے تھے) ایک حکم کی منتظر تھی۔ فوج بھی وہ جس کے جسم الگ الگ روح ایک۔ ہر مسلمان مرد ہو کہ عورت

اللہ کا سپاہی تھا اور اللہ کے گھر کو اپنی دین و دنیا سمجھتا تھا۔ ہزاروں مسلمان تھے۔ مرکز ایک تھا۔ وہ سب اٹھے اور اس حقیقت کو سمجھ کر اٹھے ع

حرم کا راز توحیدِ امم ہے۔

سردارِ دو عالم محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جوانمردوں اور مردانِ کار بوڑھوں کی پہلی فوجی مہم کے لئے ۲۰ - ۲۲ سال کے جوان اسامہؓ کو کمانڈر بنایا۔ اسامہ نے جس مہم کو شروع کیا تھا وہ مہم اسّی سال میں ایک طرف راس کماری تک پہونچی اور دوسری طرف فرانس کے دامان کوہ پیری نیز تک پہونچ کر ختم ہوئی۔

یہ زمانہ گذر گیا اور بدقسمتی کا وہ دن طلوع ہوا جب مسلمانوں کا مرکز مکہ و مدینہ کی جگہ دمشق اور بغداد قرار پایا۔ اور دین کا تخت مکہ میں اور دنیا کا تخت شام و عراق میں بچھا۔ پھر آج وہ دن بھی آیا جب مسلمانوں کی تعداد ستر کروڑ ہے اور مرکز حرم سے تعلق کا اظہار کرنے والے مسلمانوں کی تعداد صرف نو ہزار۔

کیا مسلمان محسوس کریں گے کہ اس کمی سے کتنا بڑا نقصان اسلامی مقاصد کو پہونچا ہے۔

(۱) مسلمانوں کا تعلق اپنے مرکز سے کم ہو گیا۔

(۲) اجنبی لوگوں پر یہ راز کھلا کہ مسلمان اپنے مرکز سے اتنا تعلق بھی نہیں رکھتے جتنا وہ چیونٹی جو پانی کے طوفان میں بھی اپنے زمین دوز مسکن کی طرف جاتی ہے۔ اپنے مرکز سے ربط رکھتی ہے۔

(۳) اللہ کے گھر اور جوار کعبہ میں جو امور خیر قائم ہیں بالخصوص دار العلوم حرم، مدرسہ عالیہ صولتیہ مسلمانوں کی عام امداد سے محروم رہا اور مسلمان اس گراں تر اور گراں مایہ ثواب سے محروم رہے جو دوسری جگہ سو سال کی طاعت و زہد سے بھی میسّر نہیں آسکتا۔

(۴) حجاز کے غربا جن کی زندگی کا سہارا دنیائے اسلام کی نگاہ مہر و محبت ہی اتنا بھی حاصل نہ کر سکے جو ان کو چند دن کے لئے سکون معیشت مہیا کر سکتا۔

(۵) دنیائے اسلام کے مسلمانوں کے اجتماع سے جو آپس کا تعلق اور باہمی محبت قائم ہوتی ہے۔

اس کا موقعہ نہ میسّر ہو سکا۔

کیا ہم امید کریں کہ مسلمان آئندہ سال اس سرد مہری کی تلافی کر دیں گے۔ اور امسال دوسرے طریقوں سے ان نقصانات کی تلافی کریں گے جو حجاز میں اپنی اس تعلیمی درسگاہ اور عام اسلامی مقاصد کو پہونچے ہیں۔

مرکز اسلام میں اعیان امّت کا ورود

اگرچہ امسال حج کے اجتماع میں دنیائے اسلام سے زیادہ تعداد میں حجاج نہیں پہونچے۔ تاہم آنیوالوں میں ممتاز اصحاب اور متعدد اسلامی ممالک کے اعیان نے شرکت حج کی سعادت حاصل کی۔

اس پر آشوب زمانہ میں فرض کا احساس بڑی چیز ہے۔ اور ادائے فرض کے لئے گھر سے باہر قدم رکھنا فرض شناسی کا پورا پورا مظاہرہ ہے۔

آنے والے اعیان میں امیر قطر شیخ عبد اللہ بن ثانی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ خاندان کے دوسرے ارکان اور اعیان قطر بھی ساتھ تھے۔ تیس پینتیس ۳۰ ۳۵ اصحاب کا یہ معزز قافلہ حکومت حجاز کا مہمان ہوا۔ حکومت کی طرف سے پذیرائی کے تمام پسندیدہ طریقے عمل میں لائے گئے۔

امیر موصوف براہ احسار (نجد) ریاض ہوتے ہوئے مدینہ منورہ کی حاضری کے بعد مکہ معظمہ پہونچے۔

عراقی طلباء کا وفد

یہ خبر غیر معمولی طور پر اہمیت رکھتی ہے کہ اس سال جامعہ عراقیہ کے طلباء کا ایک وفد خاص اجتماعی ہیئت کے ساتھ مرکز اسلام میں حج کے سالانہ اجتماع کے موقع پر حاضر ہوا، ان غیور اور حوصلہ مند طلباء کی آمد سے حجاز کے علمی اور اجتماعی حلقوں میں خاص چہل پہل رہی۔

مصر کے امیر الحج عوض البحراوی بک کی تشریف آوری بھی خاص طور پر وقیع تھی۔ اس کے علاوہ ممتاز حجاج میں امیر کویت کے صاحبزادگان دشیخ جابر اور شیخ صباح۔ اور ہندوستانی حجاج میں سردار مغل بازخاں ممبر پبلک سروس کمیشن لاہور۔ اور مولانا حسرت موہانی صاحب قابل ذکر ہیں۔

سعد اللہ بک الجابری

شام کے سابق وزیر اور مشہور مدبر سعد اللہ بک الجابری اور نوجوانان شام کی روح رواں استاذ سید کاظم الصلح بھی تشریف لائے۔ ان حضرات سے ملنے کے لئے بہت سے اصحاب آتے رہے اور تبادلہ خیالات کرتے رہے۔

مصری اعیان

مصر کے رجال حکومت اور اعیان ملک میں سے حسب ذیل گرامی قدر اصحاب تشریف لائے۔ محمد پاشا اللغازی اور پروفیسر لطفی بک جمعہ استاذ احمد حسین۔ استاذ عبد القادر بک مختار سابق مدیر الشرقیہ استاذ ابراہیم بک شکری، استاذ محترم شاعر جلیل رمزی نظیم سعادۃ صلاح بکت الشورابی۔ اور محمد بک الطنجی مددگار منیجر کواپریٹو بنک مصر۔

ارض مقدس میں مقدس اجتماع

حج درحقیقت وہ عبادت ہے جس کا مقصد اللہ کے نام پر اللہ کے گھر میں محض اللہ کے لئے جمع ہونا ہے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ دنیائے اسلام کے گوشہ گوشہ سے مسلمان آکر جمع ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کے اس اجتماع سے جو فائدے وابستہ ہیں۔ مسلمانوں نے بالعموم ان کو نظرانداز کر دیا ہے۔ حج کرنے سے فرض ادا ہو جاتا

ہے۔ لیکن اس فرض کی ادائیگی کا جو مقصد ہے وہ حاصل نہیں ہوتا۔ مسلمان یہ سوچ کر مرکز اسلام میں نہیں جاتے کہ وہاں اسلام کے دینی بھائی جمع ہوں گے۔ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔ ایک دوسرے سے خلوص کے ساتھ ملیں گے۔ محبت کے ساتھ ایک جگہ مل کر بیٹھیں گے۔ ایک دوسرے کی حالت سے باخبر ہوں گے۔ ہر ملک کی اجتماعی تحریکوں کے رخ کو پہچانیں گے۔ علمی اور عرفانی مفاد پر غور کریں گے۔ اور جب حج سے فارغ ہوکر اپنے وطنوں میں پہنچیں گے تو اس اجتماع کے فوائد سے متمتع ہوں گے۔

آج کل حج کی رسم موجود ہے لیکن اس کی روح غائب ہے۔ مگر آہستہ آہستہ مسلمانوں کے گم شدہ ہوش واپس آرہے ہیں۔ اور اپنی پستی کا احساس ہونے لگا ہے۔

دنیائے اسلام سے جو اعیان حج کی مبارک تقریب سے ارض حجاز میں پہونچتے ہیں وہ کسی نہ کسی درجہ میں اجتماعی آثار کا اظہار کرتے ہیں۔ عراق کے طلبہ کا آنا اور ان کی آمد کے سلسلہ میں دعوتوں کے اجتماعات۔ اتحاد و اتفاق کے جلسے۔ تعارف اور محبت کی مجلسیں مستقبل کی امید افزا صورت کو ظاہر کرتی ہیں۔

دعوتوں کی روداد اور تعارفی اجتماع

اس سلسلہ میں جو دعوتیں حجاز میں دی گئیں ان کی روداد بڑی دل خوش کن ہے۔ سب سے پہلے عالی قدر امیر فیصل کی طرف سے ایک پُر مسرت اجتماع مصر کے امیر الحج۔ سعادۃ عوض البحراوی بک اور عراقی طلبہ کے اعزاز میں ہوا۔ جو مقصد کے لحاظ سے اہم تھا۔ اس شاندار دعوت میں حکومت کے افسران اعلیٰ ممتاز حکام۔ اعیان ملک شریک تھے۔

دوسرا اجتماع شیخ یوسف یاسین مدیر شعبہ سیاسیات کی طرف سے ہوا۔ یہ عراقی طلبہ کے وفد کے اعزاز میں ایک شاندار پارٹی تھی۔ استاذ عطاء الاعظمی عراقی نے موقع کی مناسبت سے ایک تقریر کی جس نے پوری طرح دلوں کی دنیا کو متاثر کیا۔ شیخ یوسف یاسین نے میزبان کی حیثیت سے

بی تقریر فرمائی۔

آپ نے شب کو بھی دعوت فاخرہ دی جس میں عراق اور نجد و حجاز کے رجال علم و عمل شریک ہوئے۔ صاحب السعادۃ شیخ عبداللہ سلیمان وزیر مالیہ نے بھی عراق کے اعیان و طلبہ اور مصر کے امیر حج اور مصری ممتاز حجاج کو اپنے یہاں مدعو کیا۔

خان بہادر مغل باز خاں صاحب نے حکومت کے اعلیٰ افسروں۔ اور ہندوستانی۔ مصری حجاج کو دعوت دی ایک خاص اجتماع منعقد کیا۔

مصری امیر الحج عوض بحراوی بک نے مصری ہوٹل میں ایک عام شاندار چار پارٹی دی۔ جس میں اعلیٰ حکام بیان ملک کے علاوہ ہر اسلامی خطے کے سربرآوردہ حجاج موجود تھے۔ معظم امیر فیصل کی شرکت نے اس دعوت کی رونق بڑھائی۔

طلبہ کی تعارفی دعوتیں

منیٰ میں تعارف و اتحاد کی ایک پراثر تقریب میں جامعہ عراقیہ اور جامعہ مصریہ کے طلبا جمع ہوئے جن کا مقصد دونوں ملکوں کے بیدار مغز نوجوانوں میں باہمی اتصال تھا۔ دونوں پارٹیوں میں جانبین سے محبت بھری تقریریں ہوئیں۔ ممتاز اصحاب کے علاوہ عام حجاج بھی بڑی تعداد میں شریک ہوئے۔

ہندوستانی طلبا سے خطاب[۱۲]

مصری اور عراقی طلبہ نے اپنے شعور علمی اور احساس کی ایک شاندار مثال قائم کی ہے۔ کیا ہندوستان میں ہماری ممتاز درسگاہیں (مسلم یونیورسٹی علیگڈھ۔ جامعہ ملیہ۔ دارالعلوم دیوبند۔ ندوۃ العلماء لکھنو۔ حمایت اسلام کالج لاہور) بھی اس اعلیٰ مثال کی پیروی کریں گی۔ اور اپنے جوان ہمت طلباء میں مرکز اسلام سے دلچسپی

اور انکا وجود پیدا کرنے میں کامیاب ہوں گی ؟

زمانۂ حج کے عام انتظامات

حکومت سعودیہ زمانۂ حج میں ہرسال موزوں انتظامات عمل میں لاتی ہے۔ امسال بھی حجاج کی راحت کے لئے ضروری انتظام پر توجہ صرف کی گئی۔

محکمۂ امن عام نے زائرین بیت اللہ کی خدمت، آرام واطمینان اور دوسرے ضروری امور کے لئے ۲۷ مرکز جابجا قائم کر دئے تھے۔ ان میں سے ۱۵ خاص شہری حصہ میں۔ ۶ عرفات میں۔ اور ۶ مرکز منیٰ میں تھے۔ حاجیوں کے لئے بڑی سہولت یہ تھی کہ وہ بہ ضرورت کے موقع پر ان مرکزوں کی طرف رجوع کر سکتے تھے۔ اور وہاں جوافسر متعین تھے ان سے ہر مشکل کے موقع پر کام لینے میں آزاد تھے۔

صحت وصفائی

حج کے زمانہ میں حجاج کی صحت کا مسئلہ بہت زیادہ اہم ہوتا ہے۔ اس کا مدار زیادہ تر صفائی پر ہوتا ہے۔ مناسب ادویہ کا فراہم ہونا۔ ڈاکٹروں کا ہر وقت موجود رہنا اور بر وقت مریض تک پہونچنا۔ کھانے اور پینے کی اشیاء کا خالص صورت اور صاف حالت میں ملنا صحت کے اولین واجبات ہیں۔ حکومت نے اس طرف بھی خاص توجہ کی۔

۷ ذی الحجہ سے مختلف مقامات پر محکمۂ صحت عامہ کی جانب سے مختلف مرکز قائم ہو گئے تھے۔ جہاں تمام ضروری چیزیں جمع کر دی گئی تھیں۔ مکّہ سے عرفات تک جابجا طبی امداد کا انتظام تھا، ضروری دوائیں موجود تھیں پانی ضرورت کے مطابق موجود رہتا تھا۔ گشت کرنے والے ڈاکٹر چل پھر کر اپنے فرائض کو انجام دے رہے تھے۔ بیمار حاجیوں کے لئے بیمار بردار موٹر (امبولینس کار) کا خاص انتظام تھا۔ مرکزی شفاخانہ سے عرفات تک بیمار حجاج

کو موٹر میں پہونچایا گیا اور ادائے فرض کے بعد واپس شفاخانہ لایا گیا۔ امسال ایسے ضعیف اور بیمار حاجی بیس تھے۔ ان لوگوں کی خوشی کا اندازہ کرنا آسان نہیں جو وطن سے دور فرض کی ادائیگی کے لئے آئے اور بیماری کی وجہ سے مجبور ہو گئے۔ مگر حکومت کے انتظام کی بنا پر ان کو ادائے فرض کی سعادت حاصل ہوئی۔

ان انتظامات سے کتنے حجاج نے استفادہ کیا؟ اس سوال کا جواب شفاخانوں کی رپورٹ سے ملتا ہے۔ میدان عرفات میں کل حاجیوں کی تعداد پچاس ہزار ایک سو چھیانوے (۵۰۱۹۶) تھی۔ حوالی بیت اللہ سے آنیوالے (۳۳۸۵۹) تھے۔ باہر سے آنے والوں میں۔ بحری راہ سے (۹۹۱۹) اور بری راہ سے آنے والے (۱۲۲۵) تھے۔ ان میں سے (۲۸۲۹) اصحاب نے شفاخانوں کی طرف رجوع کیا اور ان کو فوری امداد بہم پہونچائی گئی۔

صحّت کے ٹیکے

یمن سے آنے والے پانچ ہزار آدمیوں کو چیچک کا ٹیکہ لگایا گیا۔ اور دوسرے علاقوں سے آنے والے (۱۲۲۵) اصحاب ایسے تھے جن کو چیچک۔ ہیضہ اور میعادی بخار سے تحفظ کا ٹیکہ لگایا گیا۔

صحّت کی عام حالت

اگر زندگی کے پیمانے سے ان تدابیر کا جائزہ لیا جائے تو نتائج بہت اچھے رہے۔ اتنے بڑے اجتماع میں صرف تین اصحاب کا انتقال ہوا۔ ان میں سے ایک صاحب کی عمر ستّر سال تھی۔ دو اصحاب متعدی امراض کا شکار ہوئے۔

کتب خانہ حرم نبوی کے لئے دلکش عطیہ

جلالۃ الملک نے حرم نبوی کے کتب خانہ کے لئے دس الماریاں تیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ یہ الماریاں نہایت

ہوئی پسندیدہ اور خوبصورت طرز پر بنائی جائیں گی۔ اور ایک دلکش ہدیہ کے طور پر کتب خانہ حرم نبوی کے لئے پیش کی جائیں گی۔

یہ پہلا موقع نہیں ہے کہ حرم نبوی کے لئے اس قسم کا ہدیہ پیش کیا جا رہا ہے۔ بلکہ بارہا اس طرف توجہ کی گئی اور اکثر مطبوعات سے کتب خانہ کی علمی قدر و قیمت میں اسی طرح اضافہ کیا گیا ہے۔

دار العلوم حرم کا سالانہ علمی اجتماع

ادعائے کمال نہیں۔ تحدیث بالنعمۃ اور اظہار حقیقت ہے کہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیت رحمت یعنی مکہ معظمہ کے دامن رحمت میں علم و حکمت کی جو نادر روزگار یادگار قائم کی ہے وہ اپنی خصوصیات کے اعتبار سے اخلاص عمل کا ایک نمونہ اور حرم محترم کی مقدس سرزمین پر رحمت الٰہی کا ایک ایسا مظہر ہے جس کی شان اور حقیقی قدر و قیمت کا اندازہ وہی احباب خیر کر سکتے ہیں جو چشم بصیرت سے اسے دیکھ چکے ہیں۔

بیت اللہ کے جوار میں ہندوستان کے اولوالعزم مسلمانوں کی عزیمت مذہبی۔ بلند حوصلگی۔ بالغ نظری اور حرم امین سے دینی ربط و اتصال کے اس کارنامہ کی شہرت عالم اسلام کے گوشہ گوشہ میں پہنچ چکی ہے۔ مرکز اسلام میں ممالک اسلامیہ کے ہر حصہ سے مسلمان آتے ہیں اور ہندوستان کی اس علمی یادگار کو حیرت کے ساتھ دیکھ کر خراج تحسین پیش کرتے ہیں، دلوں کی بات زبان پر آتی ہے۔ ہندوستان کے عام مسلمان بے خبر ہیں تو ہوں لیکن خدا کے ایک برگزیدہ بندے نے خاصان خدا کی امداد سے مکہ معظمہ میں جو کام کیا ہے جب اس کے دیکھنے کا وقت آتا ہے تو ہندوستان کے تمام مسلمانوں کے دین و ایمان پر آفرین کا نعرہ بلند ہوتا ہے، ہندوستان سے باہر اللہ کے گھر میں۔ آپ کی یہ مشترکہ یادگار سبحان اللہ و بحمدہٖ۔ ہر ملک کا آدمی آتا ہے اور اپنی جگہ اس کی ذاتی عمارتوں اور نظام عام کو دیکھ کر اس حقیقت پر غور کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ مسلمانان ہند کے علاوہ

کس ملک کے مسلمانوں کو یہ توفیق ہوئی ہے کہ حرم مکہ میں ایسا عمیم النفع تعمیری مرکز قائم کریں۔

جن خوش بخت بندوں کی پاک روحوں نے لبیک کہا ہے حاضری حرم محترم کی سعادت کے ساتھ جب اپنی اس مرکزی درسگاہ کی مقامی اہمیت سے آگاہ ہوتے ہیں تو وہ بھی خدا کی بارگاہ میں کلمۂ شکر پیش کرتے ہیں۔ بالعموم ایسے پاک دل مسلمان اس کی گذشتہ خدمات تاریخ ماضی اور امکانی جد وجہد کا اجمالی علم ہونے کے بعد خلوص قلب کے ساتھ یہ محسوس کرتے ہیں کہ خدا کے پاک گھر میں اس سرچشمۂ فیض کا قیام آیۂ رحمت ہے۔ اور یہ مذہبی جذبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نفع بخش کار خیر کی راہ سے اس کے دروازہ تک پہونچیں اور اس دنیا کی سب سے بڑی سعادت کو حاصل کریں۔

درسگاہ حرم کے کارکن جب سے اس قسم کے صادق اور نیک ارادوں سے باخبر ہوئے ہیں اس وقت سے حج کے مبارک موقع پر دار العلوم حرم کا سالانہ علمی اجتماع منعقد کیا جاتا ہے، ہر ملک کے ممتاز حجاج اس میں شرکت کرتے ہیں، ہندوستان کے اصحاب خیر۔ اصحاب علم۔ اصحاب فضل کمال تشریف لاتے ہیں۔ مدرسہ صولتیہ کے حدود میں اس کے افادی نظم، علمی ترتیب اور انتظامی شعبوں کی فرض شناسی و مستعدی کا اندازہ کرتے ہیں، اور یہ معلوم کر کے خوش ہوتے ہیں کہ قدیم مسلک کے تحفظ کے ساتھ وقت کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی امکانی تدابیر سے غفلت نہیں برتی جاتی۔

نصاب تعلیم میں اصول و کلیات دین، علوم شرعیہ اور فقہ و قانون الٰہی کے ساتھ ریاضیات و علوم اجتماعیہ کا داخل درس ہونا۔ علوم اسلامیہ اور علوم جدیدہ سے مشترکہ طور پر استفادہ کی ایک مجموعی شکل ہے، سیرۃ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تاریخ اسلام کائنات درس کے اہم عنصر ہیں۔

سالانہ جلسہ کے موقع پر اس اجتماعی معائنہ کے نتائج یہ بھی ظاہر کر دیتے ہیں کہ درسگاہ حرم کی جماعت عاملہ اور اساتذہ اخلاص و بے نفسی سے خدمت کر رہے ہیں۔ طلباء جو دنیائے اسلام کے ہر حصہ سے آئے ہوئے ہیں۔ ہمت و شعور اور صحت فکر رکھتے ہیں۔ اور آئندہ چل کر۔ اسلام اور امت کی اجتماعی حیات

کے لئے کچھ کرنے کی ضرورت سے بے خبر نہیں۔ کارکنان وخادمان مدرسہ حسب استطاعت و توفیق درگاہ حرم کے بقا کے لئے صرف بقا ہی کیلئے نہیں بلکہ مستقبل کی ترقی کے لئے کمزوریوں کے اقرار اور اعتراف تقصیر کے ساتھ اپنی حقیر سعی و کوشش سے کام لے رہے ہیں۔

اس اصول خیال اور نظریۂ فکر کے مطابق جو قدم ہر سال اٹھایا جاتا ہے اس کا ایک قدرتی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ صاحب دل اصحاب مدرسہ اور حضرت بانی مدرسہؒ کو بے ساختہ دعا دیتے ہیں اور ان کے انداز ادراک و فہم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسلام کی سربلندی۔ مسلمانوں کے عروج اور امت کے انحطاط کو دور کرنے کے لئے جس نصب العین کی تلاش میں تھے وہ ان کو مل گیا ہے جس مقصد کا تجسس تھا وہ سچے موتی کی طرح ہاتھ میں آگیا جس نسخۂ کمیاب کی ضرورت تھی وہ خدائے حکیم کے گھر میں پہونچکر حاصل ہوگیا۔ مرکز اسلام میں اس خاموش سعی کو دیکھ کر ان کے دل کا شکوہ دور اور طبیعت کا ملال کافور ہو جاتا ہے۔ اور وہ بجا طور پر یہ خیال کرتے ہیں کہ آج سے تیرہ سو برس پہلے ترقی کا جو مرکز تھا آج بھی مسلمانوں کی عالمگیر ترقی کے لئے اسی مرکز اول کے مرکز علمی کو دین و عمل اور اجتماعی نشو و ارتقاء کا مصدر و مرجع بنانا چاہئے۔

خداوند علیم و قدیر کا احسان و شکر ہے کہ ہر سال کی طرح امسال بھی۔ ان ہی تصورات کے ماتحت دارالعلوم حرم کا سالانہ علمی اجتماع ۱۵ ذی الحجہ ۵۹ھ کو منعقد ہوا، اہل علم اور ممتاز ہندوستانی۔ شامی۔ عراقی۔ مصری فلسطینی حجاج کی شرکت اور مہاجرین حرم کی موجودگی میں زیر صدارت مولانا حسرت موہانی صاحب جلسہ شروع ہوا۔

جلسہ کا افتتاح کلام پاک سے ہوا، مدرسہ کی سالانہ روداد جو اپنے مندرجات کے لحاظ سے اہم تھی اردو میں مولوی خلیل الرحمٰن صاحب مدرس شعبہ ابتدائی نے۔ اور عربی میں سید محمد بکر زوادی نے پڑھ کر سنائی۔ عام حالت اور مدرسہ کی مرکزی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ حاضرین نے جو دارالعلوم حرم کے اہم حالات سے باخبر ہونے کو اپنی سعادت تصور کرتے تھے۔ ذوق ایمان اور دلی رجحان کے ساتھ تمام رپورٹ کو سنا۔

طلباء کی طرف سے ایک بہت ہونہار چھوٹے بچے حافظ سید شاہد علی داابن سید لائق علی صاحب دہلوی

اسسٹنٹ انجنیر پاور ہاؤس ریاست جودھپور، متعلم شعبہ حفاظ قرآن نے عربی اور اردو میں حاضرین اور صدر محترم کا شکریہ ادا کیا۔

شیخ عبداللہ خوجہ مدیر شعبہ تحضیری و رکن مجلس ادارہ نے عربی میں اساتذۂ مدرسہ، ممبران مجلس ادارہ اور تمام کارکنوں کی جانب سے حاضرین جلسہ کی خدمت میں شکریہ وسپاس پیش کیا، آپ نے خاص طور پر دارالعلوم حرم کی گذشتہ خدمات اور مستقبل کے ارادوں کو واضح طور پر بیان کیا۔

سالانہ امتحان میں کامیاب طلبار کو محترم صدر نے اسناد عطا فرمائیں

مصر سے حجاز تک قریبی راہ

جریدہ اہرام نے اپنی ایک اشاعت میں یہ خبر دی ہے کہ مصر اور حجاز کے درمیان ایک ایسی سیدھی راہ دریافت کر لی گئی ہے جس کے ذریعہ تیس ۳۰ دن کی مسافت چار دن میں طے کی جا سکتی ہے۔

اب سے پہلے مصر و حجاز کے درمیان بحری راہ سے آمد و رفت ہوتی تھی۔ زمانہ جنگ کی احتیاط کی وجہ سے مسافر زیادہ تر خشکی سے آتے جاتے ہیں۔ جب ایک شخص مکہ سے روانہ ہوتا ہے تو مکہ معظمہ سے ریاض۔ ریاض سے کویت۔ کویت سے بغداد۔ بغداد سے براہ فلسطین مصر پہونچتا ہے۔ یہ طویل سفر تیس ۳۰ دن میں طے ہوتا ہے۔

جدہ کے مصری قنصل منیر بے نے اس زحمت کو محسوس کیا۔ اور اس مہم کو سر کرنے کے لئے قدم اٹھانے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے جدید و قدیم نقشوں کی امداد سے مختصر راستہ تجویز کیا۔ اور ذمہ دار افسروں کی معیت میں قنصل مصر کا یہ قافلہ جدہ سے موٹر میں روانہ ہوا۔ جدہ سے ینبوع تک تمام راستہ سات گھنٹے میں طے کیا۔ ینبوع سے موٹر کشتی میں راس غولان (جنوبی قصیر) تک ۲۷ گھنٹے میں پہونچے۔ اس کے بعد صحرائی راستہ اختیار کیا گیا۔ اور اور ۳۰۰ کیلومیٹر کی مسافت ۱۰ گھنٹے میں موٹر سے طے کر کے کوم امبو پہونچکر قاہرہ کے لئے ریل میں سوار ہو گئے۔ اور اس طرح مزید چودہ گھنٹے صرف ہوئے۔

اس زمانہ میں ہر مرکزی مقام کی اہمیت اس کے وسائل نقل وحرکت سے ہے۔ زمانہ جنگ سے قطع نظر زمانہ امن کے تعمیری کاموں کا بڑا مدار قدیم راستوں کی اصلاح نئی راہوں کی ترمیم اور جدید راہوں کی تیاری پر ہے۔ مصر و حجاز کے رجال حکومت کی یہ سعی اس اعتبار سے بھی دارائے اہمیت ہے کہ اس کا تعلق مرکز اسلام سے ہے۔ مناسب تدابیر اختیار کرنے کے بعد اس راستہ سے مصر و حجاز ہی کے لئے سہولتیں نہیں پیدا ہوں گی بلکہ دوسرے قریبی علاقوں پر اس کا مفید اثر پڑیگا۔ امید کی جاتی ہے کہ ڈاک کی نقل وحرکت کے لئے یہ نیا راستہ اور بھی زیادہ سازگار ہوگا

اگر حالات مساعد ہوں اور مصر کی طرح دوسری اسلامی حکومتیں بھی اس قسم کی ترقی پذیر عمرانی کوششوں میں شریک ہوکر اپنے فرض کے مطابق عمل کریں۔ تو تمام اسلامی ممالک کو مرکز اسلام سے اتصال حاصل ہوسکتا ہے۔ اگر مستقبل میں ایسا ہوا تو اس کے مادی فوائد روحانی منافع سے کم نہ ہوں گے۔

مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی مرکزی اہمیت

حقیقت شناس اربابِ علم وفکر کے قلم سے

اپنی ذاتی معرفت سے جہاں تک اس مدرسہ کے حالات کو میں نے بنظر غائر دیکھا اور بعض امتحانی جلسوں میں شریک ہوا مصداق اس شعر کا پایا ؎

یزیدك وجهه حسنًا　　　اذا ما زدته نظرًا

میں بہت وثوق سے کہتا ہوں کہ اس مدرسہ کا ہونا مکہ معظمہ میں اہل ہند کے حق میں اشد ضروریات سے ہے۔

مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی۔ فاروقی۔

یہ الہام غیبی تھا جو مولانا مرحوم (حضرت بانی مدرسہ) کو ہوا یہ مدرسہ ہندیہ قائم کیا اور ایسے وقت میں قائم کیا جس کی نہایت ضرورت تھی۔ اس مرکز اسلام، مقیاس توحید، دائرہ علم و دین میں قریب تھا کہ تاریکی جہالت ہیچو شب تار سب کو سوتا دیکھ کر اپنا وار کر جاتی۔

الحمد للہ کہ جس ملک (ہند) سے یہ امید موہوم بھی تھی اس نے کیا سنبھالا اور تائید غیبی سے کتنا جلد چونکا۔ اب وہ وقت ہے کہ آپ شکر کیجئے۔

خانصاحب حکیم امجد علی خانصاحب مرحوم۔ آنریری مجسٹریٹ۔ دہلی۔

[redacted]

اس میں شک نہیں کہ اہل ہند کے لئے یہ مدرسہ اس بلدۂ محترمہ میں مایۂ فخر ہے۔

الحمد للہ اس کے تعلیم یافتہ ہندوستان اور دور دور ملکوں میں اس فیض کو جاری کر رہے ہیں۔

مولانا سید شاہ محمد علی صاحب مرحوم مونگیری

(ناظم اول ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدرسہ اسلام کے ایک ایسے مرکز (سینٹر) یعنی مکہ معظمہ میں واقع ہے جس سے تمام دنیا کے اہل اسلام مستفید اور متمتع ہو سکتے ہیں۔ اور اس لئے تمام اہل اسلام پر اس مدرسہ کو اعلیٰ پیمانہ پر لانا . . . . فرض ہے لیکن خصوصاً اہل ہندوستان پر اس لئے کہ اس کے بانی مولانا مرحوم و مغفور ہندوستان کے لئے باعث فخر و مباہات تھے۔

مولانا مفتی محمد عبد اللہ ٹونکی صاحب مرحوم۔ پرفیسر اورنٹیل کالج۔

لاہور

اس مقدس مقام میں ایسے بابرکت مدرسہ کی ضرورت تھی، خداوند کریم نے اس کار خیر کی ابتدا مولوی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کرائی۔

مولوی کریم الدین حسینی صاحب

قافلہ سالار سرکار عالی، حیدرآباد۔ دکن

میرے خیال میں عالم اسلام کی تنظیم اور اس کی مرکزیت صرف عربی زبان اور علوم دینیہ کی وساطت سے ممکن ہو سکتی ہے اور اس کے لئے مکہ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ نے روز اول ہی سے مرکز بنا رکھا ہے۔

خدا غریق رحمت کرے ہمارے مولانا مرحوم کو، جس بربادی کا آج ہم ماتم کر رہے ہیں ستر سال قبل انہوں نے

اس کو محسوس کیا اور اس کی تلافی اور تدارک کے لئے اپنے وطن اور زندگی کو فدا کر دیا، کاش مسلمان اب بھی متنبہ ہو جائیں۔

مولانا محمد اکرم خانصاحب

ایڈیٹر اخبار " محمدی " ۔ کلکتہ ۔

یہ مدرسہ اس مبارک و مقدس سرزمین پر تعلیم کا کام انتہائی پیمانہ پر انجام دے رہا ہے، مدرسہ دیکھنے سے قبل اس کا اندازہ بھی نہ ہوا تھا کہ مکہ معظمہ میں ایسا مدرسہ بھی موجود ہے، لیکن اب اس کا بالکلیہ اطمینان ہوا کہ یہ مدرسہ اہل حرمین کے لئے بسا غنیمت ہے۔

مولانا محمد فیض الدین صاحب وکیل ہائیکورٹ

و قافلہ سالار سرکار عالی۔ حیدرآباد دکن

درحقیقت یہ بہت قدیم روایت (یادگار) بزرگوں کی چلی آتی ہے، اس سے بہت فیض تمام مقامات پر پہونچ رہا ہے اور ایک وقت میں اس نے جبکہ تعلیم کا سلسلہ بہت کم ہو چکا تھا تو اس سلسلہ کو زندہ کیا اور اس سے دنیائے اسلام میں ایک نئی روشنی پھر پیدا ہو گئی۔

شیخ محمد امین صاحب۔ مالک فرم امین برادرس کلکتہ۔

اللہ تعالی کا ہزار ہزار شکر ہے کہ یہ مدرسہ مکہ مکرمہ میں علم کی خدمت پورے طور سے کر رہا ہے اور اسلامی ممالک کے اکثر حصوں کے لوگ یہاں دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

مولوی سید محی الدین صاحب بیرسٹرایٹ لا۔ شریک معتمد امور مذہبی سرکار عالی حیدرآباد دکن۔

دیکھ کر مسرت ہوئی کہ مرکز اسلام میں اہل ہند کے ایثار اور ذوق خدمت اسلام کا یہ مدرسہ عملی نمونہ ہے۔ مکہ معظمہ جس کو تمام دنیائے اسلام کے مرکز ہونے کا شرف حاصل ہے ایسا مقام ہو جس کی مذہبی اہمیت کا لحاظ کرتے ہوئے اس مدرسہ کو مالی کش مکش سے مستغنی ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن عالم اسلامی کی بے حسی پر حسرت ہے۔ خداوند عمل وعلی کارکنان مدرسہ کے عزم واستقلال میں برکت عطا فرمائے کہ وہ باوجود ہمت شکن حالات کے اس سرزمین مقدس میں اسلام کی خدمت انجام دے رہے ہیں اور علوم دینیہ کی اشاعت کر رہے ہیں۔

خان بہادر سید احمد حسین صاحب رضوی

رئیس۔ لکھنؤ۔

یہ تمام ہندوستانیوں کے لئے موجب افتخار ہے کہ مولانا محمد رحمت اللہ صاحب مرحوم دہلی وآگرہ کی طرف سے اٹھے اور کلکتہ کی صولت النساء بیگم مرحومہ کے ابتدائی تیس ہزار کے سرمایہ سے سرزمین حرم محترم پر درس دینیات سلامیہ کا تخم بویا جو آج ایک شجر پر بہار کی شکل میں نظر آرہا ہے۔ اور اس بجا کوشش میں ہے کہ ایک مکمل جامعہ دینیات بن جائے جہاں سے علماء جید نکل کر علوم ومعارف کے چشمے بہائیں۔

مولانا محمد اکبر علی صاحب۔ مالک ومدیر

اخبار ''صحیفہ'' روزانہ۔ حیدرآباد۔ دکن

اشاعت دین صراط مستقیم علم پر موقوف ہے اور ہمارے علمائے دین کو انبیائے بنی اسرائیل کا درجہ حاصل ہے۔ اس لئے ایسا مدرسہ کہ جو رب العالمین کے گھر میں ہے اس کا مرتبہ ظاہر ہے۔

ہر صاحب ایمان مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ یہاں مسائل شریعت کا حل اس طرح کرے کہ اعتراض کی گنجائش باقی نہ رہے۔ کیونکہ خدانخواستہ ہم مسلمانوں کی غفلت اور کم ہمتی سے اگر علمائے امت عرب

مفقود ہو جائیں تو اسلام کی قوت رو بہ تنزل ہو گی۔

مترجم　　　　نواب مولوی عبد الجبار صاحب مرحوم بردوانی

(سابق وزیر ریاست بھوپال)

اس زمانہ میں علم قرآن کی اس لئے سخت ضرورت ہے کہ وہ روح اسلام ہے، کارکنان مدرسہ علم قرآن و قرآئت کی طرف خاص توجہ کرتے ہیں، قوی امید ہے کہ اس سے مسلمانوں کو بے شمار فوائد حاصل ہوں گے۔ فارسی مثل ہے کہ "آن چاہ بر سر چاہ" اس لئے توضیع و تفسیر، تشریح و تعلیم قرآن کے لئے ایسے برگزیدہ مقام سے زیادہ دوسری جگہ موزوں معلوم نہیں ہوتی جہاں خود قرآن اترا ہے۔

مترجم　　　　نواب سر عبد القیوم خاں صاحب مرحوم

کے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ پشاور

الحمد للہ تعالیٰ مدرسہ موصوف بکمال آبادی و زینت مزین و باعث افتخار تمامی مسلمانان ہند بودہ۔ الحق کہ مدرسۂ مذکور از فرایائے علمی و ضبطی سرآمد مدارس ایں وقت می باشد۔

علامہ سید فضل عمر صاحب - مجددی۔

نور المشایخ افغانستان۔ و سابق وزیر عدلیہ۔

یہ مدرسہ ارض مقدس میں بڑی علمی خدمت سرانجام دے رہا ہے۔ جس سے عربی و عجمی فیضیاب ہیں۔ وہاں کے تلامذہ نے ہندوستان میں آکر یہاں کے باشندوں کو بھی فیضِ علم پہنچایا ہے۔

مجھ کو مدرسہ دیکھکر علاوہ مدرسہ کے علمی خدمات کے اس پر بھی فخر ہوا کہ ارض مقدس میں یہ ہندوستانیوں

کی سعی اور خدمت کی ایک شاندار یادگار ہے۔

مولانا محمد حبیب الرحمٰن خانصاحب شروانی

نواب صدر یار جنگ بہادر (علیگڈھ)

یہ مدرسہ مکہ معظمہ میں ایک نہایت پرانا مدرسہ ہے اور شاید یہاں یہی ایک ایسی درسگاہ ہے جو باقاعدہ اور منظم طریقہ پر کام کر رہی ہے۔

مکہ معظمہ کو اسلامی تعلیم و کلچر کا مرکز ہونا چاہئے۔ اگرچہ مدرسہ صولتیہ ابھی درس تدریس کے ایک بہت بلند معیار کا دعویٰ نہیں کر سکتا لیکن ہمیں توقع رکھنی چاہئے کہ عالم اسلام کی امداد و اعانت سے یہ مدرسہ بہت جلد ایک ایسی اوّل درجہ کی یونیورسٹی کے معیار پر پہنچ جائے گا جہاں مذہب اور کلچر کی بہترین تعلیم دیجاتی ہو۔

مترجم خان بہادر مولوی عبد المومن صاحب ریٹائرڈ کمشنر

کلکتہ

عالم اسلام کے اس مرکز میں یہ شاندار مدرسہ ہندوستانی سرمایہ اور کاوشوں کا نتیجہ ہے اس لئے ہر ہندوستانی اس ادارہ پر بجا طور سے فخر کر سکتا ہے۔

ہمارا فرض ہے کہ عالم اسلام اور خاص طور پر ہندوستان کے لئے اس درسگاہ کو اسلامی تعلیم اور کلچر کا ایک زندہ مرکز بنائیں۔

مترجم مسٹر ابو الہاشم صاحب

اڈیشنل اسسٹنٹ ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن بنگال۔ کلکتہ۔

مجھے مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی خدمات اور انتظامی معاملات سے گہری واقفیت حاصل کرنے کا موقع ملا۔ جو عالم اسلام کے قلب (مکہ معظمہ) میں سب سے بڑا تعلیمی ادارہ ہے۔ اور تعلیم کا معیار اعلیٰ وارفع ہے۔

مترجم　　　مولوی ظہیر الحسن صاحب ایم۔ اے۔ رئیس کاندھلہ

ضلع مظفر نگر

مدرسہ کا نصاب تعلیم اسلامی نقطۂ نظر سے نہایت موزوں ہے اور اپنے فرائض نہایت حسن وخوبی کے ساتھ انجام دے رہا ہے۔

یہ مدرسہ ایک بین الاقوامی ادارہ کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے کہ دنیا کے ہر ملک کے طلباء بغیر کسی فیس اور شرط کے اس میں داخل ہو سکتے ہیں اور تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔

مترجم　　　خان بہادر نبی بخش آدم صاحب (مع رفقاء)

(ریٹائرڈ کلکٹر، بھروچ کاٹھیاواڑ)

یہ مدرسہ مسلمانوں کی سچی خدمت کر رہا ہے۔ دینیات و مذہبیات کی تعلیم اعلیٰ معیار پر ہے۔ میں مدرسہ کے لئے ہر قسم کی فلاح وکامیابی کا خواہشمند ہوں۔

مترجم　　　ہز ہائینس ایم۔ ناصر الملک بہادر بالقابہ

مہتر چترال۔

یہ فخر مدرسہ صولتیہ کے لئے کافی ہے کہ یہ اولین درسگاہ ہے جو حرم مکہ کی سرزمین پر قائم ہوئی اور جس سے مکہ معظمہ اور اسلامی دنیا کے دوسرے ممالک کے لئے بڑی تعداد میں ممتاز علماء تیار ہوئے۔

مدرسہ کا دور ماضی ایک روشن علامت ہے۔ اسی طرح یہ مدرسہ آنے والی تاریخ کی پیشانی پر روشن ستارہ کی مانند درخشاں رہے گا۔

مترجم علامہ محمد طیب مراکشی

مجھ کو سن ۱۳۱۶ھ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ سے واقفیت ہے۔ اوس زمانہ سے بلکہ اوس سے پہلے سے آج تک مکہ معظمہ میں منظم طریقہ پر اگر تعلیم ہوتی ہے تو وہ صرف مدرسہ صولتیہ میں ہوتی ہے۔ کارکنان مدرسہ بیش بہا خدمات علوم عربیہ کے انجام دے رہے۔

مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی

جانشین حضرت شیخ الہندؒ۔

میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے مسلمانوں کے دلوں میں اس معجزۂ قرآنیہ کے قیام کا داعیہ پیدا کیا۔ اللہ کا فرمان ہے

وانّہ لذکر لک و لقومک۔ یہ (قرآن) تیرے لئے اور تیری قوم کیلئے یادگار رہے۔

مدرسہ صولتیہ اسی ارشاد خداوندی کا مصداق ہے اس لئے کہ یہ اولین علمی درسگاہ ہے جو ام القریٰ (مکہ معظمہ) میں چند صدیوں تک علمی پسماندگی کے بعد قائم ہوئی۔

میں یہ بھی دیکھکر خوش ہوا کہ مدرسہ میں تمام اسلامی ممالک سے آرزومند طلبا تحصیل علم کے لئے آتے ہیں۔

مترجم علامہ طنطاوی جوہری مرحوم۔

مدرسہ کا حسن انتظام، ترتیب عمل اور اساتذہ کرام مسلمانوں کے لئے باعث فخر ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین و علم کی راہ میں ان غیور و باہمت علماء اور مخلصین میں اضافہ اور برکت فرمائے۔

مترجم سید محمد زبارہ الحسنی۔

وزیر دربار امام یمن

حرم کا مدرسہ جس کی چمک دمک اور وہاں کی خوبیں خود میری مشاہدہ کی ہوئی ہیں۔ کسی خوش قسمت کی یقیناً سعادت ہے کہ جس قسم کی بھی ہو سکے خدمت کا شرف اوسے ہو۔

مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کاندھلوی

حضرت نظام الدین۔ دہلی

رفیق حج

(مولفہ مولوی احتشام الحسن صاحب کاندھلوی، مولوی فاضل)

اختصار کے باوجود حج و زیارت کے متعلق تمام ضروری اور اہم مسائل آپ کو اس میں ملیں گے، فاضل مؤلف چونکہ تین بار زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو چکے ہیں اس لئے "رفیق حج" ان کے ذاتی تجربہ اور مشاہدات کا مجموعہ ہے۔ مقامات مقدسہ نیز ان کے فضائل و برکات کا تذکرہ کتاب کا اہم حصہ ہے اور تاریخی و مذہبی حیثیت سے یقیناً اس قابل ہے کہ ہر عازم حج کے مطالعہ میں رہے۔

حاضری حرمین شریفین کی سعادت جب کبھی مقدر ہو کم از کم ذکر حرم سے یاد حرم کو زندہ رکھنے کے لئے۔ اس کا مطالعہ ایمان پرور ثابت ہوگا۔

ضخامت ۱۶۰ صفحات، قیمت دس آنے (۱۰/)

کتاب مقامات ذیل سے مل سکتی ہے:

(۱) صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ۔ قرول باغ نئی دہلی (۲) مرکزی دفتر مدرسہ صولتیہ۔ مکہ معظمہ، حجاز۔

محسنوں کا ذکر خیر

مسٹر اقبال احمد صاحب (نئی دہلی) نے اپنی اہلیہ محترمہ کی جانب سے، مدرسہ صولتیہ کے کتب خانہ کے لئے صحاح ستہ کا ایک کامل مجموعہ عنایت فرمایا ہے۔ الحاج مولوی طفیل احمد صاحب کے توسط سے حدیث شریف کی یہ چھ مستند کتابیں صدر دفتر میں پہونچ گئی ہیں۔ کس قدر باعث اجر و ثواب ہے۔ یہ جذبہ! اور کتنے اچھے مسلمان ہیں وہ اصحاب جن کو اس نئے زمانہ میں بھی اپنے دینی علوم سے اتنا شغف ہے۔ ایک صاحب خیر صحاح ستہ کا مجموعہ پیش کرنے والے ہیں۔ ایک مرحومہ کی طرف سے صدقہ جاریہ کے طور پر یہ عطیہ دیا جاتا ہے۔ ایک پاک نفس بزرگ اس نیک کام میں ذریعہ خیر بنتے ہیں۔ تینوں صلات دنیا اور ثواب آخرت سے مستفیض ہوتے ہیں۔ ایک نیک کام ہے۔ مگر ثواب کی دولت مساوی طریقہ پر تین اصحاب کے دامن تک پہونچ کر رہی۔

عربی مدارس درحقیقت دین کے قلعے ہیں، طلبہ دین کے لشکر ہیں اور کتابیں ان کا میگزین۔ اگر کتابوں کا ذخیرہ اس طرح فراہم نہ ہو اور ارباب خیر اس طرح توجہ نہ فرمائیں تو علماء اسلام، اسلام و امت کی غیور فوج کو تیار کر ہی نہیں سکتے۔ مدارس کے کتب خانوں کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ حساس مسلمان اسی طرح اپنے کتب خانے، اپنی متفرق کتابیں اور خرید کردہ کتابیں مدارس کو دیتے رہتے ہیں۔ اس سے طلبہ کو تحصیل علم میں اور اساتذہ کو تعلیم و تدریس میں بڑی سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔ بظاہر بات معمولی ہے مگر حقیقتاً نتائج کے اعتبار سے بڑی اہم ہے۔ آج صدہا علماء اسلام کی خدمت کی راہ میں ہر محاذ پر اپنے لشکر کی قوت سے اسلام کو قوت بہم پہونچا رہے ہیں۔ ان کے تمام نیک کاموں کی بنیاد وہی اصحاب خیر ہیں جنہوں نے مسٹر اقبال احمد صاحب کی طرح دار العلوم حرم کے لئے کتابیں مہیا فرمائی ہیں۔ جزاہ اللہ۔

جس طرح ایک فرد کی ترقی کے ساتھ اس کی زندگی کے فرائض و واجبات اور ضروریات ترقی کرتی ہیں اسی طرح ایک ادارہ کی ضرورتیں بھی بڑھتی رہتی ہیں۔ اگر ان ضرورتوں کی تکمیل ہو جاتی ہے تو ادارہ معراج کمال پر پہونچ جاتا ہے۔ مدرسہ صولتیہ ایک عام اور معمولی سطح سے بلند ہو کر اپنے ثانوی دور میں ہے، اور باخبر اصحاب اس حقیقت سے واقف ہیں کہ اس میں زیادہ سے زیادہ ترقی کی استعداد موجود ہے۔ ایک مرکزی درسگاہ کی حیثیت سے اس کا درجہ بلند ذمہ داریاں اعلیٰ۔ فرائض غیر معمولی، کارنامے یادگار اور ضرورتیں وسیع ہیں۔ اس کی ضرورتوں کی اہمیت کا پیمانہ بیت اللہ کی اہمیت ہے۔ اس کی مرکزیت کا دائرہ کعبۃ اللہ کا دائرہ ہے۔ اس کی اہم تنظیمات کا معیار امت کی ضرورتیں اور اور تنظیم کی خواہشات ہیں۔

مدرسہ کی پہلی ضرورت وہ سرمایہ ہے جو اصحاب خیر دل کی رضا کے ساتھ۔ بغیر طلب، شکریہ و امتنان کی امید سے بالا ہو کر، نمود و نمائش سے بچ کر صدر دفتر کو ارسال کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ کتابیں ہیں جن کے بغیر تعلیم کا کام جاری رہ نہیں سکتا۔ بد قسمتی سے مسلمانوں کے گھروں میں۔ فرسودہ الماریوں۔ اور خراب و خستہ صندوقوں میں ہزارہا قیمتی کتابیں۔ بزرگوں کی کوششوں کے نمونے، اسلاف کے نادر و نایاب نوشتے۔ کار آمد قیمتی مخطوطات اور قلمی کتابیں موجود ہیں۔ اہل علم اٹھ چکے ہیں۔ جو خاندان وارث ہیں ان میں اس درجہ کا علم نہیں کہ ان سے استفادہ کیا جائے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اگلے زمانہ کی دولت اس زمانہ کے ظالم ہاتھوں میں آکر برباد ہو رہی ہے، اگر عام مسلمان اس طرف توجہ کریں اور اس قسم کے ذخیروں کو مانے ہوئے معتبر کتب خانوں میں برباد ہونے سے پہلے منتقل کر دیں۔ تو یہ بڑا عظیم الشان کام ہوگا۔

اس کام کے علاوہ دوسرا کام یہ ہے کہ ارباب خیر حصول ثواب کی نیت سے اپنے کتب خانوں سے یا دوسرے کتب خانوں سے کتابیں خرید کر کسی مرکزی درسگاہ کو پیش کریں۔ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے کتب خانہ کو اس قسم کی جو کتابیں پیش کی جاتی ہیں ان کو شکریہ کے ساتھ قبول کیا جاتا ہے۔ عام شائقین علم اور طلباء ان سے استفادہ کرتے ہیں اور اس طرح دینے والے اصحاب کے لئے صدقہ جاریہ کا سلسلہ قائم ہو جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں ہمیں یہ ظاہر کرتے ہوئے مسرت ہوتی ہے کہ حضرات ذیل نے کتب خانہ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے لئے مندرجہ ذیل کتابیں عنایت فرمائی ہیں۔ ہم ان کے شکر گذار ہیں۔

۱۔ جناب الحاج محمد نسیم صاحب عزیزاینڈ سنز صدر۔ دہلی	شرح متنبی۔ ۱۵ نسخے	شرح بانت سعاد۔ ۱۵ نسخے
۲۔ جناب قاضی تلمذ حسین صاحب ایم اے رکن دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن۔	ریاض رضوان ایک جلد	
۳۔ جناب حاجی محمد اسحاق صاحب، باڑہ ہندوراؤ۔ دہلی۔	تفسیر حقانی مع مقدمہ کامل۔ (۸ جلد) دو نسخے۔	البیان فی علوم القرآن۔ انگریزی (اردو) ۲ نسخے۔ ایک نسخہ
۴۔ جناب مہتمم صاحب دارالاشاعت تفسیر حقانی۔ بلیماران۔ دہلی	سوانح عمری رسول پاک۔ ایک نسخہ۔ برکات رمضان۔ ایک نسخہ۔	مرقع رسول۔ ایک نسخہ۔
۵۔ جناب مولوی محمد مقتدی خان صاحب شروانی مالک شروانی پریس۔ علیگڈھ	بشریٰ ایک جلد	
۶۔ جناب مولانا سید محمد غفران صاحب فاضل برکتی۔ کلکتہ	حواشی السعدی۔ ۴ نسخے۔	مالابدمنہ للفقیہ ۴ نسخے۔

مولوی محمود الحسن صاحب سکنڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول سہارنپور۔ ہماری ناچیز دعاؤں اور شکریہ کے مستحق ہیں کہ آپ نے دائرہ معاونین مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی تحریک پر لبیک کہا اور عملی شرکت فرماکر حتی الامکان اس شاندار تحریک کو پھیلانے اور کامیاب بنانے میں مدد کی، اور کچھ امدادی ٹکٹ طلب فرمائے۔ ہر انسان کے کام میں اس کے نام کا بڑا حصہ ہوتا ہے۔ مولوی محمود الحسن صاحب نے سہارنپور میں ایک محمود کام کا آغاز کیا ہے

ہر کام کی جان اجتماعیت ہے اور اجتماعیت کی روح تنظیم ہے۔ ضرورت ہے کہ سہارنپور کے مسلمان متفق ہو کر اس تحریک میں شریک ہوں۔ اسکو اپنی تعمیر تصور کریں۔ اپنی تحریک سمجھیں۔ اپنی ترقی کی بنیاد قرار دیں۔ اگر دائرہ معاونین قائم کر کے چند صادق و مخلص احباب ملکر کام کریں تو امید کے مطابق کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ سرگرمی کی یہ راہ بے کار نہیں جائیگی۔ جس تحریک کا مرکز اسلام کا مرکز ہو اس کیلئے ایک قدم بھی اٹھیگا تو قبول تک پہونچکر ہی رہے گا۔ سہارنپور ہمیشہ سے نیک کاموں کا مرکز رہا ہے۔ دین سے تعلق۔ دینی ضرورتوں کا احساس۔ مذہبی تعلیم سے شغف سہارنپور کے مسلمانوں کا حصہ ہے۔ جو حضرات اس نیک ارادہ میں مولوی محمود الحسن صاحب کی امداد فرمائیں گے شکرگذاری کے ساتھ ان کا ذکر خیر ندائے حرم کے صفحات پر ہوتا رہے گا

یوں تو سارے کام خدا کی مرضی اور اس کی عطا کردہ توفیق ہی سے ہوتے ہیں۔ تاہم انسان کا احساس۔ نیت ارادہ اور عمل خیر بھی بے شکر و سپاس رائگاں نہیں جاتا۔

بچوں کے پاک جذبات

"صحیفہ سعادت" میں چند طالب علم بچوں کے نام آپ کی نظر سے گذریں گے۔ بڑوں کی عالی ہمتی اگر قابل قدر ہے تو ان معصوموں کا یہ پاک جذبہ کس قدر قابل تقلید ہے کہ انہوں نے مکہ معظمہ میں اپنے بھائیوں کی مدد کی، مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے طلبا کی امداد میں اپنی ہمت سے کام لیا اور خدا کے گھر سے اپنے فطرتی تعلق کا ثبوت دیا۔

ان میں سے بعض نے امتحان میں کامیابی پر اپنا "ہدیہ شکر" در کعبہ تک بھیجا ہے۔ ان پاک دل بچوں کے یہ معصومانہ جذبات بڑوں کو کس حد تک درس عمل اور دعوت فکر دے رہے ہیں۔ خدا کرے باہمت بڑے اس پر غور کرنے کی زحمت گوارا فرمائیں۔

سیٹھ احمد ملا داؤد مرحوم

رنگون سے علامہ مولانا عبداللہ رشید صاحب مکی خطیب جامع رنگون نے سیٹھ احمد ملا داؤد حسین صاحب کے حادثہ ارتحال کی الم انگیز خبر ارسال کی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کے والد بزرگوار سیٹھ ملا داؤد مرحوم ایک وسیع کاروبار کے مالک اور مخیر ہستی تھے۔ ہجرت کر کے مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ عرصہ تک مدرسہ صولتیہ کے خزانچی رہے۔ آدمی باخدا۔ با اخلاص درد مند اور متدین تھے۔ ہجرت کے وقت اپنی تجارتی فرم کی ذمہ داریاں اپنے لڑکوں کے سپرد کر گئے۔ جس میں سیٹھ احمد ملا داؤد نمایاں تھے۔ افسوس ہے کہ آج انہوں نے بھی قلب کی حرکت بند ہونے سے اس دار فانی سے رحلت اختیار کی۔ مرحوم سیٹھ احمد ملا داؤد اپنے والد مرحوم کی سچی یادگار اور صحیح جانشین تھے اور اس حیثیت سے ہمیں ان سے خاص تعلق تھا۔

مرحوم سنہ ۱۹۱۴ء کی عالمگیر جنگ سے قبل رنگون میں ترکی سلطنت کے قنصل مقرر ہوئے۔ اور اعزازی طور پر باب خلافت کی خدمات انجام دیتے رہے۔ حکومت کا کام حکومت کے خزانہ کی امداد کے بغیر دشوار ہوتا ہے۔ مگر مرحوم کی فیاض اور حوصلہ مند طبیعت نے اس دشواری کا حل ہمیشہ اپنے سرمایہ سے کیا۔ انسان ہونا آسان ہے لیکن انسان کامل ہونا یعنی مسلمان ہونا مشکل ہے۔ دنیائے اسلام کی خدمت کرنا آسان نہ تھا۔ نامعلوم سازشیں بروئے کار آئیں جنہوں نے تقریباً پچاس لاکھ روپیہ کا کاروبار ختم کر دیا۔ کچھ لوگ دین کو بیچ کر دنیا کماتے ہیں۔ مرحوم نے دنیا کھو کر دین کو پایا۔

ہمیں مرحوم سے ان کے والد بزرگوار کے تعلق سے تعلق تھا۔ ہمارے دلوں میں ہمیشہ ان کی یاد باقی رہے گی۔ حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنی مغفرت اور رحمت کی وسیع جنتوں میں مرحوم کو جگہ عطا فرمائے اور ان کی روح کو ابدی مسرت سے بہرہ مند کرے۔ آمین۔

صحیفہ سعادت

معاونین کرام اور محسنوں کے اسمائے گرامی

فہرست رقوم عطیات و امداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ۔ بذریعہ صدر دفتر مدرسہ دہلی

بابت ماہ محرم، صفر و ربیع الاوّل سنہ ۱۳۶۰ ہجری

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ہر مہینہ کی فہرست اسماء معاونین کی اشاعت دوسرے ماہ کے نمبر میں ہوا کرے گی۔
مندرجہ ذیل تفصیلات میں اگر کوئی غلطی ہو تو براہ کرم دفتر کو مطلع فرمائیے باعث شکرگذاری ہوگا

نمبر شمار	نمبر رسید	جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱	۱۳۸	۲	جناب قاضی عبدالرزاق صاحب	۱۱؍	وظائف طلباء	بتوسط ڈاکٹر محمد یوسف علی صاحب بریلی بذریعہ منی آرڈر
۲	۱۳۹	〃	〃 مبشر حسین خانصاحب	عہ؍	〃	〃 〃 〃
۳	۱۴۰	〃	〃 حکیم مسیح الرحمن صاحب کلکتہ	صہ	امداد عام تعلیم	بتوسط مولانا سید حسین احمد صاحب۔ ذی منی آرڈر
۴	۱۴۱ و ۱۵۰	〃	الحاج قاضی سید نثار حسین صاحب، مہاراج گنج	سہ؍	وظائف طلبا	بذریعہ منی آرڈر
۵	۱۴۲	〃	〃 قاضی سید عبدالغنی صاحب، 〃	سہ؍	〃	بتوسط قاضی سید نثار حسین صاحب بذریعہ منی آرڈر
۶	۱۴۳	〃	〃 قاضی سید فہیم الدین صاحب، 〃	ے؍	〃	〃 〃 〃
۷	۱۴۴	〃	〃 نجیب میاں صاحب 〃	عہ؍	〃	〃 〃 〃
۸	۱۴۵	〃	〃 روجن میاں صاحب، 〃	سہ؍	〃	〃 〃 〃
۹	۱۴۶	〃	〃 جوہر میاں صاحب، 〃	عہ؍	〃	〃 〃 〃
۱۰	۱۴۷	〃	〃 برأت علی میاں صاحب 〃	لعہ	〃	〃 〃 〃
۱۱	۱۴۸	〃	〃 ولی رضا صاحب 〃	۸؍	〃	〃 〃 〃

ملاحظات	مد	رقم	نام نامی	نمبر جلد	نمبر رسید	نمبر شمار
بتوسط قاضی سید نثار حسین صاحب بذریعہ منی آرڈر	وظائف طلباء	۸ر	جناب سید شاہ عبد الباری صاحب مہاراج گنج	۲	۱۴۹	۱۲
بذریعہ منی آرڈر۔	امداد عام تعلیم	۵ر	″ چودھری رئیس الرحمن صاحب سلہٹ	″	۱۵۱	۳
″ بابت ماہ ذیقعدہ ۵۹ھ		۸ر	″ الحاج منشی انعام الحق صاحب سہارنپور	″	۱۵۲	۱۴
امداد مقررہ بابت ماہ جنوری ۴۱ء بذریعہ منی آرڈر	زکوٰۃ و وظائف طلباء	صہ ر	″ الحاج کپتان مولوی غلام محمد صاحب بہاولپور	″	۱۵۳	۱۵
بذریعہ منی آرڈر	امداد عام تعلیم	[illegible]	″ حافظ عبد الرحمن صاحب جائس	″	۱۵۴	۱۶
بتوسط مسٹر شفیق احمد صاحب دفتر حلقہ سہسرام [illegible]	″	صہ ر	″ منشی نور الحسن صاحب ضلع چمپارن	″	۱۵۵	۱۷
بذریعہ منی آرڈر۔	زکوٰۃ از وظائف طلباء	للعہ ر	″ منشی محمود علی صاحب وکیل جیپور	″	۱۵۶	۱۸
امداد مقررہ بتوسط مولوی عبد الحی صاحب عثمانی از اگست تا دسمبر ۴۰ء	″	[illegible]	″ الحاج شیخ علی احمد صاحب لاہور	″	۱۵۷	۱۹
″	″	[illegible]	″ منشی پیرجی محمد عثمان صاحب کیرانوی	″	۱۵۸	۲۰
″	″	[illegible]	اہلیہ ″ ″ ″	″	۱۵۹	۲۱
بتوسط معتمد صدر دفتر مدرسہ	امداد عام تعلیم	[illegible]	جناب محمد یعقوب صاحب اسٹیشن سپرنٹنڈنٹ دہلی	″	۱۶۰	۲۲
بذریعہ منی آرڈر	″	صہ ر	″ ایس کے عبادی صاحب کنٹریکٹر ضلع دارجلنگ	″	۱۶۱	۲۳
″	زکوٰۃ و وظائف طلباء	صہ ر	″ محمد احسن صاحب، سہارنپور	″	۱۶۲	۲۴
″	امداد عام تعلیم	[illegible]	حاجی اللہ دین صاحب کانپور	″	۱۶۳	۲۵
″	″	للعہ ر	″ حاجی سید تبارک حسین صاحب ضلع مونگیر	″	۱۶۴	۲۶
″	″	للعہ ر	″ مولانا شاہ ابو نصر عبد الحی صاحب [illegible]	″	۱۶۵	۲۷
″ بابت ماہ ذی الحجہ ۵۹ھ	″	۸ر	″ الحاج منشی انعام الحق صاحب کلرک سہارنپور	″	۱۶۶	۲۸
″	وظائف طلباء	صہ ر	″ حافظ ظفر احمد منظور احمد صاحبان ٹھیکیداران ضلع [illegible]	″	۱۶۷	۲۹
امداد مقررہ بابت ماہ فروری ۴۱ء	زکوٰۃ	صہ ر	″ کپتان مولوی حاجی غلام محمد صاحب بہاولپور	″	۱۶۸	۳۰
بذریعہ منی آرڈر۔	وظائف طلباء	[illegible]	″ زبدۃ الحکماء حکیم احمد حسن صاحب ملتان	″	۱۶۹	۳۱
بتوسط جناب مولانا حافظ محمد عفران صاحب	″	۴ر	″ اہلیہ صاحبہ جناب حافظ عبد اللطیف صاحب ضلع میرٹھ	″	۱۷۰	۳۲
″	″	۴ر	″ خواجہ بخش صاحب ہاپوڑ	″	۱۷۱	۳۳
″	″	۸ر	″ بندو صاحب ″	″	۱۷۲	۳۴
″	″	۲ر	″ محمود احمد صاحب	″	۱۷۳	۳۵

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۳۶	۱۷۴	۲	جناب والدہ صاحبہ محمد نعمان صاحب	۲ر	وظائف طلباء	بتوسط جناب مولانا حافظ محمد عفران صاحب
۳۷	۱۷۵	〃	〃 اہلیہ صاحبہ محمد نعمان صاحب	۲ر	〃	〃 〃
۳۸	۱۷۶	〃	〃 محمد عثمان خانصاحب	۲ر	〃	〃 〃
۳۹	۱۷۷	〃	〃 بلاقی صاحب (عرف نیلے)	۲ر	〃	〃 〃
۴۰	۱۷۸	〃	〃 حافظ محمد انعام اللہ صاحب	۲ر	〃	〃 〃
۴۱	۱۷۹	〃	〃 حاجی ننھے خانصاحب مدرس	۲ر	〃	〃 〃
۴۲	۱۸۰	〃	〃 ظہوری صاحب	۳ر	〃	〃 〃
۴۳	۱۸۱	〃	〃 حافظ محمد عاکفین شیخ عبدالرزاق صاحبان ضلع میرٹھ	۸ر	〃	〃 〃
۴۴	۱۸۲	〃	منجانب شیخ حافظ بخش الٰہی صاحب مرحوم سہاپور	۸ر	〃	〃 〃
۴۵	۱۸۳	〃	جناب بابو منشی محمد رضوان صاحب	۲ر	امداد عام (تعلیم)	〃 〃
۴۶	۱۸۴	〃	〃 اہلیہ صاحبہ جناب منشی محمد رضوان صاحب	۲	〃	〃 〃
۴۷	۱۸۵	〃	〃 منشی عبدالغنی خانصاحب رئیس	۸ر	〃	〃 〃
۴۸	۱۸۶	〃	〃 چودھری عبداللطیف خانصاحب	۲ر	وظائف طلباء	〃 〃
۴۹	۱۸۷	〃	〃 منشی کالے خانصاحب	۳ر	زکوٰۃ (وظائف طلبا)	〃 〃
۵۰	۱۸۸	〃	〃 مستری عبدالغفور صاحب انجنیر ملیح آبادی	صہر	امداد عام (تعلیم)	〃 〃
۵۱	۱۸۹	〃	〃 حاجی شیخ نور الٰہی صاحب ضلع میرٹھ	۸ر	وظائف طلبہ	〃 〃
۵۲	۱۹۰	〃	〃 شیخ رحمت الٰہی صاحب	۴ر	〃	〃 〃
۵۳	۱۹۱	〃	〃 شیخ محمد ادریس صاحب سوداگر ضلع میرٹھ	۸	امداد عام (تعلیم)	〃 〃
۵۴	۱۹۲	〃	〃 شیخ محمد عارفین صاحب 〃	۴ر	〃	〃 〃
۵۵	۱۹۳	〃	〃 شیخ محمد خلیل محمد ظفر محمد احمد صاحبان 〃	عہ ر	وظائف طلبا	〃 〃
۵۶	۱۹۴	〃	〃 محمد نعمان خانصاحب	۳ر	〃	〃 〃
۵۷	۱۹۵	〃	〃 مسٹر اقبال احمد صاحب نئی دہلی	[illegible]ر	〃	بتوسط جناب مولوی حافظ طفیل احمد صاحب
۵۸	۱۹۶	〃	〃 مسٹر اقبال احمد صاحب 〃		کتب خانہ مدرسہ	صحاح ستہ کامل (قیمتی [illegible])
۵۹	۱۹۷	〃	〃 مولانا شاہ ابو نصر عبدالحی صاحب فرفرہ شریف	۷	امداد عام (تعلیم)	بذریعہ منی آرڈر۔

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۶۰	۱۹۸	۲	جناب سیدہ اختر صاحبہ دختر منشی فاضل، قرول باغ نئی دہلی	۴ر	امداد عام (تعلیم)	بتوسط سید محمد اظہر صاحب
۶۱	۱۹۹	؍	الحاج سید محمد خلیل صاحب 〃	۵ر	〃	بذات خود
۶۲	۲۰۰	؍	سید محمد اظہر صاحب متعلم عربک ہائی اسکول دہلی	۸ر	〃	〃
۶۳			آمدنی دائرہ معاونین از فروخت ٹکٹ ہائے امدادی (عہ والے)	۲۶عہ	〃	معرفت مسٹر صمصام الحق، حکیم عبدالمجید و حافظ محمد یوسف صاحبان وغیرہ۔ جودھپور۔
۶۴	۲۰۵	۸	جناب سید محمد اظہر صاحب متعلم جماعت ہفتم عربک ہائی اسکول دہلی۔	۴ر	امداد عام (تعلیم)	بذات خود بابت ماہ اپریل ۱۹۴۱ء
۶۵	۲۰۶	؍	جناب سیدہ اختر صاحبہ قرول باغ نئی دہلی	۴ر	〃	〃
۶۶	۲۰۷	؍	محمد خورشید اقبال صاحب متعلم جماعت ہشتم گورنمنٹ ہائی اسکول سہارنپور	عہ ر	〃	بذریعہ ڈاک
۶۷	۲۰۸	؍	جناب الحاج منشی انعام الحق صاحب 〃	۸	〃	امداد مقررہ بابت ماہ محرم ۱۳۶۰ھ بذریعہ منی آرڈر
۶۸	۲۰۹	؍	مخدوم زادہ حافظ شجاع الدین احمد عثمانی کیرانوی متعلم جماعت ششم مجیدی مسلم ہائی اسکول دہلی	۸ر	〃	بذات خود
۶۹	۲۱۰	؍	چندہ مسلمانان بجلی گھر و کنزروینسی جودھپور	۸۴ عہ	〃	بتوسط جناب حاجی عبدالحفیظ صاحب و بابو عبدالمجید صاحبان بذریعہ منی آرڈر
۷۰	۲۱۱	؍	جناب مسٹر عبدالقدوس صاحب مسلم یونیورسٹی علیگڑھ	عہ	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	بذریعہ منی آرڈر
۷۱	۲۱۲	؍	الحاج کپتان مولوی غلام محمد صاحب بہاولپور	۵ر	〃	امداد مقررہ بابت ۱۳۶۰ھ بذریعہ منی آرڈر
۷۲	۲۱۳	؍	سید محمد احمد صاحب قرول باغ نئی دہلی	۲ر	امداد عام (تعلیم)	بذات خود
۷۳	۲۱۴	؍	عبدالمجید عبدالرحیم صاحبان سہارنپور	للعہ	〃	بذریعہ ملا عبدالکریم ولد حاجی رحیم بخش صاحب
۷۴	۲۱۵	؍	نثار احمد صاحب عطر فروش 〃	عہ ر	〃	〃 〃
۷۵	۲۱۶	؍	منشی عبدالعلی صاحب 〃	۹ر	〃	〃 〃
۷۶	۲۱۷	؍	حاجی حسین بخش صاحب 〃	۵ر	〃	〃 〃
۷۷	۲۱۸	؍	الحاج ڈاکٹر برکت علی صاحب 〃	۵ر	〃	بذریعہ ناظم صاحب مدرسہ
۷۸	۲۱۹	؍	شیخ محمد اسلم صاحب سوداگر سلطان پور	۵عہ ر	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	بذریعہ مہتمم صاحب مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور بدست مولوی احتشام الحسن صاحب کاندھلوی

ندائے حرم

عدد ۵ — **جلد اوّل**

سنہ ۱۳۶۰ھ — سنہ ۱۹۴۱ء

ماہ جمادی الاولیٰ — (مطابق جون)

طلباء سے بلا تخصیص سالانہ چندہ صرف ایک روپیہ (عہ)

ہمارا حرم

حرم ہے قبلۂ اعمالِ دنیا

حرم نے زندگی بخشی ہے ہم کو		حرم نے سلطنت بھی دی ہے ہم کو

حرم ہے مرکزِ سلطانِ امّت		حرم ہی مرجعِ رجحانِ امّت
حرم ہے مہبطِ ایمانِ امّت		حرم ہے روحِ امّت، جانِ امّت
حرم ہی کعبۂ احوالِ دنیا
حرم ہے قبلۂ اعمالِ دنیا
حرم کا آسماں، جلووں کی رم جھم!		حرم کی سرزمیں، انوار میں گم
حرم کے ماہ و انجم، ماہ و انجم!		حرم سے آج تک زندہ ہیں ہم تم
حرم ہے کعبۂ احوالِ دنیا
حرم ہے قبلۂ اعمالِ دنیا

حرم کی زندگی؟ مقصودِ گیتی! حرم کا مدعا؟ بہبودِ گیتی
حرم کی سرزمیں؟ مسجودِ گیتی! حرم کا آسرا؟ معبودِ گیتی

حرم ہے کعبۂ احوالِ دنیا
حرم ہے قبلۂ اعمالِ دنیا

حرم ہے مرکزِ عرفانِ عالم حرم ہے محورِ اعوانِ عالم
حرم ہے مسجدِ اعیانِ عالم حرم ہے روحِ ہستی! جانِ عالم

حرم ہے کعبۂ احوالِ دنیا
حرم ہے قبلۂ اعمالِ دنیا

حرم؟ اصلِ مدارِ زندگانی! حرم؟ روحِ نگارِ زندگانی!
حرم؟ وجہِ قرارِ زندگانی! حرم؟ باغ و بہارِ زندگانی!

حرم ہے کعبۂ احوالِ دنیا
حرم ہے قبلۂ اعمالِ دنیا

حامد الانصاری غازی

بصائر

ہمارا قانونِ اقتصاد

ہادیٔ اعظم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قانونِ اقتصادی کی چند دفعات یہاں درج ہیں۔

(دفعہ اول) دولت و ثروت کی کثرت سرمایہ داری نہیں۔ دولتمندی یہ ہے کہ انسان کا دل استغناء کی دولت سے مالا مال ہو۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

(دفعہ دوم) جب ایک شخص کسی ایسے شخص کو دیکھے جو اس سے سرمایہ و دولت میں زیادہ ہو تو اس کو چاہیے کہ اس شخص پر بھی نظر کرے جس کے پاس خود اس سے کم دولت ہے۔ (بخاری، مسلم)

(دفعہ سوم) انسان! جو کچھ خرچ کر دیتا ہے وہ اس کے لئے مفید مقصد ہے۔ اور جو کچھ ہاتھ میں روک کر رکھتا ہے وہ اس کے لئے موجب نقصان۔ دینے والا ہاتھ اوپر رہتا ہے اور لینے والا نیچے۔ (مسلم و ترمذی)

سرمایہ و محنت کی اس کشمکش کے زمانہ میں اگر ان تینوں دفعات ہی پر عمل در آمد شروع کر دیا جائے تو دنیا کی کتنی مصیبتیں کم ہو سکتی ہیں

تقریر کی آزادی

خلیفہ منصور کا زمانہ ہے۔ دنیا کے تختہ پر اسلامی طرز حکومت کے کچھ نشان باقی ہیں۔ حق بات کہنے والے غریب

انسان اور حق بات سننے والے سلاطین زندہ ہیں۔ رات کا وقت ہے۔ اللہ کا ایک بندہ اللہ کے گھر کا طواف کر رہا ہے۔ صورت شاہانہ۔ طرز و طور شاہانہ۔ شخصیت عظیم و جلیل۔ مگر اللہ کے گھر میں ایک معمولی پروانہ کی طرح شمع حقیقت کے گرد چکر پر چکر لگا رہا ہے۔ حال کی کیفیت ہے جو طاری ہے۔ وجد کی حالت ہے۔ جو برابر جاری ہے۔ کون ہے یہ شخص ؟ حاکم وقت۔ مسلمانوں کا حکمراں امیر المومنین خلیفۃ المسلمین منصورؔ۔

حرم کے اسی ماحول میں۔ اسی طرح پر۔ اسی جگہ ایک اور آدمی بھی خدا سے لو لگائے باتیں کر رہا ہے۔ صورت سے غریب۔ کم حیثیت۔ معمولی۔ پریشان فکر اور پراگندہ حال باتیں کر رہا ہے۔ مگر شکوہ و شکایت کی، شکوہ انسانوں کا ہے، خطاب خدا سے۔

"اے اللہ میں تجھ ہی سے شکوہ کرتا ہوں تو دیکھ رہا ہے ظلم حد سے گذر چکا ہے۔
تجھ سے بغاوت کی جا رہی ہے۔ زمین فساد سے بھر چکی ہے۔ حق پیچھے جا پڑا ہے
اور لوگ طمع میں مبتلا ہیں"

خلیفۂ وقت نے اپنے کانوں سے یہ آواز سنی خدا کے گھر میں منصورؔ کی شکایت، کانپ اٹھا۔ حکم ہوا کون ہے یہ؟ اس کو بلایا جائے۔ غریب عامی نے دو رکعت نماز ادا کی۔ حجرِ اسودؔ کو بوسہ دیا۔ منصورؔ کے سامنے آیا۔ کہا السلام علیکم۔

"منصورؔ۔ یہ کیا شکوہ ہے۔ بغاوت کہاں ہے۔ خدا کا باغی کون ہے۔ فساد کی زمین کدھر ہے" تجھے پناہ دی جاتی ہے۔ بے خوف ہو کر سچ بتا۔ کیا بات ہے۔

"غریب عامی"۔ امیر المومنین! وہ شخص جس کے دل میں طمع نے گھر بنا لیا ہے۔ جس نے حق کو پیچھے ڈال دیا ہے۔ جو حق اور فساد کے درمیان کام کر رہا ہے۔ جو حق اور سرکشی کے درمیان واسطہ ہے۔ وہ تو ہے اور تیری ذات، خدا نے تجھ کو جمہور کا ذمہ دار بنایا ہے اور تو غافل ہے۔ تو نے قلعے اور محل بنائے اور ان کے دروازے لوگوں پر بند کر دئیے ہیں۔ تیرا گورنر۔ تیرے دفتر۔ تیرے حکام رشوت لیتے ہیں۔ ڈالیاں قبول کرتے ہیں۔ اللہ کا ملک

ظلم و فساد اور طمع سے بھر گیا ہے اور تو غافل ہے۔

"منصور نے اس سے بھی زیادہ بانیں سنیں۔ وہ لرزنے لگا آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور زبان پر یہ الفاظ۔

"کاش میں پیدا نہ ہوتا۔ افسوس ہے اے نفس کتنے دھوکے میں ہے۔"

تقریر کی آزادی کا دعوی کرنے والے اور تقریر کی آزادی مانگنے والے دونوں غور کریں۔ کیا اس روشنی ترقی تہذیب اور تمدن کے زمانہ میں بھی جمہور کے حقوق اور شخصی آزادی کی کوئی ایک ایسی مثال نظر آتی ہے۔

آخرت مادہ پرست کی نظر میں

"اگر تمام انسان دنیا میں اس طرح زندہ رہیں جیسے کہ وہ آخرت کے منتظر ہیں تو مجھے یقین ہے کہ دنیا سے ان تمام شرارتوں اور مصائب و آلام کا خاتمہ ہو جائے جن میں وہ آج مبتلا ہیں اور اس طرح وہ بنیادیں منہدم ہو جائے گی جس کی وجہ سے انسان کے دل پر موت کا ڈر طاری ہوتا ہے۔"

یہ کسی خانقاہ کے بزرگ کی رائے نہیں ہے۔ نہ کسی پیشہ ور درویش کی نہ کسی عالم دین کی۔ نہ کسی عاقبت اندیش صالح مسلمان کی۔ بلکہ مصر کے مشہور مجلہ المقتطف کے دنیادار۔ دنیا ساز۔ مادہ پرست مدیر کا نظریہ ہے۔ المقتطف کے مطالعے سے صدہا مسلمان روحانیت کے منکر بنے۔ ہزاروں عرب حقیقت سے علیحدہ ہو کر ظاہر کی آنکھ سے تماشہ کرنے میں مگن ہو گئے۔ کتنے تھے جو اس کے مضامین سے متاثر ہو کر مادہ پرست دہری بنے اور اپنے حال میں انجام اور آخرت کو بھول بیٹھے۔

مصر کی مشہور ادیبہ آنسہ میّ نے مقتطف ہی میں اپنا ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں وہ لکھتی ہیں کہ ڈاکٹر یعقوب صروف نے جن کو عام و خاص سب مادہ پرست اور آخرت کا منکر مانتے ہیں۔

مرضِ موت میں آخرت کا اقرار کیا۔ اور ان الفاظ میں کیا جو شذرہ کے اوّل میں درج ہیں۔ مرنے والا تو مرچکا مگر اس کے یہ آخری الفاظ درسِ عبرت رہیں گے۔

اسلام نے آخرت کا حقیقی تصور پیش ہی اس لئے کیا تھا کہ دنیا دار لوگ اپنی ستر اسی سال کی زندگی کو زندگی کا تمام سرمایہ اور اصل زندگی کو حاصل نہ سمجھ بیٹھیں۔ خدا ترسی۔ انصاف۔ صداقت۔ معاملات کا حسن۔ حکومت کی خوبی۔ سیرت کا کمال۔ کردار کا جمال سب امور آخرۃ کے تصور پر موقوف ہیں۔ انسانی فطرت اچھی ہے لیکن انسان اپنی عادت سے اسفل السافلین میں گرنے کا عادی ہے۔ اگر اس کے دل میں یہ تصور قائم ہو جائے کہ اس زندگی کے بعد حساب وکتاب اور جزا وسزا کی کوئی زندگی نہیں ہے تو اس کو کونسی چیز شیطان سے دور رکھ سکتی ہے، آج حکومت وسلطنت کے اجتماعی دائرہ میں اور انسانی ہیئت کے انفرادی حلقہ اثر میں جو شرارتیں۔ خرابیاں۔ ہلاکتیں اور مصیبتیں نظر آرہی ہیں وہ سب آخرت ہی کے انکار کا نتیجہ ہے۔

دنیا کی دوسری قومیں آباد ہوں یا برباد۔ ہم مسلمانوں سے کہیں گے۔ کہ دنیا کے انقلاب اور ان کے نتائج سامنے ہیں۔ انقلاب سے پہلے عشرت کا دور ہوتا ہے۔ اس دور میں جو لوگ غافل رہتے ہیں انقلاب کے بعد ان کو اپنے کیے کی کافی سزا ملتی ہے۔ یاد رکھیں کہ ایک بڑا انقلاب آنے والا ہے۔ اگر انہوں نے دنیا کی زندگی میں غرق ہو کر آخرۃ کے انقلاب کو فراموش کر دیا تو آخرت کا مواخذہ ان کو معاف نہیں کرے گا۔

عباسی خلفاء میں سے ایک خلیفہ، مردِ باخدا ابوحازم سے ملنے گیا، زر وجواہر نذر کے لئے ساتھ تھے۔ خدا کے فقیر نے ملنے سے انکار کر دیا۔ سلطان نے مجبور ہو کر اندر کہلا کر بھیجا۔ اتنی دور سے حاضر ہوا ہوں۔ عیش کو چھوڑ کر سفر کی صعوبت برداشت کی تھی۔ صرف اس لئے کہ زیارت کروں۔ نصیحت پاؤں۔ کچھ نصیحت فرما کر رخصت کر دیجئے۔ ابوحازم نے اندر سے کہلا بھیجا:۔

"دنیا تیرے ظلم اور جور سے بھر گئی تو جمہور کا مال لوٹ کر اونٹوں پر لاد کر میرے

لئے لایا ہے۔ جا۔ یہ غریبوں کا مال ہے۔ غریبوں کو تقسیم کر دے"۔

سلطان وقت کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ زار و قطار رونے لگا۔ سلطان نے پھر کہلا کر بھیجا ایک نصیحت آپ نے کی اب ایک بات میں آپ سے دریافت کرتا ہوں۔ اس کا جواب عنایت ہو جائے۔

"ہم لوگ موت سے ڈرتے ہیں! کیوں ڈرتے ہیں؟ آپ لوگ موت سے نہیں ڈرتے۔ موت کی آرزو کرتے ہیں۔ کیوں نہیں ڈرتے اور کیوں ایسی آرزو کرتے ہیں"؟ جواب آیا

"تمہاری دنیا آباد اور آخرت برباد ہے۔ تم کو آبادی سے ویرانے میں جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔

ہماری دنیا ویران اور آخرت آباد ہے۔ ہمکو ویرانے سے آبادی میں جانیکی تمنا رہتی ہے"۔

کیا اس واقعہ میں ان لوگوں کے لئے کوئی عبرت ہے جو بھولے سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ اس زندگی کے بعد کوئی زندگی نہیں ہے اور ان پر خدا اور رسول کے کاموں۔ اور نیک کاموں میں حصہ لینے کی کوئی ذمہ داری نہیں۔

انصاف کی تاریخی مثال ــــ

اسلامی حکومت کا شاندار دور ہے۔ بغداد عروس البلاد کے نام سے موسوم ہے۔ ایشیا۔ افریقہ اور یوروپ میں مسلمانوں کا سکہ جاری ہے۔ بغداد کروڑوں دلوں پر حکومت کر رہا ہے۔ لاکھوں دماغوں کو مرعوب کئے ہوئے ہے۔ یوروپ میں۔ بغداد کے حکمران کا نام عزت سے لیا جاتا ہے۔ معمولی قاضی کے لفظ کا وہ رتبہ ہے جو آج بڑے سے بڑے ہائیکورٹ کے جج کو نصیب نہیں۔

خلیفہ المہدی۔ تن تنہا۔ اپنے محل سے روانہ ہوتا ہے۔ بصرہ کے قاضی کی عدالت میں پہونچتا ہے۔ اور مدعی کی حیثیت سے مقدمہ پیش کرتا ہے۔ قاضی عبیداللہ بن الحسن عنبری کرسی عدالت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک طرف المہدی ہے اور دوسری طرف بصرہ کی نہر معات کے کاشتکار ــــ غریب کسان!

قاضی نے مقدمہ کی سماعت کا آغاز کیا۔

"قاضی"

امیرالمومنین! کیا دعویٰ ہے

"المہدی" میرا دعویٰ یہ ہے۔ زمین اللہ کی ہے نگرانی ہماری ہے۔ حق تمام مسلمانوں کا ہے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ فروخت ہوا اور اس کا سارا روپیہ تمام مسلمانوں کے لئے اور ان کی ضرورتوں پر خرچ نہ کیا جائے۔ ان لوگوں نے نہر مرعات کی زمین پر قبضہ کر لیا ہے۔ اگر امام اس بات کو نظر انداز کر دے تو دوسرے کیا نہیں کریں گے۔

"قاضی" آپ نے دعویٰ سن لیا۔ جواب دعویٰ پیش کیجئے۔

"مرعات کے کسان" جناب، مرعات کی نہری زمین ہماری خاص ملک ہے، ہمارے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک قانونی نظیر ہے۔ آپ نے قانون مقرر کیا تھا جو شخص بنجر اور بے آباد زمین کو آباد کرے وہ اسی کی ہے۔ نہر مرعات کی زمین مردہ تھی ہم نے اس کو پانی دیکر زندہ کیا۔ قبضہ ہمارا ہے۔ ملک ہماری ہے۔

اس اثنا میں فریقین میں جھڑپ ہو پڑی المہدی نے سنبھل کر حدیث کو سنا اور کہا۔ میں نے قانون نبوت کو سن لیا۔ میں تسلیم کرتا ہوں۔ اس کی اطاعت کرتا ہوں۔ مگر مجھے اس سے انکار ہے کہ زمین بنجر تھی۔ نہری زمین بنجر ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر وہ اس کا ثبوت پیش کریں تو میں اس کو تسلیم کر لوں گا۔ کسان لوگ کوئی ثبوت نہیں پیش کر سکے۔ مگر قاضی کے انصاف نے یہ محسوس کیا کہ کسانوں کی رعایت کی جائے۔ اس نے کاشتکاروں کی طرف رخ کیا اور اس بات پر گفتگو شروع کی کہ فیصلہ تمہارے موافق اور خلیفہ کے خلاف ہو تو قرین انصاف ہوگا۔

اسی اثنا میں فریقین میں پھر چپقلش شروع ہو گئی۔ فیصلہ ہو چکا تھا مگر سنایا نہ جا سکا۔ المہدی بہت آزردہ خاطر ہوا۔ فریقین مقدمہ منتشر ہو گئے۔ المہدی نے قاضی کو معزول کر دیا۔ مگر اس فرمان کے ساتھ۔

"میں قاضی کو کبھی علیحدہ نہ کرتا اگر وہ فیصلہ میرے خلاف کرتا اور فیصلہ میں یہ لکھتا کہ حق میرے ساتھ ہے۔ فیصلہ انصاف کی مصلحت اور کسانوں کے حق میں ہے۔"

جمہوریت۔ پریوی کونسلوں اور ہائیکورٹوں اور کسانوں کی تحریکوں کے اس دور سے پہلے کیسی کیسی مثالیں تاریخ

میں موجود ہے۔ بادشاہ قاضی کی عدالت میں ہے۔ عدالت میں ایک فرمانروا اور غریب کا مرتبہ یکساں ہے۔ فیصلہ حکومت کے خلاف اور کسانوں کے حق میں۔ پھر بادشاہ اپنے خلاف فیصلہ سننے کے لئے تیار :

خطابِ عام

دائرہ معاونین کی تحریک کا عملی آغاز

لکھنؤ میں مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی مجلس امداد کا قیام

بہشتے بہر اربابِ ہمم ہست　　بہشتے بہر پاکانِ حرم ہست

بگو با مسلمِ ہندی کہ خوش باش　　بہشتے فی سبیل اللہ ہم ہست

اقبال

"دنیا میں اس انسان سے زیادہ کوئی خوش قسمت نہیں جو اپنا ایک مرکز رکھتا ہے۔ پھر اس کے لئے اٹھتا ہے، جدوجہد کا قدم بڑھاتا ہے، کام کرتا ہے، جیتا ہے اور جان دیتا ہے"

غازی

افراد کا ایک مرکز پر جمع ہو جانے کا نام۔ وحدت و اخوت ہے۔ دنیا میں تمام مقاصد کی کامیابی اسی یکجائی اتحاد پر مبنی ہے، قرآن حکیم نے اسی اتحادی رشتہ کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

واعتصموا بحبل اللہِ جمیعًا۔　　اللہ کے سلسلہ پر سب جمع ہو جاؤ۔ اور فرقہ فرقہ ہو کر

ولا تفرقوا۔　　علیحدہ علیحدہ نہ بنو۔

اللہ کے نام پر، اللہ کے کام پر، اللہ کے واسطے، اللہ کے بندوں کے واسطے بھائی بھائی بنکر مردانِ طلب کا ترقی کی

راہ پر گامزن ہوکر پیش قدمی کرنا۔ قانونِ اُخوت ہی دنیا میں اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے اس قانون کو جاری کیا، یہ قانونِ وحدت ہی تھا جس نے مکہ کی غربت کو مدینہ کی حکومت سے بدل دیا، اور مسلمانوں کو نصف دنیا پر سلطنت کرنے کا موقعہ دیا، اسلام کا حکم تھا کہ "تم سب اللہ کے بندے اور بھائی بھائی ہوجاؤ" مسلمانوں نے اس حکم کو زندگی کا قانون تصور کیا اور اس قانون نے ان کو وہ درجہ عطا کیا جو تاریخ عالم میں بے مثال تھا۔

چند انسانوں کا کسی عظیم الشان مقصد پر جمع ہوجانا اور مقصد کے لئے "تعاون باہمی" کے اصول کو اصول عمل اور حکمت عملی کی بنیاد قرار دینا۔ قانون تعاون ہے، یہ قانون تہذیب کی اصل اور تمدن کی بنیاد ہے، ایک انسان کو دوسرے انسان کی ضرورت ہے، ایک فرد کو دوسرے فرد کی حاجت ہے، ایک جماعت دوسری جماعت سے وابستہ ہے، اگر ان باہمی ضرورتوں اور تعلقات کی تنظیم کی صورت نہ پیدا ہوسکی، اور کسی قوم کے افراد نے قانون تعاون کے تصرف کو قبول نہ کیا ایک شخص نے کام شروع کیا دوسرا دیکھتا رہا، ایک فرد ایک بلند مقصد کو لیکر اٹھا اور دوسرا پست درجہ کی سرمایہ داری سے ابھر کر تعاون پر آمادہ نہ ہوا تو وہ بلند مقصد اول تو بر روئے کار آ ہی نہیں سکتا، اگر آئے بھی تو پراگندہ روزی پراگندہ حال! فرد اپنی جگہ بے آبرو رہیں گے اور قوم اپنی جگہ عزت و اقتدار سے محروم۔۔!

اسلام نے عالمگیر برادری کو جن بنیادوں پر قائم کیا تھا وہ وحدت۔ اخوت۔ تعاون ہیں، یہ تینوں تنظیمی دستور اپنی اپنی جگہ اہم ہیں۔ لیکن ان تینوں میں قانون وحدت کو اساسی اہمیت حاصل ہے۔ اب مسلمانوں کے حال پر نظر کیجئے۔ دنیا کا اقتدار ان کو دیکر لے لیا گیا۔ تہذیب و تمدن کے معراج پر پہونچا کر ان کو واپس بلا لیا گیا، اقدام و ترقی کے عوامل کو ان کے قبضہ میں دیکر پھر لے لیا گیا، اس پراگندگی اور انحطاط کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ مسلمانوں نے وحدت، اُخوت اور تعاون کے قانون کو قبول کرکے اس سے انکار کردیا، قولاً بھی اور عملاً بھی۔ کس قدر ظلم ہے کہ آج کسی بلند مقصد کو مقصد قرار دینا۔ کسی مقصد کے لئے کام کرنا کسی نیک کام کو لیکر اٹھنا، انسانی عزیمت کو مصیبتوں، مشکلوں، ذلتوں اور ناکامیوں کے کانٹوں میں گھسیٹنا ہے، ایک کام کرنے والی جماعت محض مسلمانوں کی ترقی کے لئے علمی اور عملی اسکیم ہاتھ میں لیکر اٹھتی ہے اور مسلمان ہیں کہ ان کے دلوں میں۔ دماغوں میں۔ نگاہوں میں اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں نکلتی،

جمادی الاولیٰ سنہ ۶۰ھ ندائے حرم

گذشتہ اشاعت میں "دارالعلوم حرم" کے لئے دائرہ معاونین کی تحریک کا تفصیلی تذکرہ آچکا ہے لیکن ملک کے طول وعرض میں کتنے دردمند اور ارجمند انسان ایسے ہیں جنہوں نے اس کا مطالعہ کر کے اس عظیم و جلیل مقصد کے لئے تعاون کا احساس کیا جو سڑسٹھ[۶۷] سال سے اسلام کے مرکز میں مسلمانان ہند کے مذہبی احساس اور دینی حمیت کی روشن دلیل ہے۔

ہماری آواز آپ کے لئے، آپ کے حلقہ اثر کے لئے، اور ہر مسلمان کے لئے بیداری کی آواز ہے۔ زندگی اور ترقی کی آواز ہے۔ علم وشعور کی آواز ہے، کل آپ نے اس کو نہیں سنا آج سنئے، کارکنان صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) ۔دہلی سے دریافت کیجئے۔ کہ دائرہ معاونین کیا ہے اور اس کا خدا کے گھر سے کیا تعلق ہے اور ہمیں بتائیے کہ آپ اس عظیم مقصد کے لئے۔ کس حد تک اور کس طرح تعاون کر سکتے ہیں۔

ہماری زندگی کی جولانگاہ میں پہلی شے مطمح نظر ہے۔ دوسری چیز مرکز۔ تیسری مرکز کی خدمت کے لئے قوم کے ہر فرد کا ایک وحدت پر پہونچکر گم ہو جانا اور چوتھی شے مرکز کے لئے عمل کے لشکر کو حرکت دینا۔ اس کے بعد پانچویں اہم اور آخری چیز خدا کی توفیق ہے جو ہر کام کی اصل اور خدمت کی بنیاد ہے۔

کتنے خوش قسمت تھے وہ مسلمان جنہوں نے اللہ کو اپنا مطمح نظر قرار دیا، اللہ کے گھر کو مرکز حیات بنایا، اللہ کی قوم اور جماعت میں داخل ہو کر اپنی مرکزی وحدت کو دنیا سے منوایا۔

کتنے بدقسمت ہیں وہ مسلمان جنہوں نے ایک ایک چیز کو چھوڑا۔ اللہ کے گھر سے بے تعلقی کو گوارا کیا، اتحاد کی جگہ اختلاف کو اپنا مرجع بنایا، آپس کے تعاون سے ہاتھ اٹھایا اور آخر کار ناکامی کے ہاتھ سے ہاتھ جا ملایا۔

کتنے نیک بخت تھے وہ مسلمان جن کے پاس کچھ نہ تھا اور انہوں نے سب کچھ پایا، کتنے بے بہرہ ہیں ہم مسلمان جن کے پاس سب کچھ تھا اور جنہوں نے سب کچھ ضائع کر دیا، ہم نے دیکھا کہ دنیا کہیں سے کہیں پہونچ رہی ہے، دنیا کی قومیں کچھ سے کچھ بن رہی ہیں، دنیا کے کارفرما افراد زمین سے آسمان تک پرواز کر رہے ہیں مگر ہم یہی کہتے رہے ؎

لے اڑا کام اپنا پروانہ
ہائے ہم بال و پر نہ رکھتے تھے

للہ الحمد ۔ وقت نے اصلاح حال کے پیغام کو قبول کیا۔ زمانہ نے تبدیلیوں کی آواز کو سنا، امت کے سرداروں نے امت کے جسم سے سرد مہری اور غفلت کے لباس کو اتار پھینکا، جہل کو عام دیکھا تو علم کی طلب عام ہوئی، پستی کو دیکھا تو عروج یاد آیا۔ بربادی کو دیکھا تو آبادی کا تصور پیدا ہوا۔ ویرانی کو دیکھا تو مرکز سے وابستگی اور گھر کا خیال پیدا ہوا۔ ؎

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے
دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

ہندوستان کے گذشتہ عصر انقلاب میں چند برگزیدہ ہستیاں پیدا ہوئیں، جنہوں نے مسلمانوں کی نبض پر ہاتھ رکھا، آنیوالے حوادث کا جائزہ لیا، ماضی کو حسرت سے دیکھا اور حال کی سطح پر اساسی کاموں کا آغاز کر دیا، یہ حضرات جن کی زندگیاں عام طور پر مسلمانوں کے سامنے نہیں ہیں مسلمانوں کے اصل رہنما اور اسلامی زندگی کے حقیقی زعما تھے، ان ہی اولوالعزم افراد میں حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو ہندوستان سے اللہ کے جوار میں پہونچے۔ اور آج سے سو برس قبل "مدرسہ صولتیہ ہندیہ" کے نام سے ایک ایسا مرکزی دارالعلوم قائم کیا جو اس وقت بیت اللہ کے دائرہ میں، پورے جزیرۃ العرب میں سب سے بڑی دینی درسگاہ ہی حضرت بانی مدرسہ علیہ الرحمۃ کے دور میں اساسی کام ہوتا رہا، — یہ دور مدرسہ صولتیہ کا "دور رحمت" تھا۔

حضرت بانی علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد ان کے سچے جانشین حضرت مولانا محمد سعید صاحب مرحوم نے اس عظیم الشان کام کو اپنے ہاتھ میں لیا، سنہ ۱۳۰۸ھ سے ۱۳۵۷ھ تک یعنی نصف صدی تک اس مرکزی درسگاہ کی جاں بازانہ خدمت انجام دی، مدرسہ کا یہ دور — "دور سعادت تھا۔"

اس کے بعد مولانا محمد سلیم صاحب نے دارالعلوم حرم کی نظامت کی زمام اپنے ہاتھ میں لی، ایسے وقت میں جبکہ

زندگی کے ہر شعبہ میں خطرات کے آثار نمایاں ہیں، جنگ نے دنیا کے امن کو چیلنج دے رکھا ہے۔ اور تعمیری کام کرنے والے اداروں کے لئے زندگی کے اسباب اور زندہ رکھنے والے عوامل سے ربط رکھنا دشوار ہوگیا ہے، نقل و حرکت کے وسائل کے باوجود ہر کام میں مشکلات، ہر حرکت میں سکون اور ہر جدوجہد میں سکوت نظر آتا ہے، دوسرے اداروں کی طرح حرم محترم کے اس مرکزی دار العلوم کو بھی اپنے بقا و تحفظ اور سلامتی کے لئے ہندوستان کے مسلمانوں کو ان کا فرض یاد دلانا پڑا، اس طرح موجودہ دور قدرتاً "سلامتی" کا دور بن گیا۔

"محسنوں کے ذکر خیر" میں آپ لکھنؤ میں "دائرہ معاونین مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ" کے قیام کی پُرمسرت خبر ملاحظہ فرمائیں گے، لکھنؤ کے بلند نظر اور برگزیدہ اصحاب اپنے سچے احساس کا ثبوت پیش کر چکے ہیں، اب لکھنؤ کے عام مسلمانوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے عمل سے اس کی تائید کریں،

دنیا کا ہر بڑا کام جدوجہد کا مطالبہ کرتا ہے۔ حرم محترم کے قدیم مرکزی دار العلوم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی بقا و تحفظ کا مسئلہ معمولی نہیں ہے، یہ کام ہمارے ایمان کا جز ہے اور ہمارے سالانہ امتحان کا جواب ہے، اگر ہم خدا کو چھوڑ کر دین و دنیا میں سرخرو نہیں ہو سکتے تو خدا کے گھر کے علمی مرکز سے بے ربطی ظاہر کر کے کس طرح کامیاب ہو سکتے ہیں، نیک کاموں میں شرکت سے سرمایہ میں جو کمی ہوتی ہے قرآن کریم اس کو (نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ) قرار دیکر امتحان سے تعبیر کرتا ہے۔ پھر جو نیک دل بندے اپنے دل کے جبر پر غالب آجاتے ہیں تو قرآن کریم ان کو بشارت دیتا ہے۔ اِدھر روپیہ میں کمی ہوئی اُدھر خدا کی رضا اس کو پورا کر دیتی ہے، انسان ایک ہاتھ سے دیتا ہے دوسرے ہاتھ سے دوگنا لیتا ہے۔

لکھنؤ میں "دائرہ معاونین" کا قیام ایک مبارک کارنامہ ہے، کام کرنے والے ذمہ داری لے چکے ہیں۔ ان سے تعاون کرنا۔ عام مسلمانانِ لکھنؤ کی ذمہ داری ہے۔

اس زمانہ میں وہ قوم جس کے ہاتھوں میں ایک اولوالعزم اور کارفرما جماعت موجود ہو بہت ہی خوش قسمت ہے۔ ہر نصب العین کے لئے عمل کی ضرورت ہے اور ہر عمل کے لئے اہل عمل کی، خداوند قادر و علیم کا شکر ہے کہ لکھنؤ کے دماغ نے نصب العین کی روح کو محسوس کر لیا ہے۔ اب ضرورت ہے کہ ہر مسلمان برابر کی قوت بن کے اُن اصحاب کے ساتھ کام کرے جو

ل و دماغ کی طرح ہر کام کرنے کے لئے تیار ہیں۔

لکھنؤ کے باہمت مسلمان ہمارے علم اور شائستگی کے امانت بردار ہیں ان میں زندگی کے آثار ہیں، بیداری اور عقل شعور ہے، وہ فرض کو پہچاننے کی استعداد رکھتے ہیں، ان میں مقصد کا ہوش اور عمل کا جوش موجود ہے، وہ شہر جس کا ہر گوشہ علم و معرفت کی کتاب کا ایک صفحہ رہ چکا ہے اور جس کے ماحول میں آج بھی علم کی طاقت جہل پر غالب آنے کے لئے منظم جدوجہد کر رہی ہے اور جس کی مذہبی قوت لامذہبیت کے ہاتھ کو آگے بڑھنے سے روک رہی ہے جہاں اس وقت بھی علماء، صلحاء، مبلغین، مصنفین، اور خدام دین متین کی جماعتیں تیار ہو کر تمام ہندوستان میں پھیل رہی ہیں۔ ایسا سرگرم عمل تاریخی شہر۔ حرم مکہ کے تاریخی دار العلوم کے مطمح نظر اور اس سے پیدا ہونیوالی ذمہ داریوں سے آنکھ بند نہیں کر سکتا۔

یقین کا تعلق دل کی پاکیزہ سرشت سے ہے ہمیں امید ہے اور یقین بھی کہ لکھنؤ میں دائرہ معاونین کا قیام انشاء اللہ زبردست نتائج پیدا کرے گا۔ کارکن ہستیاں کام پر مستعد ہیں۔ ایک ایک مسلمان آئے اور معاون بن کر اپنی ذمہ داری کو پورا کرے، ہر مسلمان کا پہلا کام یہ ہے کہ وہ اصل مقصد کی عظمت پر غور کرے اس کے بعد یہ سوچے کہ دنیا کا کوئی کام اگر امداد کے بغیر نہیں ہو سکتا تو اللہ کے گھر میں علم و عرفان کا یہ مرکز باہمی امداد کے بغیر کیسے اپنا کام جاری رکھ سکتا ہے۔ اس حقیقت پر بھی نظر کیجئے کہ مدرسہ صولتیہ ستر سال سے کعبۂ اسلام اور قبلۂ ایمان کے جوار میں اپنا کام کر رہا ہے، آپ خدا کے حکم سے نیک کاموں میں آخرت کے لئے سرمایہ لگاتے ہیں، خدا کی دی ہوئی دولت کا حق ادا کرتے ہیں، غریب عزیزوں کی خبر گیری کرتے ہیں، یتیموں، فقیروں، لاوارث عورتوں پر رحم کھاتے ہیں، مسجدوں، خانقاہوں اور تکیوں کی حفاظت کرتے ہیں، اگر یہ سب آپ خدا کے حکم سے کر رہے ہیں تو کیا آپ پر خدا کے گھر کی کوئی ذمہ داری نہیں؟ کیا بیت اللہ کا کوئی حق آپ پر نہیں ہے؟ کیا حرم مکہ میں اپنی مشترکہ قومی اور دینی درسگاہ اور مرکزی دار العلوم کا کوئی حصہ آپ کی دولت میں نہیں ہے؟ یقیناً اس بے تعلقی کو آپ گوارا نہ فرمائیں گے۔

عالی ہمت مسلمانان لکھنؤ کے لئے مسرت کی بات ہے کہ لکھنؤ نے آغاز کار کا شرف حاصل کیا ہے، دائرہ معاونین

کا قیام ایک اساسی کام کی ابتدا ہے۔ ایک نیک کام کا آغاز ہی بہت مبارک اقدام ہے لیکن آغاز کے بعد اس کی تکمیل ایک ایسا فرض ہے جو باہمی امداد سے پورا ہوگا، فرض شناسی کا معیار ابتدائے کار نہیں انجام کار ہے، لکھنؤ کے غیور مسلمان ہمارے مخاطب ہیں، ہم ان سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ بذات خود معاون بنیں اپنے حلقۂ اثر میں جماعت معاونین پیدا کریں، اپنے اقربا، اپنے احباب اور اپنے حلقۂ عمل میں اس تحریک کو روشناس کرائیں۔ یہ خدا کے گھر کا کام ہے اس پر عملی توجہ فرمائیں، ساکنان حرم سے دعائیں اور خداوند کریم سے اجر عظیم پائیں ؛

سرزمین حرم پر اپنی قومی سرشستہ سالہ یادگار مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے حالات سے واقفیت خدا کے گھر سے آپ کے دلی تعلق کا ثبوت ہے۔

اس لئے

صدائے حرم

مدرسہ کی سالانہ رپورٹ اور اہم گذارشات

ندائے عام

مدرسہ کے اجمالاً تاریخی حالات کا مجموعہ

بیان حال

مدرسہ کی عام موجودہ حالت تفصیلی طور پر۔

زبان حال

مشاہیر کے قلم سے اردو، عربی، فارسی، انگریزی میں مدرسہ کی پچاس سالہ سرگذشت ؛

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، قرول باغ نئی دہلی سے یہ اہم کتابیں طلب فرمائیے جو ہدیتاً آپ کی خدمت میں پیش کی جائیں گی ؛

بیت اللہ کی تاریخ

عہد ابراہیم ۔۔ سے ۔۔ عہد محمدی تک

(۱)

زندگی و بیداری کے وہ عوامل جنہوں نے اسلام اور مسلمانوں کو ایک اجتماعی نصب العین پر جمع کر دیا ہے ان میں بیت اللہ ایک تاریخی اہمیت اور عظمت رکھتا ہے۔ علامہ ابن خلدون اور امام شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں کہ انسان اجتماعی فطرت رکھتا ہے۔ ہر انسانی جماعت کے لئے ایک رقبہ زمین کی ضرورت ہے اور ایک مرکز کی۔ عصر جدید کے علماء اجتماعیات بھی ان نمایاں حقیقتوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ مشہور جرمن عالم جے کے بلنچلی اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ ہر قوم کے لئے ایک حصہ زمین کی ضرورت ہے۔ وہ یہ بھی مانتا ہے کہ انسانیت کا عالمگیر احساس۔ ہمہ گیر اجتماعی فطرت پر مبنی ہے جو ایک مرکز پیدا کرنے کی متلاشی رہتی ہے۔

امام غزالی اور عصر دوم کے تمام علماء اسلام اور سیاسی فلاسفر۔ جن میں علامہ ماوردی۔ امام راغب اصفہانی کا نام نامی نمایاں ہے۔ انسان کی اجتماعی فطرت کو انسانی تمدن کی اصل قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک انسانیت عامہ کی انفرادیت تمدنی واجبات کو پورا کر ہی نہیں سکتی جب تک ایک اجتماعی ہیئت قائم نہ ہو اور اس اجتماعی ہیئت کا ایک اجتماعی مرکز نہ ہو۔

مسلمان۔ اس کائنات کے دائرہ حیات میں منتخب روزگار جماعت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک بلند اور بالاتر وجود نے ان کو دنیا میں سے چھانٹ کر اپنے لئے خاص کیا ہے۔ وہ سب مل کر جمع ہو جائیں تو ایک امت بن جاتے ہیں۔ امت

کے معنی ہیں۔ ایک قوم۔ صرف قوم ہی نہیں عالمگیر قوم۔ صرف عالمگیر ہی نہیں خدا ترس۔ قانون کی مطیع۔ حکم کی پابند صالح اور صلاحیت مند۔ دیندار قوم۔ اللہ کی مرضی ساری دنیا کی مرضی ہے۔ یہ اسکی مرضی کا منتہائے کمال تھا کہ اُس نے اسلام کو ظاہر کیا۔ مسلمانوں کو اپنی جماعت قرار دیکر حزب اللہ کا نام دیا۔ ابراہیمؑ سے نسبت دیکر ملّۃ ابراہیم کے نام سے متعارف کرایا۔ اور تمام کائنات پر یہ ظاہر کردیا۔

"یہ عالم! یہ نظامِ عالم! یہ زندگی اور اس زندگی کے تمام اجزائے ترکیبی مسلمان کے لئے ہیں اور مسلمان اللہ کے لئے"

ہر انسانی سوسائٹی کا ایک مرکز ہوتا ہے۔ وہ اس مرکز سے وابستہ رہتی ہے۔ اس مرکز کے نام کا وظیفہ پڑھتی ہے۔ اس مرکز سے اپنی معنوی طاقتوں کو زندہ رکھتی ہے۔ وقت آتا ہے تو اس کے گرد جمع ہوتی ہے۔ اس کے لئے زندہ رہتی ہے اور اسی کے لئے جان دیتی ہے۔ مسلمان بھی ہمیشہ ایک مرکز کے تابع رہے ہیں۔ عہد ابراہیم (علیہ السلام) سے مسلمانوں کا مرکز بیت اللہ ہے۔ اور وہ برابر اس کے لئے زندہ رہے ہیں۔ اور اُس حقیقت کبریٰ کے نام پر جان دیتے رہے ہیں جو اس مرکز کی اصل ہے۔

کلدانی دور

تاریخ کے آثار و علائم۔ ہمیں بتاتے ہیں کہ ابراہیم (علیہ السلام) ایک اولوالعزم پیغمبر اور خدا کے برگزیدہ سفیر تھے۔ آپ کلدانیوں میں مبعوث ہوئے۔ مقصد تھا اس تاریخی قوم کی اصلاح۔ اور ترقی۔ اس کی خرابیوں کو دور کرنا اور صلاحیتوں کو اُجاگر کرنا۔ کلدانی بابل کے جنوب میں آباد تھے۔ مذہب کے اعتبار سے صابئی تھے۔ ستاروں کو پوجتے تھے۔ بتوں کی پرستش میں اتنے نیچے اتر چکے تھے کہ اپنی انسانی شرافت کو ذلّت کی امواج میں غرق کر چکے تھے۔

قرآن ہمیں خبر دیتا ہے کہ ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنی قوم کے مشرکانہ عقائد کو منطقی دلیل سے رد کیا۔ شب انہوں نے ایک ستارہ کو دیکھا اور کہا "ھٰذا ربّی" یہ میرا پروردگار ہے۔ چاند نکلا تو ستارہ اس کے روشن

دامن کے پیچھے غایب ہوگیا۔ پیغمبر نے کہا خدا ہمیشہ باقی رہنے والا وجود ہے۔ میں زوال قبول کرنے والے ستارہ کو اپنا رب کیسے بنا سکتا ہوں۔ چاند اس سے بھی زیادہ روشن ہے یہ میرا خدا کیوں نہ ہو۔

سرِ صبح وہ بھی غائب ہوگیا۔ اب آفتاب عالمتاب نے سر بلند کیا۔ پیغمبر نے کہا "هٰذا ربّی هٰذا أكبر" "میرا خدا یہ ہے یہ چاند تاروں میں سب سے بڑا ہے۔" سرِ شام اس نے بھی غروب کے بحر ناپیدا کنار میں غوطہ لگایا۔ پیغمبر نے کہا "لا أحبّ الآفلين" میں ان ڈوب جانے والے باطل عناصر کو اپنا خدا نہیں بنا سکتا "انی بریٔ مما تشرکون" اے قوم تم اگر ان چاند سورج۔ ستاروں کو پوجتے ہو تو میں اعلان کر دینا چاہتا ہوں کہ میں تمہاری ان مشرکانہ گمراہیوں سے بری ہوں۔

اصلاح کا کام ہر زمانہ میں ایک مشکل کام رہا ہے۔ تخریب ہر شعبے میں آسان ہے اور اصلاح و تعمیر ہر عصر میں دشوار! غلط کار قوم نے اپنے پیغمبر کے پیغام کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ انسان برائیوں پر عمل کرنے میں جری اور بھلائیوں کی طرف آنے میں دشوار پسند رہا ہے۔ اس لئے صابیوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک بات بھی نہ مانی۔

ابراہیمی دور ــــ

پیغمبر خدا نے خدا کے حکم سے "أرضُ اللهِ واسعةٌ" کا نعرہ لگایا اور یہ سوچ کر کہ اللہ کی زمین وسیع ہے۔ علاقہ بابل سے ہجرت کر کے مدین پہونچے۔ خدا کا دوسرا حکم پہونچا۔ تو اپنے لڑکے اسمٰعیل اور ان کی والدہ ہاجرہ کو لیکر بلادِ عرب کا رُخ کیا۔ اور تقدیر الٰہی کے ماتحت مکہ پہونچے۔ لق و دق صحراء سنسان، بے آباد۔ بے آب و گیاہ! حضرت ابراہیم کی اس مہم نے انسانیت عامّہ کے آفتاب عالمتاب کو اتنا بلند کر دیا کہ کروڑوں روحیں انسانی مطمحِ نظر ــــ اسلام ــــ کو قبول کرنے کے لئے بے چین ہوگئیں۔

ابراہیمؑ خدا کے پیغمبر تھے۔ مصلحِ انسانیت تھے۔ محسن تھے۔ ان کو نیا ماحول میسّر ہوا اور خدا کی تائید حاصل ہوئی تو وہ ایک معمار کی حیثیت سے دنیا کے سامنے آئے۔ باپ اور بیٹے نے انسانوں کے لئے

ایک مرکزی ایوان کی تعمیر کا خیال کیا۔ خدا نے حکم دیا اور انہوں نے انسانوں کے مفاد عامہ کے لئے بیت اللہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ قرآن کریم نے اس کی تاریخ بیان کی۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝

مکہ کی وادی میں پہلا گھر۔ پہلا ایوان جو انسانوں کے لئے تعمیر کیا گیا۔ مبارک اور تمام عالم کے لئے مرکز ہدایت ہے!

قرآن خدا کا کلام ہے۔ جب اُس نے یہ اعلان کیا کہ اس ایوان کی تعمیر انسانیت اور عالم انسانیت کے لئے ہی تو اس وقت اس کی مرکزیت کو ماننے والے سو پچاس ہی تھے لیکن ایک صدی کے بعد ہی معلوم ہو گیا کہ خدا کا اعلان سچا تھا اس کاری سے لیکر اسپین کی نہر تاج تک اور جبال اطلس سے لیکر فرانس کے پیری نیز تک۔ گنگا سے لیکر نہر فرات تک اور دجلہ سے لیکر جیحون و سیحون تک کروڑوں انسان اس کو اپنا مرکز حیات تسلیم کرنے لگے اور آج دنیا کے اسّی کروڑ انسان ایشیا افریقہ اور یورپ میں اس کی طرف رُخ کر کے خدا کو سجدہ کرتے ہیں۔ اسکو اپنا قبلہ مانتے اور کعبہ مقصود تصور کرتے ہیں۔

کعبہ کھلی فضا میں مربع اور اضلاع کے اعتبار سے متوازن صورت میں بنایا گیا ہے۔ تاکہ ہر چہار سمت تیز ہواؤں کا دباؤ یکساں رہے۔ بیت اللہ کی تعمیر کا مقصد دو باتیں تھیں۔ "عمرانیت اور انسانیت" یہ دونوں ابتک بھی مقصد آج کا درجہ رکھتی ہیں۔ اللہ کا یہ گھر عرصہ تک براہیمی تعمیر کی صورت میں باقی رہا۔ سب سے پہلے عمالقہ نے اس کو از سر نو تعمیر کیا۔ اور عمالقہ کے بعد بنو جرہم نے پھر سے بنایا۔

قُصی بن کلاب کا دور

قصی بن کلاب (حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد) کا زمانہ آیا تو اس زمانہ میں مکہ میں اجتماعیت کے ابتدائی آثار پیدا ہو چکے تھے۔ قصی نے کعبہ کو حکومت اور سرداری کا مرکز قرار دیا۔ اس کا پہلا کام یہ تھا کہ اس نے (سنہ ۲ قبل ہجرت) میں کعبہ کی عمارت کو گرا دیا اور دوبارہ اس کو بنانے کی عزت حاصل کی۔ کعبہ کی اجتماعی اہمیت کو عمومیت کا رنگ دینے کے لئے قصی نے دوسرا کام یہ کیا کہ کعبہ ہی کے پہلو میں دار الندوہ قائم کیا۔ یہ درحقیقت قبائلی پارلیمنٹ کا ایوان تھا جہاں سردار معاملات کا فیصلہ کرتا اور دوسرے سرداروں کو مشورہ کے لئے جمع کرتا۔

اب مکہ کی حکومت کئی شعبوں میں تقسیم ہوگئی۔

سیادہ ۔ مکہ کی سرداری اور قبائل کی صدارت ۔

دارالندوہ قبائلی شوریٰ ۔

سقایہ زائرین کے لئے آب رسانی کا انتظام ۔

رفادہ زائرین کی مہمان نوازی کا شعبہ ۔

لواء ۔ فوج کی کمان داری

قصی نے اپنی سیادت کے زیر اثر بیت اللہ کے حصوں کو تقسیم کردیا ۔ ہر قبیلہ کے لئے ایک حصہ خاص کردیا گیا اور ہر حصہ میں آمدورفت کے لئے ایک دروازہ بنایا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پانچ سال قبل ایک زبردست سیلاب آیا اور کعبہ کی عمارت منہدم ہوگئی ۔ قبائل نے از سر نو تعمیر کے لئے بڑی ہمت کا اظہار کیا ۔ پہلے تعمیر کے کام کا جائزہ لیا گیا ۔ اس کے بعد ہر قبیلے نے اپنی ہمت کے مطابق ایک کام اپنے ذمہ لیا ۔ باقوم الرومی نے معمار کی حیثیت سے کام کیا ۔ ایک مصری نجار اس کا معاون رہا ۔ اور تعمیر کے کام میں اس کے لئے قوت بازو بنا رہا ۔

عہد محمدی

اس تعمیر کے وقت سب سے اہم تاریخی واقعہ رونما ہوا ۔ سوال یہ تھا کہ حجر اسود کو کس قبیلہ کا آدمی اس کی جگہ پر رکھے ۔ تمام قبیلے یکساں تعمیر کے کام میں حصہ دار تھے اور کوئی اپنے حق کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھا ۔ ایک پتھر اور دس قبیلے ۔ عربوں میں پنچایتی روایات پر کافی اعتماد تھا ۔ اور سیدنا محمد بن عبداللہ کی شخصیت عالم طفلی ہی میں امانت ، اور سچائی کی حامل تھی ۔ ابھی آپ نبوت کے منصب اعلیٰ پر فائز نہیں ہوئے تھے ۔ لیکن عرب کے بوڑھے بچے سب جانتے تھے کہ آپ تمام نیکیوں کا معیار اور جملہ خوبیوں کا مدار ہیں ۔ اس لئے اتفاق رائے سے فیصلہ کیا گیا کہ آپ کو حکم بنا دیا جائے ۔

اس واقعہ سے اس سوال کا صحیح جواب ملتا ہے کہ ہم لوگ پیغمبروں کو کیوں مانتے ہیں ــــ ؟ وہ گرامی قدر انسان۔ یعنی وہ لوگ جو نبوت کا دعویٰ کر چکے ہیں اپنے اخلاق اور کردار میں ان لوگوں سے بہت بلند تھے جنھوں نے ان کی پیغمبری کا انکار کیا۔

دوست اور دشمن سب کا اتفاق ہے کہ خدا کے تمام پیغمبر نیک تھے۔ راستباز تھے۔ امین تھے۔ صالح تھے۔ صداقت مند تھے۔ ان کا بچپن صاف۔ جوانی بے داغ اور بڑھاپا پاکیزہ تھا۔ کبھی جھوٹ نہ بولتے تھے۔ کبھی برائی کے لئے تیار نہ ہوتے تھے۔ کبھی انصاف کا دامن نہ چھوڑتے تھے۔ اس کے بالمقابل منکرین کا نہ کیرکٹر تھا نہ اخلاق۔ نہ ان میں انصاف تھا نہ امانت داری۔ پیغمبروں اور ان کے منکروں میں یہی فرق رہا ہے کہ ایک طرف ایمان تھا دوسری طرف بے ایمانی۔ ایک طرف یقین تھا دوسری طرف تعصب۔ جہل اور اوہام۔ ایک طرف تمام خوبیاں تھیں۔ دوسری طرف تمام برائیاں!

ہم پیغمبروں کو اس لئے مانتے ہیں کہ وہ ان لوگوں کے مقابلہ میں سچے تھے۔ جن کا کام صداقتوں سے انکار کرنا تھا۔ چونکہ وہ ہمیشہ اپنے قول میں صادق رہے ہیں اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ وہ اپنے دعوئ نبوت میں صادق نہ ہوں۔

عہد نبوی میں پانچواں کالم

(۲)

زمانۂ امن کی کارگذاریاں، تخریب دین کی تحریک، مسلمانوں کے خلاف سازشیں، توریت کی تحریف، اوس، خزرج کے درمیان جنگ برپا کرانے کی سازشیں۔

اہل کتاب —

ہم گذشتہ اشاعت میں شرح وبسط کے ساتھ ان تاریخی واقعات کو بیان کر چکے ہیں جن کا تعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے ہے۔ پریشان کن ماحول، ہجرت کا عزم، مدینہ کی طرف روانگی، اہل مدینہ کا اسلام کے اجتماعی نظام میں داخل ہونا، مسلمانوں کے لئے جائز امن کا پیدا ہونا، اشراف مدینہ کا قبول اسلام، مہاجرین کے لئے خداداد دلجمعی اور اطمینان کا میسر آنا، اور اعیان مدینہ کا اسلام کی ترقی اور عظمت کے لئے ایک دلیل بن جانا، یہ تمام واقعات پیش کئے جا چکے ہیں۔

درحقیقت مہاجرین کو مکہ میں جو سہولت مہیا ہوئی وہ ان لوگوں کو سزا دینے اور اللہ کا پیغام حق پہونچانے کے لئے ایک اچھی فرصت تھی جنہوں نے ان کو گھروں سے بے گھر اور وطن سے بے وطن کیا تھا۔ چنانچہ حق وباطل کا یہ معرکہ جاری رہا۔ وہ جنگ جو مسلمانوں اور نئے مذہب کے مخالفوں کے درمیان برپا ہوئی اس وقت تک جاری رہی جبتک، اسلام تمام جزیرۃ العرب پر نہ چھاگیا۔

مشرکین اور خاص طور پر قریش کے مقابلہ میں مسلمانوں کا کامیاب ہو جانا کوئی آسان امر نہ تھا۔ مدینہ سے باہر دشمن کا محاذ قوی تھا اور مدینہ کے اندر پانچواں کالم۔ ماحول کے لئے بجائے خود ایک شدید خطرہ تھا۔ جو لوگ اسکی کام پر لگے ہوئے تھے ان کی دوستی کی پینگیں ظاہر اور سامنے تھیں اور دشمنیاں خفیہ اور پوشیدہ۔ وہ دوائر حکومت میں مسلمانوں کے ساتھ رہتے تھے، ان کے ظاہری احوال اور باطنی کوائف سے باخبر تھے۔ اس لئے وہ ہر اس طاقت کے آلۂ کار بن جاتے تھے۔ جو مدینہ پر حملہ کا ارادہ اور اسلام کو درہم برہم کرنے کا عزم رکھتا تھا۔

مدینہ میں مسلمانوں کی تعداد کثیر تھی اور طاقت محکم۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یثرب کی زندگی کے سب سے بڑے کارکن سب کے رہنما۔ سب کے سردار تھے۔ حکومت اور جنگی تشکیلات میں آپ کی بلند پایہ رائے کا لوہا سب مانتے تھے امن و جنگ کے کاموں۔ اجتماعی اقتصادی نظاموں۔ سیاسی سرگرمیوں کا مرجع آپ کی ذات گرامی ہی اور تھی۔ وہ جانتے تھے کہ آپ کس درجہ کے مدبر تھے۔ اس لئے جو لوگ پانچویں کالم کے فرائض انجام دے رہے تھے وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ان کو سارا کام خفیہ سازشوں کے ماتحت کرنا ہی ورنہ حکومت نبوی ان کو سزا دینے کے لئے موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کا کام پس پردہ تھا۔

انہوں نے چالاکی کے ساتھ یہ طرز اختیار کر رکھا تھا کہ ظاہر میں مسلمان تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مربوط رہتے تھے۔ معاہدہ کرتے تھے۔ اور یہ یقین دلاتے تھے کہ وہ دشمن کے حملہ کے وقت مسلمانوں کی امداد کریں گے۔ اور باہر سے آنے والے حملہ آوروں کی کوئی امداد نہیں کریں گے۔ اس چالاکی سے ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ فرصت کے منتظر تھے۔ تاکہ وقت آئے تو بغاوت کر دیں اور معاہدوں کو پس پشت ڈال کر دشمن کی امداد کریں۔

مدینہ میں پانچویں کالم کی جماعتیں

مدینہ کی اجتماعی زندگی میں پانچویں کالم کے کئی طبقے تھے۔

(۱) اہل کتاب۔

(۲) منافقین مدینہ

(۳) مدینہ کے اردگرد کے غیر متمدن قبائل

چونکہ اہل کتاب میں سے صرف یہود ہی ایسے تھے جو پانچویں کالم کی تنظیم میں حصہ دار تھے۔ اس لئے ابتدا میں انہی کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(یہود کا پانچواں کالم) اسلام ابھی ظاہر ہی ہوا تھا کہ یہود نے مدینہ کے اطراف میں قدم جمانے شروع کر دئے تھے۔ آس پاس کے علاقوں میں ان کی بود و باش تھی اس لئے انہوں نے اپنے حلقہ میں سیاسی اثر و اقتدار بھی پیدا کرلیا۔ مدینہ پر بھی ان کا اثر و تسلط ہوگیا تھا۔ مذہبی اور روحانی حلقے ان سے زیادہ متاثر نظر آتے تھے۔

یہود توریت کی تلاوت کرتے۔ اور توریت سے روایت بیان کیا کرتے تھے کہ ایک پیغمبر عنقریب ظاہر ہوگا۔

"انہوں نے آنے والے پیغمبر کے جو اوصاف بیان کئے تھے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ توریت اور انجیل میں نبی امّی کے ظہور کا ذکر پہلے سے موجود تھا۔ جس کا خاص نشان یہ تھا کہ وہ اچھے کاموں کا حکم دیگا اور برے کاموں سے منع کرے گا، پاکیزہ روزیوں کو حلال قرار دے گا۔ اور ناپاک روزگار کو حرام بنائے گا۔ ان کے بار کو ہلکا کرے گا۔ اور ان کے لئے سہولت کی راہیں کھولے گا۔"

الہامی کتابوں کی اس پیشین گوئی کی رو سے جس نبی کا ظہور ہوا اور وہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب عربی قریشی تھے۔ ان کا ظہور مکہ میں ہوا۔ ان کی قوم نے ان کو مکہ میں نہ رہنے دیا اور بالآخر انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور اس کو اپنا مرکز قیام قرار دیا۔ قرآن پاک کا یہ اشارہ اسی واقعہ کی طرف ہے کہ

"جب پیغمبر خدا ان کے سامنے آگیا۔ تو انہوں نے اس کو نہ پہچانا۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ وہ کفر پر آمادہ ہوگئے۔ اور خدا کی لعنت کے سزاوار ہوئے۔"

یہود کے باغیانہ کفر و انکار کی بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ یہ برداشت نہیں کر سکے کہ الہامی کتابوں کی پیش گوئی کے مطابق آخری پیغمبر کا ظہور ہوا اور وہ یہودی نہ ہو۔ چنانچہ قرآن کریم کو ان کے متعلق یہ اعلان کرنا پڑا۔

بئسما اشتروا به انفسهم ان یکفروا بما	وہ حالت بری ہے جس کو اختیار کر کے وہ اپنی جانوں کو
انزل الله بغیا ان ینزل الله من فضله	چھڑانا چاہتے ہیں، یہ کہ انکار کرتے ہیں ایسی چیز کا جو حق تعالیٰ نے
علی من یشاء من عباده فباؤ بغضب	نازل فرمائی محض اس ضد پر کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس بندے کو
علی غضب وللکافرین عذاب مهین (بقره)	اس کو منظور ہو نازل فرمائے تو وہ غضب اور بالائے غضب کے

مستحق ہوگئے۔ اور ان کافروں کو ایسا عذاب ہوگا جس میں ذلت ہے۔

سیاستِ امن

یہود مدینہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان۔ ہجرت کے فوراً بعد معاملات نے جو رُخ اختیار کیا اس کو یہود کی "سیاست امن" سے تعبیر کیا جا سکتا ہے، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نے مدینہ کے اولین دور میں مہاجرین اور انصار کو قانون اخوت کے ماتحت بھائی بھائی بنایا۔ اوس اور خزرج مدینہ کے دو بڑے اور جنگجو قبیلے جو مدت کے دشمن تھے آپس میں ایک ہوگئے۔ ان کے درمیان لڑائی کا جو سلسلہ تھا یکدم ختم ہوگیا۔ دشمنی کی جگہ دوستی نے لی۔ عداوت کی جگہ محبت کی کارفرمائی نظر آنے لگی۔

مدینہ کے داخلی امن کے بعد خارجی امن کے لئے بھی قدم اٹھایا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باب میں پہلا کام یہ کیا کہ یہود سے معاہدہ کیا جس کی دو دفعات تھیں۔

(الف) فریقین اپنے انداز پر زندگی بسر کریں گے۔ اور آپس میں امن کو برقرار رکھیں گے۔

(ب) فریقین میں سے کوئی فریق دوسرے فریق کے دشمن کی امداد نہیں کرے گا اور حملہ کے وقت غیر جانب دار رہے گا۔

زیادہ زمانہ نہ گذرا تھا کہ تاریخ کی سطح پر ایسے واقعات رونما ہوئے جن سے اس بات کا قطعی ثبوت ملتا ہے کہ

یہود نے معاہدہ کو توڑ دیا اس کی دفعات کی خلاف ورزی کی۔ خدا کے رسول سے جنگ کی داغ بیل ڈالی۔ اور اسلام کے اثر و اقتدار کو ختم کرنے کے لئے ایسے وسائل اختیار کئے جو اپنے لئے دائرہ اثر پیدا کر سکتے تھے۔

انہوں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ایمان و یقین کے اسلامی قلعہ کو اپنے حملہ کی آماجگاہ بنایا۔ وہ جانتے تھے کہ اسلام کی ترقی و توسیع اور فتح و فوز میں دل کے رجحان، فکر کی یکسوئی اور اوج کے یقین کو بڑا دخل ہے، اس لئے انہوں نے مذہب میں تشکیک (شک و شبہ پیدا کرنے کی) تحریک شروع کی۔ اس کے لئے انہوں نے حکمت عملی سے بھی تائید حاصل کی۔ ان کا یہ عام معمول ہو گیا تھا کہ وہ پہلے اسلام قبول کرتے مسلمانوں کو اپنے اسلام کا یقین دلاتے۔ اس کے بعد کافر ہو کر کافروں میں مل جاتے۔ اس عمل کا منشا یہ تھا کہ مسلمان کے نظریات خراب ہوں اور مسلمان یہ سمجھیں کہ اس مذہب میں کچھ باتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے انسان اسکو قبول کر لیتا ہے اور کچھ ایسی ہیں جن کی وجہ سے انسان اسے چھوڑ دیتا ہے۔ چونکہ یہ لوگ اہل کتاب تھے۔ اس لئے اس تعامل سے یہ خیال بھی عام ہو سکتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ تمام اوصاف نہیں ہیں جن کا توریت اور انجیل میں ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی اس سازش کو ظاہر کر دیا اور قرآن نے اعلان کیا۔

وقالت طائفۃ من اہل الکتاب — اہل کتاب کی ایک جماعت نے یہ رائے دی
اٰمنوا بالذی اُنزل علی الذین اٰمنوا — کہ مسلمانوں پر جو نازل ہوا ہے اس کو مان لو
وجہ النہار واکفروا اٰخرہ لعلہم — سر صبح مان لو اور سر شام انکار کر دو شاید اسی
یرجعون۔ (عمران) — ترکیب سے ان کے دل اس سے پھر جائیں۔

یہود کا حال یہ تھا کہ جب مسلمانوں کے مجمع میں آتے تو اقرار کرتے کہ ہم مسلمان ہیں اور جب اپنے شیاطین کے حلقہ میں واپس جاتے تو کہتے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ آپس میں یہ بھی کہتے

اتحدثونہم بما فتح اللہ علیکم — تم اس راز کو کیوں ظاہر کر دیتے ہو جو اللہ نے
لیحاجوکم بہ عند ربکم افلا — تم پر کھولا ہے تاکہ وہ تم کو تمہارے رب کے

تعقِلُون - (بقرہ) سامنے جھٹلائیں کیا تم اتنا نہیں سمجھتے۔

یہود نے ایک طریقہ اور بھی اختیار کیا۔ وہ اپنے کچھ آدمیوں کو منتخب کرتے۔ ان کو توریت کے بدلے ہوئے جھوٹے سچے احکام سناتے۔ ان کو ملا کر ایک وفد مرتب کرتے اور اس کے ارکان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کرتے۔ اس ہدایت کے ساتھ کہ وہ دربار رسالت کی باتیں سنیں۔ یہ باتیں صحیح بھی ہوں تو ان کو قبول نہ کریں قبول کریں تو وہ باتیں جو ان کی ذاتی خواہشات کے مطابق ہوں۔ اس کا مقصد بھی اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ عوام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کی قدر و قیمت کو کم کیا جائے۔

اس کے علاوہ ان کی سازشوں کا ایک اور بھی رُخ تھا۔ وہ دربار رسالت میں آتے۔ اپنے اختلافات کو پیش کرتے رسولِ خدا کو حکم بناتے اور فیصلہ چاہتے۔ مقصد یہ نہ تھا کہ ان کو انصاف کے سرچشمہ کی تلاش تھی بلکہ منشا یہ تھا کہ حضور ان کی خواہش کے مطابق فیصلہ کریں۔ پھر وہ فیصلہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیں اور عوام میں یہ بات پھیلانے کا موقع حاصل کریں کہ آپ کی حکومت میں مقدمات صحیح طریقہ پر انجام نہیں پاتے۔ ایک اچھی حکومت کو بدنام کرنے کا اس سے زیادہ بُرا طریقہ اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ اس کے انصاف کو بدنام کیا جائے۔ یہی یہود کا کام اور پروگرام تھا۔

ایک مرتبہ ایک بلند خاندان کے یہودی نے ایک عالی خاندان یہود عورت کو اپنے تسنیع اور قبیح خواہش کا آلہ کار بنایا۔ توریت کا حکم یہ تھا کہ ان کو سنگسار کر دیا جائے۔ کسی سرمایہ دار کو اس قسم کی سزا دینا معمولی کام نہ تھا۔ مجبور ہو کر ایک جماعت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا گیا۔ اُن سے کہا گیا کہ مقدمہ کے فیصلہ میں توریت کے حکم کے خلاف رعایت کی جائے اور معمولی سزا تجویز کی جائے۔ دُرّے مارنے کا حکم دیا جائے تو فیصلہ کو مان لیا جائے ورنہ نہیں آپ کے دربار میں سرمایہ داری اور خاندانی شرافت کا اتنا لحاظ نہ تھا کہ انصاف اور توریت کے قانون کو نظر انداز کر دیا جاتا۔ آپ نے توریت کے فیصلہ کے مطابق اپنے فیصلہ کا اعلان کر دیا۔ جماعت یہود نے اس فیصلہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اس پر قرآن حکیم کی یہ آیت نازل ہوئی۔

ومن الذین ھادوا سمّٰعون یہودی لوگ جاسوسی کرتے ہیں۔ جھوٹ بولتے

للکذب سمّٰعون لقوم اٰخرین | ہیں دوسری جماعت کے جاسوس ہیں وہ جماعت
لم یاتوک یحرّفون الکلم من بعد | تجھ تک ابھی نہیں پہونچی۔ یہ لوگ کلام کو بدل ڈالتے
مواضعہٖ یقولون ان اوتیتم ھٰذا | ہیں موقع کلام سے اس کو ہٹا دیتے ہیں۔ کہتے ہیں اگر
فخذوہ وان لم تؤتوہ فاحذروا | تم کو یہ حکم ملے تو قبول کر لینا۔ اور اگر یہ حکم نہ ملے تو اعراض کر جانا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کے معاملات توریت کے مطابق طے کئے جائیں۔ انہیں مجبوراً کہنا پڑا کہ ہم اپنے قانون سے بچنے کے لئے تو تمہارے پاس مقدمات لاتے ہیں۔ تم بھی اسی قانون پر زور دیتے ہو۔ اللہ نے فرمایا۔

کیف یحکّمونک وعندھم التوراۃ | تمہارے سامنے مقدمات لانے سے ان کا کیا مقصد ہے
وفیہا حکم اللہ۔ | ان کے پاس توریت موجود ہے اس میں خدا کا قانون بھی درج ہے

یہ بھی ہدایت کی گئی کہ ان کے مقدمات خدائی قانون کے مطابق کئے جائیں۔ ان کی خواہشات کو نظرانداز کر دیا جائے۔ اور اس امر کی نگرانی کی جائے کہ یہ لوگ قانون الٰہی کے متعلق فتنہ کا ارادہ تو نہیں رکھتے۔

ان لوگوں کو سچے اور صحیح مذہب کا پورا علم نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ منطقی مغالطوں میں مبتلا ہو گئے دین محمدی کو دین موسوی کے مقابلہ میں قابل ترک قرار دینے لگے۔ اور یہ سمجھ بیٹھے کہ وہ عرب کو اس نئے دین سے برگشتہ کر سکیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے متعلق فرمایا "ملۃ ابیکم ابراھیم" انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ ابراہیم یہودی تھے۔ چونکہ وہ عرب کے جد اعلیٰ تھے اس لئے ان کا پروپیگنڈا یہ تھا کہ عرب کو بھی یہودی مذہب کی پیروی کرنی چاہئے۔ کیونکہ ابراہیم (علیہ السلام) کا بھی یہی مذہب تھا اللہ تعالیٰ نے اس باطل خیال کی تردید کی اور فرمایا

ما کان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا | ابراہیم نہ یہودی تھے۔ نہ عیسائی۔ البتہ مسلمان
ولٰکن کان حنیفا مسلما۔ | تھے خالص مسلمان۔

[redacted]

يا اهل الكتاب لِمَ تحاجّون فی ابراهيم وما انزلت التوراةُ والانجيلُ الا من بعده افلا تعقلون ۔

اے اہل کتاب ابراہیم کے متعلق کیوں نزاع پیدا کرتے ہو۔ توریت اور انجیل اس کے بعد نازل ہوئی ہیں۔ کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے ۔

یہود آخر تک اپنے کام میں لگے رہے ۔ ان کی جرأت اس حد تک پہونچ گئی کہ انہوں نے جلیل القدر اصحاب کو یہودی بنانے کی سازش کی اور عزم کیا کہ حذیفۃ بن الیمان، عمار بن یاسر اور معاذ بن جبل کو یہودی بنایا جائے خدا کو منظور نہ تھا۔ اس لئے ان کا ارادہ ناکام رہا۔ اور قرآن کریم نے ان کی اس سازش کو بھی بے نقاب کر دیا

وَدَّتْ طائفةٌ مِن اهلِ الكتابِ لَوْ يُضلونكم وما يُضِلُّونَ الا انفسهُم وما يَشْعُرون ۔

اہل کتاب کے دل کی خواہش یہ تھی کہ کاش وہ تم کو گمراہ کر لیتے ۔ انہوں نے کسی کو نہیں صرف اپنے نفس کو گمراہ کیا ہے۔ بات آتی ہی ہے اس کو سمجھتے نہیں ۔

توریت میں ایسے نشان اور علامات موجود تھیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اور آپ کے مقام فضل و کمال کا حال معلوم ہوتا تھا۔ قرآن اور توریت کے بہت سے احکام میں بھی مطابقت تھی۔ چونکہ یہ بات ان کے سازشی مقاصد کے خلاف تھی اس لئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ توریت میں تحریف کر دی جائے تاکہ احکام کی مطابقت باقی نہ رہے ۔ اور جو مسلمان توریت کی آیات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ثابت کرتے تھے اور اس سے دلائل پیش کرتے تھے ۔ ان کے طرز استدلال کو ختم کر دیا جائے ۔

اس کام کے لئے کعب بن الاشرف، مالک بن الصیف، حُیَیّ بن اخطب کو رہنمائی کا شرف حاصل ہوا۔ چنانچہ ان ناخدا ترس لوگوں کے متعلق قرآن کو یہ کہنا پڑا ۔

وان منهم لفريقاً يَلْوُون السنتهم بالكتاب لتحسبُوهُ مِن الكتابِ وماهو مِنَ الكتابِ ويقُولُون هو من عند اللهِ

یہ کہتے ہیں کہ توریت قانون اور کتاب ہے ۔ وہ کتاب ہرگز نہیں ۔ وہ بھی کہتے ہیں کہ وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اللہ کی طرف سے بھی نہیں ۔ یہ جماعت اللہ

وماھومن عندالله. ویقولون علی الله کے نام پر جھوٹ بولتی ہے اور جان بوجھ کر بولتی ہے۔
الکذب وھم یعلمون ۝

ان یہود کا ایک دلچسپ مشغلہ یہ تھا کہ وہ انصار کے دو تاریخی قبیلوں (اوس و خزرج) میں تفریق پیدا کرنے ان کو یاد دلاتے کہ زمانہ جاہلیت میں کس طرح ایک دوسرے کے دشمن تھے اور ایک نے دوسرے کو کیسی کیسی تکلیفیں پہونچائی ہیں۔ اس سے ان کا منشا یہ تھا کہ اسلام نے انصار کو جس سرچشمہ وحدت سے سیراب کیا ہے اس کو خشک کر دیا جائے۔

اس سلسلہ میں تاریخی واقعات بھی رونما ہوئے ایک مرتبہ شاس بن قیس یہودی اوس و خزرج کے قبائل میں پہونچا اس نے دیکھا دونوں قبیلے محبت اور مودت سے یکجا موجود ہیں۔ مجلس جمی ہوئی ہے۔ باتیں ہو رہی ہیں۔ مگر اختلاف کی ایک بات بھی موجود نہیں یہ دیکھتے ہی ابن قیس کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی۔ وہ واپس ہوا۔ اس نے اسکیم سوچی۔ ایک نوجوان یہودی کو بلایا اور کہا انصار کی مجلس میں جاؤ اور "یوم بعاث" کی جنگ کا ذکر شروع کر دو، بات سے بات پیدا ہوگی پچھلی دشمنی آج کی دوستی کو ختم کر دے گی۔ اور عداوت کا نیا تخم دلوں کی زمین میں پڑ جائے گا۔ "یوم بعاث" میں آخری مرتبہ دونوں قبیلوں کی جنگ ہو چکی تھی۔ جانبین کے بے شمار آدمی قتل ہو چکے تھے اوس کو فتح حاصل ہوئی اور خزرج کو اس جنگ میں شکست ہوئی تھی ان کے دل میں ناکامی کے بعد انتقام کی انگیٹھی سلگ رہی تھی۔

یہودی جوان اسکیم کے مطابق گیا۔ اس نے اپنے کام کو پورا کیا۔ بات کا آغاز ہوا۔ بات سے اختلاف ہوا اختلاف سے بحث بڑھی۔ بحث نے جنگ کی صورت اختیار کر لی۔ دونوں قبیلے کھڑے ہو گئے۔ آوازیں بلند ہونے لگیں۔ ہتھیار! ہتھیار! محاذ جنگ تیار تھا دونوں لشکر دست و گریباں ہونے والے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صورت واقعہ کی اطلاع پہونچی۔ آپ نے اپنے اصحاب مہاجرین اور انصار اور اپنی مجلس کے ارکان کو ساتھ لیا۔ موقع پر تشریف فرما ہوئے۔ بلند آواز سے فرمایا۔

"کیا تم دور جاہلیت کے نعرے لگا رہے ہو حالانکہ میں ابھی تمہارے درمیان

موجود ہوں۔ تم پھر رجعت کر رہے ہو۔ حالانکہ اللہ نے اسلام سے تمہاری
عزت کو بلند کیا اور تمہارے ہزار دلوں کو ایک دل کر دیا۔"

پیغمبر خدا کے یہ الفاظ کانوں کی راہ سے دل میں اتر گئے۔ جو شخص جہاں تھا وہیں کھڑا رہ گیا۔ فریقین سمجھ گئے کہ یہ شیطان کی حرکت تھی۔ اسلحہ کے سر جھک گئے۔ سب ایک دوسرے سے بغلگیر ہوئے۔ اس حال میں کہ محبت کے آنسو جاری تھے اور ہچکیاں نکل رہی تھیں۔

اسی تاریخی واقعہ کے بعد قرآن پاک کی یہ چند آیات نازل ہوئیں۔ جن کا مقصد و منشا یہاں درج کیا جاتا ہے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ یَرُدُّوْکُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ کٰفِرِیْنَ ○ وَکَیْفَ تَکْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ اٰیٰتُ اللّٰہِ وَفِیْکُمْ رَسُوْلُہٗ ؕ وَمَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ھُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○	اے ایمان والو۔ اگر تمہارا ایک فریق ان لوگوں کی اطاعت کرے جن کو کتاب عطا کی گئی ہے تو وہ تم کو تمہارے ایمان لانے کے بعد کافر بنا دیں گے۔ تم کیسے کفر کا ارتکاب کر سکتے ہو، حالانکہ اللہ کے احکام تمہاری زبان پر ہیں۔ اور اللہ کا رسول تمہارے درمیان ہے۔ جو شخص اللہ سے وابستہ ہو جاتا ہے اللہ اس کو سیدھی راہ کی طرف ہدایت کرتا ہے۔
یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا ۔	اے اصحاب ایمان خدا سے ڈرو۔ جتنا کہ ڈرنا چاہئے تم موت کو لبیک کہو تو اس شان سے کہ مسلمان ہو۔ اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو سب ملکر اور فرقہ فرقہ نہ بنو۔ اللہ کی نعمت کو یاد کرو۔ تم دشمن تھے پھر اس نے تم کو دوست بنا دیا۔ پھر تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی ہو گئے۔

یہ مختصر روداد ہے یہود کی سیاست کی۔ سیاست امن کی جس کا مقصد مسلمانوں میں جنگ برپا کرنا ان کے یقین کو شک سے بدلنا۔ مغالطے دینا۔ تحریف کرنا۔ ان کی جنگی سیاست کا کیا رنگ ڈھنگ تھا۔ اس کی تفصیل اشاعت آئندہ میں مطالعہ کیجئے۔

مکہ معظمہ کی ڈاک

۱۳۵۹ھ کے حج کا مبارک اجتماعی اثر

تازہ عربی ڈاک سے ۱۳۵۹ھ کے حج کے متعلق کچھ اور تازہ اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ زمانہ جنگ میں دنیا کے تمام اہم معاملات کی طرح ڈاک کے سلسلہ پر بھی کافی اثر پڑا ہے، رسل و رسائل کا یہ تمام سلسلہ اب اتنا دیر طلب ہوگیا ہے کہ تاخیر سے ساز کئے بغیر اس سے استفادہ کرنا دشوار ہے۔ دیر آید درست آید کے اصول سے بلاد حرم کی ہر خبر ارض حرم سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے غنیمت ہے۔

جنگ کی جادوگری کے اس دہشتناک دور میں۔ ایسے مردان ایمان بھی موجود ہیں جنہوں نے خونی تصورات کے سمندر میں اپنے ارادوں کی کشتیوں کو ڈال دیا اور سرخ سمندر (بحر احمر) سے گذر کر ایمان و یقین کے ساحل پر یادگار زمانہ اسراہی عزیمت کے ساتھ قدم رکھا۔ یوں تو حج کے موقع پر ہر سال لاتعداد مسلمان قربانی کرتے تھے لیکن اللہ کی راہ میں قربانی کرنے اور قربانی دینے میں جو فرق ہے وہ اس سال حج کرنے والے مسلمانوں کی نقل و حرکت میں ظاہر ہوا کیونکہ اس سال حج کا عزم کرنا اللہ کے گھر کے لئے قربانی دینے سے کم نہ تھا۔

اس بار حج کی خصوصیت موسم حج کے اجتماعات ہیں، آنے والوں میں وہ ہستیاں۔ جماعتیں اور وفود نمایاں ہیں جو اجتماعی اور تمدنی فکر لیکر صحت مند دماغوں، طاقتور دلوں اور روشن نگاہوں کے ساتھ مکہ معظمہ پہونچے ان میں ممتاز جماعتیں یہ ہیں

۱۔ مصری اعیان

۲۔ مصری یونیورسٹی کے طلبہ کی نمایندہ جماعت۔

۳۔ جامعہ ازہر کے طلبہ کا وفد۔

۴۔ بغداد یونیورسٹی اور عراق کے طلبہ کی ہیئت۔

ان جماعتوں کا وارد حجاز ہونا ان کی خوش قسمتی تھی اور ان کا باہمی ملنا، فکر تبادلہ افکار کرنا، اسلامی رجحانات اور اجتماعیات سے بحث کرنا، اسلامی اخوت اور محبت کے رشتہ محکم کو نظریہ اعتصام سے اور قوی کرنا سارے عالم اسلام کی خوش بختی ہے ہم اشاعت عام دیتے ہوئے ان جلسوں کی روداد پیش کرتے ہیں۔

جامعہ مصر (مصری یونیورسٹی) اور جامعہ ازہر (ازہر یونیورسٹی) کے علمی وفد کے صدر ڈاکٹر عبدالسلام العیادی نے منی کے اجتماع میں ایک اہم تقریر کی۔ اور چونکہ اس کے مطالب اخوۃ اور حمیت کے اسلامی تصور میں ہیں، اس لئے اس کا خلاصہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

حضرات کرام! میں دونوں یونیورسٹیوں کے نوجوانوں کے ہم آہنگ جذبات کے نام پر آپ سب کو حرم بیت اللہ کے حج پر پیام تہنیت پیش کرتا ہوں۔

یہ پاک اور پاکیزہ ہدیہ ہے، یہ ایک تعمیری مطمع نظر ہے جس کے ستون ہیں تعارف۔ اخلاص، محبت اور مودت کے جذبات ہیں آپ از راہ محبت اس مقدس مقام پر اس مبارک رات میں تشریف لائے۔ اس اجتماع میں شریک ہوئے، ہم اس کی قدر و قیمت کا اعتراف کرتے ہیں۔ کیونکہ آپ حضرات کے یک جان ہو کر مل بیٹھنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم میں باہمی رابطہ پیدا ہو۔ ہمارے درمیان تعارف ہو ہم آپس میں بھائیوں کی طرح زندگی بسر کریں۔ اور اسلامی عالمگیر اخوت کے سلسلہ میں مربوط ہیں

ہم صادق یقین اور عجز و انکساری کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں متوجہ ہوتے ہیں خشوع قلب اور پاک نفسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے طلبگار ہیں کہ وہ مسلمانوں کے دین اور امت کے مومنین کو فریب کاروں کے مکر و کید سے محفوظ رکھے۔ جنگ کے خطرات اور خرابیاں ہر رخ سے اپنا چہرہ دکھا رہی ہیں، جو قومیں اپنی حکمت عملی سے محفوظ رہنا چاہتی ہیں جنگ کا طوفان ان کو بھی اپنی لپیٹ میں لینا چاہتا ہے۔ دعا کیجئے کہ خداوند تعالیٰ امن پسند قوموں کو ان خطرات اور بربادیوں سے محفوظ رکھے۔

بزرگان محترم۔ ہمارے تمام طلباء ہم تن ہو کر آپ کا استقبال کرتے ہیں۔ آپ اپنے سامنے مسکراتے ہوئے چہروں سے حقیقت حال کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

کتنا خوش آیند ہے یہ اجتماع۔ ہم اپنی قومیت اور وطنیت کے اعتبار سے ایک نہیں ہیں علیحدہ علیحدہ ہیں لیکن ہم سب کو ایک جھنڈے نے جمع کر دیا ہے اور یہ اسلام کا جھنڈا ہے۔ ہم کو ایک کلمہ نے متحد کر دیا ہے اور یہ کلمہ۔ کلمہ توحید ہے۔ ہم سب کا رخ ایک قبلہ کی طرف ہے اور یہ قبلہ اللہ کا گھر ہے۔

ہم سب مل کر دعا کرتے ہیں تو اس دعا کا ایک ہی جواب ہوتا ہے۔ اور یہ جواب ہے عالم اسلامی کا

(لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ)

تمام مصائب و آلام کے باوجود امسال کا حج ایک میمون و مشکور جہاد کے برابر ہے۔ اس عظیم جہاد سے آپ کی جانوں کا تعلق ہے۔ اس سے آپ کے دلوں کا محل تعمیر ہو رہا ہے۔ حج اسلام کی بنیادوں میں

سے ایک ایسی بنیاد جو اخوت کے معنی کی صحیح مثال پیش کرتا ہو حج تفریق کو ختم کر دیتا ہے نیک امور میں مسلمانوں کے درمیان تعاون کی روح پیدا کرتا ہے اور اجتماعی زندگی کو مدارج کمال کی طرف پہونچاتا ہے۔

میرے پاس بھی ایک پیغام ہے اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا پیغام نہیں۔ ہم دنیا کے مختلف حصوں سے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ ہمارا ایک ہی فرض ہے اور وہ یہ کہ ہم امت کے درمیان تعاون کو مستحکم کریں۔ افراد کے درمیان تعلق کو مضبوط کریں اور اپنے ملکوں میں پہونچکر حج کے اس پیغام پر پوری طرح توجہ کریں۔

میں مصر کی دونوں یونیورسٹیوں کی طرف سے اس امر پر اپنی زبردست مسرت کا اظہار کرتا ہوں کہ آج کی شب میں عراقی نوجوان ہمارے درمیان موجود ہیں۔ طلبہ کی روح حج کے مقدس فریضہ سے کس قدر متاثر ہے، یہ اجتماع اس کی ایک مثال ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ حج کا یہ اثر ہونا چاہئے کہ ہماری یونیورسٹیوں کے طلبہ کے اخلاق میں شائستگی اور ان کے دلوں میں دینی جذبہ پیدا ہو۔ اور حوصلہ کی بلندی یعنی وہ خوبیاں جو یونیورسٹیوں کے طلبہ میں کم ہوتی ہیں۔

حضرات! میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو ایک مرکز پر جمع کر دے ہماری صفوں کو منظم ہمارے عقائد کو محکم، ہمارے ارادوں کو مضبوط، ہماری آوازوں کو پُراثر کر دے۔ آمین

حجازی جرائد رقمطراز ہیں کہ امسال مصر و عراق کے طلبہ کے وفود کی آمد سے علمی اور اجتماعی ثمرات بخوبی مرتب ہوئے۔

مصری یونیورسٹیوں کے طلباء کی تعداد ۵۳ تھی اس جماعت کے صدر ڈاکٹر عبد السلام العیادی تھے اور امیر حج عوض بک البحراوی۔

عراقی طلبہ کا وفد ۷۴ افراد پر مشتمل تھا۔ یہ طلبہ عراق کے لا کالج۔ میڈیکل کالج۔ دار العلوم العالیہ۔ دار المعلمین (ٹریننگ کالج) کی نمائندگی کر رہے تھے۔ اس جماعت کے صدر فاضل الامیر شلاش تھے۔ دونوں ملکوں کے طلبہ ایوان ملوکی میں جلالۃ الملک کے حضور میں باریاب ہوئے آپ نے ان کے حال پر کمال عنایت و رعایت فرمائی۔

جامعہ مصریہ۔ اور جامعہ ازہر کی جانب سے جو پارٹی دی گئی۔ اس میں نہایت ہی مفید۔ بلند پایہ۔ بصیرت افروز اصلاحی خطبات دئے گئے۔ ہم ان کے عنوانات یہاں درج کرتے ہیں۔ تاکہ ان کی افادی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ کیا جا سکے۔

خطیب	عنوان تقریر
(۱) فضیلۃ الاستاذ شیخ طٰہٰ ساکت صدر وفد جامعہ ازہر۔	حج اور اس کا اثر روح پر

خطیب	عنوان تقریر
۲ - استاذ ابراہیم افندی، جامعہ مصریہ -	حج اور اس کا اثر علمی تصورات پر -
۳ - شیخ احمد محمد نعمان یمنی	اسلام اور اس کا اثر انسانی اصلاح پر -
۴ - ڈاکٹر عمر شہبندر (جامعہ عراقیہ)	حج اور اس کی اہمیت
۵ - شیخ حسن حرسا	حج بیت اللہ کا امتیاز
۶ - ڈاکٹر حسنی الطاہر	اسلام کا قانون شریعت

امید ہے کہ ان تقریروں کا اثر آنے والے حج کے دائرہ اجتماع میں غیر معمولی طور پر محسوس کیا جائے گا اور دنیائے اسلام کے دوسرے حصص کے علمی و تعلیمی ادارے بھی اس اعلیٰ مثال کی پیروی کریں گے۔ جس کا اظہار عراق و مصر کی بلند پایہ درسگاہوں نے کیا ہے -

---

رفیق حج

(مولفہ مولوی احتشام الحسن صاحب کاندھلوی (مولوی فاضل)

اختصار کے باوجود حج و زیارت کے متعلق تمام ضروری اور اہم مسائل آپ کو اس میں ملیں گے، فاضل مؤلف چونکہ تین بار زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو چکے ہیں اس لئے "رفیق حج" ان کے ذاتی تجربہ اور مشاہدات کا مجموعہ ہے۔ مقامات مقدسہ نیز ان کے فضائل و برکات کا تذکرہ کتاب کا اہم حصہ ہے، اور تاریخی و مذہبی حیثیت سے یقیناً اس قابل ہے کہ ہر عازم حج کے مطالعہ میں رہے۔

حاضری حرمین شریفین کی سعادت جب کبھی مقدر ہو کم از کم ذکر حرم سے یاد حرم کو زندہ رکھنے کے لئے "رفیق حج" کا مطالعہ ایمان پرور ثابت ہوگا۔

ضخامت ۱۶۰ صفحات ، قیمت دس آنے (۱۰/)

کتاب مقامات ذیل سے مل سکتی ہے :-

(۱) صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ - قرول باغ نئی دہلی ۔ (۲) مرکزی دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ ، حجاز -

محسنوں کا ذکرِ خیر

لکھنؤ میں دائرہ معاونین مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کا قیام۔

الحمد للہ مدرسہ نے اپنے مرکزی دفتر مکہ معظمہ یا صدر دفتر دہلی سے مسلمانانِ ہند کے لئے جو پیغام بھی نشر کیا اہلِ کرم نگاہوں میں پسندیدگی اور دلوں کی دنیا میں قبولِ عام حاصل ہوا، دائرہ معاونین مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی اہم تجویز اشاعت گذشتہ میں نظر سے گذر چکی ہے۔

ہمیں انتہائی مسرت ہے کہ اس مفید مقصد کام کا آغاز لکھنؤ سے ہو رہا ہے۔ لکھنؤ ہماری تہذیب و تمدن کے قدیم دور کا نمونہ اور علم و کمال کی مثال اور ملی حسیات کا مرجع رہا ہے، وہاں آج بھی اسلامی احساس اور اس احساس کے ساتھ وضع کی پابندی کا جوہر موجود ہے، حرم محترم کے ساتھ ربط، ارضِ حرم سے دلی تعلق، درسگاہ حرم سے لگاؤ، خدا کے گھر سے انسیت رکھنے والے اب بھی لکھنؤ میں نظر آتے ہیں، ارکان و کارکنان مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے لئے یہ عملی جذبہ کس قدر حوصلہ پرور ہے کہ اکابر لکھنؤ نے اللہ کے گھر کی آواز کو دل میں جگہ دی اور اپنے احساس صادق کا عمل سے اس طرح ثبوت دیا کہ پہلی فرصت میں دائرہ معاونین قائم کر کے ہمیں مطلع فرمایا، ہمارے لئے اس ہمت شکن ماحول میں یہ غیبی تائید کامیابی کا مقدمہ، دائرہ معاونین کی وسعت کا سرچشمہ اور مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے جامعہ حرم ہونے کا پیش خیمہ ہے۔

سپاس و شکر کے ساتھ دائرہ معاونین لکھنؤ کے ذمہ دار، مخلص بزرگوں اور محترم کارکنوں کے اسماء گرامی سے ہم ان اوراق کو مزین کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کے مخلصانہ ارادوں میں برکت و ہمت اور اس عمل خیر کو قبول فرما کر اجر عظیم عطا فرمائے،

۱۔ عالی جناب چودھری نعیم اللہ صاحب ایڈووکیٹ۔	صدر مجلس امداد مدرسہ صولتیہ
۲۔ ، حکیم ہادی رضا خانصاحب ناہر (ناظم منبع الطب کالج)	نائب صدر
۳۔ ، مولوی احمد شفیع صاحب وکیل۔	سکریٹری
۴۔ ، خان بہادر حافظ محمد حسین صاحب رئیس و اسپیشل مجسٹریٹ۔	خازن
۵۔ ، مولوی حاجی محمد کامل صاحب۔ فرنگی محل۔	سکریٹری نشر و اشاعت
۶۔ ، خواجہ وصی الدین صاحب (پنشنر ڈپٹی کلکٹر)	ممبر و معین مجلس
۷۔ ، مولوی محمد ناصر صاحب۔ فرنگی محل۔	،
۸۔ ، حاجی محمد مہتدی خانصاحب تاجر عطر و تمباکو۔	،
۹۔ ، حاجی عاشق علی صاحب۔ سوداگر۔	،
۱۰۔ ، حاجی محمد ابراہیم صاحب۔ سوداگر۔	،

ایک دیرینہ کرم فرما کی عملی شرکت۔

ضلع مظفر نگر اور اس کے قرب و جوار میں کون ایسی باخبر تعلیم یافتہ یا ممتاز شخصیت ہی جو مولوی ظہیر الحسن صاحب ایم۔ اے رئیس کاندھلہ ضلع مظفر نگر سے واقف نہو، موصوف اپنی ذاتی قابلیت۔ امور خیر سے دلچسپی اور بہت سی شخصی خوبیوں کی وجہ سے ہر دل عزیز ہیں۔

خدا کے گھر کی اس مرکزی تحریک سے آپ کو دیرینہ تعلق ہے اور ہمیشہ ہمدردانہ توجہ فرماتے رہتے ہیں، یہ ناممکن تھا کہ دائرہ معاونین مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی تحریک پیش کی جائے، ملک کے طول و عرض میں یہ آواز بلند ہو اور مولوی ظہیر الحسن صاحب کے پاک دل اور ہمت عمل میں حرکت و جوش پیدا نہو۔

آپ نے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی اور امدادی ٹکٹ طلب فرما کر اپنے وسیع حلقۂ اثر میں اہل خیر احباب کو

دائرہ معاونین میں شریک کرنے کا عزم فرمالیا ہے۔

کاندھلہ جیسے ممتاز قصبہ میں مولوی ظہیرالحسن صاحب کی غیر معمولی شخصیت اپنے ماحول میں خود ایک سرگرم عمل جماعت کا مفہوم اپنے اندر رکھتی ہے اس لیے یہ کہنا بے محل نہ ہوگا کہ کاندھلہ میں مولوی صاحب محترم کی مخلصانہ کوشش ایک مستقل مجلس امداد کے ہم پلہ ہے۔ جزاہ اللہ خیرًا۔

حکیم محمود علی صاحب وکیل ریاست جے پور

کتنے نیک دل ہیں وہ پاک نفس مسلمان جو خدا کے گھر سے اپنے علمی تعلق کو باعث خیر و برکت سمجھتے ہیں اور مرکز اسلام میں اپنے اس علمی و دینی سرچشمۂ فیض کی خدمت کو سعادت جانتے ہیں۔

دنیا برائیوں سے معمور ہی لیکن نیک کام بھی اسی دنیا کے دائرہ عمل میں انجام پا رہے ہیں، انسانی طبیعت اگر برائیوں کی طرف مائل ہے تو اسی ماحول میں ایسے پاک دل، پاک نظر، اور پاک خیال اصحاب خیر بھی موجود ہیں جو خدا اور اس کے پاک رسول کی راہ میں ایک لمحہ کی دیر کئے بغیر قدم اٹھاتے ہیں اور اجر و ثواب کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں۔

آج ہم محسنوں کے ضمن میں حکیم محمود علی صاحب وکیل، ریاست جے پور کا ذکر خیر کرتے ہیں، ہمیں مسرت ہے کہ کارساز حقیقی نے اُس مقام محمود (بیت اللہ) کے لئے ایک محمود شخصیت کے دل میں وہ ولولہ پیدا کر دیا جو اس زمانہ میں بسا غنیمت ہے۔ مولوی صاحب اپنے گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"کون ایسا مسلمان ہوگا جو ایسی متبرک جگہ کی خدمت کرنے میں پہلوتہی کرے گا۔ انشاء اللہ میں خود خدمت فی سبیل اللہ کرتا رہونگا، اور اپنے احباب خاص کو بھی توجہ دلاؤنگا، اللہ تعالیٰ سے امید اجر عظیم رکھوں گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا میرے اوپر فضل عظیم ہے۔ جو مجھ تک ندائے حرم کو پہونچا دیا۔

اب عمل کرنا سب پر فرض ہے۔ "وما توفیقی الا باللہ"

یہ سچا جذبہ کس قدر ایمان پرور ہے اور کس درجہ ہمت افزا ہے یہ عملی تائید و تعاون ہے ہم اس کا اثر کیا دیکھنے ہیں۔ سر دست ہمارا عالم ایک نیک دل اور سچے باعمل مسلمان کو اپنی رحمت سے خود محروم نہ رکھے گا، اور اپنے سچے وعدے کے مطابق نیکی کا بہتر صلہ عطا فرمائے گا۔

حضرت بو علی شاہ قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ سے درسگاہ حرم کے لئے عرفانی تحفہ

پانی پت کی سرزمین رجال اللہ کے فیوض و برکات کے انوار سے معمور ہے، مجاہدین اسلام کے عظیم الشان کارنامے اس تاریخی شہر کی یاد کو زندہ رکھیں گے۔ پانی پت میں حضرت بو علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ اہل دل اور اہل دل اصحاب طلب و توجہ کا مرجع ہے، اس قلندری ماحول میں شاہ عبدالرشید صاحب سجادہ نشین درگاہ قلندر صاحب علیہ الرحمہ کی ذات گرامی مغتنمات میں سے ہے۔ موصوف نے تفسیر جلالین کا ایک خوش خط قلمی نسخہ جو سنہ ۱۲ھ کا لکھا ہوا ہے کتب خانہ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے لئے ارسال فرمایا ہے۔ ایک روحانی مرکز سے خدا کے گھر کے مرکزی کتب خانہ کے لئے یہ پر نور تحفہ ایک فال نیک ہے۔ اللہ تعالیٰ شاہ صاحب محترم کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

صحیفۂ سعادت

معاونین کرام اور محسنوں کے اسماء گرامی

فہرست رقوم عطیات و امداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ۔ بذریعہ صدر دفتر مدرسہ۔ دہلی۔

بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ ہجری

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ہر مہینہ کی فہرست اسماء معاونین کی اشاعت دوسرے ماہ کے نمبر میں ہوا کرے گی۔
مندرجہ ذیل تفصیلات میں اگر کوئی غلطی ہو تو براہ کرم دفتر کو مطلع فرمائیے باعث شکر گذاری ہوگا۔

نمبر شمار	نمبر رسید	جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱	۷۲۸	۸	سید محمد اظہر صاحب طالب علم عربک ہائی اسکول دہلی	۴ر	امداد عام (تعلیم)	بذات خود بابت ماہ مئی ۱۹۴۱ء
۲	۷۲۹	،	نسیمہ اختر صاحبہ قرول باغ نئی دہلی	۴ر	″ ″	″ ″
۳	۷۳۰	،	جناب الحاج منشی انعام الحق صاحب سہارنپور	۸ر	″ ″	بذریعہ منی آرڈر بابت ماہ صفر ۱۳۶۰ھ
۴	۷۳۱	″	″ محمد عوض صاحب کارخانہ بہرت مرادآباد	صہ ر	″ ″	″ معرفت علی حسین صاحب عطار
۵	۷۳۲	″	″ محمد فیروز خان صاحب اسلامیہ ہائی اسکول سہارنپور	۴ر	″ ″	″ مولوی محمود الحسن صاحب بی اے
۶	۷۳۳	″	″ چودھری سردار محمد صاحب پروفیسر کیمسٹری۔ لاہور	صہ	″ ″	بذریعہ منی آرڈر
۷	۷۳۴	″	خانبہادر قاضی عزیز الدین احمد صاحب بلگرامی۔ علیگڈھ	صہ ر	″ ″	بذات خود
۸	۷۳۵	″	″ الحاج مولوی کپتان غلام محمد صاحب بہاولپور	صہ ر	زکوٰۃ (وظائف طلبا)	امداد مقررہ بابت ماہ اپریل ۱۹۴۱ء بذریعہ منی آرڈر
۹	۷۳۶	″	″ ایم صدیق احمد صاحب لاری قصبہ لار	صہ ر	امداد عام (تعلیم)	بذریعہ منی آرڈر
۱۰	۷۳۷	″	مخدوم زادہ حافظ شجاع الدین احمد کیرانوی طالب العلم فتحپوری	۲ر	″ ″	بذات خود
۱۱	۷۳۸	″	″ حسام الدین احمد طالب العلم ″ دہلی	۲ر	″ ″	″
۱۲	۷۳۹	″	″ مسعود سلیم عثمانی کیرانوی متعلم جماعت پنجم جامعہ ملیہ اسلامیہ۔ دہلی	عہ ر	″ ″	″
۱۳	۷۴۰	″	جناب عبدالوحید خان صاحب پسر نجیب اللہ خان میرزا افغانان	سے ر	وظائف طلبا	بذریعہ منی آرڈر

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱۴	۰۴۱	۸	جناب بابو احسان الدین صاحب گارڈ مرادآباد	للعہ ۱۲	امداد عام تعلیم	بذریعہ منی آرڈر معرفت منشی علی حسین صاحب عطار
۱۵	۰۴۲	〃	〃 حکیم محمد اشفاق الحسن صاحب بریلی	صہ	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	〃
۱۶	۰۴۳		〃 مولوی محمد وفاق حسین صاحب 〃	للعہ	کتب خانہ	〃
۱۷	۰۴۴	〃	والدہ مولوی وفاق حسین صاحب 〃	للعہ	〃	〃
۱۸	۰۴۵	〃	〃 پیرزادی شاہ عبد الغنی صاحب پانی پت	۱		تفسیر جلالین قلمی مع اداء دوم معرفت حاجی محمد عمر صاحب عثمانی
۱۹	۰۴۶	〃	〃 حافظ قاری خدابخش صاحب امرتسر	للعہ	وظائف	بذریعہ منی آرڈر
۲۰	۰۵۵	۹	〃 بابو عبد الرحمٰن صاحب ولد محمد نبی صاحب جودھپور	عہ	امداد عام تعلیم	بذریعہ منی آرڈر بتوسط مولوی ناظم حسین صاحب
۲۱	۰۵۶	〃	عبد الغنی قدرت اللہ محمد بخش وعبد الصمد صاحبان 〃	عہ	〃 〃	〃 〃
۲۲	۰۵۷	〃	〃 پیرزادہ احمد صاحب انسپکٹر 〃	عہ	〃 〃	〃 〃
	نمبر ٹکٹ		**آمدنی از فروخت ٹکٹ ہائے امدادی**			
۲۳	ٹکٹ ۱۰۷	۰۵۹ ۱۱	جناب الحاج مولوی بشیر الدین صاحب عثمانی بی سہارنپور	عہ	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	معرفت مولوی محمود الحسن صاحب بی اے
۲۴	〃 ۱۰۸	〃	الحاج محمد شبیر صاحب ٹی، سی 〃	عہ	〃 〃	〃
۲۵	〃 ۱۰۹	〃	〃 محمد فاروق صاحب اسسٹنٹ ماسٹر 〃	عہ	امداد عام تعلیم	〃
۲۶	〃 ۱۱۰	〃	〃 الحاج مولوی محمود الحسن صاحب	عہ	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	〃
۲۷	〃 ۱۱۱	〃	〃 سید قمر الدین صاحب ٹیچر 〃	عہ	〃 〃	〃
۲۸	〃 ۱۱۲	〃	〃 حاجی حافظ محمد اختر صاحب 〃	عہ	〃 〃	〃
۲۹	〃 ۱۱۳	〃	〃 انوار الحسن صاحب ہیڈ کلرک 〃	عہ	〃 〃	〃
۳۰	〃 ۱۱۴	〃	〃 حافظ محمود الحسن صاحب اسلامیہ ہائی اسکول 〃	عہ	〃 〃	〃
۳۱	〃 ۱۱۵	〃	〃 حاجی یار محمد صاحب تاجر نیا بازار 〃	عہ	〃 〃	〃
۳۲	〃 ۱۱۶	〃	〃 مولوی محمود الحسن صاحب بی اے 〃	عہ	〃 〃	〃
۳۳	〃 ۱۱۷	۵۹/۱۲	ہمشیرہ مخدوم زادہ حسام الدین احمد صاحب عثمانی کیرانہ	عہ	امداد عام تعلیم	معتمد صدر دفتر مدرسہ
۳۴	〃 ۱۱۸	〃	ایک اہل خیر از صدر دبوٹ ہاؤس آگرہ	عہ	〃 〃	بذریعہ منی آرڈر
۳۵	〃 ۱	۱	بی بی نور جہاں بیگم صاحبہ قرول باغ نئی دہلی	صہ	〃 〃	سید محمد اظہر صاحب

نمبر شمار	نمبر رسید	جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۳۶	۲/۲۱		جناب امیر الدین صاحب دلانتھو صاحب ایڈووکیٹ گوجرانوالہ	عہ	امداد عامہ (تعلیم)	معرفت مولوی ناظم حسین صاحب
۳۷	۲/۲۲		اہلیہ حاجی عیسیٰ محمد بخش صاحب پالاکش	عہ	″ ″	″
۳۸	۲/۲۳		اہلیہ اللہ رکھہ حاجی عیسیٰ صاحب	عہ	″ ″	″
۳۹	۲/۲۴		فاطمہ اہلیہ فتح محمد ولد جاند صاحب	عہ	″ ″	″
۴۰	۲/۲۵		اہلیہ جمال الدین محمد بخش صاحب	عہ	″	″
۴۱	۲/۲۶		جناب مستری فتح محمد صاحب نالوں گیٹ	عہ	″ ″	معرفت حافظ محمد یوسف صاحب
۴۲	۲/۲۷		″ اللہ بخش عرف ننھے میاں صاحب لاریکلورڈ	عہ	″ ″	″
۴۳	۲/۲۸		مستری [illegible] صاحب بستی نظامی	عہ	″	″ ″
۴۴	۲/۲۹		″ ٹھیکیدار برکت اللہ صاحب دہلی فریچہ باورس	عہ	″ ″	″ ″
۴۵	۲/۳۰		″ حافظ محمد یوسف صاحب	عہ	″ ″	بذات خود
۴۶	۲/۳۱		″ مولا بخش صاحب ڈھالائی والے	عہ	″	معرفت حافظ محمد یوسف صاحب
۴۷	۲/۳۲		مستری لہورا احمد صاحب گلاب ساگر	عہ	″ ″	″
۴۸	۲/۳۳		″ بابو یزدان بخش صاحب انجنیر	عہ		″
۴۹	۲/۳۴		″ صوفی سلیم شاہ صاحب پوسٹ آفس	عہ	″ ″	″
۵۰	۲/۳۵		″ محمد رمضان صاحب سوداگر	عہ	″ ″	″
۵۱	۲/۱		″ سید محمدی [illegible] صاحب	عہ	″ ″	معرفت حکیم عبدالحی صاحب
۵۲	۲/۲		″ عبدالباری خلف حکیم عبدالمجید صاحب	عہ	″ ″	″
۵۳	۲/۳		″ حافظ عطا محمد صاحب پنجابی	عہ	″ ″	″
۵۴	۲/۴		″ منشی محمد رضا صاحب وکیل	عہ	″ ″	″
۵۵	۲/۵		″ سید صادق حسن صاحب پٹرول والے	عہ	″ ″	″
۵۶	۲/۱۶		″ چودھری نمازی صاحب	عہ	″ ″	″
۵۷	۲/۱۷		″ ″	عہ	″ ″	″
۵۸	۲/۱۸		″ حسین بخش صاحب ٹھیکیدار جیلو جنکشن	عہ	″ ″	″
۵۹	۲/۱۹		″ بابو محمد قاسم صاحب پنشنر پوسٹ ماسٹر پالی	عہ	″ ″	″

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
٦٠	ٹکٹ ۳۵	چودھری نازی صاحب جودھپور	عه ر	امداد عام (تعلیم)	معرفت حکیم عبدالمجید صاحب
٦١	۳۶	جناب حاجی محمد اسحٰق صاحب بنارس امر سنٹ جودھپور	عه ر	" "	بسر رسمصام الحق صاحب قریشی
٦٢	۳۷	عزیز بابا صاحب دہلوی "	عه ر	" "	"
٦٣	۳۸	حکیم نثار احمد صاحب "	عه ر	" "	"
٦٤	۳۹	منشی محمد ہاشم صاحب "	عه ر	" "	"
٦٥	۴۰	مولوی حفظ الرحمٰن صاحب انصاری "	عه ر	" "	"
٦٦	۴۱	مولوی عبدالشکور صاحب "	عه ر	" "	"
٦٧	۴۲	سیٹھ قادر بخش صاحب (الفومیاں) "	عه ر	" "	"
٦٨	۴۳	قاضی محمد حفیظ اللہ صاحب صدیقی بیکس "	عه ر	" "	"
٦٩	۴۴	وکیبر احمد صاحب دوا خانہ یونانی "	عه ر	" "	"
٧٠	۴۵	بابو عبدالمجید خاں صاحب فیروز آبادی "	عه ر	" "	"

میزانِ کل　　للعہ سہ

میزان بابت ماہ ربیع الثانی سنہ ٦٦ھ　　للعہ ر

نوٹ:- اصل میزان بابت ماہ ربیع الثانی سنہ ٦٦ھ میں سے عـــه روپے کی رقم منہا کی گئی ہے مبلغ مذکور اشاعت گذشتہ کے "صحیفہ سعادت" میں شمارہ ۶۳ کے ماتحت مجموعی طور پر درج حساب ہوچکا ہے۔ تفصیلات بعد میں وصول ہوئیں جو اشاعت ہذا میں درج ہیں۔

احقر

ضیاء الدین احمد، صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ

قرول باغ، نئی دہلی

ندائے حرم

عدد ۶ جلد اوّل

سنہ ۱۳۶۰ھ سنہ ۱۹۴۱ء

ماہ جمادی الثانیہ (مطابق جولائی)

طلبہ سے بلاتخصیص سالانہ چندہ صرف ایک روپیہ (عہ)

استعجاب

(از شاعر مزدور احسان دانش (کاندھلہ)

اب نہ جانے کس ڈگر پر چل رہی ہے کائنات
رک نہ جائے چلتے چلتے ، نفتاً نبض حیات

اہلِ ایماں کو ہے تخریب بتاں پر اعتراض
خاک کے پتلوں کو خلاق جہاں پر اعتراض

منزل اخلاص میں ہے مکر و فن کی رہبری
چھڑ رہی ہے امن کے پردے میں جنگِ رزگری

علم اک گمراہ رہبر ہے مسافر کے لئے
جوہر باطن مٹے جاتے ہیں ظاہر کے لئے

قلبِ انساں نے وہ استبداد کا پکڑا ہے رنگ
دیکھکر جس کو گڑے جاتے ہیں غیرت سے پلنگ

تیرہ کاری سے ضمیروں پر اندھیرے چھا گئے
دشمنی کے فرض رسمِ دوستی میں آگئے

فتنے برپا ہیں سیاست کے جنونِ خام سے
بڑھ رہی ہے برہمی تنظیمِ نَو کے نام سے

کر رہی ہے لیڈری اقوام کی سوداگری
ہر نئے گمراہ کو ہے دعوئ پیغمبری

راستی کا یورشِ باطل سے چہرہ زرد ہے
عارضِ حق و صداقت پر ریا کی گرد ہے

تلخیاں ہیں روح میں زہرابۂ آلام کی
صُبح کے رُخ پر جھلکتی ہے سیاہی شام کی

سینۂ انصاف اپنی تابناکی کھو چکا
سادہ کارانِ تمدن کا ملمّع ہو چکا

نیکیوں کی راہ میں بدکاریوں کی بھیڑ ہے
عقل کے جھنڈے تلے عیاریوں کی بھیڑ ہے

اب سیاست ہی نہ مذہب ہی نہ رہبر ہے نہ راہ
جس طرف جاؤ شقاوت جس طرف دیکھو گناہ

پشتِ مذہب پر وہ کذب و افترا کا بار ہے
ریڑھ کی ہڈی مڑکنے کے لئے تیّار ہے

ضو نہیں ایماں کی انساں کے دلِ گمُراہ میں
لاکھ شیطانوں کے پہرے ہیں خدا کی راہ میں

بصائر

ایک تاریخی حکم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں کی امامت کا منصب جلیل حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ) کو حاصل ہوا۔ صدیق اکبرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق اول تھے۔ ایمان کے اعتبار سے فرد۔ عقیدہ کے لحاظ سے مضبوط شخصیت میں یگانہ اور معاملات حکومت میں فرزانہ تھے۔ خدا کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد اس کے بندوں میں واحد انسان تھے جن کی خوبیوں پر امت کے تمام صادق اور مومن افراد متفق ہوئے۔ آپ نے مسلمانوں کی ذمہ داری کا بار عظیم دو سال تک اٹھایا اور دو سال میں سو سال کا کام کرکے دکھایا۔

اب یہ حال ہو کہ عمر طبعی پوری ہو چکی ہو۔ وقت آخر آنکھوں میں ہو کوئی دم میں خدا کا پیغام آنے والا ہے۔ عام مسلمان حال سے بے حال اور مستقبل کے لئے فکر مند ہیں۔ خبر ملتی ہو کہ دنیا کے سب سے بہتر انسان نے اپنے جانشین کو نامزد کر دیا ہو، رائے عامہ سے استصواب باقی ہو۔ عوام یہ سنکر جمع ہو جاتے ہیں۔ وقت نازک ہو مگر سب ملکر ایک نازک سوال پیش کرتے ہیں

"آپ نے ہم پر ایک سخت گیر اور غضبناک انسان کو خلیفہ مقرر کیا ہو۔ اگر ہم نے اس کو اپنا امام بنا لیا تو وہ اور بھی زیادہ سخت ثابت ہوگا۔ جب آپ اپنے پروردگار کے حضور میں ہوں گے تو اس کو کیا جواب دیں گے۔"

انسانیت عامہ کے حقوق کا ایسا استعمال کس نے دیکھا ہوگا۔ امت کا سردار، امیر المومنین، امام المسلمین

دنیا پر آخری نظر ڈال رہا ہے، پروردگار سے ساری عمر کی عدیم النظیر خدمات کا صلہ حاصل کرنے کا آرزومند ہے۔ خداترسی کے ساتھ عوام کے سر پر ایک سربراہ کار سردار حکومت کو انتخاب کرکے مقرر کرتا ہے۔ اس کی دیانت. وامانت پر سب کا اتفاق ہے مگر عوام کا یہ حال ہے کہ اپنے حق کے متعلق آزادی سے بحث کر رہے ہیں۔ اور سلطنت کے امام سے اس حالت میں بھی جواب طلب کرکے اپنے دلوں کو مطمئن کرنا چاہتے ہیں۔ ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) اس صورت حال سے ذرا گراں بار نہیں ہوتے۔ فرماتے ہیں کیا تم مجھکو میرے پروردگار سے ڈراتے ہو۔

اقول اللّٰھم امّرتُ علیھم خیرَ اھلِكَ۔	میں خدا کی جناب میں صاف کہدوں گا کہ میں نے تیرے بندوں پر اس شخص کو امیر و امام مقرر کیا ہے جو ان میں سب سے بہتر ہے۔

تاریخ نے ثابت کر دیا کہ صدیق اکبرؓ کی رائے صحیح تھی۔ کارلائل نے کتنا صحیح کہا ہے۔

"اگر عمر فاروقؓ ایسا ایک اور امیر و سپہ سالار پیدا ہو جاتا تو ساری دنیا مسلمانوں کے زیر نگیں ہوتی"

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے امیر کو فیصلہ کی آزادی حاصل ہے۔ امیر مسلمانوں کے سامنے جوابدہ ہے۔ رائے عامّہ کا مطمئن کرنا امیر کی ذمہ داری ہے۔ صورت معاملہ اسی جگہ ختم نہیں ہو جاتی بلکہ جانے والا آنیوالے کے لئے ایک حکمنامہ (دستاویز ہدایات) بھی چھوڑتا ہے۔ صدیق اکبرؓ نے فاروق اعظمؓ کے لئے جو تاریخی حکم چھوڑا وہ یہ تھا

(۱) انّ للّٰہِ علیك حقًا فی الّلیلِ لایقبلہٗ فی النّھارِ۔	(عمر!) تم پر اللہ کی ایک ذمہ داری ہے رات میں جو ذمہ داری ہے وہ دن میں قبول نہیں کی جاتی۔
(۲) وفی النھار حقٌ لایقبلہ فی اللیلِ۔	اور دن میں جو ذمہ داری ہے وہ رات کو قبول نہیں کی جاسکتی۔

(۳) وانھا لا تقبل نافلۃ حتی تؤدی الفریضۃ۔ جبتک فرائض (اول درجہ کی ذمہ داریوں) کی تکمیل نہ کروگے اس وقت تک نوافل (اضافی ذمہ داریاں) قابل قبول نہ ہوں گی۔

(۴) ان اول ما احذرک یا عمر نفسک۔ ان لکل نفس شھوۃ فاذا اعطیتھا عادت فی غیرھا۔ میرے نزدیک وہ چیز جس سے تمہیں اولین مرحلہ پر بچنا چاہئے وہ تمہارا نفس ہے۔ ہر نفس کے ساتھ ایک خواہش وابستہ ہے جب اس کو پورا کردیا جائے تو فوراً دوسری خواہش سامنے آجاتی ہے اور یہ سلسلہ بڑھ جاتا ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کے یہ الفاظ جو سچے موتیوں سے زیادہ قیمتی ہیں آج بھی ہمارے لئے ایک سبق ہیں۔ ہماری تاریخ کے صفحات پر نہ معلوم ایسے کتنے موتی بکھرے ہوئے ہیں جو دماغ اغیار کی تاریخ سے ماؤف ہوچکے ہیں وہ اپنے جلیل القدر اسلاف کی عدیم النظیر تاریخ حیات کے اس مختصر تذکرہ پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔

ڈیماکریسی کا نمونہ

امیر المؤمنین حضرت معاویہؓ نے بیت المال کی تنظیم کے سلسلہ میں یہ حکم صادر فرمایا کہ جن لوگوں کو وظائف تقسیم کئے جاتے ہیں وہ بند کر دیئے جائیں۔

اس حکم نے رائے عامہ میں ایک ہیجان پیدا کر دیا۔ ابو مسلم خولانی نے بھرے مجمع میں خلیفۂ وقت کو رائے عامہ کے رجحان سے آگاہ کیا۔ اور کہا

"معاویہ! یہ مال، نہ تمہارا ہے، نہ تمہارے ماں باپ کا، تمہیں کیا حق ہے کہ تم لوگوں کے وظائف بند کرو"

حضرت معاویہ ابتدا میں ان الفاظ کی تاب نہ لا سکے چہرہ غصہ سے سُرخ ہوگیا۔ ذرا دیر بعد جوش پر ہوش غالب آیا۔ تو مجمع سے کہا۔ کوئی نہ جائے میں ابھی آتا ہوں۔ یہ کہہ کر گھر میں داخل ہوئے۔ چند منٹ کے بعد باہر آئے اور فرمایا

ابومسلم نے جو کچھ کہنا تھا کہا۔ مجھ پر جو حالت طاری ہوئی۔ اس کے متعلق فوراً ایک حدیث مجھے یاد آگئی۔ اور میرے لئے اس پر عمل کرنا ضروری تھا۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے

اذا غضب احدکم فلیغتسل — جب تم میں کسی شخص کو غصہ آئے تو اس کو فوراً غسل کرنا چاہیے

ابومسلم کا نعرہ حق پر مبنی ہے۔ تم اپنے وظائف وصول کرتے رہو۔ اللہ برکت دینے والا ہے۔"

کیا جمہوریت کے اس دور میں جمہوری حقوق کی حمایت۔ رائے عامہ کی قوت اور ڈیماکریسی کا اس سے بہتر یا اس جیسا ایک نمونہ بھی کہیں مل سکتا ہے۔

شام کا یادگار زمانہ دارالعلم

شام کے شہر طرابلس کو زمانہ قدیم سے تاریخی شہرت حاصل ہے۔ مسلمانوں نے اپنے دور میں جن علمی کارناموں کو انجام تک پہونچایا ہے۔ ان میں شام کے دارالعلم اور اس کی لائبریری کو یادگار زمانہ امتیاز حاصل ہے۔

ابن الفرات کا بیان ہے کہ امین الدولہ ابی طالب الحسن بن عمار طرابلس کے فقہا میں علم اور اجتہاد کے اعتبار سے ممتاز اور ایک مستند مصنف تھے۔ اس کی کتاب ترویح الارواح کا نام آج تک اہل علم کی زبان پر ہے۔ انہوں نے اپنے علمی ذوق کی بلند پروازی کا نمونہ پیش کرنے کے لئے طرابلس میں ایک دارالعلم قائم کیا۔ ایک لاکھ کتابیں جمع کیں اور دارالعلم کے نام ان کو وقف کر دیا۔

ایک لاکھ کتابیں اس لائبریری کا پہلا سرمایہ تھا اس کے بعد عمار کے خاندان میں علمی شغف باقی رہا اور وہ

اس ذخیرہ میں نئی کتابوں کا اضافہ کرتے رہے۔ انہوں نے اس کام سے اتنی دلچسپی کا اظہار کیا کہ طرابلس کا دارالعلم دنیا کے عجائبات میں شمار ہونے لگا۔ اس لائبریری کے لئے جو اشخاص کتابوں کو نقل کرتے تھے۔ تاریخ میں ان کی تعداد ایک سو اسی ۱۸۰ ذکر کی گئی ہے یہ اصحاب دنیا کے علمی ذخیروں کو اپنے قلم سے لکھ لکھ کر کتابوں کی تعداد میں اضافہ کرتے رہتے تھے۔ ان کتابوں کے علاوہ ہزار ہا کتابیں خرید کر داخل کتبخانہ کی جاتی تھیں۔ ابن فرات کا بیان ہے کہ آل عمار کے زمانہ میں شہر طرابلس ایک یونیورسٹی تھا۔ ہر گھر میں علم تھا۔ اور ہر گھر ایک لائبریری سے مزین تھا۔

جب فرنگستان کی وحشی صلیبی افواج نے شام پر قبضہ کیا تو دارالعلم کے کتب خانہ کو آگ لگا دی اور انسانی علم کا یہ نادر سرمایہ جو تیس لاکھ کتابوں پر مشتمل تھا جل کر خاکستر ہو گیا۔

یہ کتب خانہ ہمارے دور علم و ترقی کا ایک نمونہ تھا۔ نہ معلوم ایسے ایسے کتنے کتب خانے ہیں جو زمانہ کی دستبرد سے ضائع ہوئے اور دنیا میں ایک شخص بھی ان کو جاننے والا اور ان کی بربادیوں پر آنسو بہانے والا نہیں۔ آج ہمارے نوجوان یورپ کی مسندوں کی ترقیات سے مسحور ہیں لیکن انہیں کون بتائے کہ یورپ نے تمہارے ہی آثار پر اپنی عمارت بنائی ہے۔ مغربی نظریات میں جہاں صداقت پائی جاتی ہے اس کا ماخذ اسلامی کتابوں کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں سیاسی ترقی کے اس دور میں جو سیاسی نظریے مختلف ناموں سے اپنی بہار دکھا رہے ہیں۔ وہ بھی امام راغب اصفہانی۔ علامہ ابن خلدون۔ علامہ ابوالحسن الاہوازی۔ امام غزالی۔ امام فارابی۔ علامہ ابوالحسن الماوردی کے نظریات کا چربہ اور ان کی کتابوں سے سمیٹی ہوئی دولت ہے جو خوبصورتی کے ساتھ اس دور کی کتابوں کے صفحات پر منتقل کر دی گئی ہے۔ آج لاتعداد مغربی مستشرقین ہمارے سرمایہ علمی کے منتظر رہتے ہیں۔ ان کے ایجنٹ۔ ہندوستان، ایران، افغانستان، عراق، عرب، شام، فلسطین اور مصر میں گشت کرکے بڑی قیمتوں پر ہمارے علمی آثار کو منتقل کر رہے ہیں۔ انہیں اصولی طور پر اس کا اعتراف بھی ہے لیکن جب نظریہ کی ایجاد کا وقت آتا ہے تو مغرب کے اکثر اہل علم ان کتابوں کو بھول جاتے ہیں جو بطور ماخذ ان کے سامنے

رہی ہیں۔

کاش اسلامی دنیا کے امرا اور ارباب علم ملکر اپنے آثار کی حفاظت کی سبیل کر سکتے۔ اور طرابلس کے دار العلم کا کوئی نمونہ دنیا کے کسی حصہ میں پیش کر سکتے۔

جامعہ حرم کو مکہ معظمہ کے مرکزی دار العلوم کی حیثیت سے اس مقصد کے لئے خاص کیا جا سکتا ہے۔ لیکن منتشر ذخیروں کو جمع کرنے کے لئے جس حوصلہ، سرمایہ اور شغف کی ضرورت ہے۔ اس کو مسلمانوں میں کون پیدا کرے۔ ہندوستان ہی میں لاتعداد قلمی کتابیں بوسیدہ الماریوں میں کیڑوں کے پیٹ کی خوراک بن رہی ہیں۔ اگر علمی خاندانوں کے بے بہرہ علم ورثا اس مقصد کی عظمت کو سمجھ سکیں تو مسلمانوں کی تاریخ حیات میں کس قدر بڑا کام انجام پا سکتا ہے۔

اسلامی روح کا پہلا مظاہرہ

انسان کا احساس اور اس کی فصاحت ناسخ کا وہی حقیقی ولولہ اہل قدر ہے جو صحیح وقت پر ظاہر ہو اور صحیح صورت میں اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کرنے والے خاموش کارکنوں کی امیدوں، آرزوؤں کو تقویت بہم پہونچائے دنیا میں یہ کام کی اصل ایمان کی استقامت نیت کا خلوص اور خدا کی طرف سے حاصل ہونے والی توفیق ہے لیکن خدا ہی نے یہ قانون مقرر کر دیا ہے کہ انسانیت کے دائرہ عمل میں جن کاموں کی داغ بیل ڈالی جائے ان میں ہم مقصد انسان ہم آہنگ ہو کر کام کریں۔ ایک انسان ایک اعلیٰ سے اعلیٰ مطمح نظر قائم کر سکتا ہے۔ لیکن تنہا اس کو پورا نہیں کر سکتا۔ ایک آواز خواہ وہ بلند سے بلند پہاڑ کی چوٹی سے بلند کی جائے۔ نبی نوع انسان کے سنگین دل کو مقصد کی راہ میں نرم نہیں کر سکتی۔ ہاں وہ آواز جس کے ساتھ دوسری آواز بھی بلند ہو اور جس کے بعد ہزاروں آوازیں، ہو لکے ایک رُخ کو ظاہر کرنے والی آوازیں، بلند ہوں تو اس کی کامیابی میں شک و شبہہ کی کم گنجائش ہوتی ہے۔

ندائے حرم حرم محترم کے علمی اور تعلیمی، اخلاقی اور اسلامی نصب العین کو ظاہر کرنے والی آواز ہے۔ ہمارے منتظر قلوب کے لئے ان زبانوں کا پیام۔ کس درجہ پیام رحمت ہوگا جو اس پاکیزہ آواز کے ساتھ ہم آواز ہو کر اللہ کے مقدس گھر کے آوازۂ علمی کو آوازۂ عالم بنا کر ہمارے قلوب کی دنیا کو اطمینان کی نعمت عظمیٰ سے بھر دیں۔

ہم ان مردانِ جہاد و عمل کے لئے سراپا انتظار ہیں جو ہماری دن رات کی دعاؤں کا جواب بن کر ہمارے سامنے آئیں برستے ہوئے بادلوں کے بھرے ہوئے دامنوں کے ساتھ حرم کی رفیع المنزلت زمین پر پہونچیں اور

خیر نام بن کر برس پڑیں۔ آسمان کے روشن ستاروں کی طرح نورانی آنکھوں سے صدہا میل دور سے دیکھیں اور حرم محترم کی خاک کے ہر ذرہ کو اپنے دل سے زیادہ قریب پائیں۔ اسلام وامت کے وہ خدام جو مشکلات کی تاریک رات میں چمکتی ہوئی ہولناک بجلیوں کے زیر سایہ ملت کے لئے ایک عمارت بنا رہے ہیں نہ جانے کتنے زمانہ سے اپنے ہاتھوں سے اس عمارت کے لئے گارا چونا تیار کر رہے ہیں۔ کیا ہم یہ امید کرنے میں حق بجانب نہیں ہیں کہ ندائے حرم جن لوگوں تک اپنا پیغام پہونچا چکا ہے وہ بھی اپنے دل کے پیغام سے ہمارے حوصلوں کو بلندی اور بالیدگی عطا کریں۔

بارے۔ ہزاروں منتخب شخصیتوں میں سے ایک شخصیت نے اپنا فرض پہچانا۔ اور سب سے پہلے پہچانا، خوشی یہ ہے کہ فرض شناسی کی یہ مثال ایک اسلامی ریاست کے دفتر حکومت سے نمایاں ہوئی۔ اس کی نوعیت اگرچہ شخصی ہے لیکن امید ہے کہ برکت، اجتماعی شکل میں ظاہر ہوگی والامر بید اللہ الکریم ؏

ندائے حرم پر لبیک یہ اس پیغام کا عنوان ہے جو مسٹر ممنون حسن خان صاحب پرسنل اسسٹنٹ وزیر تعلیم و روبکاری خاص و مددگار معتمد تعلیمات حکومت بھوپال نے ندائے حرم کے نام ارسال فرمایا ہے۔ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ کلیاں آنے والے موسم بہار کی خبر دیتی ہیں۔ یہ پیغام روح کے اس جذبہ عالی کا اظہار کر رہا ہے جو صاحب پیغام کی فطرت میں جزو کل کی حیثیت سے راسخ ہو چکا ہے۔

ممنون حسن خان صاحب جن شخصی امتیازات کے مالک ہیں ان کی بنا پر ندائے حرم کو ان سے اسی قسم کی توقع تھی موصوف ریاست بھوپال اور فرمانروائے بھوپال کے صادق خادم، راستباز اور لائق کارکن ہیں۔ ان کو اصلاح نفس و تربیت روح کے جو نادر مواقع میسر ہوئے وہ ان جیسے خوش قسمت انسان کے علاوہ کسی دوسرے کا حصہ نہیں ہو سکتے۔ علامہ اقبال مرحوم بغرض علاج بھوپال آئے۔ سر سید راس مسعود کے مہمان رہے اس وقت آپ کو ایک ماہ بیس روز تک پرائیویٹ سکریٹری کی حیثیت سے ان کی خدمت کرنے کا موقع ملا۔ آپ کی دماغی قابلیتوں کے لئے یہ موقع تاریخی اعتبار سے بیحد مفید ثابت ہوا۔

مولانا محمد علی مرحوم گول میز کانفرنس میں جانے سے قبل بیمار ہو کر بھوپال وارد ہوئے اور وہاں علیل ہو گئے۔ تو

ممنون حسن خانصاحب اس مردِ باخدا کی خدمت میں روز و شب حاضر رہے۔ ہر لمحہ زندگی اور ہر ساعت مکمل خلوص اور اسلامی جوش کا نمونہ بن گئی۔

سر سید راس مسعود بھوپال میں بحیثیت وزیر تشریف فرما ہوئے تو اس برگزیدۂ روزگار علمی انسان کی نگاہ قدر شناس نے موصوف کو منتخب کیا۔ آپ ان کے پرسنل اسسٹنٹ رہے۔ سر سید راس مسعود مرحوم سے بہت کچھ سیکھا۔ بہت کچھ پایا۔ دل میں احساس۔ مسلمانوں کا درد، علم کی خدمت کا ولولہ پیدا ہوا۔ علم و ادب کا معیاری ذوق پھلا پھولا۔ گویا ادبی تصورات نے اپنے لئے ایک بلند مقام تلاش کر لیا،

قدرت ممنون حسن خانصاحب کو آخری حد تک اپنا ممنون بنانے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ سر راس مسعود کے انتقال کے بعد دبیر الملک شعیب صاحب قریشی مشیر المہام گورنمنٹ بھوپال جیسی عظیم و جلیل شخصیت نے اپنے لئے ان کا انتخاب کر لیا۔ آج وہ انہی کے پرسنل اسسٹنٹ ہیں۔

عالی مرتبت مسٹر شعیب قریشی کی ذات پر اسلامی ہند کی اعلیٰ قابلیتوں کو ہمیشہ سے فخر رہا ہے۔ ممنون حسن خانصاحب کے لئے ان کی ذات تکمیل و تربیت کا آخری درجہ ثابت ہوئی۔

موصوف کے علمی احساس اور ادبی رجحان کے کمال کا نتیجہ ہے کہ حرم محترم کی اس روح پرور علمی تحریک کا پیغام سنتے ہی آپ نے اپنا پیام پہلی فرصت میں قلمبند کیا اور ہمیں اپنے حسن التفات کے ممنون و مشکور ہونے کا موقع عنایت فرمایا۔

ذیل میں آپ کا قیمتی پیغام درج کیا جاتا ہے۔ ہم یقین کرتے ہیں کہ دوسرے مسلمان بھی اپنی نبض پر ہاتھ رکھکر اپنے فرائض کی تشخیص پر جلد از جلد متوجہ ہوسکیں گے۔

آسمان سجدہ کند سوئے زمینے کہ بر او
یک دو کس یکدو نفس بہر خدا ہستند

ندائے حرم پر لبیک

از

مسٹر ممنون حسن خان صاحب

(پرسنل اسسٹنٹ مشیر المہام صاحب تعلیمات ورد بکاری خاص گورنمنٹ بھوپال)

"دین اور کعبہ کی خدمت کرنے والے ہندوستانی مسلمانوں میں کون ہو جو **حضرت مولانا**
"**رحمت اللہ صاحب کیرانوی** قدس اللہ سرہٗ کے نام نامی اور ان کی علمی اور ملی خدمات"
"سے واقف نہیں۔ اب سے تقریباً ستر سال پہلے اللہ کے اس نیک اور بلند ہمت بندہ نے حرم محترم"
"کی پاک سرزمین میں تعلیم دین کی شمع ایسے وقت میں روشن کی جبکہ خود اس کے ملک میں اک شور نشور"
"بپا تھا۔ اور ہندوستان میں بہت سے اس قسم کے چراغ جو اب زیادہ ترٹمٹا رہے تھے"
"آندھی کے جھونکوں کی تاب نہ لاکر خاموش ہوتے جاتے تھے۔ اور اس ظلمت سے فائدہ"
"اٹھا کر ایک نئی تہذیب نرالے اصولوں پر اپنی بنیادیں ڈال رہی تھی۔ لیکن خلوص اور سچائی"
"کے ہاتھوں سے اللہ کے گھر میں روشن کی ہوئی شمع نہیں بجھی۔ بلکہ جوں جوں زمانہ گذرتا گیا اُس"
"کی روشنی تیز تر ہوتی گئی۔ اور آج اس کی شعاعیں تمام عالم اسلام میں ضَو فشاں ہیں اور ظلمت"
"اور تاریکی کے اس دور میں خضر راہ کا کام دیکر مسلمانوں کو "مرکزیت" اور "جمعیت" کی طرف"
"لے جا رہی ہیں۔ اس شمع کی کافوری روشنی میں چشم بصیرت رکھنے والے"
"پڑھتے ہیں کہ

"قوم را ربط و نظام از مرکزے		روزگارش را دوام از مرکزے"
"رازدار راز ما بیت الحرام		سوز ما ہم ساز ما بیت الحرام"
"تو ز پیوند حریمے زندہ"		تا طواف او کنی پائندہ"
"در جہاں جان اُمم جمعیت است		در نگر سر حرم جمعیت است"

"علم دین کی اس شمع کے روشن کرنے والے خادم کعبہ نے اس کا نام مدرسہ "صولتیہ" رکھا جو ایک مکتب سے ایک عظیم الشان مدرسہ بن گیا اور انشاء اللہ تعالیٰ اہل ہمم کی مدد سے ایک جامعہ بنکر رہے گا۔"

"ندائے حرم" اس درسگاہ دین کے عالی ہمت اور مخلص چوکیداروں کی مخصوص آواز ہے جو موجودہ تاریکی میں چلا چلا کر ہم کو خواب گراں سے بیدار کر رہے ہیں۔ نئی تہذیب کی سحر کاریوں کی بدولت ہم اندھے۔ گونگے اور بہرے ہو چکے ہیں باطل کے اس طلسم کو توڑنے میں حرم پاک سے نکلی ہوئی آواز ہماری بہت مدد کرے گی اور صدائے حرم کسی ریڈیو اسٹیشن سے نشر ہوئے بغیر ہمارے کانوں میں پہونچکر ہم کو آسمانوں کی بلندیوں کی جانب لے جائے گی۔" "اور دور حاضر کے اس جادو کے سرود سے نجات دلائے گی جس کا نعمہ ہم کو خاک کی طرف کھینچ کر آواز دوست سے بیگانہ کرتا ہے۔"

"ندائے حرم" اسلام کے دل یعنی کعبہ سے نکلی ہوئی آواز ہے جو خاک حرم سے اُٹھکر کائنات کی فضاؤں میں گونجے گی۔ اور مسلمانوں کو مرکز، اتحاد، خلوص، اخوت، علم اور اللہ کے گھر کی طرف لے جائے گی۔ آئیے اس آواز کو کان لگا کر سنیں اور لَبَّیْك کہیں!!!

بیت اللہ کی تاریخ

عہد ابراہیم ——— سے ——— عہد محمدی تک

(۲)

قوت فیصلہ کی پہلی مثال —

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری زمانہ کے پیغمبر تھے۔ رائے عامہ ابتدا ہی سے آپ کی نیکی ونکوکاری۔ تقویٰ وصلاحیت کا اعتراف کرتی تھی۔ حجر اسود کے معاملہ میں آپ کا حکم بننا اسی عام رجحان کا ثبوت ہے۔ حکم بننے کے بعد آپنے یہ ثابت کردیا کہ قبائل نے جو اعتماد کیا تھا وہ حق بجانب تھا۔

آپ نے ایک چادر میں حجر اسود کو رکھا۔ ہر قبیلہ سے نمائندوں کا انتخاب کیا شخصی طریقہ سے علیحدہ ہوکر عمومی طریقہ سے کام لیا جب پتھر مناسب بلندی پر پہونچ گیا تو آپنے اپنے دست مبارک سے مقررجگہ پر رکھدیا۔ اس طرح ایک بڑا فتنہ دور ہوگیا اور قبائلی جنگ کے امکان پر پردہ پڑگیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۵ سال کی تھی۔ عین عالم جوانی میں تدبیر وتدبر کی یہ مثال سن رسیدہ لوگوں کے لئے حیرت بن کر رہ گئی۔ سب مطمئن ہوگئے اور ایک شخص بھی شکایت لیکر نہیں لوٹا۔

اس ایک واقعہ سے کئی نتائج پیدا ہوتے ہیں

(۱) زمانہ جاہلیت کے عربوں میں حرم تک کی عزت۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عرب جاہلیت کا عام اعتماد (قبل بعثت)

(۳) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت فیصلہ کا زبردست اظہار۔

(۴) شخصیت اور جمہوریت کا باہمی توازن نظم کی ابتدا عمومیت ہے مگر اس کی تکمیل کے لئے ایک برتر ہستی اور معیاری شخصیت درکار ہے۔

(۵) وہ عمرانی کام جن کا تعلق خدا سے ہوتا ہے ان میں اجتماعی طاقت درکار ہے اور اس کو پورا کرنے کے لئے بڑے سے بڑے انسان کو اپنا ہاتھ آگے بڑھانا چاہئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت فیصلہ سے ایک بڑا کام انجام پایا لیکن قریش نے جو روپیہ جمع کیا تھا وہ خرچ کے برابر پورا نہ ہو سکا اس لئے انہوں نے دیواریں کم کردیں پہلے دیواروں کا طول قد آدم تھا۔ اب اٹھارہ ہاتھ بلند کردیا گیا، خرچ کی کمی کو پورا کرنے کے لئے چھ ہاتھ اور ایک بالشت جگہ چھوڑ دی اور اصل بنیاد کو نمایاں کرنے کے لئے ایک مختصر احاطہ کھینچ دیا تاکہ بیت اللہ کا پورا خاکہ سامنے رہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے عہد امارت تک حرم کعبہ کی عمارت اسی طرح قائم رہی۔ یزید بن معاویہ کے عہد میں جہاں اور کام برائی کی سطح پر ظاہر ہوئے وہاں یہ بھی تاریخ کا ایک واقعہ ہے کہ اس کی فوج نے حصین بن نمیر کی سپہ سالاری میں مکہ پر حملہ کیا۔ سلہ میں منجنیق (سنگ بار مشین) سے کام لیا گیا اور اس سے حرم مکہ کی عمارت میں بھی تزلزل پیدا ہوگیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ازسرنو اس کی تعمیر کا کام اپنے ہاتھ میں لیا۔ صحابۂ کرام کو جمع کیا گیا ابراہیمی بنیادوں کو کھولا گیا۔ اور سب کو دکھا کر یہ فیصلہ کیا گیا کہ حرم کی نئی عمارت اصل بنیادوں پر بلند کی جائے۔ اصحاب نبوت تردد میں تھے۔ آراء میں اختلاف تھا۔ عین موقع پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ روایت سنائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

لولا قومك حديث عهد　　　اگر تیری قوم تازہ تازہ اسلام لائی ہوئی نہ ہوتی

بالاسلام لرددت البيت　　　تو میں کعبہ کو ازسرنو ابراہیمی بنیادوں پر تعمیر کرتا

علیٰ قواعدِ ابراهیمَ۔ وجعلتُ لها بابینِ شرقیًا وغربیًا (مسلم) اور اس کے دو دروازے رکھتا ایک شرقی اور ایک غربی۔

چونکہ "منجنیق" سے کعبہ کی دیواریں گر چکی تھیں۔ پردے جل چکے تھے۔ اور لکڑی کے شہتیر سوخت ہو چکے تھے۔ اس لئے عبد اللہ بن زبیرؓ نے اس حدیث کو بروقت تائید سمجھا اور حرم کو اولین بنیاد پر تعمیر کر دیا گیا۔ یمن سے پختہ تعمیری مصالحہ لایا گیا۔ دروازہ کو زمین کے قریب کر دیا گیا۔ دیواروں کی بلندی ۲۷ ہاتھ رکھی گئی۔ ۱۷ رجب سنہ ۶۴ھ کو تعمیر مکمل ہو گئی تو اس کو مشک وعنبر سے بسایا گیا۔ اور دیباج کے غلاف سے مزین کیا گیا۔

جب حجاج کا غلبہ ہوا اس نے پھر اس تعمیر کی جگہ قریش کی بنیادوں پر تعمیر قائم کی۔ اور حطیم کا حصہ چھوڑ دیا گیا۔ پہلے روپیہ کی کمی کی وجہ سے ایسا ہوا تھا۔ اب عقل کی کمی کی وجہ سے ایسا ہوا سلطان سلیمان عثمانی نے سنہ ۹۶۰ھ میں بیت اللہ کی چھت کو تبدیل کرنے کی سعادت حاصل کی۔ سنہ ۱۰۲۱ھ میں سلطان احمد نے مناسب ترمیم اور اصلاح میں حصہ لیا۔ سنہ ۱۰۳۹ھ میں ایک زبردست سیلاب سے حرم کعبہ کی تعمیر کو نقصان پہونچا۔ شمالی۔ مشرقی اور غربی دیواریں نقصان پذیر ہوئیں۔ سلطان مراد رابع نے اس نقصان کی تلافی کی۔ سلطنت عثمانیہ کے دور کے سلاطین بھی حرم کی تعمیر میں اسی طرح حصہ لیتے رہے۔

حرم کعبہ کی عظمت

حرم کعبہ کو تاریخ میں زبردست اہمیت حاصل ہے۔ عرب اس کے مقابلہ میں کسی دوسری عبادت گاہ کو شرف اولیت نہیں دیتے تھے۔ زمانۂ جاہلیت کے عربوں کو بھی یہ حقیقت معلوم تھی کہ حرم مکہ بیت اللہ ہے۔ اور اپنی مخصوص حیثیت کے اعتبار سے دنیا کے ہر معبد سے زیادہ مقدس ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مکہ کی قدیم عظمت ہی کو ظاہر کرنے کے لئے ایک جملہ فرمایا

ہے۔ "مکہ ابراہیم کا حرم ہے اور مدینہ میرا حرم ہے"۔ جیسے ایک مرکزی شہر اہمیت کا مالک ہوتا ہے
اسی طرح مکہ عہد ابراہیمی سے عزت و عظمت حاصل ہے۔

مصری محقق پروفیسر فرید وجدی کی تحقیق یہ ہے کہ تاریخ کی تمام قدیم قومیں کعبہ کی قدر و منزلت کے اعتراف میں برابر کی
حصہ دار رہی ہیں

بودھوں کا خیال تھا کہ جب ان کی روحانیت کا تیسرا دیوتا حجاز گیا تو اس کی روح حجر اسود میں حلول کر گئی
قدیم ہندو، یہود، نصاریٰ اور ایران و کلدان کے کواکب پرستوں کا عقیدہ تھا کہ حرم مکہ دنیا کے سات مقدس مقامات میں
سے ایک ہے۔ عجم کے دوسرے مذہبی افراد یہ سمجھتے تھے کہ کعبہ میں ہرمز کی روح حلول کر گئی ہے۔ یہود کعبہ کی عزت میں
بہت آگے تھے۔ اور دین ابراہیم کے اصول پر حرم میں اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ انہوں نے ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ
کے مجسمے بھی بنا رکھے تھے (معاذ اللہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر مکہ فتح ہو گیا تو ان خرافات کا خاتمہ کر دیا گیا۔ ایک نئے
قانون نئی کتاب، نئے نظام تمدن۔ اور نئے طرز حکومت کی اساس قائم کی گئی۔ ظلم کا خاتمہ کر دیا گیا۔ انصاف کا اعلان
کیا گیا امن کا عام قانون نافذ کیا گیا اور انسانیت کے اعلیٰ مدارج کو بروئے کار لایا گیا۔

انسانیت کے قوانین کا ظہور

حرم مکہ کی تطہیر کے بعد جو چیز سب سے پہلے توجہ کا مرکز بنی۔ وہ امن کا عام اعلان تھا۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے
اس گھر کی بنیاد قائم کی تو خداوند برتر نے اس سارے خطہ کو مرکز امن قرار دیا تھا

وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ اور جب ہم نے مقرر کیا خانہ کعبہ کو اجتماع کی جگہ
وَاَمْنًا لوگوں کے واسطے اور امن کی جگہ۔

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ حرم کعبہ روز اول سے مسلمانوں کا اجتماعی مرکز اور اس فساد کی دنیا میں امن کی جگہ
ہے۔ قرآن نے ہم کو دوسری ہدایت یہ کی

واتخذوا من مقام ابراهيم مصلّى۔ — ابراہیمؑ کے مقام کو نماز کی جگہ قرار دو

یعنی اس کو خدا کی عبادت کے لئے ایک خاص مقام قرار دینا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم و اسمٰعیل علیہم السلام کو حکم دیا تھا کہ

وطهّر بيتى للطائفين والعاكفين والركع السجود۔ — میرے گھر کو پاک رکھنا۔ طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنیوالوں، رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے۔

خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کی آرزو بھی یہی تھی

(۱) ربّ اجعل هٰذا بلدًا اٰمنًا۔ — پروردگار اس شہر کو دارالامن بنا۔

(۲) وَارزُقْ اهلهٗ من الثّمراتِ۔ — اس کے باشندوں کو پھل پھول سے روزی عطا فرما۔

(۳) ربّنا تقبّل منّا۔ — ہمارے پروردگار ہماری دعا قبول فرما۔

(۴) ربّنا واجعلنا مُسلِمَينِ لك — ہمارے پروردگار ہم کو اپنا حکم بردار کر۔

(۵) ومن ذرّيّتنا امّةً مسلمةً لّكَ۔ — اور ہماری اولاد کو بھی اپنی فرمانبردار جماعت بنادے۔

(۶) واَرِنا مناسكنا وتُبْ علينا۔ — ہم کو حج کے قاعدے بتا۔ اور ہمیں معاف فرما۔

(۷) ربّنا وابعث فيهم رسولًا منهم يتلوا عليهم اٰيٰتكَ۔ — ہمارے پروردگار ان میں ایک رسول بھیج۔ انہی میں سے جو ان کو تیرے قانون سنائے۔

(۸) ويُعلّمهم الكتابَ والحِكمَةَ — جو ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے۔

(۹) ويُزكّيهم۔ — اور ان میں پاکیزگی کی روح پیدا کرے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی۔ اب حرم مکہ اپنی جگہ مبارک اور پاک شہر ہے اور یہ گھر

ہمیشہ سے انسانی اجتماع کا مرکز رہا ہے۔ ہر زمانہ میں اس کے امن کو تسلیم کیا گیا۔ بنی اسمٰعیل میں خدا نے رسول بھی بھیجا۔ مسلمانوں کی جماعت بھی تیار کی۔ کتاب بھی نازل فرمائی۔ حکمت و سیاست کی تعلیم بھی دی۔ نفس کی پاکی و پاکیزگی کو بھی مقصد قرار دیا گیا۔ اور آخر میں یہ فرمان بھی صادر ہو گیا

ومن یرغب عن ملّۃِ ابراھیمَ اِلّا من سَفِہَ نفسہٗ۔

ملۃ ابراہیمی سے وہی شخص بغاوت کر سکتا ہے جس کا نفس پست ہو۔

کیونکہ خدا نے ملۃ ابراہیم ہی کو منتخب کیا ہے۔ دنیا کی عزت کے لئے اور آخرت میں صلاحیت مندوں میں داخل ہونے کے لئے۔

مسلمانوں سے خطاب ـــ

یہی حرم کعبہ کی تاریخ! اللہ کا گھر۔ ابراہیم علیہ السلام ایسے معمار کی بنائی ہوئی اولین مسجد اسمٰعیلؑ کی قربانی کی یادگار دنیا کے سب سے بڑے انسان کے ظہور کا مرکز اور مذہب کا دار السلطنت۔ اقوام عالم کی عقیدت کا مرجع اور کروڑوں انسانوں کی پیشانیوں کا محور ـــ از سر نو مسلمانوں کی توجہ کو جذب کر رہا ہے۔

ایک ہی گھر ہے جہاں پہونچ کر تمام کامیابیاں حاصل ہو سکتی ہیں۔ ایک ہی مرکز ہے جو مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی طرف رہنمائی کر سکتا ہے۔ یہی وہ برگزیدہ مقام اور منزل ہے جس سے وابستہ ہو کر مسلمان دنیا اور دین کے مقاصد سے وابستہ رہ سکتے ہیں۔ اسلامی تاریخ کا یہ بھولا ہوا صفحہ ہے۔ ضرورت ہے کہ ہر مسلمان اس کو دیکھے اور بار بار دیکھے۔ ہزار بار دیکھے۔ اور اس سے اپنے لئے ایک قطعی مطمح نظر اور آخری پروگرام لیکر اٹھے۔

اسلام کا نظام دعوت واصلاح

اسلام دنیا کی سب سے بڑی طاقت ہے جس نے "انسانیت عظمیٰ" کو معراج کمال پر پہونچا کر تاریخ کے زرّیں صفحات پر نام پیدا کیا ہے۔ انسان۔ دنیا کی امتحان گاہ میں نیکی اور بدی کے مقام اتصال پر حیران کھڑا تھا۔ اس کے قدم بدی کی راہ پر جانے کے لئے تیار تھے۔ بلکہ اس کا رخ ظلم وطغیان کی سمت ہو چکا تھا۔ یکایک اسلام آیا اور اس نے برائیوں کے تمام منصوبوں کو ختم کر کے بھلائیوں کی طرح ڈالی۔ انسان کو بدی سے روکا، نیکی کی طرف دعوت دی حکم دیا۔ ایسا کرنا چاہئے اور ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

تاریخ اس بات کا اعتراف کرتی ہے کہ اسلام نے دنیا کی اصلاح و ترقی کے لئے انسانیت کو اپنا مخاطب بنایا، تمدنی تنظیم کی عام دعوت دی اور ایک ایسے مذہب حق کو انسانوں کے سامنے پیش کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔ دنیا کے ہر بڑے مقصد کے لئے ایک طریق کار ضروری ہے مضمون ذیل میں یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام اور شارع اسلام نے دنیا کی اصلاح اور اہل دنیا کی خیر وصلاح کے لئے کیا طریقہ کار اور نظام عمل اختیار کیا ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ اس مسلسل اور اہم مضمون کو اہمیت کے ساتھ مطالعہ کیا جائے گا۔

(مرتب)

دنیا میں دو قسم کے کام ہوتے ہیں، اچھے یا برے۔

ہر چھوٹا، اور بڑا، عقلمند اور نادان اس بات کو بھی طرح جانتا ہے کہ کام اچھا ہوتا ہے یا برا۔ بارہا نادان

بچوں کی زبان سے بھی سنا ہوگا کہ یہ کام اچھا ہوا یا یہ کام بُرا ہوا۔

اسی تقسیم کے مطابق انسان بھی دو قسم کے ہوتے ہیں

(۱) ایک وہ جو اچھے کاموں کو اختیار کرتے ہیں۔ ان کو ہر شخص اچھا سمجھتا ہے اور اچھا کہتا ہے۔

(۲) دوسرے وہ جو بُرے کاموں کو اختیار کرتے ہیں۔ ان کو ہر شخص برا کہتا ہے اور بُرا سمجھتا ہے۔

یہ ایک عام بات ہے اور اتنی بدیہی ہے کہ کسی حال اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جب دنیا میں اچھائی اور بُرائی دونوں موجود ہیں، اور انسان کی اچھائی اور بُرائی اس کے ساتھ وابستہ ہے تو عقل و فہم کا تقاضا یہ ہے کہ انسان برائیوں اور گندگیوں سے پاک و صاف ہو کر خوبیوں اور بھلائیوں سے آراستہ ہو تاکہ انسانیت کے جواہر نمایاں ہوں اور شریف انسان کہلائے

فلسفۂ خیر و شر

خداوند کریم نے جب دنیا کو بنایا، تو اسی کے ساتھ اس نے خیر و شر کو بھی بنایا اور اس کو انسان کی جانچ اور پرکھ کا ذریعہ قرار دیا کہ وہ اپنی عقل و فراست سے خیر کو پسند کرتا ہے یا شر کو اختیار کرتا ہے۔ اگر وہ چاہتا تو سراسر خیر ہی پیدا کرتا اور شر کو یکسر نیست و نابود کر دیتا۔ جس طرح اس نے اپنی مخلوقات میں فرشتوں کی ایک جماعت بنائی کہ شر و فساد کی ہوا ان کو چھو بھی نہیں سکتی۔ یا اگر چاہتا تو محض شر کو پیدا کرتا خیر کو وجود نہ بخشتا۔ جیسا اس نے شیاطین کے گروہ کو بنایا جو شر محض ہیں خیر ان کے پاس کو بھی نہیں گذرتی۔

اگر ذرا غور و فکر سے کام لیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ بنانے والے نے بنی نوع انسان کو بھی صرف دو فرقوں میں تقسیم کر دیا ہے یا خیر محض ہیں جن کا ابدی ٹھکانا "جنت" ہے جہاں خیر ہی خیر ہے شر کا گذر نہیں جس میں ہر وہ شے موجود ہے جو نفس کو مرغوب ہو اور آنکھوں کو محبوب ہو وفیہا ما تشتہیہ الانفس و تلذ الاعین۔ یا خالص شر ہیں۔ جن کا ابدی ٹھکانا "جہنم" ہے۔ جہاں ہر شر موجود ہے دکھ ہے عذاب الیم ہے۔ خیر کا وہاں گذر نہیں۔ لیکن انسان ظاہری صورت اور شکل و شباہت میں سب یکساں ہیں۔ ایک باپ کی اولاد ہیں۔ اور ایک ماں کی یادگار،

سخت ناانصافی ہوتی اگر بلا کسی شدید امتحان اور جانچ کے ان کو دو فرقوں میں تقسیم کر دیا جاتا اور ایک کو ہمیشہ کے لئے چین وراحت عطا کیا جاتا اور دوسرے کو ہمیشہ کے لئے دکھ اور عذاب میں مبتلا رکھا جاتا۔ اسی زمائش کے لئے ایک امتحان گاہ بنائی گئی جس کو دنیا کہتے ہیں۔ اور دونوں مختلف اور متضاد قسموں کو اس امتحان گاہ میں ایسی طرح ملا کر کھڑا کر دیا گیا کہ دو متضاد چیزیں ایک دکھائی دینے لگیں اور دیکھنے والے یہ سمجھے کہ انسان خیر و شر کا مجموعہ ہے۔ یہ پردہ اس لئے ڈالا گیا تاکہ امتحان حقیقی معنی میں امتحان ہو اور کوئی نفس باقی نہ رہ جائے

هوالذی خلقکم فاحسن صورکم　　وہ ذات عالی ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تمہیں خوبصورت

لیبلوکم ایکم احسن عملاہ　　بنایا تاکہ تمہارا امتحان لے کہ کون تم میں اچھے عمل والا ہے۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ یہ امتحان کا زمانہ دراز نہیں بلکہ مختصر اور بہت مختصر ہے۔ ایسی دنیا کی عمر خواہ کتنی ہی طویل کیوں نہ ہو کاٹے کٹتی ہو گذارے نہ گذرتی ہو لیکن پھر بھی چند روزہ ہے۔ اور اس آنے والی زندگی کے مقابلہ میں ایک وقفہ یا چند لمحات سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی ؎

زندگی نام ہے ایک وقفہ کا　　یعنی آگے چلیں گے دم لیکر

جس آنے والی زندگی کا ایک دن موجودہ زندگی کے سال دو سال کے برابر نہیں نہ دو سو سال کے برابر نہیں بلکہ پورے ایک ہزار برس کے برابر ہو۔

ویوما عند ربک کالف سنۃ مما　　اور تمہارے پروردگار کے یہاں ایک دن ہزار برس

تعدون ہ　　کے برابر ہے جن کا تم حساب کرتے ہو۔

اور مالک الملک کے روبرو پیشی اور حساب وکتاب کا دن پچاس ہزار برس کے برابر ہوگا۔ اب خود غور فرمایئے کہ آپ کی یہ صد سالہ زندگی اس کے مقابلہ میں کیا حقیقت رکھتی ہے؟ اور دنیا کی یہ ساری زندگی چند روزہ ہے کہ نہیں؟ کیا اب بھی اس میں کچھ شک ہے کہ یہ زندگی امتحان کے چند ساعات ہیں جس پر فیل اور پاس ہونے کا مدار ہے؟ ارجمند ہے وہ جو اس وقت مستعد ہے۔ اور ناسمجھ وہ ہے جو اس وقت کو غفلت اور لاپروائی سے گذار دے۔

انسان جولان گاہ تخلیق میں ــــ

قادر مطلق نے پہلے تمام مخلوق کو پیدا کر کے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں) کا عہد لیا۔ وہاں انکار کی کب گنجائش تھی۔ سب نے بالاتفاق کہا "بے شک آپ ہمارے رب ہیں" اس اقرار کا مقتضی یہ تھا کہ رب کی ہر بات کو بلا چون و چرا مانا جائے اور اس کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیا جائے۔ اس لئے اس اقرار کی صداقت کی جانچ کے لئے تمام مخلوق کو گروہ در گروہ۔ فوج در فوج، یکے بعد دیگرے امتحان گاہ میں بھیجا گیا جب حقیقی امتحان کا وقت آیا تو وہ سب قول و اقرار اور عہد و پیمان نسیاً منسیا ہو گیا۔ کچھ سعادتمند روحیں اسی اقرار پہ قائم رہیں، اور اکثر گم گشتہ اور حیران ہو گئیں۔ اس وقت انسان کی رہنمائی کے لئے زمین و آسمان کا وجود۔ لیل و نہار کی گردش۔ زمانہ کے تغیرات۔ خود اس کا اپنا وجود اس کی عقل سے بزور اپیل کر رہے تھے کہ وہ اپنے خالق اور پروردگار سے غافل نہ رہے۔ اور یہی دلائل و براہین انسان کی رہنمائی کے لئے کافی تھے۔ لیکن جب انسان اپنی نادانی سے انہی میں الجھ گیا اور آگے بڑھنے سے رک گیا تو رحمت خداوندی جوش میں آئی اور بنی نوع انسان میں سے ایک ایسی جماعت کو پیدا فرمایا جو خالق کی ہدایات کے موافق مخلوق کی اچھی طرح رہنمائی کرے۔ یہ انبیاء کرام کی مقدس جماعت ہے خدا ان پر اپنی رحمت و رضوان نازل فرمائے کہ انہوں نے بر وقت انسان کی دستگیری فرمائی اور اس کو بتلا بتلا جتلا جتلا کر سمجھایا کہ یہ بات خیر ہے اس کو اختیار کرنا چاہیئے۔ اور یہ بات شر ہے اس کو چھوڑنا چاہیئے۔ یہ بات خالق کی مرضی کے موافق ہے اور پسندیدہ ہے۔ اور یہ بات خالق کی مرضی کے خلاف ہے اور ناپسند اور مردود ہے۔ معلوم ہوا کہ خیر و شر کا اصل معیار اور اچھی اور بری بات کی جانچ کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس کو رسول اور نبی کی تعلیم کی کسوٹی پر جانچا جائے۔ اگر وہ رسول اور نبی کی تعلیم کے موافق ہے تو اچھی ہے اور پسندیدہ ہے اور اگر رسول اور نبی کی تعلیم کے خلاف ہے تو بری ہے ناپسندیدہ ہے اور جہالت و گمراہی ہے اس لئے کہ اصلی زندگی آنے والی زندگی ہے۔ اور آنے والی زندگی کی بھلائی یا برائی کا مدار تمہارے اپنے پسندیدہ یا ناپسندیدہ امور پر نہیں بلکہ اس کا حقیقی معیار خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر کا اتباع ہے ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

ان خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی ہدایت کے موافق زندگی گذارنا اور ان کے بتائے ہوئے صراط مستقیم پر قائم رہنا یہی ہمارے امتحان کی کامیابی ہے اور یہی خدا کی اطاعت اور فرماں برداری ہے۔ اور یہی عبادت اور بندگی ہے۔ یہی انسان کی پیدائش کا مقصد اصلی ہے اور اسی ایک غرض کے لئے انسان کو گوناگوں نعمتوں اور مہربانیوں سے نوازا گیا ہے۔ وما خلقتُ الجنَّ والانسَ الا لیعبُدُون ہ

اور اسی ایک مقصد کی طرف رہنمائی کے لئے تمام انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا

وما ارسلنا من رّسولٍ الا نوحیٓ الیہ انہ لا الٰہ الّا انا فاعبُدون ہ

یہی وہ بنیادی شے تھی جس کو مختلف زمانوں میں مختلف طریقوں کے ساتھ مختلف قوموں میں ہزاروں نبیوں اور رسولوں کے ذریعے پہونچایا گیا۔ اور دنیا کی کوئی قوم زمین کا کوئی گوشہ ایسا نہ چھوڑا گیا جہاں اس کا اچھی طرح اعلان نہ کیا گیا ہو

وَان من قَریۃٍ الا خلا فیھا نذیر۔ یعنی کوئی ایسی بستی نہیں گذری جس میں حق تعالےٰ کی جانب سے کوئی ڈرانیوالا حق راہ کو بتلانیوالا نہ آیا ہو۔

لِکُلِّ قومٍ ھاد۔ ہر قوم کے لئے کوئی نہ کوئی ہدایت کرنیوالا رہنمائی کرنیوالا ضرور آیا ہے۔

لیکن مخلوق تشنہ کام رہتی اگر کمال بندگی کے سارے اطوار اس کو نہ بتلائے جاتے اور بندگی کا مکمل ترین نمونہ اس کے سامنے نہ رکھا جاتا۔ اس لئے ہر آنے والا ایک ایسے آنے والے کی بشارت سناتا رہا جو تمام آنیوالوں کے کمالات کا جامع اور سب کی سیادت اور رہنمائی کرنیوالا ہوگا۔ جس کے ذریعہ بنی نوع انسان کو منتہائے کمال پر پہونچایا جائے گا۔ اور تمام کمالات کو اس کی ذات سے وابستہ کر کے ترقی اور کمال فوز و نجات کو اس کے اتباع پر منحصر کردیا جائے گا۔

ظہور قدسی صلی اللہ علیہ وسلم

جب دنیا اس اہل شے سے آشنا ہو چکی تو اس آنے والے کا وقت آیا جس کی آمد کے لئے یہ سب کچھ ساز و سامان کیا گیا تھا۔ وہ اسی مرکز سے نمودار ہوا جس کی بنیاد حضرت ابراہیم خلیل اللہ قائم کر گئے تھے۔ اور فاران کی چوٹی سے رشد و ہدایت کا آفتاب افق سما پر جلوہ افروزہ ہوا جہالت و ضلالت کی تاریکیاں دور ہوئیں۔ اور دنیا کے ہر گوشہ کو اپنے نور کی شعاعوں سے جگمگا دیا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

جب تک آفتاب نمودار نہوا تھا رات کی تاریکی میں رہنمائی کے لئے لاکھوں تارے روشن تھے۔ لاتعداد فانوس ہزاروں چراغ، بے شمار بجلی کے قمقمے چمک رہے تھے، دمک رہے تھے اور اپنی دھیمی دھیمی روشنی سے اپنی بساط کے موافق مخلوق کی رہنمائی کا کام دے رہے تھے۔ لیکن رات پھر بھی تاریک اور مہیب تھی اور تمام عالم پر بدستور اندھیری چھائی ہوئی تھی۔ جوں ہی خورشید نے اپنی ایک جھلک دکھلائی رات کی تمام تاریکی ایک دم کافور ہوئی۔ اس طرف سے لیکر اس طرف تک اُجالا ہو گیا۔ اور دنیا کا ہر گوشہ نور کی شعاعوں سے چمک اٹھا، نہ تاروں کی ضرورت رہی نہ ماہتاب کی حاجت رہی، نہ بجلی کے قمقموں کی کوئی حقیقت رہی۔ اب اگر ماہتاب بھی نکلے گا تو بے نور ہوگا۔ گیس کے ہنڈے بھی روشن کئے جائیں گے تو مدھم رہیں گے۔ اس لئے کہ اُجالا کرنیوالے نے ہر جگہ اجالا کر دیا۔ اس کی روشنی کے بعد کسی روشنی کی حاجت نہیں۔ روز روشن میں جو شخص چراغاں کرے وہ بے وقوف ہے اور نادان ہے۔

رات میں ہر ایک ماہ پارہ گرم لاف تھا
صبح کو خورشید جب نکلا تو مطلع صاف تھا

اس مختصر تمہید سے چند باتوں پر روشنی پڑتی ہے اور چند اصول متعین ہوتے ہیں۔

(۱) دنیا میں دو قسم کے کام ہوتے ہیں اچھا یا بُرا۔ جو شخص اچھے کاموں کو اختیار کرتا ہے وہ اچھا ہے شریف

انسان ہے اور جو شخص برائی کو اختیار کرتا ہے وہ برا ہے اور رذیل انسان ہے۔

(۲) اچھائی اور برائی کا معیار انبیاء کرام کی ذات ہے۔ جو کام ان کی تعلیم و تربیت کے موافق ہے وہ اچھا ہے اور جو کام ان کی تعلیم و تربیت کے خلاف ہے وہ برا ہے۔

(۳) انبیاء کرام کو اس لئے دنیا میں بھیجا تھا کہ وہ برائیوں کو دور کر کے انسان کو خوبیوں سے آراستہ کریں۔

(۴) انسان کی اچھائی اور برائی آنے والی زندگی کی اچھائی اور برائی پر موقوف ہے۔ اگر وہ مرنے کے بعد اہل خیر سے ہی تو دنیا میں بھی صاحب خیر ہے۔ اور اگر مرنے کے بعد اہل شر سے ہے تو دنیا میں بھی شریر ہے۔

(۵) انسان کی خیر اور صلاح و فلاح نبی آخر زماں کے اتباع پر موقوف ہی۔ جو شخص جس قدر آپ کا اتباع کرے گا اسی قدر فائز اور کامیاب ہوگا۔ اور جو آپ کے اتباع سے بعید ہوگا اسی قدر خیر و صلاح سے دور ہوگا۔

پیغمبر اعظم کا طریق دعوت و تبلیغ

آفتاب رسالت سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کو تین حصوں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا دور وہ ابتدائی دور تھا جو نبوت اور رسالت سے پہلا زمانہ تھا۔

اس آفتاب رسالت کا طلوع اصل فطرت کے موافق "صراط مستقیم" پر ہوا۔ اور روز اول سے ہر اد انبیاء کرام کی تعلیم و تربیت کے موافق ظہور میں آئی کبھی کوئی کام خلاف فطرت سرزد نہ ہوا۔ لیکن چونکہ بظاہر یہ طلوع آفتاب حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی دعا کا ثمرہ تھا اس لئے آپ بھی ملت ابراہیمی کے شیدا تھے۔ اور اسی ملت کے موافق اپنے مولا کی اطاعت اور بندگی میں منہمک تھے۔ عمر عزیز کے پورے چالیس سال اسی طرح گذارے کہ تنہائیوں میں، پہاڑیوں میں، غاروں میں، دن میں رات میں خلوت میں جلوت میں، ہر وقت ہر آن اپنے پروردگار کے حضور میں رہتے اور صرف اسی کی بندگی کرتے۔ بظاہر یہ زمانہ ناقابل التفات معلوم

ہوتا ہے لیکن درحقیقت بعد کو جن کمالات کا ظہور ہوا ان کا اصل منبع یہی دور تھا۔ جب سینہ مبارک کو معرفت وحکمت کے دریاؤں سے پُر کر دیا اور کمال کا کوئی قطرہ روئے زمین پر باقی نہ رہا تو لامحالہ اس لبریز جام کو چھلکنا تھا اور دنیا کی خشکی کو اپنے آبشاروں سے سیراب کرنا تھا۔

زندگی کا دوسرا دور اس وقت سے شروع ہوتا ہے کہ عمر کے چالیس سال گذرنے کے بعد غار حرا کی تنہائی میں حق کی جانب سے روح امین آپ کے پاس آتے ہیں اور یہ پیام سناتے ہیں

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِی خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ اَلَّذِی عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ ۝

اپنے اس پروردگار کا نام لیکر پڑھنا شروع کیجئے جس نے ہر شے کو پیدا کیا جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا آپ پڑھیئے اور آپ کا پروردگار بڑا اکرم والا ہے جس نے قلم کو تعلیم کا ذریعہ بنایا اور انسان کو وہ سب کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

یہ پہلا سبق تھا اگرچہ الفاظ کے اعتبار سے مختصر ہے مگر معانی اور حقائق کے لحاظ سے بہت کچھ اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ پہلے اس ذات وحدہ لاشریک لہٗ کی معرفت کا سبق پڑھایا گیا جس نے ہر شے کو پیدا فرما کر پھر اس کی تربیت فرمائی یہی معرفت تمام علوم وحکمت کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ اس کے بعد انسان کی ابتدائی اور انتہائی حالت کو بیان فرمایا کہ ابتداء میں یہ خون کا لوتھڑا تھا نجس ونا پاک اور گندہ تھا، قابل نفرت تھا۔ پروردگار عالم نے اس کو وجود بخشا اور اچھی شکل وصورت عطا فرمائی اور اپنے لطف وکرم سے اس کو وہ باتیں سکھا دیں جس سے وہ ناواقف تھا اور ترقی اور کمال کے منتہا پر پہونچا دیا اور یہ سب کچھ آپکے پڑھنے پڑھانے سے حاصل ہوگا اس لئے کہ آپ کی بعثت کا یہی مقصود ہے۔ چونکہ آخری جملہ میں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا گیا کہ انسان کی تعلیم وتربیت کا کام آپ سے لیا جائے گا اور آپکے ہاتھوں انسانیت کی تکمیل ہوگی اس لئے آپ بے چینی کے ساتھ دوسرے حکم کا انتظار فرمانے لگے۔ اس درمیان میں ایک بار حضرت جبرئیلؑ آپ کے پاس تشریف لائے اور میدان میں اپنا پیر مارا جس سے چشمہ اُبل پڑا۔ حضرت جبرئیلؑ نے اوّل اس سے وضو

کیا ان کو دیکھکر اسی طرح حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وضو فرمایا۔ پھر حضرت جبرئیلؑ نے دو رکعت نماز پڑھائی حضور اقدس گھر لوٹے اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو وضو کرکے دکھلایا انہوں نے یہی وضو کیا اور نماز ادا کی۔ یہ نماز کی ابتدائی تعلیم تھی۔ اور اس وقت صرف صبح اور شام دو دو رکعت کی نماز فرض کی گئی بعد میں شب معراج میں اس کی تفصیل اور تکمیل کی گئی۔ اسی انتظار اور بے چینی کی حالت میں پورے تین سال گذر گئے۔ جب شوق و رغبت منتہا کو پہونچ گیا تو حضرت جبرئیل امین حق تعالیٰ کی طرف سے یہ پیام لائے۔

یا ایھا المدثر قم فانذر و ربک فکبر و ثیابک فطھر والرجز فاھجر ولا تمنن تستکثر ولربک فاصبر ۝	اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھو پھر ڈراؤ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو۔ اور اپنے دامن کو ہر برائی سے پاک رکھو اور بتوں سے الگ رہو اور اس غرض سے احسان مت کرو کہ زیادہ معاوضہ کی خواہش ہو اور اپنے رب کیلئے صبر اختیار کرو۔

آیۂ کریمہ کی متعدد لڑیاں ہیں اور ہر لڑی اپنے اندر مستقل درس لئے ہوئے ہے۔ کلام ربانی کو سمجھنے سے پہلے اس کا شان نزول معلوم کر لیجئے تاکہ مزید لطف سخن حاصل ہو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میں جبل حرا پر تھا کہ مجھ کو یہ آواز آئی "اے محمد بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں" میں نے دائیں بائیں دیکھا کوئی شخص نظر نہ آیا اچانک میری نگاہ اوپر اٹھی تو دیکھتا کیا ہوں زمین و آسمان کے درمیان معلق تخت پر ایک فرشتہ بیٹھا ہے۔ مجھے ڈر محسوس ہوا۔ اور حضرت خدیجہ کے پاس آکر میں نے کہا کہ "مجھے کپڑا اڑھاؤ۔ مجھے کپڑا اڑھاؤ۔ اور پھر ٹھنڈا پانی ڈالو" اس وقت جبرئیل علیہ السلام ان آیات کو لیکر نازل ہوئے"۔ (تفسیر کبیر)

یاایھا المدثر قم فانذر۔ اے کپڑے میں لپٹنے والے، اے گدڑی پوش ہمت اور مستعدی کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور ارشاد و تبلیغ کا کام شروع کرو۔ اور منصب رسالت کے فرائض انجام دینا شروع

کرو۔

گدڑی پوش کے وصف کے ساتھ خطاب فرمایا۔ تخت نشین یا کرسی نشین نہیں کہا گیا۔ اس لئے کہ جو منصب عطا کیا جا رہا تھا اس کو ایک گدڑی پوش ہی حسن و خوبی کے ساتھ انجام دے سکتا ہے۔ تخت شاہی پر جلوہ فرمانے والے صدارت کی کرسی کو رونق دینے والے نہ اس عظیم منصب کے اہل ہیں اور نہ اس کو انجام دے سکتے ہیں اور اس ایک لفظ کے ساتھ شہنشاہیت اور ملوکیت پرستی کا اچھی طرح انسداد کر دیا۔

عہد نبوی میں پانچواں کالم

(۳)

مدینہ میں نفاق کا ظہور اور اس کے اسباب وعلل۔ منافقوں کا مطلق العنان لیڈر۔ زمانہ امن میں منافقوں کا اخلاق اور سرگرمیاں۔ اسلام کا اعلان اور کفر سے خفیہ سازش۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اور خاندان نبوت پر طعن وطنز۔ مسلمانوں کے درمیان تفریق پیدا کرنے کی کوشش۔

حجاز کے سیاسی ماحول میں منافقوں کے سازشی کارنامے

اشاعت گذشتہ میں تفصیل سے یہ ظاہر کیا جاچکا ہے کہ عہد نبوی میں پانچویں کالم کے طور پر کام کرنے والی جاسوسوں کی پہلی جماعت اہل کتاب (یہود) پر مشتمل تھی۔ مدینہ میں یہود کے پہلو بہ پہلو اہل عرب کی اور ایک جماعت بھی سیاسی دائرہ میں برسرکار تھی۔ یہ خطرناک سازشی منافقین کا دستہ سخت کوش دشمنوں پر مشتمل تھا۔ اس نے خاص طور پر اپنے پروگرام کو اس طرح ترتیب دیا تھا۔

(۱) مسلمانوں کو کمزور اور ان کی قوت کو منتشر کیا جائے۔

(۲) ایسے وسائل اختیار کئے جائیں جو مسلمانوں کے لئے تباہ کن ہوں۔

(۳) ان طریقوں پر عمل کیا جائے جس سے بلاد عرب میں مسلمانوں کا سیاسی اعتماد برباد اور اخلاقی ساکھ ختم ہو جائے۔

یہ جماعت ہجرت کے بعد پیدا ہوئی۔ اور ہجرت ہی کے بعد اس نے عملی میدان میں قدم رکھا۔ عرب کے علمائے زبان کا بیان ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں نفاق کا لفظ موجود نہ تھا۔ یہ لفظ قرآن کی ایجاد ہے۔ قرآن نے ان لوگوں کے لئے یہ لفظ وضع کیا۔ جو در اصل کفار کے آلۂ کار تھے۔ اور اپنی کاربراری کے لئے اپنے کفر کو چھپائے رکھتے تھے اور اسلام کو مصنوعی طور پر ظاہر کرتے تھے۔ اس سے ان کے دو مقصد تھے مسلمانوں کو جو فتوحات سے فوائد حاصل ہوں اس میں ان نام کے مسلمانوں کو برابر کا حصہ ملے۔ اور میدان جنگ میں جانے کا وقت آئے تو وہ سب سے پہلے راہ فرار اختیار کر کے مسلمانوں کو نقصان پہونچائیں۔ ان کا خاص مقصد یہ تھا کہ اپنی اصل حقیقت کو چھپائیں۔ اور چوروں کی طرح چھپ کر اسلام کے زیر تعمیر قصر میں نقب لگائیں۔

بظاہر یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے کہ اسلام کا ظہور مکہ میں ہوا۔ لیکن اسلام کے ساتھ مکہ میں نفاق کا ظہور نہیں ہوا۔ بلکہ جب مسلمانوں نے مدینہ میں منظم سوسائٹی کی حیثیت اختیار کر لی تو منافقوں نے عالم وجود میں آکر کام شروع کر دیا۔ ایسا ہونے کی ایک حقیقی وجہ یہ تھی کہ مکہ میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دین الٰہی کا اعلان کیا۔ عربوں کو اس کی طرف دعوت دی۔ آپ اپنے کام کے میدان میں فرد وحید تھے۔ اور آپ کے سامنے پوری عرب قوم تھی جن کی سربراہی کا کام قریش کے ہاتھ میں تھا۔

قریش مکہ میں طاقتور تھے، معزز اور مکرم تھے۔ اعیان اور اشراف مکہ میں ان کا شمار تھا۔ نسبی شرافت کے اعتبار سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر تھے۔ ان کو اپنے خیالات کے اظہار میں تقیہ کی ضرورت تھی نہ نفاق کی۔ وہ قوت کے ساتھ اپنے باطل نظریات کی حمایت اور اسلام کی مخالفت کر سکتے تھے۔ اس لئے انہوں نے مدینہ کے منافقوں کی طرح کوئی جماعت نہیں بنائی۔ قریش کو اسلام سے یہ خطرہ تھا کہ ان کی شعر و شاعری کا مرکز ان کے ہاتھ سے نکل جائیگا ان کا اقتدار ضائع ہو جائے گا۔ اور ان کے آبائی دین کے شعائر برباد ہو جائیں گے۔ وہ اپنے ان خطرات کو ظاہر کرنے کی قدرت رکھتے تھے اس لئے انہیں نفاق کے سیاہ پردے کے پیچھے بیٹھکر خفیہ سازشیں کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

مدینہ کے سیاسی حالات —

مدینہ میں جو سیاسی حالات پیش آئے وہ ابتدا ہی سے مکہ کے حالات سے مختلف تھے۔ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہونچے تو وہاں کے ذرہ ذرہ کو سراپا صدق وصفا پایا۔ ہر آنکھ استقبال کے کیف سے منکشف تھی۔ ہر دل منزل بننے کے لئے تیار تھا۔ ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو شرف نزول عطا فرمایا اُدھر شہر کے اعیان۔ اشراف اور سادات نے آپکے دست مبارک پر اسلام قبول کیا۔ ابتدا ہی سے اسلام کی قوت بڑھ گئی۔ وہ مہاجرین جو السابقون الاولون کا مصداق تھے اور وہ انصار جو ایمان کی تازہ قوتوں سے استفادہ کرکے اسلامی ہیئت میں داخل ہوئے تھے مل کر ایک مذہبی وحدت پر جمع ہو گئے۔ مدینہ کے اطراف سے جو لوگ آکر اسلام کی صف میں داخل ہوئے۔ انھوں نے اس وحدت کا رجحان اقلیت سے اکثریت کی طرف کر دیا۔

اب جو لوگ اپنی فطرت سے مجبور ہو کر نئے نظام اور نئے مذہب کی مخالفت کرنے کے آرزومند تھے انھوں نے سمجھ لیا۔ کہ وہ کمزور ہیں اور وہ کھلے طور پر اس مقصد کو بروئے کار نہیں لا سکتے جو ان کے دل میں پوشیدہ ہے۔ اور جس کو ڈر کی وجہ سے ابتک ظاہر نہیں کیا گیا۔ انھوں نے سوجھ بوجھ سے کام لیکر فیصلہ کیا کہ نفاق کی حکمت عملی اثر عظیم پیدا کرے گی۔ اس میں خطرات کم اور نتائج شدید پیدا ہوں گے۔ چنانچہ وہ زبان سے ایمان و اسلام لے آئے اور دل سے بے ایمانی پر قائم رہے۔ قرآن حکیم نے اسی امر کو ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔ منافقوں کا قول تھا

اٰمنّا بِأفواهِهِم ولم تُؤمِن قلوبُهُم   ہم منہ سے ایمان لے آئے ہیں لیکن قلوب ایمان نہیں لائے۔

منافقوں کا لیڈر —

مدینہ میں مسلمانوں کو ابتدا ہی سے اقتدار حاصل ہو گیا تھا۔ اس لئے منافقوں کا کام آسان نہ تھا۔ اگرچہ

ان کی مہم خطرناک اور شدید باطنی مقاومت پر مبنی تھی۔ تاہم انفرادی کوششوں سے ان کا مقصد حاصل ہونا سہل امر نہ تھا۔ وہ خود بھی اتنے چالاک تھے کہ اس کمزوری کو بخوبی محسوس کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کلی طور پر ایک منظم جماعت کی حیثیت اختیار کر لی اور اس نئے کام کے لئے عبداللہ بن اُبی کو اپنا لیڈر مقرر کیا۔ سلول کے گھرانے کا یہ فرد یثرب کے اعیان میں اہم شخصیت کا مالک تھا۔ اس کے ظاہری عزائم کی تہ میں جو جذبہ اندر ہی اندر پرورش پا رہا تھا وہ یہ تھا کہ مدینہ کا سیاسی اقتدار۔ رہنمائی کی زمام اور حکومت کا کاروبار اس کے اختیار اور تصرف میں ہو۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزول اجلال کے بعد مدینہ کا ایک ایک گھر۔ بچہ بچہ اسلام کے اقتدار کے ماتحت آگیا۔ جمہور مدینہ نے دل کی رضا سے اسلام کے بنیادی عقائد کو قبول کر لیا اب کسی دوسرے شخص کے لئے یہ امکان نہ تھا کہ وہ بیعلیہ اسلام کے مقابلہ میں خدائی تخت کے برابر اپنا مسند حکومت آراستہ کرے۔ وقت نے عبداللہ بن اُبی بن سلول کے خواب کی تعبیر کو الٹ دیا اس کے ہاتھ میں جو حکومت آنے والی تھی وہ خدا کے قانون نے اپنے ہاتھ میں لے لی خدا کا عظیم و جلیل پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) اس مقصد کے لئے مدینہ میں موجود تھا۔ اور اُس کے اختیار و اقتدار کے سامنے ہر باطل طاقت اپنی طاقت سے محروم ہو چکی تھی۔ عبداللہ بن اُبی بن سلول کے قدموں کے نیچے سے زمین نکل چکی تھی۔ وصدت کا آخری لمحہ ضائع ہو چکا تھا۔ اس لئے وہ بے حد رنجیدہ تھا۔ اس نے مقاومت کا فیصلہ کیا۔ اس کے ہم خیال اِدھر اُدھر پھیل گئے اور وہ خفیہ حکمت عملی کے ماتحت ان کی تنظیم کو کارآمد بنانے میں مصروف ہو گیا۔ منافقین نے اپنے ظاہر کو اسلام کے مطابق بنا لیا۔ ان کے دل میں نفاق کی جھلسی ہوئی کھیتی کھڑی تھی۔ ظاہر میں ہر وقت مسلمانوں کے ساتھ باطن کے اعتبار سے مسلمانوں کو ناکام بنانے کے لئے ہر کام کے واسطے تیار اور ہر فعل کے لئے مستعد تھے۔

منافقوں کی علامتیں

قرآن حکیم نے منافقوں کے جو اوصاف اور نشانات متعین طور پر بیان کئے ہیں ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے

کہ یہ جماعت پانچویں کالم کے طور پر کام کرنے والی جماعتوں میں اول درجہ کی خطرناک جماعت تھی زمانۂ امن میں ان کا کام یہ تھا کہ

(۱) نہایت ہی بلند آہنگی کے ساتھ اسلام کا اعلان کرتے تھے۔

(۲) اپنے دائرہ کار میں پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) پر حملے کرتے تھے ان کی عزت کے درپے رہتے تھے۔ اور خاندان نبوت کو بدنام کرنے میں دلچسپی رکھتے تھے۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت کے کاموں میں رخنہ ڈالتے تھے اور اس سے بے تعلقی کو اپنی مصلحت تصور کرتے تھے۔ بسا اوقات احکام کو ماننے سے انکار کر دیتے تھے۔

(۴) مسلمانوں کے درمیان تفریق ڈالتے تھے۔ اور اختلاف کو ترقی دینے کے لئے ہر سازش کو جائز سمجھتے تھے۔

اس پروگرام کا پہلا جز نفاق کی پالیسی کا بنیادی عنصر تھا۔ قرآن کریم اس کے متعلق صاف طور پر کہتا ہے

ومن الناس من یقول اٰمنا	(تشریح) ایک جماعت وہ ہی جو یہ کہتی ہے کہ ہم
باللہِ وبالیوم الاٰخر وما	اللہ پر اور عاقبت پر ایمان لا چکے ہیں۔ حالانکہ صحیح
ھُم بِمُؤمِنِینَ o یخادعون	یہ ہے کہ ان کو مومن قرار دیا ہی نہیں جا سکتا اس
اللہَ والذین اٰمنوا وما	جماعت کے افراد اللہ اور اس کے مومن بندوں
یخدعون الا انفسھم وَ	کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں بصورت حال یہ ہے کہ وہ
ما یشعُرُون o فی قُلُوبِھم	خود اپنی ذاتوں کو دھوکہ دے رہے ہیں نا سمجھ ہیں۔
مرضٌ فزادھم اللہُ مرضًا	اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔ ان کے دل میں مرض جگہ پا چکا
ولھم عذاب الیمٌ بما کانوا	ہے۔ اللہ نے ان کے اس مرض کو اور بڑھا دیا ہے اور
یَکذِبُون۔ واذا قیل لَھُم اٰمِنُوا	وہ سخت عذاب کے مستحق ہوئے۔ جب ان کو حکم

كما امن الناس قالوا انؤمن كما امن السفهاء الا انهم هم السفهاء ولكن لا يعلمون ۝ واذا لقوا الذين امنوا قالوا امنا واذا خلوا الى شيطينهم قالوا انا معكم انما نحن مستهزءون ۝

دیا جاتا ہے کہ ایمان لے آؤ جس طرح دوسرے انسان ایمان لا چکے ہیں۔ تو وہ جواب دیتے ہیں کیا ہم بھی اسی طرح گردن خم کردیں جس طرح پست اور کم درجہ کے لوگوں نے اطاعت کرلی ہے۔ یہ لوگ آگاہ ہو جاتیں یہی خود پست اور کمینے ہیں۔ مگر اس امر سے لاعلم بنے ہوئے ہیں۔ ان کا حال یہ ہے جب مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں۔ اور جب اپنے شیاطین کے حلقہ میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو دل لگی کرنے کے لئے ایمان لائے تھے؛

اس آیت سے منافقین کی خطرناک روش کا تمام حال وانکشاف ہو جاتا ہے۔ ان کے لئے یہ عام بات تھی کہ دربار رسالت میں حاضر ہوتے تو قسمیں کھاتے۔ اعتراف کرتے۔ بخدا آپ خدا کے برگزیدہ رسول ہیں۔

ان کا لیڈر عبداللہ بن ابی شان دار، جسیم، بلیغ، فصیح اور خوش گفتار مقرر تھا۔ اس کی جماعت کے ہر رکن میں پروپیگنڈا کرنے اور دل کو لبھانے والی باتیں کرنے کا خاص وصف تھا۔ جب وہ دربار رسالت میں آتے تو ان کی صورتوں کا شکوہ اور گفتار کی جاذب توجہ رفتار حاضرین کو متاثر کئے بغیر نہ رہتی۔

مکہ معظمہ کی ڈاک

نزول باران اور صحن حرم میں سیلاب

مکہ معظمہ میں ۶ ربیع الثانی کو زبردست بارش ہوئی۔ وادی مکہ کی زمین، اور سڑکیں بہ نکلیں۔ دامان کوہ کی بلندیوں سے پانی نے تہر کا رخ کیا، مکہ معظمہ نشیب میں ہے۔ اور صحن حرم اس سے بھی زیادہ نشیب میں ہے۔ اس لئے اس قسم کے مواقع پر پانی کی رو صحن حرم میں پہونچ جاتی ہے۔ اس بار بھی ایسا ہی ہوا۔ سیلاب آیا اور حرم میں داخل ہوگیا۔ حرم کے صحن میں تین فٹ کے قریب پانی کھڑا ہوا تھا۔ مسجد کے چاروں طرف جو بازار واقع ہے اس کی دکانیں خطرہ میں آگئی تھیں۔ اکثر پرانے مکانات کے لئے خطرہ لاحق تھا مدرسہ صولتیہ کے چند پرانے وقفی مکانات کو بھی نقصان پہونچا۔ مالی مشکلات کے اس دور میں یہ نقصان کافی پریشان کن ہے۔ ایک وہ "دور رحمت" اور "دور سعادت" تھا کہ اصحاب خیر نے خدا کی دی ہوئی توفیق سے ان مکانات کو مدرسہ صولتیہ پر وقف کرنے کا حوصلہ پایا۔ اب یہ وقت ہے کہ اس نقصان کی تلافی کے لئے مشکل ہی سے کوئی مرد مومن توجہ کر سکتا ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس طوفان اور نقصان کی حالت میں محکمہ امن عام، پولیس اور حکومت کے ذمہ دار افسروں نے زبردست حوصلہ اور پوری ہمت سے کام لیا اور بعجلت ممکنہ صحن حرم سے پانی نکلانے کا زبردست اہتمام کیا گیا مصیبت زدہ گان کی فوری امداد مستعدی کے ساتھ کی گئی۔ یہ جذبہ قابل قدر اور لائق تحسین ہے۔

حجاز کا تعلیمی معیار —

ڈائرکٹر محکمہ تعلیم کی مستند رپورٹ کا خلاصہ

مملکۃ عربیہ سعودیہ کے ڈائرکٹر تعلیمات سید محمد طاہر الدباغ نے حال ہی میں اپنی ایک تقریر میں حجاز کے سرکاری مدارس کی تعلیمی حالت پر اپنی رپورٹ پیش کی۔ استاذ محترم نے یہ تقریر سرکاری درسگاہ (المعہد العلمی السعودی) میں اس وقت کی جب سمو الامیر فیصل اس کے سالانہ جلسہ کی صدارت فرمار ہے تھے۔ اسی لئے تقریر کو سرکاری اہمیت حاصل ہے۔

سید محمد طاہر الدباغ نے تعلیمی رپورٹ پیش کرتے ہوئے اس امر پر اظہار مسرت کیا کہ حکومت کی سب سے بڑی درسگاہ نے اپنے زمانہ قیام کے بعد پہلی مرتبہ اپنے دورۂ تعلیمی کو پورا کر کے کامیابی حاصل کی۔ معہد علمی سعودی نے جو انٹرمیجیٹ کالج کے درجہ کی درسگاہ ہے۔ دس طالب علموں کی پہلی جماعت تیار کرنے کا فخر حاصل کیا ہے۔ اور معہدی سعودی سے پہلی مرتبہ دس فارغ التحصیل طلبار کو سندیں عطا کی جارہی ہیں۔ اس اہم ابتدائی کام میں خدا کی امداد اور اساتذہ کے صادق جذبہ کا زبردست حصہ ہے۔ ہماری درسگاہ نے ٹریننگ کالج کی حیثیت سے بھی مفید کام کیا ہے سال ہائے گذشتہ میں ابتدائی اور متوسط جماعتوں کی تعلیم کے لئے معلموں کی ضرورت کو پورا کرنا بھی اس تعلیم گاہ کا فرض رہا ہے۔ ابتک (۱۰۸) معلم تربیت پا چکے ہیں، اور دوسرے سرکاری مدارس میں تعلیم دے رہے ہیں۔ سال گذشتہ ابتدائی (مڈل) جماعت میں ۶۳ طلبہ داخل ہوئے جن میں ۴۲ طلبہ نے کامیاب ہو کر سند حاصل کی۔ چند سال کی روداد کو سامنے رکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابتدائی تعلیم کی رفتار روبہ ترقی ہے۔

سنہ ۱۳۵۶ھ میں صرف ۱۶ طلبہ تھے سنہ ۱۳۵۷ھ میں اس جماعت کے ۳۰ طلبہ نے کامیاب ہو کر سند حاصل کی اور سنہ ۱۳۵۸ھ میں ۴۰ طلبہ کو پاس ہونے کا سارٹیفکٹ دیا گیا۔

آئندہ کی ترقی کے لئے چند نئی اسکیمیں سامنے ہیں۔ ایسی درسگاہ کا قیام زیر تجویز ہے جس میں علم الاقتصاد۔

تجارت، اور شرح تبادلہ کے متعلق تعلیم دی جاسکے گی۔ اس تجویز پر عمل کرنے سے ضرورت کے مطابق تربیت یافتہ افسروں کی کمی پوری ہوجائے گی۔ اور سرکاری محکموں کے لئے جس قسم کے آدمیوں کی ضرورت ہے۔ وہ اس درسگاہ سے تیار ہوا کریں گے۔

محسنوں کا ذکر خیر

دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ کے حلقہ محسنین میں جناب مولوی سید احمد صاحب (گوجرانوالہ) کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں جب ایک انسان دنیا میں روشن مثال قائم کرتا ہے۔ تو اس کو ہر دیکھنے والی آنکھ دیکھتی ہے۔ ہر نیک کام دوسرے نیک کام کا مقدمہ ہوتا ہے۔ اور ہر مخیر انسان ایک بار کار خیر میں حصہ لینے کے بعد اپنی پاکیزہ فطرت کی رہنمائی میں دوسرے نیک کام کی جستجو میں رہتا ہے۔ مولوی صاحب محترم مدرسہ صولتیہ کے محسنین میں خلوص کے لحاظ سے صف اول کی ہستی ہیں۔

خداوند تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق مخیر مسلمانوں کا ساتھ کس طرح دیتی ہے اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ موصوف نے بمد تعمیرات۔ خاص تعین کے ساتھ پانچ سو روپیہ کا گرانقدر عطیہ مدرسہ صولتیہ کو مرحمت فرمایا ہے۔ اس عطیہ کا پورا جواب ہمارا جذبۂ امتنان، صدہا طلبہ اور علماء کی دعائیں ہوسکتی ہیں تو وہ ہر وقت موجود ہیں لیکن اصل جواب وہ اجر و ثواب ہے جو اس قسم کے حسان کے مواقع پر خدا کی نظر میں مقدر ہے۔ ہماری دعا ہے کہ ان کا یہ عمل صدہا نیکیوں کے لئے دلیل ثابت ہو۔ آمین ثم آمین۔

مکہ معظمہ، قبلۂ اسلام ہے۔ اس شہر کی حرمت و عظمت ہمارے مذہبی عقائد میں داخل ہے اور اس کی تقدیس ان معرکۃ الآراء مسلمات میں سے ہے جن کی تصدیق ہمارے ہادی اعظم اور دنیا کے سب سے بڑے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) اور

عزیز و محبوب رہنما کی زبان مبارک سے ہو چکی ہے۔

مکہ معظمہ کے سرچشمہ علم و حکمت دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ جو درسگاہ قرآن و حدیث اور مرکز تعلیم و تربیت ہے اس کی اہمیت کو وہی مسلمان جانتے ہیں جو اس شہر کی بندگی کے تصور کو اپنے عقیدے میں داخل سمجھتے ہیں اور اس سے ربط و تعلق کو دین و دنیا کی کامیابی اور ہر طرح کی ترقی کی معراج جانتے ہیں

یوں تو مکہ ایسے مقدس اور باعظمت شہر میں۔ اللہ کے نیکوکار۔ نیک نہاد۔ اور نیک صفت بندوں کی قائم کی ہوئی یہ مرکزی درسگاہ موجود ہے۔ آج سے کیا سرسٹھ سال سے موجود ہے۔ لیکن اس سرچشمہ علم و دین کی خدمت کے اجر و ثواب کو ان پاک دلوں سے پوچھیے جو اس سچے عقیدہ پر ایمان رکھتے ہیں کہ مکہ معظمہ کی "ایک نیکی لاکھ نیکیوں کے برابر ہے" قرآن جس شہر کی عظمت کا گواہ ہے صحیح احادیث جس سرزمین کی پاکی بیان کر رہی ہیں امت کے صلحاء باخدا اشخاص علماء امۃ جس مقام کے مقابلہ میں دولت دنیا کو بے حقیقت چیز تصور کریں۔ اگر اس مقام پر ربانی علوم کا مرکزی مدرسہ موجود ہو اور امت کے ارکان اس کے لئے کام کرنے کا ارادہ کرلیں تو یہ کوئی معمولی بات نہ ہوگی۔ اگر ایک قوم سب کچھ کھو کر بھی سب کچھ پانے کی آرزو میں زندہ ہے تو اس کے لئے اس سے بہتر کوئی صورت نہیں کہ وہ اللہ کے لئے اور اللہ کے گھر میں اپنے اس دینی و مذہبی دارالعلوم کے لئے خدمت کے میدان میں آئے اور آکر دنیا کے واسطے نمونہ بنے۔ ہمیں امید ہے کہ مولوی سید احمد صاحب نے جو نیک مثال قائم کی ہے اس کی عام طور پر پیروی کی جائے گی۔ اس نازک زمانہ میں مدرسہ صولتیہ کی خدمت عظیم الشان خدمت ہے۔ اس راہ میں ہر قدم صدہا برکتوں کا موجب ہوگا تجربات کی دنیا میں اس قسم کی خدمت کا تجربہ ہر تجربہ سے بہتر ہے،

دہلی کا ایک وقف

دہلی ہمیشہ سے اخیار اور نکوکار بندوں کا شہر ہے۔ اس شہر نے زمانہ کے صدہا انقلاب دیکھے۔ دلی بنی اور بن بن کر ٹوٹی، مگر اس کے ملا ریخی اوصاف میں فرق نہ آیا۔ علماء رہیں کہ بے سنت، طلب خدمت علم میں مصروف

صلحا جب دیکھیے خدا کے حضور میں دنیا و دین کی خیر کے لئے دعا میں محو۔ کہا جاتا ہے کہ امیر کا دل تنگ ہوتا ہے مگر دلی کے امرا نے اس خیال ہی کو غلط ثابت کر دیا۔

دہلی مٹنے کو دس دفعہ مٹی۔ لیکن دہلی کے آسمان پر مسلمانوں کا ستارہ کبھی غروب نہیں ہوا دہلی کی گلیوں میں رہنے والے شہزادے اور شہزادوں کے ہم مرتبہ فقیر جا چکے ہیں مگر ان کے علم حق اور عمل بر حق کی مثالیں اور نمونے اس دلی کے گھروں میں موجود ہیں۔

یہ تو پرانی دلی تھی۔ آج کی دلی میں بھی ایسے گھرانے نظر آتے ہیں جو اپنے کاموں اور کارناموں کے لئے لائق تحسین و آفرین ہیں۔

بی جَجّن صاحبہ جو دہلی کی عالی ہمت اور مخیر خاتون تھیں آخر عمر میں دنیا کی نیکیوں کا سلسلۂ ثواب عاقبت کے ساتھ استوار فرما گئیں۔ مرحومہ نے ۱۵ر جولائی سنہ ۱۹۳۰ء کو اپنی غیر معمولی جائداد امور خیر کے لئے وقف کی وقف کے تیسرے حصہ (۹ پائی ـ ۳ آنہ) میں سے نصف آمدنی مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے لئے مقرر فرمائی۔ اچھے سرمایہ کی نمایاں علامت یہ ہو کہ وہ اچھے کاموں میں صرف ہو، واقفہ کے حسن نیت اور مال وقف کے سرمایہ خیر ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وقف ابتک اچھی حالت میں ہو متولی وقف شیخ محمد رفیق صاحب رئیس بلیماران وقت مقررہ پر ہر سال کی امدادی رقم بے تاخیر مدرسہ صولتیہ کو بھیج دیتے ہیں۔ اس بدحال دنیا میں اور اس خراب حال زمانہ میں اپنے فرائض کا احساس ایک قابل قدر چیز ہے، اور ایسی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔ جو دنیا کی ذمہ داری میں دین کا لحاظ رکھیں۔ متولی صاحب ہمارے شکریہ اور اہل حرم کی دعاؤں کے مستحق ہیں۔

اس سال بھی سال رواں کی بابت رقم امداد وصول ہو چکی ہے جس کی تعداد دو سو (۲۰۰) روپیہ ہے جو بات قابل تحسین ہے وہ یہ ہے کہ خدا کی راہ میں یہ قدم مطالبہ اور یاد دہانی کے بغیر اٹھا ہے۔

بی حسن صاحبہ مرحومہ دین ودنیا کے معاملات میں ہوشمند اور معاملہ فہم خاتون تھیں۔ اور اس بارے میں ان کی ذات مردوں سے زیادہ قابل تعریف تھی۔ ان کی اس دوراندیشی کا ثبوت اس امر سے بھی ملتا ہے کہ انہوں نے اپنی حیات ہی میں وقف کو معتمد ہاتھوں میں دے دیا۔ اور اپنے وقف نامہ میں صراحت کے ساتھ وقف کے امور خیر کی نگرانی کے کام کو ایک خاص کمیٹی کے ماتحت کر دیا۔ جس کے ارکان یہ ہیں:۔

(۱) حضرت مولانا محمد سلیم صاحب۔ ناظم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ۔

(۲) حضرت شاہ علی محمد صاحب۔ سجادہ نشین بسی نو ضلع ہوشیار پور۔

(۳) حاجی آغا جان صاحب۔ دہلی۔

اس زمانہ میں اس قسم کے باضابطہ اوقاف کی مثالیں کمیاب ہیں۔ مسلمانوں کی عام توجہ نمائشی کاموں کی طرف زیادہ ہے۔ اس کا نانا، بھی نمائش سے زیادہ نہیں۔ علم کی خدمت کے لئے ایک مسلم خاتون کا یہ حوصلہ بڑا قابل قدر ہے۔

اندلس کی یونیورسٹیوں میں ہر دروازہ پر یہ لکھا ہوا تھا کہ دنیا کی عمارت کے چار ستون ہیں۔ وہ علم جو فضلاء کے سینہ میں ہو۔ وہ انصاف جو امراء حکومت کے ارادوں میں پایا جائے۔ وہ دعا جو صالحین کے دلوں سے نکلے اور وہ جلال جو بہادروں کے تیور سے ظاہر ہو۔ ہمارا خیال ہے کہ دین کی عمارت بھی ان چار ستونوں پر قائم ہو سکتی ہے۔ خاص کر دعا، صالحین پر، علماء اور صلحاء روئے زمین کے نورانی قمقمے ہیں جو شخص ان کی حفاظت کا حوصلہ رکھتا ہے وہ درحقیقت اپنے مستقبل کو روشن کرتا ہے۔

آج صلحاء امت اور علماء حرم کی دعائیں مرحومہ کے لئے وقف ہیں۔ یہ سب سے بڑا ہدیۂ ستائش و تحسین ہے جو ہم خدام علم کی طرف سے مرحومہ کی روح پر فتوح کے لئے پیش کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو عرفان حق کے اعلیٰ مقام پر فردوسی دنیا میں جگہ عطا فرمائے۔ اور مسلمانوں کو اس قسم کے امور خیر کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

صحیفۂ سعادت

معاونین کرام اور محسنوں کے اسماء گرامی

فہرست رقوم عطیات وامداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ۔ بذریعہ صدر دفتر مدرسہ - دہلی۔

بابت ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۶۰ھ

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ مہینہ کی فہرست اسماء معاونین کی اشاعت دوسرے ماہ کے نمبر میں ہوا کرے گی۔ حسب ذیل تفصیلات میں اگر کوئی غلطی ہو تو براہ کرم دفتر کو مطلع فرمائیں باعث شکر گذاری ہوگا۔

نمبر شمار	نمبر رسید	جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱	۷۴۷	۸	جناب انور جہاں بیگم صاحبہ قرول باغ نئی دہلی	۴ر	امداد عام (تعلیم)	سید محمد اظہر صاحب
۲	۷۴۸	"	" حافظ لال بہادر خاں صاحب۔ بہادر گنج	عه	" "	بذریعہ منی آرڈر
۳	۷۴۹	"	حاجی محمد سلیم صاحب بستی	صر	" "	"
۴	۸۵۲	۱۱	" سید محمد اظہر صاحب مہتمم ہربک ہائی اسکول دہلی	۴ر	" "	بذات خود بابت ماہ جون ۱۹۴۱ء
۵	۸۵۳	"	" نسیمہ اختر صاحبہ منشی فاضل قرول باغ نئی دہلی	۱۲	" "	معرفت سید محمد اظہر صاحب بابت ماہ جون ۱۹۴۱ء
۶	۸۵۴	"	ایک اہل خیر جزاہ اللہ معرفت حاجی محمد مصطفیٰ علی صاحب	عنہ	" "	بذریعہ منی آرڈر
۷	۸۵۵	"	جناب الحاج منشی انعام الحق صاحب۔ سہارنپور	۸ر	" "	بذریعہ منی آرڈر بابت ماہ ربیع الاول سنہ ۶۰ھ
۸	۸۵۶	"	" مولوی نبی بخش صاحب۔ گورداسپور	صر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذریعہ منی آرڈر
۹	۸۵۷	"	" ابرار حسن خاں صاحب پنشنر۔ قائم گنج	تـ	امداد عام (تعلیم)	
۱۰	۸۵۸	"	" الحاج کیپٹن مولوی غلام محمد صاحب۔ بہاولپور	صر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذریعہ منی آرڈر بابت ماہ مئی ۱۹۴۱ء
۱۱	۸۵۹	"	" انور جہاں بیگم صاحبہ۔ قرول باغ نئی دہلی	عـه	امداد عام (تعلیم)	سید محمد اظہر صاحب

نمبر شمار	نمبر رسید	جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱۲	۸۶۰	۱۱	جناب حاجی فرحت بخش صاحب عرف محمد یونس صاحب	عـ٥	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذریعہ منی آرڈر
۱۳	۸۶۱	〃	〃 انور جہاں بیگم صاحبہ - قرول باغ نئی دہلی	عہ	〃 〃	سید محمد احمد صاحب
۱۴	۸۶۲	〃	〃 سید حسیب رضا صاحب - دہلی	عہ	امداد عام (تعلیم)	بذات خود
۱۵	۸۶۳	〃	〃 سید شاہ عبد الباری صاحب دفتر چیف انجینیر کلکتہ	عہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذریعہ منی آرڈر
۱۶	۸۶۴	〃	〃 مولوی سید احمد صاحب - گوجرانوالہ	۵۰۰	تعمیرات	بذریعہ پنجاب نیشنل بنک دہلی
۱۷	۸۶۵	〃	〃 مسٹر خلیق احمد صاحب - بی ٹے آنرز دہلی	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذات خود
۱۸	۸۶۶	〃	جناب اہلیہ صاحبہ متولیہ وقف حاجی فیض محمد خان صاحب مرحوم	۱۱۰	امداد عام (تعلیم)	بذریعہ منی آرڈر - امداد از وقف مذکور
۱۹	۸۶۷	〃	〃 شیخ حسیب احمد صاحب - سہارنپور	سے/	〃 〃	بذریعہ منی آرڈر
۲۰	۸۶۸	〃	〃 بیگم صاحبہ ڈاکٹر محمد اجمل حسین صاحب - لدھیانہ	صہ/	〃 〃	〃
۲۱	۸۶۹	〃	الحاج محمد سعید صاحب کانپور چھاؤنی	عـ٥	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۲۲	۸۷۰	〃	〃 شیخ محمد رفیق صاحب منتظم وقف بی بی محسن صاحبہ مرحومہ دہلی	۲۰۰	امداد عام (تعلیم)	بذات خود بابت سنہ ۱۳ھ
۲۳	۸۷۱	〃	مخدوم زادہ محمد سلیم صاحب قرول باغ نئی دہلی	۲/	〃	〃
۲۴	۸۷۲	〃	جناب محمد شفیع صاحب - جے پور	۲/	〃	حکیم محمود علی صاحب

آمدنی از فروخت ٹکٹ ہائے امدادی

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر سلسلہ	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۲۵	ٹکٹ ۱۱۱	۱۲	جناب اللہ بندہ صاحب پسر اللہ راضی صاحب کاندھلہ	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	معرفت مولوی ظہیر الحسن صاحب ایم۔ اے
۲۶	از ۱۱۲ تا ۱۱۴	〃	〃 حاجی محمد عمر صاحب رئیس کاندھلہ	صـ٥/	امداد عام (تعلیم)	〃 〃
۲۷	۱۱۵	〃	〃 مولوی شمس الحسن صاحب تحصیلدار پنشنر کاندھلہ	صہ/	〃	〃 〃
۲۸	۱۱۶	〃	〃 اہلیہ صاحبہ جناب مولوی ظہیر الحسن صاحب	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃 〃
۲۹	۱۱۷	〃	〃 اہلیہ صاحبہ نثار احمد صاحب کاندھلہ	صہ/	〃 〃	〃 〃
۳۰	۱۱۸	〃	〃 اہلیہ صاحبہ متولی محمد طفیل صاحب مرحوم 〃	صہ/	〃 〃	〃 〃
۳۱	۱۱۹	〃	〃 چودھری عبد الرحمن صاحب زمیندار 〃	صہ/	امداد عام (تعلیم)	〃 〃
۳۲	۱۲۰	〃	〃 چودھری نانو صاحب 〃 〃	صہ/	〃 〃	〃 〃

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۳۳	۶۰۷	۱۰۱	جناب بابو صدیق علی صاحب۔ کاندھلہ	عہ ر	امداد عام (تعلیم)	معرفت مولوی ظہیر الحسن صاحب ایم، اے
۳۴	۶۰۸	〃	〃 منشی ارشاد علی صاحب 〃	عہ ر	〃 〃	〃 〃
۳۵	۶۰۹	〃	〃 اہلیہ صاحبہ بابو صدیق علی صاحب 〃	عہ ر	〃 〃	〃 〃
۳۶	۶۱۰	〃	〃 چودھری رحیم الدین صاحب گڑھی دولت 〃	عہ ر	〃 〃	〃 〃
۳۷	۶۱۱	〃	〃 چودھری رحیم الدین صاحب منجانب چودھری سلار الدین صاحب مرحوم کاندھلہ	عہ ر	〃 〃	〃 〃
۳۸	۶۱۲	〃	〃 مرزا امجد علی بیگ صاحب میونسپل کمشنر 〃	عہ ر	〃 〃	〃 〃
۳۹	از ۶۱۳ تا ۶۱۷	〃	〃 بابو محمد حنیف صاحب پوسٹماسٹر 〃	صہ ر	〃 〃	〃 〃
۴۰	از ۶۱۸ تا ۶۲۲	〃	〃 چودھری رشید پسر منا صاحب قصاب 〃	صہ ر	〃 〃	〃 〃
۴۱	۶۲۳	〃	〃 اہلیہ صاحبہ مرزا رضا بیگ صاحب زمیندار 〃	عہ ر	〃 〃	〃 〃
۴۲	۶۲۴	〃	〃 چودھری مرزا رضا بیگ صاحب 〃 〃	عہ ر	〃 〃	〃 〃
۴۳	۶۲۵	〃	〃 منشی منظور احمد خانصاحب پنشنر 〃	عہ ر	〃 〃	〃 〃
۴۴	از ۶۲۶ تا ۶۲۷	〃	〃 چودھری عبدل صاحب لکھیا کھدراؤلی 〃	عا ر	〃 〃	〃 〃
۴۵	از ۶۲۸ تا ۶۲۹	〃	〃 چودھری اجالا صاحب زمیندار گڑھی دولت 〃	عا ر	〃 〃	〃 〃
۴۶	از ۶۳۰ تا ۶۳۱	〃	〃 چودھری گیسو صاحب 〃 〃	عا ر	〃 〃	〃 〃
۴۷	۱۳۷	۱۵	〃 حکیم محمود علی صاحب وکیل ٹھکانہ سیواڑ	عہ ر	〃 〃	بذات خود
۴۸	۱۳۸	〃	〃 مولوی محمد اللہ صاحب سابق امام جامع مسجد جے پور	عہ ر	〃 〃	معرفت حکیم محمود علی صاحب
۴۹	۱۳۹	〃	〃 کنیز فاطمہ صاحبہ اہلیہ حکیم محمود علی صاحب	عہ ر	〃 〃	〃
۵۰	۱۴۰	〃	〃 حاجی سکندر خانصاحب وکیل آمیر	عہ ر	〃 〃	〃 〃
۵۱	۱۴۱	〃	〃 حافظ محمد سعید صاحب امام مسجد	عہ ر	〃 〃	〃 〃
۵۲	۴۲۷	۶۶	〃 مولوی محمد بقا صاحب پروفیسر مہاراج کالج	عہ ر	〃 〃	〃 〃
۵۳	۴۲۸	〃	〃 مولوی محمود علی صاحب وکیل سیواڑ جے پور	عہ ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃 〃
۵۴	از ۴۲۹ تا ۴۳۶	〃	منجانب پنچایت ہیزم فروشان جے پور معرفت چودھری حافظ محمد حسین صاحب	شے	امداد عام (تعلیم)	〃 〃

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۵۵	۱۱۹۰ تا ۱۲۰۰	۱۲	جناب حاجی ظفر احمد منظور احمد صاحبان امروہہ	عـہ/	امداد عام (تعلیم)	بذات خود

کل میزان آمدنی بابت ماہ جمادی الاولی ۱۳۶۰ھ لعماللعـ ۹۳ ؁ ۵ ۱۵/

احقر
ضیاء الدین احمد معتمد و صدر دفتر مدرسۂ صولتیہ مکہ معظمہ
قرول باغ، نئی دہلی

ندائے حرم

عدد ۷ جلد اوّل

سنہ ۱۳۶۰ھ ماہ رجب

سنہ ۱۹۴۱ء (مطابق اگست)

صفحہ

طلباء سے بلاتخصیص سالانہ چندہ صرف ایک روپیہ (عہ)۔

جامعہ حرم

مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ

(از ابوالاسرار رمزی صاحب، اٹاوی مقیم جودھپور۔)

جن کو قدرت نے حساس دل ودماغ عطا کئے ہیں ان کے لئے نالۂ حرم بیداری اور "احساس مرکزیت" کا ایک پیام ہے، رمزی صاحب اس "آوازِ دوست" پہونچنے اور بزم ندا میں پہلی مرتبہ شرکت فرمائی، ادبی حلقوں میں رمزی صاحب کی شخصیت ادبی خدمات اور ذوق خاص کی بنا پر کسی تعارف کی محتاج نہیں، رمزی صاحب ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ آپ نے اپنے صادق جذبات اور موثر کلام سے ندائے حرم پر لبیک کہا

بخشا گیا ہے غیب سے، تجھکو مزاج معتدل
دنیا و آخرت لئے۔ تیرا وجودِ آب و گل
دار العلوم اور ہیں، لیکن نہیں یہ ایں صفت
عرش ترا دماغ ہے، اور حرم ہے تیرا دل
ہند کا ایک مردِ حق، اس پر مرا سلام ہو
پہنچا دیارِ یار میں لیکے جنون مستقل
اپنے قوی جہاد سے، توڑا طلسم عصبیت
جس سے غرور سرنگوں، اور خرد ہے منفعل
گوشۂ خانقاہ سے، کارگہِ حیات میں
دین کو لائے کھینچکر، اس کی ہے سعی متصل

۱۳۶۰ھ

کے سفر حج کے لئے ایک اہم تجویز

جہاز راں کمپنیوں اور حکومت ہند کی اہم ذمہ داری

عازمین حج ہر سال ایک مقدس مذہبی فرض کی ادائیگی کے لئے بحری راہ سے حجاز کا سفر کرتے ہیں جہاز راں کمپنیاں اس سے مادی اور تجارتی نفع حاصل کرتی ہیں، اپنی نیک نامی، کاروبار کی ترقی اور ذمہ داری کا لحاظ کر کے ضروری انتظامات عمل میں لاتی ہیں، اگرچہ ذمہ داری کا یہ احساس کمپنیوں کے باہمی مقابلہ کا نتیجہ ہے۔

ہر جہاز میں حجاج کے لئے کھانے کا انتظام، ڈاکٹر اور دواؤں کا انتظام کیا جاتا ہے۔ لیکن حجاج کے لئے جو بات سب سے زیادہ ضروری ہے اس کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔

سفر حج ایک مذہبی فرض ہے اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ مغل لائن اور حج لائن اپنے ہر جہاز پر بزمانہ حج ایک عالم دین کا تقرر بھی عمل میں لائیں۔ جو جہاز پر ناواقف حجاج کو مسائل حج سے واقف کر سکے۔ حاجیوں کے مذہبی سوالات کا جواب دے سکے۔ اثنا سفر میں سمت قبلہ کی تبدیلی پر، صحیح طریقہ پر سمت کو متعین کر سکے اوقات نماز میں امامت کے فرائض انجام دے، کسی حاجی کے انتقال پر تجہیز و تکفین کے رسوم کی ادائیگی اور نگرانی کا ذمہ دار ہو۔

یہ ضروری ہے کہ وہ عالم دین مستند ہو اور سفر حج کا کافی تجربہ رکھتا ہو، اور کم از کم دو حج کر چکا ہو، تاکہ آداب حج و زیارت کے متعلق حجاج کی صحیح رہنمائی کر سکے۔

کمپنیوں کا فرض ہے کہ وہ جن اصحاب سے مالی فوائد حاصل کرتی ہیں ان کی اس اولین مذہبی ضرورت کو پورا کریں۔ ہم حکومت ہند کو بھی اس اہم مسئلہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔

محمد سلیم

ناظم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ۔

اثرات

اعلیٰحضرت سلطان العلوم نظام دکن خلد اللہ ملکہ نے "اُمّ المحسنین" (مادرِ دکن) کی یادگار میں مدرسۃ العلوم (مسلم یونیورسٹی) علیگڈھ میں ایک شایانِ شان مسجد تعمیر کرنے کے لئے گراں قدر عطیہ مرحمت فرمایا ہے۔ مملکتِ دکن کو مسلم یونیورسٹی کے نشوو ارتقار کے مسئلہ سے جو عمیق تعلق رہا ہے "مسجد زہرا" کی تعمیر اس کی ایک تازہ پسندیدہ اور قابلِ تعریف مثال ہے۔

مسجد کے لئے مناسب وموزوں مقام تجویز کرنے اور ضروری معاملات کا فیصلہ کرنے کے لئے حیدرآباد کے مشہور ماہرِ تعمیرات نواب زین یار جنگ بہادر نامزد کئے گئے ہیں۔ چونکہ یہ مسجد ام المحسنین (مادرِ دکن) کی یادگار ہوگی اعلیٰحضرت خسروِ دکن خلد اللہ ملکہ کے فرمان کے مطابق تعمیر کی جائے گی اور مسلم یونیورسٹی کے حلقہ میں بنے گی اس لئے اسلامی ہند کی وسعتوں میں ہر شخص کو اس کی تعمیر سے یکساں تعلق ہے۔ اس تعلق کی بنا پر ہم خلوص قلب کے ساتھ اپنا صادق مشورہ پیش کرنا چاہتے ہیں

ہندوستان میں تعمیر مساجد کے سلسلہ میں مغل عہد نے فنکاری کے جو اعلیٰ نمونے پیش کئے ہیں۔ ان کے احسان سے ہندوستان کی نگاہ عقیدت کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ اسلامی تعمیرات میں مغل طرز نے افغانی دور کے طرز پر تفوق حاصل کرکے تعمیری شکوہ کو عمرانی نزاکت میں تبدیل کر دیا ہے۔ ہندوستان کی موجودہ بہترین مساجد یا تو مغل طرز کا نمونہ ہیں یا مغل طرز میں ہندوستانی طرز کے اشتراک سے بنی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ ہندوستان عربی طرزِ تعمیر سے یکسر محروم ہے عربوں نے شام، فلسطین، مصر، اندلس، استنبول، عراق وغیرہ میں جو آثار چھوڑے ہیں ہم ہندوستان میں ان کا کوئی نقش نہیں دیکھتے۔ اس لئے ہماری رائے یہ ہے کہ مسجد زہرا کو عربی طرز پر تعمیر کیا جائے۔ اس سلسلہ میں ریاست

کپورتھلہ کی شاندار تعمیر مسجد ایک ایسا نمونہ ہے جو اس وقت تک نقش اول ہے۔ مسجد زہرا کو عربی طرز تعمیر کرنے سے ہندوستان میں ایک نادر نمونہ کی مسجد تعمیر ہو جائے گی، جو دلوں کے ساتھ نگاہوں کو بھی جذب کر سکے گی۔

لکھنؤ میں مرکز اسلام (مکہ معظمہ) کی مرکزی تحریک سے علمی تعلق کا نشو ونما جن بنیادوں پر ہو رہا ہے وہ مستقبل کے لئے ایک فال نیک ہے۔

دین و دیانت کے صادق علمبردار اور دردمند اصحاب آہستہ آہستہ اس علمی مطمح نظر کی اہمیت سے تعارف پیدا کر رہے ہیں جس کو دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ سالہائے دراز سے پیش کر رہا ہے۔ "یہ مقصد ہے مسلمانوں کے لئے مکہ معظمہ میں ایک مرکزی دارالعلوم کی تشکیل"

ہماری عرفانی جدوجہد میں جن تازہ سرگرمیوں نے نمایاں مقام پیدا کیا ہے ان میں دائرہ معاونین کی وسیع الاثر تحریک خاص طور پر اہم ہے، لکھنؤ میں ایسے اصحاب ایک دائرہ میں جمع ہو چکے ہیں جو معاون اور محسن کی حیثیت سے فرض شناسی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ رفیق محترم حافظ ضیاء الدین احمد صاحب معتمد صدر دفتر نے لکھنؤ کے دورہ کے بعد مستقبل کے متعلق امید افزا رپورٹ ارسال کی ہے۔ خداوند برتر کی توفیق و تائید سے صالح اور صلاحیت مند مسلمان دائرہ عمل میں داخل ہو رہے ہیں۔ اور یہ داخلہ دوسرے اصحاب کے لئے نیک مثال بن رہا ہے۔

یہ مسلّمہ امر ہے کہ ایک نیکی دوسری نیکی کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ ایک اچھا قدم دوسرے اچھے قدم کے لئے دلیل کامیابی بنتا ہے۔ لکھنؤ میں مجلس امداد کا قیام پہلے ہی عمل میں آچکا تھا۔ اب دارالعلوم حرم کی مجلس امداد میں حسب ذیل حضرات نے شرکت کی سعادت حاصل کی ہے۔

(۱) خانبہادر حافظ محی الدین صاحب گورنمنٹ پنشنر لکھنؤ۔

(۲) شیخ سلطان حسین صاحب سوداگر چوب عمارتی ۔

(۳) حاجی شیخ محمد ابراہیم صاحب ٹھیکہ دار جنگلات لکھنؤ۔

ہم صدق دل سے ان حضرات کے جذبۂ ایمان و عرفان کی قدر کرتے ہیں، خدائے تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ ان کے ارادوں میں برکت ہو، اور ان کے عمل کو دارین میں قبول عام حاصل ہو، انہوں نے بالیقین خدا کے کام میں حصہ لیا ہے۔ خدا کے گھر کی خدمت اپنے ہاتھ میں لی ہے۔ خدا کے دستِ رحمت میں اس کا اجر ہے اور وہ ضرور ان اصحاب کو اجر عظیم عطا فرمائے گا جنھوں نے قدم بڑھا کر اس کا استحقاق پیدا کیا ہے۔

---

۲۹ رجون ۱۹۶۶ء کو امین آباد لکھنؤ میں مجلس امداد دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کا جلسہ مشاورت منعقد ہوا۔ عالیجناب چودھری نعیم اللہ صاحب ایڈوکیٹ صدر مجلس قیام کشمیر کی وجہ سے موجود نہ تھے۔ اس لئے صدارت کے فرائض نائب صدر صاحب نے انجام دئے۔ حافظ ضیاء الدین احمد صاحب معتمد صدر دفتر نے مجلس امداد کے قیام کی ضرورت اور دار العلوم حرم کی موجودہ مالی مشکلات پر روشنی ڈالی۔ مجلس متعدد اہم تجاویز کے بعد عملی کام کے لئے برخواست ہوئی۔ امدادی ٹکٹوں کو بڑے پیمانہ پر رائج کرنے کی تجویز عام حکمت عملی کی بنیاد ہے۔ ارکان مجلس اس تجویز پر سرگرمی سے عمل کر کے اپنے اجر و ثواب میں زبردست اضافہ کر سکتے ہیں۔

جناب حاجی محمد ابراہیم صاحب شوز مرچینٹ نظیر آباد۔ لکھنؤ کی تجویز بہت پسندیدہ اور مفید مقصد ہے کہ لکھنؤ میں نشر و اشاعت کے وسیع طریقوں سے حرم محترم کی علمی تحریک کو روشناس کرایا جائے۔ صدر دفتر آٹھ آنے والے امدادی ٹکٹوں کے اجراء پر غور کر رہا ہے۔ بزرگان لکھنؤ آج جس ذہنی اور فکری قوت سے کام کر رہے ہیں۔ مستقبل تاریخ میں اس کو وہ مقام حاصل ہوگا جس کو اس وقت عام طریقہ پر محسوس نہیں کیا جا سکتا۔

صدر دفتر کو مجلس امداد لکھنؤ سے جو اطلاعات موصول ہوں گی ان کو مناسب اہمیت کے ساتھ ندائے حرم کے صفحات پر شائع کر دیا جائے گا۔ مجلس امداد کے جلسۂ مشاورت کی روداد آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیے۔

رجب سنہ ۱۳۶۰ھ   ندائے حرم

مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، الہ آباد کے وقف میں حصہ دار ہے۔ متولی وقف عالیجناب خانبہادر سید محمد عیسیٰ صاحب رئیس الہ آباد ہمارے شکر و سپاس کے مستحق ہیں کہ ہر سال بلا تاخیر و عذر مقررہ سالانہ رقم ارسال فرما دیتے ہیں۔ آں محترم نے امسال ۱۳۵۹ھ کی بابت سالانہ رقم بھیجدی ہے جس کی اطلاع مرکزی دفتر مکہ معظمہ سے موصول ہوئی ہے۔

حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب کیرانوی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے "دور رحمت" میں نامساعد حالات اور غیر یقینی ماحول میں اس کام کی ابتدا کی۔ بعد میں جن اصحاب نے اس کی خدمت میں حصہ لیا، اس کا معاینہ کیا، معاینہ کر کے اپنا سرمایہ اس کی تعلیم و ترقی میں خرچ کیا۔ اس کے نام مستقل رقمیں، (کم ہوں یا بیش) اور بہ تائید ارادہ اوقاف کی صورت میں کسی قسم کی جائداد دی۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جس کے قبضہ قدرت میں توفیق اور انسانی ارادے ہیں۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۔   مرد جو کماتے ہیں وہاں کا حصہ ہے اور عورتیں جو کماتی ہیں وہ ان کا حاصل ہے۔

یہ خدا کا قانون ہے، دنیا پیدا کرنے اور آخرت کیلئے ذخیرہ جمع کرنے کی جگہ ہے۔ اگر صولت النساء بیگم مرحومہ نے ہزاروں روپیہ خرچ کر کے مدرسہ کے قیام و دوام میں امداد دی تو آں مرحومہ نے اپنے لئے اپنے حصہ کو ذخیرہ آخرت کیا اور اگر کوئی شخص وقف کرتا ہے تو وہ اپنے لئے سرمایہ آخرت جمع کرتا ہے۔

لَيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ   انسان اپنی محنت کا پھل پاتا ہے۔

خداوند عالم محسنین مدرسہ کو ان کے اعمال خیر کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

حافظ ضیاء الدین احمد صاحب معتمد صدر دفتر مدرسہ۔ دہلی۔ اور مولوی سعید الحسن صاحب رفیق دائرہ معاونین مدرسہ۔ ہندوستان کے مختلف مقامات کا دورہ فرما رہے ہیں۔ ہم دار العلوم حرم کے قدیم و جدید معاونین کے تہ دل سے شکر گذار ہیں کہ وہ ہر جگہ ان کو خوش آمدید کہہ رہے ہیں۔ یہ مختصر قافلہ ایک مقصد عظیم کے لئے امیدوں کی زاد راہ

لیکر نکلا ہے۔ اللہ کے گھر کی عظمت کا تقاضا، اور بیت اللہ کے بیت العلوم کی ضرورتوں کا مطالبہ ہر قدم پر ان کے ساتھ ہے۔ ہر مسلمان باخبر ہے کہ یہ عام کاموں کی طرح کسی عام تحریک کا وفد نہیں بلکہ یہ ایک بڑے نصب العین کے لئے ابتدائی نمایندگی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ حضرات جہاں بھی جائیں گے عام اور خاص سب ہی مسلمان ان سے تعاون کریں گے۔

یہ دونوں اصحاب آج کل کانپور میں سرگرم کار ہیں۔ کانپور مسلمانوں کی کاروباری زندگی کا مرکز ہے۔ اسلامی احساس کے اس مضبوط قلعہ میں ایسے سپاہی ضرور ہوں گے جو اسلام اور مرکز اسلام کی علمی تحریک کے لئے ہمہ تن تیار نظر آئیں گے۔ ہماری دعائیں۔ اور دل سے نکلے ہوئے کلمات شکر۔ اپنے ان بزرگوں اور کرم فرما اصحاب کے لئے وقف ہیں جو پیش نظر مقصد کی عظمت کو محسوس کر کے دست تعاون بڑھائیں۔ اور اسی راہ میں قدم اٹھا کر شامل ثواب ہوں۔

غالباً مسلمانوں کے زوال کے متعلق اس سے زیادہ کوئی نادر رائے نہیں ظاہر کی گئی۔

"مسلمانوں نے مغرب کی تقلید میں کارخانے قائم کرنے کی بجائے پتلون پہن لیا۔ یہی ان کے زوال کا سبب ہے۔"

(استاذ محب الدین الخطیب)

عثمانی ترکوں کے زمانہ میں مغرب کی ناسمجھ تقلید نے سارے عالم اسلام کو عقل و نقل کے مہیب گڑھے میں ڈالا جس کو دیکھئے پتلون پہنے ہوئے ہے اور اس کے بل سیدھے کر رہا ہے۔ نمائشی تہذیب کا اثر ظاہری نمائش سے زیادہ ہوتا بھی تو کیا ہوتا۔ ہندوستان کے مسلمان ترکوں کی تقلید میں مرد جہاد کیا بنتے مرد لباس بن کر رہ گئے۔

ضرورت تھی اسلام کی۔ اسلام کی تعلیم کے ماتحت ترقی کی۔ ترقی کے قانون کے مطابق ایجاد و اختراع کی، ایجاد و اختراع کے نتیجہ میں کارخانہ قائم کرنے کی۔ اگر ایشیا کوچک پتلون کی جگہ کارخانوں کا وطن ہوتا اور انجمن

اتحاد و ترقی کا قانونی فکر تعمیری نظریوں کے بعد عملی صنعتوں سے ربط پیدا کر لیتا تو ترک خشکی کی سطح، سمندر کے سینے اور فضا کے دل پر حکمران ہوتے۔

صبح کے بعد شام کی واپسی مشہور مثل ہے۔ شکر ہے کہ آج مسلم یونیورسٹی، انجنیرنگ کا علمی شعبہ قائم کر کے صدیوں کی غلطی کو پورا کر رہی ہے۔ قوم اپنے علمی مطمح نظر کی طرف آرہی ہے۔ مقلد ہندوستان میں یہ قدم اٹھ رہا ہے۔ تو آزاد اسلامی ممالک میں یقیناً اس سے پہلے اٹھ چکا ہوگا اس مجبوری و معذوری کی دنیا میں شاید کارخانوں اور پتلونوں کے اتحاد ہی سے ہمارا زوال رفتہ سمجھا جانے لگے۔

مدرسہ حمیدیہ تجوید القرآن سنبھل ضلع مراد آباد

(از مدیر)

یہ امر کس درجہ موجب سکون خاطر ہے کہ مسلمانوں نے قرآن عظیم کی تعلیم و تدریس کے اہم مقصد کو سمجھ لیا ہے۔ قرآن پڑھنا، قرآن پڑھانا، قرآن کا صحت الفاظ کے ساتھ تلاوت کرنا اور قرآن کا سمجھنا، سمجھانا سب ضروریات دین میں داخل ہیں۔ الحمد للہ عام طور پر اس زمانہ میں پہلی غفلت کی تلافی کی جارہی ہے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ جناب مولوی قاری حمید الدین صاحب نے سنبھل ضلع مراد آباد میں ایک مدرسہ تجوید و قرات قائم کیا ہے۔ قاری صاحب موصوف مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ سے تجوید و سبعہ قرات کی سند حاصل کر چکے ہیں۔

مدرسہ ابتدائی حالت میں ضروری امداد کا محتاج ہے۔ اصحاب خیر کے لئے حصول ثواب کا یہ بھی ایک موقع ہے۔ اصحاب خیر پتہ ذیل نوٹ فرمالیں۔

مولانا قاری محمد حمید الدین صاحب مہتمم مدرسہ حمیدیہ تجوید القرآن۔ سنبھل ضلع مراد آباد۔

بصائر

مشرق اور مشرق کے نوجوان —

ابن العمید کے ایک انلائے روزگار ہمنشین دوست کا قول ہے

"حکومت مصنوعی نادہ سنگار سے نہیں آتی جس طرح مردانہ شکوں سے نہیں بھتا"

آج ایشیا کے جو باشندے حکومت حاصل کرنے کے لئے اپنی استعداد ظاہر کرتے ہیں ان کے لئے اس قول میں کتنا اچھا سبق موجود ہے۔ ایشیا کو مغرب کی نقالی سے جو تحفے ملے ہیں اس میں مودو نمائش، مصنوعی زیبائش اور آرائش کی ایسی دل فریب اور دل کش چیزیں ہیں جو ہماری نگاہوں کے شوق کو پہلے ہی نظارہ کے وقت لوٹ لیتی ہیں۔

ہمارے ایشیائی نوجوان "مسٹر ٹامس تب" کا روپ بھر سکتے ہیں۔ لیکن ان کی فوج کے سپاہی نہیں بن سکتے۔ جو نوجوان جس قدر بڑے گھرانے کا ہے اسی قدر رعنائیوں کی دلہن بننے کے لئے تیار ہے۔ کیا یورپ نے ظاہری شائستگی ہی میں کمال پیدا کیا ہے اور کوئی قابل تقلید بات نہیں ایجاد کی؟ تقلید یورپ کی بدولت اپنی سادگی، کردار، پاکبازی، جوانمردی، جنگی روح اور اخلاقی خوبی سب رخصت، دین بھی گیا دنیا بھی گئی، دوسروں کا علم و کمال اور فلسفہ و سائنس بھی حاصل نہ ہو سکا۔ آخر اس علم اور تہذیب و تمدن کا فائدہ؟ سگرٹ کے کش، چائے کے دور، شراب کی لت، کپڑوں کی الماریاں، ٹائیوں کے پھول، کالروں کے شگوفے، بٹنوں کے گچھے، نئے فیشن کے جوتوں کی باقاعدہ فوج کے مردہ دستے۔ ایک ترقی پسند قوم کی زندگی میں کیا قیمت رکھتے ہیں اگر وہ اپنے اخلاقی اوصاف کو معراج کمال پر نہیں پہونچا سکتی۔ پالتو بندر کی طرح انسانوں کا روپ بھر لیں

تو کیا اس سے ہم ترقی یافتہ انسانوں کی صف میں آسکتے ہیں۔

بات تو یہ ہے کہ ایمان طاقتور ہو۔ مذہب حاکم ہو۔ ملی کیرکٹر مضبوط ہو۔ نفس و شیطان پر قابو ہو۔ پھر دل میں ترقی کا شوق ہو۔ زندگی کا جنون ہو۔ زندگی سادہ اور زندگی کے اوصاف مردانہ ہوں۔ نصب العین دماغ میں ہو۔ اور اعضاء مصروف عمل!

اگر مرد عورتیں بن گئے اور عورتیں مرد بن کر میدان میں آگئیں تو اس معکوس قوم کا انجام کیا ہوگا؟ اوپر لکھے ہوئے قول کو بار بار دیکھئے اور ہر بار ایک تازہ سبق لیجئے۔

اسلامی شہریت اور مغربی شہریت

مسلمانوں نے اپنے عہد تاریخ و تمدن میں شہری زندگی کو جس درجہ پر پہونچایا ہے اسلامی ہند کے تعلیم یافتہ مسلمان اس سے واقف ہوں یا نہوں۔ تاریخ کا ہر صفحہ اس سے آگاہ ہے۔ شیراز بھی انہی شہروں میں سے ہے جس کی بنا مسلمانوں نے ڈالی۔ جس کو اسلامی عصر میں ترقی حاصل ہوئی اور جس کے تمدن نے ہماری موجودہ دنیا کو تمدن کا سبق دیا۔

ابن حوقل شیراز کی قدیم شہریت کا خاکہ ان الفاظ میں پیش کرتا ہے۔

"شیراز دور جدید کا شہر ہے۔ اس شہر کی بنا اسلامی دور کا کارنامہ ہے۔ یہ نیا شہر ہے اور نئے طرز پر بنایا گیا ہے۔ اس کا بانی ابن ابی عقیل کا پوتا محمد بن القسم ہے۔ تاریخ عزیزی میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شیراز ایک عظیم الشان وسیع شہر ہے۔ یہاں عالیشان کوٹھیاں جن میں پانی کے چشمے بہ رہے ہیں صاف پانی چشموں سے چل کر کا ہر نہروں میں آتا ہے، اور دلآویز صورت سے تمام شہر میں گشت کرتا ہے۔ شیراز میں ایک گھر بھی ایسا نہیں جس میں خوبصورت چمن اور حسین پائیں باغ نہو۔ اور روشوں کے اطراف میں پانی بل کھاتا ہوا چل رہا ہو۔ شیراز کیا ہے محلوں، باغوں اور بڑے بڑے بارونق بازاروں کا شہر ہے جو اصفہان سے ۲۰ میل دور ہے۔"

بالعموم ہماری نظاہر بیں نظریں ماڈل بستیوں اور مغربی طرز کے شہروں کو دیکھکر مسحور ہو جاتی ہیں اور ہمارے

اس پر فیصلہ کر لیتے ہیں کہ اہلِ فرنگ سے پہلے کوئی قوم ایسی پیدا نہیں ہوئی جس نے نئے شہر آباد کر کے دنیا کے شہری تمدن کی تاریخ بنانے میں حصہ لیا ہو۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یورپ کی تعمیری سرگرمیاں عربوں کی انجینیری کی نقل ہیں۔ ان کی ایجاد نہیں۔ شہر پہلے بھی بن چکے ہیں۔ کھلی ہوئی اور سیدھی سڑکیں پہلے بھی تیار ہو چکی ہیں۔ کوٹھیاں آج سے قبل بھی بنتی رہی ہیں۔ کوٹھیوں کے ساتھ باغ آج سے صدہا سال پہلے بھی آراستہ کئے گئے ہیں۔ نئی تہذیب نے نئے تحریکوں اور گناہوں کے کارخانوں کے علاوہ کوئی ترقی کی ہے جو ہمارے زمانہ میں ہوئی ضروری تھی اور نہیں ہوئی۔

ستم بالائے ستم یہ ہے کہ [illegible] کی داستان اہلِ فرنگ کے ساتھ خاص ہو کر رہ گئی۔ گویا دنیا میں کلکتہ، بمبئی، نئی دہلی کیا آباد ہوئے۔ کبھی مصر [illegible] دمشق، قرطبہ، غرناطہ، اشبیلیہ، شیراز اور اصفہان آباد ہی نہیں ہوئے تھے۔ کوئی عمارت تھی ہی نہیں تو تاج محل بھی انگریزی [illegible] کی طرح ہے۔ گویا اندلس کے عربوں اور ہندوستان کے مغلوں نے قصر الحمرا، تاج محل اور [illegible] جیسی عمارتیں کبھی بنائی ہی نہیں۔ اگر آج بھی پولیس کے [illegible] مسلمانوں [illegible] کہ اسلامی حکومت میں کبھی حکام کو رہنے کے لئے [illegible] محلات [illegible] ہی نہیں ہوئے۔

اسلام اور اسلامی نماز

انگلستان کے فلسفی برنارڈ شا نے ایک موقع پر کہا تھا کہ "آئندہ سو سال میں ساری دنیا کا مذہب اسلام ہوگا" اس پر ایک عربی اخبار کے نمائندے نے شا سے پوچھا تو تم خود اسلام کیوں نہیں لاتے۔ شا نے جواب دیا کہ "یہ کام ایک سوال پر موقوف ہے، میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اسلام کہاں ہے کہ میں اس کو قبول کروں۔ یاد رکھئے اسلام اور چیز ہے اور مسلمان اور چیز"۔

یہی حال نماز کا ہے۔ اللہ کے ایسے بندے موجود ہیں جو نماز کی حقیقت کو سمجھتے ہیں۔ لیکن عام حالت یہ ہے کہ ورزش رہ گئی ہے نماز غائب ہے۔ نئی ذہنیتوں کا تو فیصلہ یہی ہے کہ نماز ایک قسم کی پریڈ ہے۔ اب ذرا ایک نظر

نماز کی حقیقت پر بھی ڈالئے ۔

حاتم اصم سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ آپ نماز کیسے ادا کرتے ہیں۔ سوال کے جواب میں حاتم کے الفاظ یہ تھے ۔

نماز کا وقت ہوگیا۔ اب میں اٹھا۔ میں نے وضو کیا۔ مصلّی پر پہونچا ۔ اپنے تمام خیالات کو نماز کے لئے جمع کئے۔ یہانتک کہ فرض کے علاوہ کوئی فرض میرے دل ودماغ میں باقی نہ رہا ۔ میں نے نیت کی، دل کے خلوص کے ساتھ ۔کعبہ کا پردہ میری آنکھوں کا پردہ تھا۔ پل صراط میرے قدموں کے نیچے تھا۔ جنّت دائیں طرف تو دوزخ بائیں طرف اور موت کا فرشتہ میرے پیچھے ۔جذبہ یہ ہے کہ بس آخری مرتبہ خدا کے دربار میں حاضری ہے۔

قیام کی یہ حالت کہ امید اور خطرہ دونوں باتیں دل میں ۔ تکبیر کی آواز مردانہ ، قرآن کی قرارت ترتیل کے ساتھ اور موثر ۔ رکوع تواضع کے ساتھ ۔ سجدہ خلوص قلب کے ساتھ ۔ اس شان سے کہ انکسار کی وجہ سے خدا کے دربار سے گردن نہیں اٹھتی ۔

نماز کا آغاز پوری پوری توجہ سے اور اختتام پورے خلوص سے اس کے بعد مجھے نہیں معلوم کہ نماز قبول ہوئی یا رد کردی گئی ۔

دیکھی آپنے حاتم اصم کی نماز۔ غور تو کیجئے، ایمان سے یہ تو فرمائیے ساری عمر کبھی ایسی نماز ادا کی ہے ۔

بیروت اسلامی عہد حکومت میں

بیروت شام کا مشہور شہر ہے ۔ اور آج کل بین الاقوامی سیاست کا مرکز بنا ہوا ہے ۔ سنہ ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم کے بعد سے اب تک فرانسیسی انتداب کے ماتحت رہا ہے ۔ اب جمہوری اور فرانسیسی طاقتوں کے درمیان طاقتوں کے توازن کا ذریعہ بنا ہوا ہے ۔ فاتح افواج اس کی آزادی کا وعدہ کرچکی ہیں ۔ اور دنیا شام کی فتح کے ساتھ شام کی آزادی کی خبر سننے کے لئے منتظر ہے ۔

یہ تھا بیروت کا حال۔ اب ماضی کا اندازہ کیجئے۔ اس دور پر نظر کیجئے جب اسلامی حکومت کے بادبانی جہاز بحر روم کے ساحلوں پر پہرہ دیتے تھے اور سسلی کی فوجیں بیروت سے ٹکراتی تھیں۔ بیروت کیسا شہر تھا۔ اس شہر کا تمدن کیسا تھا۔ اس کے مسلم حکمرانوں نے اس کی اہمیت میں کس کس طرح اضافہ کیا اور اس کی شہریت کے چمن کو کیسے کیسے انوکھے طریقوں سے آراستہ کیا

مورخ ادریسی لکھتے ہیں: " بیروت ساحل دریا پر ایک پختہ شہر ہے پتھروں کی زبردست دیوار اس کے قلعہ بند مستحکم ہونے پر گواہی دے رہی ہے۔ پاس ہی پہاڑ ہے جس میں لوہے کی زبردست کان ہے اس کان میں کام جاری ہے۔ فولادی عناصر نکالے جا رہے ہیں۔ منوں وزن کا لوہا بہت بڑی تعداد میں نکالا جاتا ہے اور شام کے شہروں میں منتقل کیا جاتا ہے۔ سرو وصنوبر کے درخت میلوں تک اس کے حسن کو نکھار رہے ہیں۔" (اس زمانہ میں سڑکوں پر درخت نصب کرنے کا کام جس پیمانہ پر ہوتا ہے اس سے زیادہ بڑے پیمانہ پر صدیوں پہلے بیروت میں ہو چکا ہے۔ اور آج فولاد کے معدن کی دریافت کا جو کام ٹاٹا نگر میں ہوا ہے وہی بیروت میں سالہا سال پہلے مسلمان انجام دے چکے ہیں)

ابن بطوطہ کا بیان ہے " بیروت حسین بازاروں اور خوبصورت مسجدوں کا شہر ہے یہاں سے خوش ذائقہ پھل اور لوہا مصر کو برآمد ہوتا ہے۔

مورخ ابوالفدا کہتے ہیں کہ " بیروت ساحل بحر پر [illegible] اس کے چمن زار باغ۔ نہریں اور سرسبزی روح میں تازگی پیدا کرتی ہیں۔ یہ شہر ایک زبردست بحری مستقر کی حیثیت رکھتا ہے"

آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ یہ تھا بیروت کا ماضی یہ تھا بیروت کا اسلامی دور۔ شہر آباد۔ شہریت زندہ۔ شہر کی قلعہ بندیاں محکم۔ بازار دوسرے شہروں کے لئے نمونہ۔ مسجدیں نکوکاروں کے دل کی مراد۔ اقتصادی حالت مضبوط لوہے کی کان سے لاکھوں ٹن فولاد نکل رہا ہے۔ انجینیر کام کر رہے ہیں۔ تاجر برآمد میں مصروف ہیں۔ شہر جنت کے مالکوں کے قبضہ میں ہے اور سراپا جنت کا نمونہ بنا ہوا ہے۔ دین اور دنیا دونوں کی رونق ایک شہر سے ظاہر ہو رہی ہے عالیشان عمارتیں۔ خوبصورت برج۔ سیدھی سڑکیں۔ میلوں تک سرو وصنوبر کے راست قامت درختوں کا پہرہ۔

آج مسلمانوں کے دل میں کیوں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ کبھی ہم ہی ملکوں کے فاتح اور شہروں کے بانی تھے ہمارے زمانہ میں بھی وہ ترقیاں ہو چکی ہیں جن کی اس زمانہ میں نقل کی جا رہی ہے

عربی زبان

دنیا کے تاریخی ماحول میں عربی زبان کا درجہ

از مولانا حامد الانصاری صاحب۔ غازی

(مدیر شعبہ نشر و تحریر۔ صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ۔ دہلی)

اس مضمون کی ترتیب میں حسب ذیل کتابوں سے امداد لی گئی ہے۔ قرآن عظیم۔ کتاب مقدس (عہدنامہ قدیم۔ عہدنامہ جدید) تاریخ الامم والملوک مورخ طبری۔ البدایہ والنہایہ ابن کثیر دمشقی۔ تاریخ الکامل ابن اثیر جزری۔ مقدمہ ابن خلدون۔ ارض القرآن علامہ سید سلیمان ندوی۔ قصص الانبیار علامہ عبدالوہاب النجار۔ (پروفیسر جامعہ ازہر) نظریہ سلطنت۔ جے کے بلنچلی (جرمن قانون دان)۔ الاسلام والحضارۃ العربیہ (ج اول) علامہ محمد کرد علی۔ التاریخ الاسلام السیاسی۔ ڈاکٹر ابراہیم حسن پروفیسر (قاہرہ یونیورسٹی)۔ الحدیقہ محب الدین الخطیب شامی۔

زبان کی اہمیت ـــ

ہر قوم کے لئے اس کی زبان لازمۂ حیات کا درجہ رکھتی ہے۔ زبان اجتماعی زندگی کی تخصیصی صفت ہے جس سے

رجب ۶۰ھ   املائے حرم

ایک بیدار امت اور زندہ قوم کی روح عامہ کا طاقتور مظاہرہ ہوتا ہے۔ حکومت کے دائرہ میں زبان ایک ذی حیات
عنصر ہے جس کی حرمت اور حفاظت کے لئے پوری سوسائٹی اور سوسائٹی کا ہر فرد مامور ہے۔ تمدن اور عمران
جس ارتقائی عمل کے تحت مستقبل کی طرف آگے بڑھتے ہیں۔ اس کا تعلق خاص حد تک زبان سے بھی ہے۔

ہر انسان جانتا ہے کہ باہمی تعامل۔ معاملہ وحالت۔ نوعیہ اعمال اور ہم کاری کے قانون کی پیروی کے بغیر کوئی
قوم، قوم نہیں بن سکتی۔ قوم بننے کے لئے قومی افراد کا ملنا اور یکجا ایک ہوجانا ضروری ہے۔ جب تک بہت سے انسان
باہم متحد ہو کر اپنی انفرادیت کو اجتماعی وحدت کے تابع نہیں کریں گے اس وقت تک ایک نئی امت کا ظہور ناممکن ہوگا۔
کسی امت کی تخلیق، اتحاد و اتفاق کے اس عمل کا نتیجہ ہوتی ہے جو خدا کے ارادہ کے ماتحت صدیوں تک جاری رہتا ہے
اور خدا کی مرضی کو تاریخی مسلمات کی صورت میں پیش کرتا ہے۔

تاریخ کے روشن آئینہ کو سامنے رکھکر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا اسلام نے عصر آدم میں جس معاشرت کی بنیاد
رکھی وہ حضرت ادریس علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام کے عہد میں ترقی کرکے حضرت ابراہیم علیہ السلام
کے اجتماعی عہد میں ''ملت'' کے درجہ تک پہونچا۔ ملت ابراہیمی کا تصور عزیز مصر یوسف علیہ السلام اور بنی اسرائیل
کے اولین دور میں پھل پھول لایا۔ مگر صدیوں تک پروان چڑھنے کے بعد عہد محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں درجہ
کمال کو پہونچا۔ اب اس ملت نے عالمگیر مطمح نظر کی صورت اختیار کرلی اور ایک مثالی امت (اچھی امت) بن کر
دنیا کے ماحول میں نمودار ہوئی۔ اگر بنی اسرائیل کے اسفار اور عام انتشار میں صرف اجتماعی آثار کا جائزہ لیا جائے تو معلوم
ہوگا کہ حضرت موسیٰ نے مقدس توریت کے قوانین کی رو سے اپنی قوم کو جو سیاسی تعلیم دی تھی۔ اس نے حضرت یوشع
کے زمانہ میں اس وقت قومی ہیئت کی صورت اختیار کی جب قوم کے افراد نے ارض قدس میں سکونت اختیار کرکے
اپنے باہمی وفاق کو ظاہر کردیا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس خاص اتحاد کے عناصر ترکیبی کیا ہیں ؟ جواب بہت سادہ اور حقیقی شکل میں یہ ہے

(۱) **مذہب**، جس پر تمام عقائد متحد ہوسکیں۔

(۲) نسل، جو خون کے رشتوں کو ایک رشتہ کے تابع کر کے لاتعداد نفوس کو یکجا کر سکتی ہے۔

(۳) زبان، جو باہمی گفتگو۔ تبادلہ خیال اور انسانی تعقل کی ترقی کا زبردست ذریعہ ہوتی ہے۔

(۴) معاشرت، بود و ماند کے طریقے۔ تمدن کے محرکات۔ تہذیب کے عوامل۔ عام ضرورتیں جو ایک خاص وحدت کی طرف مائل ہوں۔

(۵) زمین، وہ ارضی حلقہ جہاں بہت سے انسان مل جل کر باہم امن و سکون کی زندگی کو ایک قانون فطرت کا پابند بنا سکیں۔

(۶) مرکزی تصور۔ بہتر سے بہتر نصب العین۔ اعلیٰ سے اعلیٰ سوچا سمجھا ہوا مطمع نظر جس پر قوم کی رائے عامہ جمع ہو سکے۔

(۷) مرکز، متعلقہ زمین میں ایک متعین مقام جہاں امت کی روح آباد رہتی ہے قوم کا ہر فرد اس کے لئے زندہ رہتا ہے اور اسی کے لئے جان دیتا ہے۔ کیونکہ مرکز کا بقاء قوم کی بقاء ہے اور مرکز کا سقوط اس قوم کی نظر میں ساری دنیا کا سقوط ہوتا ہے

ملی اتحاد کے یہ سات عناصر ہیں۔ مگر یہ یاد رکھئے ان میں زبان کا وہی درجہ ہے جو ریل گاڑی میں ان فولادی زنجیروں کا جو پہلے انجن کو پوری گاڑی سے ملاتی ہیں اور اس کے بعد ایک ڈبہ کو دوسرے ڈبہ سے، زبان افراد کی وحدت کو ظاہر کرتی ہے۔ اور اس کے اظہار میں اپنی زبردست۔ ہمہ گیر اور دور رس طاقت سے کام لیتی ہے۔ ایک سادہ سی مثال اس صورت واقعہ کو سمجھنے کے لئے کافی ہے۔ ایک ثروت مند عرب سیاح سوئٹزرلینڈ کی ارضی جنت میں آرام و آسائش کے دن گذار رہا ہے۔ وہ ایک شان دار ہوٹل میں متمدن انگریزوں، فرانسیسیوں۔ جرمنوں کے ساتھ دن گذار رہا ہے، اس کی نفسیات ایسی ہیں جیسے سنترے کے شربت کے پیالے میں تیجھٹ۔ کیونکہ وہ عربی زبان کے علاوہ کوئی زبان نہیں جانتا۔ یکایک چند عرب سیاح تازہ دم پہونچ جاتے ہیں۔ یقین کیجئے۔ اسی وقت اسی آن۔ عربوں کی قومی وحدت برروئے کار آجائے گی اور انفرادیت میں اجتماعی شان جھلکنے لگے گی۔

اس کی وجہ ظاہر ہے۔ زبان انسان کی فطری صلاحیتوں کے تعارف کا ذریعہ ہے، تمدن کا تعلق علم سے اور علم کا تعلق زبان سے۔ زبان علم کو ترقی دیتی ہے۔ اور علم قومی تمدن کو، قومی جذبات و خیالات کے اظہار کا ذریعہ زبان کے علاوہ اور کیا ہے۔ مذہب دنیا میں اول درجہ کی طاقت ہے، نسل دوسرے درجہ کی طاقت ہے، لیکن مذہب اور نسل کے رجحانات اسی وقت کامیابی کی طرف مائل ہوتے ہیں جب زبان ان کا ساتھ دیتی ہے۔ اسلام دنیا کی سب سے بڑی طاقت ہے۔ دیکھئے۔ عربی زبان نے اس کے اقتدار کی حمایت میں کہاں کہاں سفر کیا۔ اور کس کس طرح دنیا کو فتح کرنے کے لئے اپنے اسلحہ کو استعمال کیا۔

ڈاکٹر ڈرایر لکھتے ہیں کہ

"فاتح عرب جہاں میں بھی گئے ان کی فاتح زبان بھی ان کے ساتھ گئی۔ عربوں نے جہاں پڑاؤ ڈالا عربی زبان نے بھی اپنے تمدن کے خیمے اسی جگہ گاڑ دیئے"

مشہور پادری مسٹر زویمر لکھتا ہے کہ

"عربی اور انگریزی زبانیں دنیا کی دو طاقتوں کی نمائندگی کر رہی ہیں۔ اور عمل کے میدان میں اپنی اپنی قوت کو تول رہی ہیں"

زبان کا خاصہ یہ ہے کہ وہ تمدن کے ساتھ ساتھ ترقی کے مراحل طے کرتی ہے۔ اگر تمدن قومی ہے تو زبان کی حیثیت بھی قومی ہوگی۔ اگر تمدن بین الاقوامی ہے تو زبان بین الاقوامی اور عالمگیر رجحان کی مالک ہوگی۔ اس اصول سے عربی زبان کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ عربی زبان نے تاریخ کے بہت ہی قدیم دور میں اپنی تکوینی صورت کو ظاہر کیا۔ اس کی ابتدا محدود تھی۔ اور انتہا سب پرس اور عالمگیر۔

عربی زبان —

مستند عرب مورخین نے دعویٰ کیا ہے کہ حضرت اسمٰعیل پہلے شخص ہیں جنہوں نے عربی زبان کو گفتگو کا ذریعہ بنایا۔ تاریخی روایت کی حیثیت سے اس قسم کے دعویٰ کو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن علم و تحقیق کے صادق حوصلہ کے لئے

روایت کے بعد تاریخی واقعیت کی تلاش میں مصروف رہنا بھی ضروری ہے۔ یہی وہ داعیہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ روایت کی قسمت درایت کے ساتھ اور درایت کی قسمت روایت کے ساتھ وابستہ ہے۔

اسلامی تاریخ کا مسئلہ نظریہ جس کو الہامی تاریخ کے مسلمات کی تائید حاصل ہے، یہ ہے کہ انسانیت عامہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے زمانہ میں متمدن زندگی کی پہلی سرحد میں داخل ہوئی۔ عصر آدم میں آبائی معاشرت (سوسائٹی) کے ارکان ہابیل، قابیل اور شیث تھے۔ جو اپنے باپ آدم کی حکومت کے حکمبردار کی حیثیت سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ وہ آپس میں گفتگو کرتے ہوں گے۔ ان کی ایک زبان ہوگی جو ذریعہ گفتگو بنی ہوگی۔ لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ کونسی زبان تھی ہم اس کو "آدم کی زبان" کہہ سکتے ہیں۔ ادریس بن شیث کے متعلق ہم اتنا جانتے ہیں کہ انہوں نے دنیا کے انتظام میں الہامی صحیفوں کی امداد سے حصہ لیا اور قلم کو تحریر کے لئے ایجاد کیا۔ لیکن ہمیں نہیں معلوم کہ یہ صحیفے کس زبان میں تھے۔ قرآن کے بیان کے مطابق ہر پیغمبر اپنی قوم کی زبان میں قانون لیکر ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے ہمیں کہنا چاہئے کہ یہ صحیفے ادریسی قوم کی زبان میں تھے۔ عصر نوح کی تاریخ میں جن معاشی آثار کا ذکر ہے ان میں بھی زبان کے مسئلہ کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ اس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ عربی زبان کی قدامت کو اس دور سے کس حد تک تاریخی ربط ہے۔

سامی زبانیں —

نوح علیہ السلام کے لڑکے سام کا نام تاریخ کی ان شخصیتوں میں سے ہے جن کو بنی نوع انسان کی عمارت کا ستون قرار دیا جاتا ہے، سام سے جن نسلوں کا آغاز ہوتا ہے۔ عرب بھی ان میں سے ایک ہیں۔ اس لئے عربی زبان کو سامی زبانوں میں سے ایک تاریخی زبان سمجھا جاتا ہے۔ آدم کے خاندانوں میں سام کا خاندان ایک علیحدہ سرچشمہ کی حیثیت رکھتا ہے جس سے صدہا چشمے پھوٹ کر نکلتے ہیں۔

تاریخ کے دور یا قدیم دور میں تہذیب و تمدن اور لسانی ارتقاء کے جو نشانات دستیاب ہوتے ہیں ان سے سامی اقوام کے نشوونما کا پورا یقین حاصل ہوتا ہے۔ وہ علاقہ جو حبش سے لیکر یمن۔ نجد اور حجاز کو اپنے ساتھ ملاتا

ہوا۔ بابل اور شام کے کناروں پر ختم ہوتا ہے۔ سامی النسل قوموں ہی کا علاقہ ہے۔ اس بنا پر سامی النسل اقوام کی زبانیں تین مرکزوں پر منقسم ہوتی ہیں۔

عربی بابلی شامی

اب ان میں سے ہر ایک زبان کی شاخیں دیکھئے کتنی ہیں۔

عربی۔

ارامی۔ بنو سام کا اصل مسکن عرب تھا۔ اس لئے ان کی زبانوں کو ملکی اعتبار سے عربی زبان کہا جائے گا۔ سامی اقوام میں سے پہلا بلند پایا اور منار قصید سوارم پیدا ہوا جس کا مسکن عرب، عراق (بابل) اور شام میں ہر جگہ ملتا ہے۔ اس بنا پر عربی زبان کی پہلی شاخ آرامی کو قرار دیا جاتا ہے (اس آرامی کو تالمود یہود کی آرامی زبان نہ سمجھی جائے وہ بعد کی زبان ہے)

ثمودی۔ ثمود شمالی عرب میں سکونت پذیر تھے۔ اس علاقہ کے تاریخی آثار میں جو کتبات پائے گئے ہیں نہیں بارنولڈ کر ( ) ان کی زبان کو پروٹو عربک (ابتدائی عربی زبان) کہتا ہے۔ ان کتبات کو اس لئے ثمودی زبان کا نمونہ کہا جاتا ہے کیونکہ ان کا سراغ ثمود کے مسکن میں لگا ہے۔

مدیانی۔ بنو مدین ( ) کی زبان۔

نبطی۔ حضرت اسمٰعیل کے بیٹے (نابط) یا نبا بوط کی قومی زبان۔

ان کے علاوہ عربی زبان کی باقی قسمیں یہ ہیں عدنانی۔ سبائی۔ حمیری۔ حبشی۔

بابلی۔۔۔

سامی زبانوں کی دوسری قسم بابلی زبان ہے۔ جس کی تین شاخیں یہ ہیں۔ آرامی۔ کلدانی۔ سریانی۔

شامی۔

سامی زبان کی تیسری شاخ شامی ہے۔ جس کی چار قسمیں ہیں۔ آرامی۔ فینیقیی۔ عبرانی۔ تدمر

یہ سمجھنا چاہئے کہ بابلی اور شامی زبانیں عربی زبانوں کی عم زاد بہنیں ہیں۔

عام طور پر عبرانی زبان کو قدیم ترین زبان سمجھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان تھی۔ درحقیقت یہ بیان بالکل غلط ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان آرامی عربی تھی۔ عیسائی فاضل قس جبرائیل پروفیسر عربی۔ و سریانی۔ دار العلوم مار دینہ واقع رومیہ اس امر کی تصدیق کرتا ہے کہ آرامی (عربی) عبرانیوں کے پدر اعلیٰ ابراہیم علیہ السلام کی زبان تھی۔ اس بنا پر ہم دعویٰ کر سکتے ہیں اور درایت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت اسمٰعیل کی زبان آرامی اور عربی تھی جو ان کو اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام سے میراث میں ملی تھی۔

رفیق حج

(مؤلفہ مولوی احتشام الحسن صاحب کاندھلوی (مولوی فاضل)

اختصار کے باوجود حج و زیارت کے متعلق تمام ضروری اور اہم مسائل آپ کو اس میں ملیں گے، فاضل مؤلف چونکہ تین بار زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو چکے ہیں اس لئے "رفیق حج" اُن کے ذاتی تجربہ اور مشاہدات کا مجموعہ ہے۔ مقامات مقدسہ نیز ان کے فضائل و برکات کا تذکرہ کتاب کا اہم حصہ ہے، اور تاریخی و مذہبی حیثیت سے یقیناً اس قابل ہے کہ ہر عازم حج کے مطالعہ میں رہے۔

حاضری حرمین شریفین کی سعادت جب کبھی مقدر ہو کم از کم ذکر حرم سے یاد حرم کو زندہ رکھنے کے لئے "رفیق حج" کا مطالعہ ایمان پرور ثابت ہوگا۔

ضخامت ۱۶۰ صفحات، قیمت دس آنے (۱۰/)

کتاب مقامات ذیل سے مل سکتی ہے:۔

(۱) صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ۔ قرول باغ، نئی دہلی

(۲) مرکزی دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، حجاز

اسلام کا نظامِ دعوت و اصلاح

(۲)

اس سے پہلے آپ تبلیغ کے ابتدائی احکامات سے واقف ہو چکے ہیں، کائنات کا پروردگار ایک گدڑی پوش کو ہمت اور مستعدی کے ساتھ کام کرنے اور تبلیغ حق کی راہ میں اقدام کرنے کا حوصلہ عطا فرماتا ہے۔ یہی وہ حوصلہ جو فاران کی سنگین چوٹی پر ظاہر ہوا۔ مکہ کی زندگی میں صبر و برداشت کے تمام مرحلے۔ مدینہ کی زندگی میں میدان عمل کے پیغمبرانہ ولولے۔ طائف کے امتحان میں اور خندق کے محاذ پر ہر جگہ۔ ہر موقع پر اسی حوصلے نے کام کیا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہستی خدا کے بعد دنیا کی سب سے بڑی ہستی ہے۔
غور فرمائیے کہ خدائے برتر کی طرف سے دعوت و تبلیغ کا حکم ہے اور حکم پر عمل کرنے کے لئے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی لبیک کہنے کے لئے موجود، گویا میزانِ حقیقت کے دونوں پلڑے برابر کارفرما ہیں۔ منصب رسالت کے لئے منجانب اللہ پہلا فرمان تو یہ ہوا کہ ایک سادہ پوش پیغمبر میدان رسالت میں پہونچ کر کام کرے اس کے بعد ارشاد و تبلیغ کا یہ طریقہ تعلیم فرمایا کہ

> اپنے پروردگار کی عظمت و بڑائی کو بیان کرکے لوگوں کو مالک الملک کی طرف متوجہ کیجئے، اور سب سے پہلے ان کو عرفان حق کا سبق پڑھائیے وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔
>
> (اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو)

تبلیغ کے دو محکم اصول —

اس ابتدائی تعلیم کے بعد دعوت و اصلاح کے تصور میں ترقی ہوئی اور تبلیغ کے دو اہم اصول تلقین فرمائے گئے۔

(۱) اپنے دامن کو ہر برائی سے پاک رکھا جائے۔ اور دوسروں کی ان برائیوں کو نہ چھیڑا جائے جن سے وہ حد درجہ مانوس ہو چکے ہیں، ان کے تذکرہ سے وہ ایک دم بھڑک اٹھیں گے اور مخالفت اور دشمنی پر آمادہ ہو جائیں گے جس کی وجہ سے کلمۂ حق کے سننے سے محروم رہیں گے اور رشد و ہدایت سے بعید تر ہو جائیں گے

وثیابک فطہر والرجز فاھجر۔　　　اپنے دامن کو ہر برائی سے پاک رکھئے۔ اور بتوں سے تعرض نہ کیجئے۔

(۲) مخلوق پر جو احسان عظیم کیا جا رہا ہے ان سے اس کا کوئی معاوضہ نہ طلب کیجئے اور نہ ان کی تحسین اور آفرین کو لائق اعتنا تصور کیجئے۔ بلکہ تبلیغ و ارشاد کا کام محض اللہ کے لئے ہونا چاہیے اسی پر بھروسہ رکھئے اور گھبراہٹ اور پریشانی کے وقت اسی کی جانب توجہ ہونی چاہیے

ولا تمنن تستکثر ولربک فاصبر۔　　　اس غرض سے احسان نہ کیجئے کہ کسی سے زیادہ معاوضہ کی خواہش ہو اور اپنے رب کے لئے سب کچھ برداشت کر لیجئے۔

تین سال قبل نبوت عطا کی گئی تھی اب منصب رسالت سے سرفراز کیا گیا۔ مگر یہ دعوت کوئی معمولی دعوت نہ تھی بلکہ ایک انقلاب عظیم تھا۔ دنیا بھر سے ٹکرانا تھا اور ہر شخص کی عداوت اور دشمنی مول لینی تھی۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے خطرات سے دامن بچاتے ہوئے ارشاد و تبلیغ کا کام شروع کیا اور ان لوگوں کو کلمہ حق کی دعوت دی جن پر آپ کو قدرے اعتماد اور بھروسہ تھا۔ اور رفتہ رفتہ خدا پرستوں کی ایک مستقل جماعت نمایاں ہو گئی۔

اسلامی ہیئت کے اولین ارکان

عورتوں میں سب سے پہلے ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ایمان سے مشرف ہوئیں اور بچوں میں

سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایمان سے مشرف ہوئے۔ آپ کی عمر اس وقت ۹ سال یا ۱۱ سال تھی۔ اور مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مشرف بایمان ہوئے۔ اور آپ کی کوشش سے حضرت عثمان[1] بن عفان۔ حضرت زبیر[2] بن عوام۔ حضرت عبدالرحمن[3] بن عوف۔ حضرت سعد[4] بن ابی وقاص۔ حضرت طلحہ[5] بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم۔ ان کے علاوہ اور بھی نفوس قدسیہ تھے جنہوں نے اس نازک دور میں اسلام کی طرف سبقت کی جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں حضرت بلال[1] حبشی۔ حضرت عمرو[2] بن عبسہ۔ حضرت ابوذر[3] غفاری۔ حضرت زید[4] بن حارثہ۔ حضرت خالد[5] بن سعید بن العاص اور ان کی زوجہ محترمہ حضرت امینہ[6] بنت خلف بن اسعد رضی اللہ عنہم وارضاہم۔[1]

مشہور مؤرخ علامہ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ ان کے بعد یہ حضرات مشرف بایمان ہوئے

۱۔ ابو عبیدہ
۲۔ ابو سلمہ
۳۔ ارقم بن ابی الارقم
۴۔ عثمان بن مظعون
۵۔ عبیدہ بن حارث
۶۔ سعید بن زید
۷۔ فاطمہ بنت الخطاب
۸۔ اسماء بنت ابی بکر الصدیق
۹۔ عائشہ بنت ابی بکر الصدیق
۱۰۔ قدامہ بن مظعون
۱۱۔ عبداللہ بن مظعون
۱۲۔ خباب بن الارت
۱۳۔ عمیر بن ابی وقاص
۱۴۔ عبداللہ بن مسعود
۱۵۔ مسعود بن القاری
۱۶۔ سلیط بن عمرو
۱۷۔ عیاش بن ربیعہ
۱۸۔ اسماء بنت سلمہ
۱۹۔ خنیس بن حذافہ
۲۰۔ عامر بن ربیعہ
۲۱۔ عبداللہ بن جحش
۲۲۔ ابو احمد بن جحش
۲۳۔ جعفر بن ابی طالب
۲۴۔ اسماء بنت عمیس
۲۵۔ حاطب بن حارث
۲۶۔ فکیہہ بنت یسار
۲۷۔ معمر بن حارث
۲۸۔ سائب بن عثمان بن مظعون
۲۹۔ مطلب بن ازہر
۳۰۔ رملہ بنت عوف
۳۱۔ نعیم بن عبداللہ
۳۲۔ عامر بن فہیرہ مولیٰ ابوبکر الصدیق
۳۳۔ خالد بن سعید
۳۴۔ امینہ بنت خلف
۳۵۔ حاطب بن عمر

۱؎ تاریخ ابن اثیر۔

۳۶ - ابوحذیفہ بن عتبہ	۳۸ - خالد بن بکیر	۴۰ - عامر بن بکیر	۴۲ - عمار بن یاسر
۳۷ - واقد بن عبداللہ	۳۹ - ایاس بن بکیر	۴۱ - عاقل بن بکیر	۴۳ صہیب بن سنان

رضی اللہ عنہم اجمعین

یہ تین سال کی محنت اور جانفشانی کا ثمرہ تھا۔ مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مکہ مکرمہ کے گھر گھر میں اسلام کا نام پہونچگیا۔ اور ہر جگہ ہر ایک کی زبان پر اسی کا چرچا تھا جس کی وجہ سے بکثرت لوگ اسلام کی طرف متوجہ ہو گئے تب حکم ربانی صادر ہوا

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ ۔ جس بات کا تم کو حکم دیا گیا ہے اس کو کھلم کھلا علی الاعلان بیان کرو

تبلیغ کا اہم کام سپرد کیا جا رہا تھا اس لئے تبلیغ کا ایک اہم اصول بھی بتلا دیا گیا۔ کہ مخالف کی قوت اور زور کو نظر انداز کر کے ہمیشہ خدا کی نصرت اور اعانت پر بھروسہ رکھئے۔ جو لوگ خدا کے کام میں رکاوٹ ڈالیں گے اور مخالفت اور استہزاء کے ساتھ پیش آئیں گے خدا خود انہیں مغلوب کرے گا۔

وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ اور مشرکین کی پرواہ نہ کیجئے ہم یقیناً آپکی طرف سے ان
إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ ۔ تمسخر کرنے والوں کے لئے کافی ہیں۔

آخری جملہ میں اس بات کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا کہ دعوت حق کا استقبال قبولیت اور تسلیم سے نہیں ہوتا بلکہ استہزاء اور اہانت کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر قدرت الٰہی داعی کی ہمت اور استقلال کے مطابق کمک پہونچاتی ہے اور حق کو تدریجی طور پر قوت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ کئی سال کی دعوت کے بعد مسلمانوں کو طاقت حاصل ہوئی۔

علی الاعلان اسلام کی تبلیغ ہونے لگی اِدھر سے حق کی طرف بلایا جاتا تھا۔ اُدھر سے رکاوٹیں پیدا کی جاتی تھیں۔ بلانے والے چند اور کمزور و ناتواں تھے اور ہٹانے کے لئے تمام زور آور قوتیں مجتمع تھیں، مخالفت اور عداوت میں سرگرم، مگر نتیجہ کیا ہوا ؟ حق کو غالب آنا تھا غالب آیا اور تمام قوتوں کو پاش پاش ہونا تھا ہو کر

ہیں۔ اگرچہ مخالفت کی آگ سلگ رہی تھی جو بھڑک رہی تھی کہ اسی عالم میں حکم الٰہی نازل ہوتا ہے

وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ۔ اپنے قریبی کنبے والوں کو خدا سے ڈراؤ ۔

حضور اقدس کو کتنا انتظار تھا کہ گویا سرداران قوم کی تبلیغ اور اونچے طبقہ کے لوگوں کو اسلام میں شامل ہونے کی دعوت دی جا رہی تھی اس لئے ایک نہایت اہم بات کی طرف توجہ دلائی جو تبلیغ کی روح ہے اور کامیابی کا راز ہے اور وہ یہ کہ اپنے رفقا کے ساتھ خواہ وہ بظاہر کتنے ہی کمتر درجہ کے ہوں نہ یہ کہ محض رواداری اور مساوات برتی جائے بلکہ انتہائی انکساری اور فروتنی کا برتاؤ رکھا جائے

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۔ ترجمہ: اپنے بازو کو ان مومنوں کے لئے بچھائے رکھو جو تمہاری پیروی کر رہے ہیں ۔

اس حکم کے نازل ہونے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا گزری ہے اور کس طرح آپ نے اس حکم کا استعمال کیا ہے اس کا اندازہ ان روایات سے لگائیے ۔

(۱) حضرت جعفر بن عبد اللہ بن ابی رافع فرماتے ہیں جب آیت وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ امر سخت دشوار دکھائی دیا اور آپ پریشان خاطر ہوئے آپ کی حالت بیماروں کی طرح ہو گئی تب آپ کی پھوپھیاں آپ کی عیادت اور مزاج پرسی کے لئے آئیں ۔ آپ نے ان سے فرمایا "مجھے کوئی بیماری نہیں لیکن حق تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ اپنے قریبی کنبے والوں کو خدا ترسی کی تعلیم دوں ۔ اس کا فکر دامن گیر ہے کہ حکم کی تعمیل کس طرح کی جائے"۔ انہوں نے مشورہ دیا آپ سب کنبے والوں کو جمع کر لیجئے مگر ابولہب کو نہ بلائیے کہ وہ ہرگز آپ کی بات سننے اور ماننے والا نہیں ۔ چنانچہ آپ نے ان سب کو طلب فرمایا ۔ وہ سب آئے ان کے ہمراہ کچھ لوگ بنو مطلب بن عبد مناف کے بھی تھے ۔ ان سب کی تعداد ۴۵ تھی ۔ ابولہب نے سبقت کی اور کہا کہ

یہ تمہارے چچا اور چچا زاد بھائی جمع ہیں تم اپنی بے دینی کی باتوں کو چھوڑ دو اس

کے علاوہ جو چاہو گفتگو کرو۔ اور خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ تمام عرب کے مقابلہ میں تمہاری
قوم کی کوئی طاقت اور حیثیت نہیں اور تمہارے ہم جد لوگوں کو اس بات کا
پورا حق ہے کہ وہ تمہارا ہاتھ پکڑ لیں اور تمہیں اس بات سے باز رکھیں۔ اور
اگر تم اپنی بات پر جمے رہے تو تمہیں باز رکھنا سہل ہی بہ نسبت اس کے کہ تمام
مشرکین کی مخاصمت برداشت کی جائے۔ کسی شخص نے آج تک اپنے
گھر والوں پر ایسی مصیبت نہیں ڈالی جیسا ستم تم نے بپا کر رکھا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بالکل خاموش رہے اور اس مجلس میں کوئی گفتگو نہ فرمائی۔ پھر دوبارہ ان سب کو
بلایا اور ارشاد فرمایا

الحمد للہ احمدہ واستعینہ	ستائش اور تعریفیں اللہ کے لئے ہیں میں اس کی حمد
واومن بہ واتوکل علیہ واشھد	کرتا ہوں۔ اسی کی مدد چاہتا ہوں اسی پر ایمان
ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک	لاتا ہوں اسی پر توکل کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں
لہ۔ ثم قال ان الرائد لا یکذب	کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ یگانہ ہے اس کا
اھلہ واللہ الذی لا الٰہ الا ھو	کوئی شریک نہیں، کوئی بھیجا ہوا اپنوں پر جھوٹ
انی رسول اللہ الیکم خاصۃ و	نہیں بولتا، خدائے واحد کی قسم میں اللہ کا پیغمبر
الی الناس عامۃ واللہ لتموتن	ہوں خاصۃً تمہارے لئے بھیجا گیا ہوں اور عامۃً
کما تنامون ولتبعثن کما	تمام نسل انسانی کے لئے۔ قسم بخدا تم اس طرح
تستیقظون ولتحاسبن بما تعملون	مرو گے جس طرح سوتے ہو اور اس طرح اٹھو گے
وانھا الجنۃ ابدا والنار ابدا۔	جیسے کہ بیدار ہوتے ہو اور اعمال کے دائرے میں

جو تم کر رہے ہو اس کا تم سے حساب لیا جائے گا۔ جنت اور جہنم دونوں دائمی چیزیں ہیں۔

آپ کے چچا ابوطالب نے کہا

"تمہارے لئے سب سے زیادہ محبوب تمہاری اعانت ہے ہم نے تمہاری نصیحت کو قبول کیا اور تمہاری بات کی صداقت کا یقین کیا۔ اور یہ تمہارے اجداد بیٹھے ہیں۔ میں بھی انہیں میں سے ہوں۔ البتہ میں ان سب سے زیادہ اس چیز کی طرف جھکنے والا ہوں جو تمہیں محبوب ہو جس بات کا تمہیں حکم دیا گیا ہے تم اس کو انجام دو۔ خدا کی قسم میں ہمیشہ تمہاری حفاظت کروں گا اور لوگوں کو تمہاری ایذا رسانی سے باز رکھوں گا لیکن میرا نفس مجھے اپنے باپ کا دین چھوڑنے کی اجازت نہیں دیتا۔"

دوسرے چچا ابولہب نے کہا "واللہ یہ ایک برا راستہ ہے تم اس پر اس سے پہلے قابو پالو کہ یہ غیروں تک پہونچے۔[1]

(۲) حضرت ابن عباس نے فرمایا جب آیت وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی۔ تو نبی اکرم صلعم گھر سے نکلے اور کوہ صفا پر چڑھ کر با آواز بلند فرمایا واصباحا لوگ اس آواز پر جمع ہو گئے۔ پھر آپ نے ہر قبیلہ کا نام لیکر اس کو پکارا۔ سب سامنے آگئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا "اگر میں تمہیں اس بات کی اطلاع دوں کہ پہاڑ کی گھاٹی میں دشمن گھوڑے سوار جمع ہیں۔ تو کیا تم مجھے سچا سمجھو گے؟ سب نے بالاتفاق کہا بیشک اس لئے کہ ہم آپ کو صادق جانتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا "میں تمہیں ایک آنیوالے سخت عذاب سے متنبہ کرتا ہوں"۔ ابولہب بولا "تم ہلاک ہو کیا اسی لئے ہمیں جمع کیا ہے؟" اس پر سورہ تبت یدا ابی لہب وتب نازل ہوئی۔[2]

علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کام یہی تھا کہ ہر وقت خفیہ و علانیہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے تھے۔ اس کام سے کوئی چیز آپ کو ہٹانے والی نہ تھی۔ کوئی طاقت آپ کو باز رکھنے والی نہ تھی کوئی روکنے والا آپ کو روک نہ سکتا تھا آپ لوگوں کے پاس ان کے گھروں پر اور ان کے جلسوں اور محفلوں میں جاتے اور صرف اسی ایک کام کے لئے جاتے اور جو شخص بھی آپ سے ملتا غلام ہو یا آزاد، ضعیف ہو یا قوی، امیر ہو یا غریب ہر شخص کو بلا کسی امتیاز و تفریق

---

[1] تاریخ ابن اثیر۔ [2] تاریخ ابن اثیر۔

کے راہِ حق کی طرف بلاتے۔ ساری مخلوق اس پیام رسانی میں آپ کے لئے یکساں حیثیت رکھتی تھی۔ آپ اور آپ کے کمزور و ناتواں ساتھیوں کو سخت اذیت دی جاتی۔ اور مشرکین ہر قسم کی ایذا اور تکلیف پہونچاتے جسمانی تکلیفیں بھی دیتے۔ زبانی اذیت میں بھی کمی نہ کرتے اور سب سے زیادہ سخت آپ کے لئے آپ کا چچا ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل تھے۔ اس کے بالکل برعکس آپ کے دوسرے چچا ابوطالب تھے۔ کہ طبعی طور پر آپ ان کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔ وہ ہمیشہ آپ پر شفقت اور احسان کرتے اور دشمنوں کی مدافعت اور آپ کی حمایت میں سرگرم نظر آتے۔ اس لئے ساری قوم کی مخالفت کو برداشت کرتے۔ یہ درست ہے کہ ابوطالب اپنی قوم کے ہم مشرب اور ہم نوا ہونے کے باوجود فطرتی محبت کی بنا پر اپنے بھتیجے کی تائید و حفاظت میں مستعد رہتے۔ ابوطالب کا اپنے دین پر قائم رہتے ہوئے حضور اقدس کی حمایت اور اعانت کرنا اس میں بھی حکمت خداوندی شامل تھی اگر ابوطالب اسلام لے آتے تو مشرکین قریش کے دلوں میں ان کی کوئی وجاہت اور وقعت باقی نہ رہتی۔ اور ان کی ہیبت اور احترام جاتا رہتا۔ پھر خود ابوطالب پر جری اور بیباک ہو جاتے اور ان کے درپے آزار ہوتے۔ اس صورت میں حضور اقدس کے لئے اور دشواریوں کا سامنا ہو جاتا۔ خدا جو کچھ کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔ امام احمد ربیعہ بن عباد دیلی سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے اسلام لانے سے پہلے ذی المجاز بازار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، لوگ آپ کے گرد جمع تھے اور آپ ارشاد فرما رہے تھے

یَا اَیُّهَا النَّاسُ قُولُوا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوا		لوگو لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرلو فلاح پاؤ گے۔

اور ایک شخص آپ کے پیچھے پیچھے پھر رہا تھا اور لوگوں سے کہتا تھا "یہ شخص جھوٹا ہے بے دین ہے"۔ میں نے دریافت کیا یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے جواب دیا "آپ کا چچا ابولہب"[1]

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے پاس ان کے گھروں پر جاتے اور ان سے کہتے "لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس بات کا حکم دیا ہے کہ صرف اسی کی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ اور ابولہب ہر جگہ آپ کے پیچھے پیچھے یہ کہتا پھرتا "لوگو یہ تم سے تمہارے باپ دادا کا دین چھڑانا چاہتا ہے"۔ اور ولید بن مغیرہ اور اس کے ہمنوا[1]

---

[1] تاریخ ابن کثیر۔

نے اس کو سحر بتلایا۔ قریش نے ہر قسم کی ایذا دی کاہن اور مجنون اور ساحر کا لقب دیا آپ پر مٹی پھینکتے تھے آپ کے گھر کے دروازہ پر خون اور غلاظت جمع کرتے تھے ایک بار آپ بیت اللہ کے سامنے سربسجود تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے اس زور سے آپ کی گردن مبارک کو مروڑا کہ قریب تھا کہ آنکھیں باہر نکل پڑیں، اور بہت سختی کے ساتھ آپ کا گلا گھونٹا۔ حضرت ابوبکرؓ بچانے کے لئے کھڑے ہوئے لوگوں نے ان کے سر اور داڑھی کے بال اس زور سے کھینچے کہ اکثر بال اکھڑ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کیا ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے میرا پروردگار صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے؟ اور عقبہ بن ابی معیط کو دھکا دیا جس نے حضور اقدس کے شانہ مبارک کو پکڑ رکھا تھا۔ اور گردن مبارک میں کپڑا ڈال کر بڑے زور سے گلا گھونٹ رہا تھا۔

بخاری شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ کعبہ کے سامنے نماز پڑھ رہے تھے۔ اور قریش کے کچھ لوگ اپنی نشستگاہ پر بیٹھے تھے۔ ایک شخص ان میں سے بولا کیا تم اس ریاکار کو نہیں دیکھتے؟ تم میں کون شخص ایسا کر سکتا ہے جو فلاں قبیلہ کے مذبح میں جائے اور اوجھڑی وغیرہ لائے پھر جب یہ سجدہ میں جائے تو وہ آلائش اس پر رکھ دے ایک بدبخت اس کام کے لئے اٹھا۔ اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے وہ تمام غلاظت آپ پر رکھ دی آپ سجدے کی حالت میں ٹھیرے رہے۔ اور وہ باہم ایک دوسرے پر گرتے تھے اور قہقہے مارتے تھے۔ کسی جانیوالے نے حضرت فاطمہؓ کو خبر کی۔ وہ اس وقت کمسن بچی تھیں۔ بھاگی ہوئی آئیں حضور اقدس اس وقت تک سجدے میں تھے۔ اس غلاظت کو آپ پر سے ہٹایا اور ان لوگوں کو برا بھلا کہا۔ جب حضور اقدس نماز سے فارغ ہوئے تو دست مبارک دعا کے لئے اٹھائے اور فرمایا

اللھم علیک بقریش　　　　خدایا قریش کا معاملہ تیرے حوالے۔

قریش نے تنگ آکر ایک مرتبہ بارگاہ رسالت میں عرض کیا "اگر تم بڑائی کے طلب گار ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار منتخب کرتے ہیں، اگر بادشاہت کا ارادہ ہو تو ہم اپنا بادشاہ بنانے کو تیار ہیں۔ اور اگر تمہارے پاس آنیوالا کوئی جن بھوت ہے جس نے تمہیں بے قابو کر رکھا ہے تو ہم اپنا سب مال و دولت تمہارے علاج میں خرچ کریں تاکہ تم اچھے ہو جاؤ۔ اگر ہم تمہارے

خدمت کا حق ادا کر سکیں، حضور اقدس نے ارشاد فرمایا "جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس میں سے کوئی بات نہیں، بات یہ ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا اور مجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی اور مجھے حکم فرمایا کہ میں تم کو جنت کی بشارت دوں اور دوزخ کے عذاب سے ڈراؤں۔ میں نے اپنے پروردگار کے پیغامات تم کو پہونچا دئے اور تمہیں اچھی طرح سمجھا دئے۔ جو کچھ میں تمہارے پاس لیکر آیا ہوں اگر تم اس کو قبول کرو گے تو زندگی میں اور مرنے کے بعد اس کا پھل پاؤ گے۔ اور اگر میری باتوں کو رد کرو گے تو میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کو برداشت کروں گا۔ تاآنکہ وہ ذات پاک خود میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے۔

جب مسلمانوں کی تعداد بڑھنے لگی اسلام روز بروز زیادہ پھیلنے لگا۔ تو کفار قریش نے ایمان لانے والوں کو سخت سے سخت عذاب اور اذیت دینی شروع کی تاکہ وہ ایمان سے پھر جائیں۔ حضرت ابو ذر فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا ابو طالب اور حضرت ابو بکر اپنی قوم کی وجہ سے فی الجملہ مامون اور محفوظ تھے۔ باقی مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ کفار قریش انہیں سخت ترین عذاب دیتے تھے۔ باندھکر سخت دھوپ میں ان کو ڈالتے تھے۔ سب سے زیادہ سختی حضرت بلال پر ہوتی تھی۔ بچے ان کو بازاروں میں اور گلیوں میں گھسیٹتے پھرتے تھے۔ اور ان کی زبان سے برابر یہی نکلتا تھا أحد أحد (خدا ایک ہے۔ خدا ایک ہے)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے رفقاء کی یہ حالت نہ دیکھی گئی۔ ناچار ان کو حبشہ کی جانب ہجرت کی اجازت دی۔ یہ بھی بڑا سخت منظر تھا کہ گھر، در، وطن، عزیز واقارب، مال و دولت سب کچھ چھوڑ کر پردیس میں بے یار و مددگار جانا تھا مگر خدا کی راہ میں یہ بھی برداشت کیا گیا۔ اسی دوران میں آپ کے چچا حضرت حمزہ بن عبد المطلب اسلام سے مشرف ہوئے جو قریش کے باعزت باہمت نوجوان تھے۔ حضور اقدس کو ایک گونہ ان سے تقویت پہونچی۔ ان کے اسلام لانے کے تین روز بعد حضور اقدس نے دعا مانگی

اللّٰھم أعز الاسلام بأبی جھل أو بعمر بن الخطاب۔ — خدایا اسلام کو ابو جہل یا عمر کے ذریعہ عزت دے

حضرت جبرئیل نے حضرت عمر کے اسلام کی خوشخبری سنائی اور حضرت عمر بھی جو اسلام کے بڑے دشمن تھے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔[1]

علامہ ابن اسحاق فرماتے ہیں " جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم خداوندی کے موافق دعوت حق کا کام شروع کیا۔ تو کفار قریش مجتمعاً آپ کی مخالفت اور عداوت پر آمادہ ہو گئے۔ صرف چند کمزور اشخاص تھے جنہیں حق تعالیٰ نے اسلام کے ساتھ وابستہ کر دیا تھا اس وقت آپ کی حمایت کے لئے آپ کے چچا ابو طالب کھڑے ہوئے اور آپ بے دھڑک خدا کے پیغام کو پہونچاتے اور مخلوق کو حق کی جانب بلاتے۔ کوئی چیز آپ کو اس ارادے سے باز رکھنے والی نہ تھی۔ کفار قریش نے جب دیکھا کہ آپ کسی طرح اپنے ارادے سے روگردانی نہیں کریں گے اور ابو طالب ہر وقت آپ کی حمایت کرتے رہیں گے تو معزز ین قریش کا ایک وفد ابو طالب کے پاس گیا اور ان سے کہا

'ابو طالب تمہارے بھتیجے نے ہمارے معبودوں پر حملے کئے۔ ہمارے دین و مذہب پر عیب لگایا۔ ہمیں بے وقوف بتایا ہمارے بزرگوں کو گمراہ بتلایا۔ آپ ان کو ان باتوں سے منع کریں یا آپ ہمارے اور ان کے درمیان حائل نہ ہوں۔ آخر آپ بھی تو ہماری طرح ان کی ان باتوں کے مخالف ہیں "

ابو طالب نے نرم لہجہ میں ان سے گفتگو کی اور نہایت خوبی سے اس بلا کو سر سے ٹال دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حسب عادت اللہ کے دین کو پھیلاتے رہے۔

---

[1] مواہب لدنیہ مختصراً۔

عہدِ نبوی میں پانچواں کالم

(۴)

غزوات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں منافقوں کا رویہ، مسلمانوں کی افواج کے متعلق نقصان دہ پروپیگنڈا۔ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا تسامح اور تحمل۔

منافق عہد نبوی میں پانچویں کالم کی حیثیت سے خطرناک طریقہ پر کام کر رہے ہیں عام حالات میں۔ ان کی اسکیمیں کچھ کم ضرر رساں نہ تھیں۔ لیکن جنگ کے زمانہ میں ان سے جو نقصانات پہونچ سکتے تھے وہ پہونچے اور ان نقصانات کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ معمولی تھے۔

جب ایک فوج میدان جنگ میں آجاتی ہے تو اس کے لئے اسلحہ، سامان جنگ، اور سلسلۂ رسد سے زیادہ ضروری یہ چیز ہوتی ہے کہ اس کی عزیمت شروع سے آخر تک باقی رہے۔ دنیا کا کوئی جرنیل یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ فوج کے ماحول میں وہ قوتیں بھی پرورش پائیں جن کی زندگی کا مقصد عسکری عزیمت کو نقصان پہونچانا ہو۔

اس خاص نقطہ نگاہ سے منافقین کی تاریخ خطرناک سرگرمیوں سے بھری ہوئی ہے ایک طرف پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم حق و باطل کے سب سے بڑے معرکہ میں انسانی تاریخ کا آخری باب مرتب کر رہے ہیں جانباز صحابہ ہر شے سے بے نیاز ہو کر میدان جنگ میں محاذ کی قوت کو استحکام عطا کر رہے ہیں۔ دوسری طرف منافقین یہ تمام محاذ کو کمزور کرنے کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ جب ہم ان دونوں کے حالات اور منافقوں کے رویہ کا جائزہ لیتے ہیں تو چند پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔

(۱) منافقوں کا طرزِ عمل۔ استعمال جبہ دلیل تھا۔ بزدل بد باطن۔ خوفزدہ اور ہراساں افراد کا گروہ تھا۔ جو اللہ اور اس کے رسول سے معاہدہ وفاداری کر کے اس کو توڑ دیتا تھا۔

(۲) یہ لوگ مالِ غنیمت کی طمع کی وجہ سے مسلمانوں کی سوسائٹی میں اسلام کا اعلان کرتے تھے ویسے دین کی خدمت میں کوتاہ دست تھے۔

(۳) ان کی خطرناک سکیمیں خفیہ ہوتی تھیں۔ مسلمان ان کے ظاہر کو دیکھکر انہیں مسلمان تصور کرتے اور عام طور پر یہ سمجھتے کہ یہ لوگ بھی اسلام کے ہمدرد اور جان نثار سپاہی ہیں۔ درحقیقت یہ ایک قسم کی دھوکہ بازی تھی جب مسلمانوں کے لئے خطرہ پیدا ہوتا تو بھی سپاہی بزدلی سے جان چھپا کر بیٹھ جاتے اور امداد سے دستکشی اختیار کر لیتے۔

(۴) منافق مسلمانوں کی شکست کے وقت زیادہ بار رویہ اختیار کر لیتے تھے طرح طرح کی خبریں شائع کرتے۔ عام طور پر پیلا من کرتے۔ شکست کو نمایاں کرنے کے لئے مائیں پر وپیگنڈا کر کے مجاہدین کی عزیمت کو متاثر کرتے۔ بڑائی زبان آزادی آزادی کی صداقت کو پیش کرتے۔

(۵) قرآن عظیم نے منافقوں کی انہی کارگزاریوں کو دیکھکر مسلمانوں کی غلط فہمی کو دور کیا اور یہ واضح کر دیا کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ دشمنوں کے معاون اور آلہ کار ہیں۔ پروپیگنڈا کے ایجنٹ ہیں بلکہ خود دشمن ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اطلاع دیدی گئی

یَحْسَبُونَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ هُمُ الْعَدُوُّ	ہر بلند آواز کو یہ گمان کرتے ہیں کہ ان پر ہے۔ وہ دشمن
فَاحْذَرْهُمْ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى	ہیں۔ اس لئے ان سے احتراز کیجئے۔ خدا ان کو ہلاک
يُؤْفَكُونَ۔ (الاحزاب)	کرے کہاں پھرے جاتے ہیں۔

منافقوں کا سب سے زیادہ خطرناک دستہ وہ تھا جس نے تبوک اور احزاب کے محاذ جنگ پر اپنی مہم شروع کی۔ اس دستہ کے افراد نے ظاہرداری کو کمال کی حد تک پہونچا دیا۔ مسلمانوں کی معاشرتی مجلسوں کے مخلص دوست غیر معمولی رازوں کے امین خالص دوستی کے مدعی۔ جیسے دوستی کے اس لازوال سرمایہ میں کبھی خیانت نہیں ہو سکتی اور غداری تو ممکن ہی نہیں۔ ایسے

چالاک سازشی اشخاص کسی محاذ پر اگر کوئی مہم شروع کریں تو ظاہر ہے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ مورخین اس امر پر متفق ہیں کہ اسلام کے یہ داخلی دشمن خارجی دشمنوں سے زیادہ خطرناک تھے۔ ان کا مقصد مسلمانوں کے دائرہ تنظیم میں فوری بربادی لانا تھا۔ اور وہ چاہتے تھے کہ اسلام جس نئے عالمگیر نظام کو قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس کو قائم ہونے سے پہلے ہی ختم کر دیا جائے۔

بدر کے معرکہ میں مسلمانوں کو تاریخی فتح حاصل ہوئی تھی۔ منافقین ان آثار سے خوش نہ تھے۔ انہوں نے فوری فیصلہ کیا اور وہ یہ تھا کہ حال کی اس فتح کو مستقبل کی شکست میں تبدیل کیا جائے۔ سنہ ۳ ہجری میں ابوسفیان تین ہزار سپاہیوں کا لشکر لیکر مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں یہ خبر لائی گئی، آپ نے اصحاب کی مجلس شوریٰ طلب فرمائی۔ عبداللہ بن اُبَیّ انصار کے سردار کی حیثیت سے مجلس میں شریک ہوا۔ ظاہر میں مسلمان لیکن دل میں منافق۔ اس نے مشورہ دیا کہ ہمیں مدینہ سے باہر نہ نکلنا چاہیئے جب دشمن مدینہ میں داخل ہوگا اس وقت دیکھا جائے گا۔ ابن اُبَیّ کا یہ مشورہ سیاسی اعتبار سے دفاع کے لئے مفید بھی ہو سکتا۔ لیکن اس کی نیت خراب تھی۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے اسی طرف مائل تھی کہ شہر میں رہ کر دفاعی جنگ کی جائے گی۔ اسی اثنا میں صحابہ حاضر ہوئے جو اصحاب بدر کی جنگ میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ ان کے دل کا شوق یہ تھا کہ وہ میدان میں نکل کر مقابلہ کریں اور محاذ جنگ پر حاضر ہو کر شہادت حاصل کریں (اگر شہادت قسمت میں ہو) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شیر دل سپہ سالار تھے۔ فوج کا یہ جذبہ دل پر اثر کر گیا جنگی لباس پہنا اور مسلح ہو کر گھر سے باہر تشریف لائے۔ منافقین کو اس ناکامی پر زبردست شرمندگی ہوئی۔ انہوں نے پھر درخواست کی کہ مدینہ سے باہر جنگ کرنا مناسب نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"جب ایک نبی اپنی امت کے لئے مسلح ہو کر میدان میں آجاتا ہے تو اس کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اس وقت تک جنگی لباس اتارے جب تک خدا اس کے اور دشمنوں کے درمیان فیصلہ نہ کر دے"۔

ان الفاظ سے دلوں کی دنیا میں نئے ولولے تیار ہو گئے۔ ادھر مسلمانوں کا لشکر مدینہ کی گلیوں سے روانہ ہوا۔ ادھر منافقوں نے ایک ایک سے کہنا شروع کیا کہ ہم کیوں جنگ کریں اور اپنی جانوں کو اپنی اولاد کو کیوں قتل کرائیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عبداللہ بن اُبَیّ

ایک ثلث آدمیوں کو لیکر درمیان راہ سے لوٹ گیا۔ بنو سلمہ (خزرج) اور بنو حارثہ (اوس) دونوں قبیلوں نے بھی یہ ارادہ کیا کہ ابن اُبَی کی تقلید کریں مگر خداوند تعالیٰ نے ان کو اس گڑھے میں گرنے سے بچالیا۔

اذ همت طائفتان منكم ان تفشلا — دو جماعتوں نے ارادہ کیا کہ نامردانگی ظاہر کریں۔

والله وليهما وعلى الله فليتوكل — حالانکہ اللہ ان دونوں کا مددگار تھا۔ اللہ پر ذمہ داری

المؤمنون۔ (آل عمران) — ہے۔ مؤمنوں کو چاہئے کہ اللہ پر اعتماد کریں۔

اُحد کے مقام پر دونوں لشکر جمع ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نقشہ جنگ کے مطابق تیراندازوں کو متعین فرمایا۔ خود ایک مرکزی مقام سے جنگ کی قیادت کی۔ جنگ کا رن پڑنا شروع ہوا قریش مکہ کے رسالہ سردار خالد بن ولید موقع اور کمزوری کی تلاش میں تھا۔ سوء اتفاق کچھ تیرانداز جو عقب کی حفاظت کر رہے تھے وہ اپنی جگہ سے آگے بڑھ گئے۔ خالد نے گھوڑے کو بڑھا دیا۔ خالد کی تلوار مسلمانوں کی گردنوں سے کھیلنے لگی شدید مقاومت کے باوجود خط جنگ میں جو کمزوری پیدا ہو چکی تھی اس کا پورا کرنا ناممکن ہوگیا۔ اسلامی لشکر اپنی جگہ سے پیچھے ہٹ گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی اس نازک موقع پر اپنی جگہ قائم رہے۔ خدا کی فوج کے سپہ سالار نے پسپا ہوتی ہوئی فوج کو آواز دی

اِلَیَّ عباد اللہِ۔ — اللہ کے بندو میری طرف آؤ۔

مسلمان الٹے پاؤں لوٹے۔ بے جگری سے لڑتے لڑتے مکہ کے لشکر کے سامنے آگئے۔ اس طرح وہ دباؤ کمزور ہوگیا جو قریشی لشکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچنے کے لئے ڈال رہا تھا۔ جنگ ختم ہوگئی۔ ستر مسلمان شہید ہوگئے۔ جن میں سید الشہداء حمزہ بن عبدالمطلب بھی تھے۔

لشکر میں کچھ منافق بھی تھے۔ یہ لوگ عبداللہ بن اُبی کے ساتھ نہیں لوٹے تھے۔ ان کے لئے اس شکست نے بات کرنے کا موقعہ پیدا کردیا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت و قوت کے متعلق طرح طرح کے گمان اور قیاس آرائیاں کرنے لگے۔

جو منافقین شریک جنگ نہ تھے۔ انہوں نے دوسرے طرز سے مسلمانوں کو ملامت شروع کردی۔ برملا یہ بھی

کہا جانے لگا کہ ابن اُبی کی عاقلانہ رائے نہ ملنے کا یہی نتیجہ ہونا چاہئے تھا! منافقین اس شکست سے دل ہی دل میں مسرور تھے ان کا خیال تھا کہ ایک ناکامی دوسری ناکامی کا پیش خیمہ ہوگی۔ آج کا تجربہ کل کام آئے گا۔ جو تدبیریں فساد کو بروئے کار لانے میں کارگر ہو چکی ہیں۔ آئندہ اور زیادہ کاری زخم لگائیں گی۔

زیادہ اطمینان یہ تھا کہ مسلمان غافل ہیں حالات سے یا تو بے خبر یا مصلحت سے بے خبر بنے ہوئے ہیں۔ دونوں صورتوں میں کام کرنے اور اسلام کے اقتدار کو مٹانے کے مواقع حاصل تھے۔ مشہور ہے کہ "برائی کی بنیا ٹیڑھی ہوتی ہے" فساد کی جو عمارت اس قسم کی بنیاد پر تعمیر کی جاتی ہے وہ زیادہ دیرپا نہیں ہوتی۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جلد ہی صورت حال کا جائزہ لیا اور جائزہ لیکر مناسب احتیاط کا حکم دیا۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو منافقین کے سازشی اعمال سے باخبر کر دیا اور صاف طور پر منع کر دیا گیا کہ منافقوں کو رازدار نہ بنایا جائے اور ان کے پروپیگنڈے سے بچا جائے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا	اے ارباب ایمان تم اپنے سوا کسی کو دلی دوست
بِطَانَۃً مِّنْ دُوْنِکُمْ لَا یَاْلُوْنَکُمْ	نہ بنا، کیونکہ اور لوگ تمہیں تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں
خَبَالًا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ	چھوڑتے۔ تمہارا نقصان ان کی آرزو ہے۔ واقعی ان کے
الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِیْ	چہروں سے تمہارے لئے بغض ظاہر ہوتا ہے جو ان کے
صُدُوْرُهُمْ اَکْبَرُ۔ قَدْ بَیَّنَّا لَکُمُ	سینوں میں ہے وہ بھی ان کے مُنہ سے ظاہر ہوتا ہے۔
الْاٰیٰتِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۔	ہم نے تمہارے لئے چند نشانیاں بیان کر دی ہیں
(آل عمران)	اگر تمہیں عقل ہو۔

الاحزاب کے تاریخی واقعہ کے زمانہ میں بھی منافقوں نے اپنی آرزوؤں کے نقشہ میں رنگ بھرنے کی ناکام سعی کی۔ بہت سی جماعتوں نے مل کر ایک منظم لشکر جمع کیا۔ قریش اور ان کے مطیع قبیلے۔ حبشی غلام۔ اسد غطفان نے متحد ہو کر دس ہزار جنگجو انسانوں کا لشکر تیار کیا۔ خیال یہ تھا کہ اس بار ایسا حملہ کیا جائے کہ اسلام دم توڑ دے اور

مسلمان اس کے بعد سر اٹھانے کی فرصت ہی نہ پائیں۔ یہ لشکر مدینہ کے قریب پہونچا ہی تھا۔ بنی قریظہ معاہدہ کو توڑ کر اس لشکر سے جا ملے۔ منافقوں کا خیال تھا کہ مسلمان احد کے محاذ پر مدینہ سے باہر نکل کر جنگ میں شریک ہوئے تھے اس لئے انہوں نے شکست کھائی تھی۔ اب بھی ان کا خیال یہی تھا۔ انہوں نے پروپگنڈا کا دفتر قائم کر دیا اور یہ کہنا شروع کیا کہ اللہ اور رسول فتح کا جو یقین دلاتے ہیں وہ دھوکہ ہی دھوکہ ہے۔ منشا یہ تھا کہ مسلمان اس اثر کے ماتحت عزیمت جنگ سے محروم ہو جائیں۔ وہ سمجھیں کہ دشمن کا لشکر کثیر ہے۔ فتح غیر یقینی ہے۔ کمزور جماعت میں حصہ لیکر اپنے مستقبل کو کیوں ہلاک کیا جائے۔ چنانچہ بعض لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی تاکہ وہ جنگ سے الگ رہ کر گھروں میں گوشہ نشین ہو سکیں۔ اس ماحول کے متعلق خدائے برتر کا فرمان نازل ہوا۔

واذ قالت طائفۃ منھم یا اھل یثرب
لا مقام لکم فارجعوا ویستاذن
فریق منھم النبی یقولون ان بیوتنا
عورۃ وما ھی بعورۃ۔ ان یریدون
الا فرارا ولو دخلت علیھم من
اقطارھا ثم سئلوا الفتنۃ لاتوھا و
ما تلبثوا بھا الا یسیرا ولقد کانوا
عاھدوا اللہ من قبل لا یولون الادبار
وکان عھد اللہ مسئولا۔
قل لن ینفعکم الفرار ان فررتم
من الموت او القتل واذا لا تمتعون
الا قلیلا قل من ذا الذی یعصمکم
من اللہ ان اراد بکم

جب ان میں سے ایک پارٹی نے کہا اے اہل یثرب
تمہارے لئے رہنے کی کوئی جگہ نہیں۔ رجعت کر جاؤ اور
اجازت طلب کرتا تھا ایک فریق ان میں سے پیغمبر سے
کہتے ہیں کہ ہمارے گھر خالی ہیں حالانکہ وہ خالی نہیں ہیں
ان کا اور کوئی ارادہ نہیں مگر ارادہ ہے فرار کا اور اگر مدینہ پر اس
کے اطراف سے آگھسے اور ان سے فساد کے لئے کہا جائے
تو وہ اس کو منظور کر لیں گے اور ان گھروں میں کم ٹھیریں گے
حالانکہ پہلے یہ لوگ خدا سے عہد کر چکے ہیں کہ پیچھے پیٹھ نہیں
پھیریں گے اور خدا کا عہد مسئول ہے۔
ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تم فرار اختیار کرو گے تو تم کو
راہ فرار کوئی فائدہ نہ دے گی۔ اگر تم موت سے یا قتل سے
بھاگو گے تو تم کو اس کا فائدہ حاصل نہ ہوگا مگر بہت تھوڑے
عرصہ کے لئے۔ کہہ دیجئے کہ کون ہے جو تم کو بچائے گا

سوءًا او اراد بكم رحمةً ولا
يجدون لهم من دون الله وليًّا
ولا نصيرًا. قد يعلم الله المعوّقين
منكم والقائلين لإخوانهم
هلمّ إلينا ولا يأتون البأس إلا قليلا.
(الاحزاب)

اللہ سے اگر وہ برائی کا ارادہ کرے یا تمہارے ساتھ رحمت کا ارادہ
کرے تم اپنے لئے اللہ کے سوا کوئی دوست نہ پاؤ گے۔
اور نہ معاون۔ اللہ تم میں سے منع کرنے والوں کو پہچانتا
ہے اور ان کو بھی جانتا ہے جو اپنے بھائیوں سے یہ
کہتے ہیں کہ تم ہماری طرف چلے آؤ۔ یہ لوگ نہیں آتے
جنگ میں مگر کم تعداد میں۔

مسلمانوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ منافق کس قسم کے انسان ہیں۔ کس قدر بزدل۔ کس درجہ خطرناک۔ کتنے رجعت پسند اور کمزور ہیں۔ جنگ کا زمانہ آئے تو محاذ پر نہ جائیں۔ محاذ پر مسلمانوں کا لشکر جا رہا ہو تو ان کے لئے دل شکن باتیں استعمال کریں۔ فیصلہ کا وقت آ پہنچے تو دروغ کو اتنا فروغ دیں کہ مسلمانوں کی قوت فیصلہ میں خلل واقع ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کی اور شان بھی ظاہر فرما دی ہے

فاذا جاء الخوف رأيتهم ينظرون
إليك تدور أعينهم كالذي
يغشى عليه من الموت فإذا ذهب
الخوف سلقوكم بألسنةٍ حدادٍ
(الاحزاب)

جب خطرہ کا وقت آجاتا ہے تو ان کو دیکھئے کہ
ان کی آنکھیں تمہاری طرف اس طرح چکر کھا رہی ہیں
جیسے کہ ان پر موت کی غشی چھا رہی ہے۔ جب خطرہ
دور ہو جاتا ہے تو تم کو لوہے کی قینچی کی طرح تیز زبان سے
طعنے دیتے ہیں۔

جنگ کے وقت فراری اور مال غنیمت کے وقت شکاری۔ دل سے مسلمانوں کے دشمن۔ زبانوں سے بڑے مومن مسلمان۔

أولئك لم يؤمنوا فأحبط الله
أعمالهم وكان ذلك على الله

یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہی نہیں۔ اللہ نے ان
ان کے اعمال ضائع کر دئے ہیں۔ یہ امر اللہ کے لئے

[redacted]

یسیرا ۔ کچھ مشکل نہیں آسان ہے ۔

منافقوں کے پانچویں کالم کا ایک مستقل دستہ اور بھی تھا ۔ اس کا کام یہ تھا کہ جب کسی مہم پر اسلامی لشکر روانہ ہوتا تو وہ روانگی کی خبر رکھتے جب لشکر محاذ جنگ پر مصروف ہوتا تو وہ مدینہ میں خبریں پھیلاتے ۔ ہمارا لشکر شکست کھا گیا ۔ ہماری فوج کے سپاہیوں کا بڑا نقصان ہوا ۔ اتنی تعداد موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے ۔ ان کے ساتھ ایسا ہوا ۔ ویسا ہوا ۔ شدید اور سخت حادثہ گذرا ۔

ایک اولوالعزم فوج کے لئے دشمن کی طاقت کوئی اہمیت نہیں رکھتی ۔ مسلمانوں نے جس شجاعت اور عزیمت کے ساتھ دنیا کو فتح کیا ۔ اس سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ اسلامی لشکر جن اخلاقی اسلحہ سے مسلح تھا ان کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی تھی ۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ محاذ جنگ پر سامنے سے آنیوالے حضرات ان کو خوفزدہ نہ کر سکے لیکن منافقوں نے جو روش اختیار کی اس سے بڑا اور کیا خطرہ ہو سکتا تھا ۔ اس کا نتیجہ کیا تھا ؟ معنوی روح کی موت ۔ جنگ وجہاد سے سپاہیوں کی نفرت ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مجلس نشین کمزور مسلمانوں کی پریشانی ! خطرہ کی نزاکت کا تقاضا تھا کہ اس بارہ میں مناسب وقت شدید کارروائی کی جاتی اور ایسے لوگوں کیلئے سزا مقرر کر دی جاتی ، اعلان کر دیا جاتا کہ جو اشخاص اس قسم کی کارروائیوں میں جرات آمیز حصہ لیں گے وہ اپنے جرم کی پاداش کے لئے تیار رہیں ۔ چنانچہ اس سلسلہ میں قرآن کریم میں حکم نازل ہوا اور اس کی اتنی واقعیت کا نفاذ کر دیا گیا

لَئِن لَّمْ يَنتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ
فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ
فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ
لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ۔
مَّلْعُونِينَ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا
وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا ۔

اگر منافق اپنی سازشوں سے باز نہ آئیں اور وہ لوگ نہ مانیں جن کے قلوب مریض ہیں ۔ اور مدینہ میں افواہیں پھیلانے والے ۔ تو ہم آپ کو ان پر مسلط کریں گے ۔ ان کو مدینہ میں آپ کے ماحول میں رہنے کی اجازت بھی نہیں دی جائے گی ۔ مگر بہت کم اور پابندیوں کے ساتھ ایسے اشخاص جہاں دیکھے جائیں ۔ گرفتار کر لئے جائیں اور قتل

(الاحزاب) کر دئے جائیں۔

اس حکم کے چند اجزا ہیں جن کا نفاذ بیک وقت ہو گیا

(۱) اگر اس حکم کے نفاذ کے وقت تک کچھ لوگ ارتکاب جرم سے باز رہنے کا فیصلہ کر لیں تو ان کو سزا کا مستحق نہیں سمجھا جائے گا۔

(۲) آئندہ سے افواہیں پھیلانے والوں کو مدینہ میں رہنے کی اجازت نہ ہوگی۔ جو رہیں گے ان کو مناسب پابندیوں کے ساتھ رہنا ہوگا۔

(۳) احکام کی خلاف ورزی پر سخت اقدام عمل میں آئے گا۔ ان کو لعنتی قرار دیا جائے گا۔ (سوسائٹی کے بدترین ارکان) اور جرم کو دیکھکر جیسا مناسب ہوگا سزا دی جائے گی۔ گرفتاری یا سزائے موت جس سے عام عبرت ہو۔

یہ صحیح ہے کہ مدینہ میں ربانی حکومت قائم تھی اس لئے اس قسم کے شدید احکام کے نفاذ کے بعد اجراء میں غیر معمولی احتیاط کے ساتھ کام لیا جاتا تھا۔ اس خاص معاملہ میں بھی احتیاط کا دامن نہیں چھوڑا گیا۔

فلسفہ قانون کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ قوانین کے نفاذ کے بعد اس کے اثرات کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ آیا قانون کا اعلان موثر ثابت ہوا یا نہیں۔ اگر موثر ثابت نہیں ہوا تو پہلے قانون کی کس شق سے کام لیا جائے۔ مذکورہ بالا حکم کے بعد اس کے اثر کا اندازہ کیا تو معلوم ہوا کہ قانون کا اعلان زیادہ موثر نہیں ہوا۔ کچھ لوگ اصلاح حال کے لئے تیار ہو گئے۔ مگر اکثریت اپنے غلط طرز پر قائم رہی۔ وجہ ظاہر تھی۔ قانون جتنا سخت تھا اس کا استعمال اتنا سخت نہیں ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت دنیا کی جبار حکومتوں میں سے نہ تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کی جلاوطنی۔ گرفتاری اور موت کی سزا دینے میں آخر وقت تک تامل فرمایا۔

مطبوعات جدیدہ

مصباح المشائخ حضرت مولانا حاج شاہ عین القضاۃ صاحب نور اللہ مرقدہ اس صدی کی مقدس ہستیوں میں گذرے ہیں مصباح المشائخ ان کا تذکرہ اور ان کی سوانح کا پاکیزہ مرقع ہے۔

مولانا عین القضاۃ کا علم و فضل اور باطنی کمال کا اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ کے والد محترم ایک باکمال صاحب باطن درویش تھے اور آپ ان کی باطنی برکات سے فیضیاب ہوئے۔ مولانا حاجی صاحب مرحوم کے بعد آپ کی ہستی علماء اودھ میں صدر نشین کی حیثیت رکھتی تھی۔ مولانا عبد الباری مرحوم اور مولانا عبد الشکور جیسے فاضل علماء کا نام ان کے شاگردوں کی فہرست میں ہے۔ آپ کا عظیم کارنامہ مدرسہ عالیہ فرقانیہ کا قیام اور علم تجوید القرآن کی غیر معمولی اشاعت ہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ مدرسہ فرقانیہ میں ابھی وہی مرکزی فیض جاری ہے اور اس کے صدر مدرس شعبۂ قرآن و تجوید مولانا قاری عبد المالک صاحب مدرسہ صولتیہ کے ان قابل فخر ابنائے قدیم میں ہیں جن کے قرآنی فیض نے بحمد اللہ ہزاروں تشنگان علم کو سیراب کیا۔ بے شمار مستند قاری اس درسگاہ سے فارغ ہو کر اطراف ملک میں قرآن مبین کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ مجاہدی سلسلہ کے احیا میں بھی مولانا مرحوم کا خاص حصہ ہے ہزاروں معتقدین کے لئے آپ کی تاریخ حیات کا مرتب کرنا ایک ایسا مبارک کام ہے جس پر ہم اس کے فاضل مرتب جناب مولوی حکیم محمد ہادی رضا خان صاحب ایم آر اے ایس آنریری سکریٹری منبع الطب کالج لکھنؤ کو مبارکباد دیتے ہیں

سائز ۲۰×۲۶ صفحات ۷۶ قیمت ۴ر مؤلف کے پتہ سے مل سکتی ہے۔

ملا عبد القیوم نمبر مجلہ نظامیہ حیدرآباد دکن نے ملا عبد القیوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں یہ خاص نمبر شائع کیا ہے جو ایک تاریخی ہستی کی تاریخ حیات کا اہم مجموعہ ہے۔ ملا صاحب اس صدی کے

ممتاز مذہبی اور سیاسی ہستیوں میں ارجمند انسان تھے مسلمان عوام ان کے کارناموں سے بڑی حد تک بے خبر ہیں لیکن وہ کام جو انہوں نے ہندوستان سے قسطنطنیہ تک وسیع ماحول میں کئے ہیں۔ دنیا کی بڑی حکومتوں کے دفتری ریکارڈوں میں موجود ہیں۔ حجاز ریلوے کی تعمیر، جنگ یونان و کریٹ کے شہداء کے بچوں کی امداد۔ دائرۃ المعارف حیدرآباد کا قیام۔ دکن کے اسلامی مدارس کی تنظیم یہ وہ کارنامے ہیں جن سے ملا صاحب مرحوم کا براہ راست تعلق رہا ہے۔ ملا صاحب مرحوم اور حضرت مولانا محمد سعید صاحب مرحوم (سابق آنریری ناظم مدرسہ) میں غائبانہ تعارف اور حجاز ریلوے وغیرہ امور کے سلسلہ میں بے تکلفانہ خط و کتابت کا سلسلہ رہا ہے اس لئے ملا عبدالقیوم صاحب مرحوم کی غیر معمولی شخصیت کارکنان مدرسہ صولتیہ کے لئے غیر معروف نہیں۔ بلکہ وہ اس یگانۂ زمانہ ہستی اور ان کے سچے جذبات و مخلصانہ کارناموں سے واقف ہیں۔

ایک انگریز نے چاہ زمزم کو بند کرانے کی تحریک شروع کی تو ملا صاحب نے مقابلہ کیا۔ تحریک ناکام رہی۔ ایسے شخص کی قیمتی زندگی کے سوانح کا پیش کرنا جس قدر نازک کام ہے اسی قدر قابل ستائش بھی ہے۔

صفحات ۱۹۲۔ اکثر مضامین ایمان افروز اور قابل مطالعہ۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

ملنے کا پتہ۔ ادارہ ترقی تعلیم اسلامی حسینی علم۔ حیدرآباد دکن۔

خطبات علمیّہ انجمن اسلامی تاریخ و تمدن (مسلم یونیورسٹی علیگڈھ) چند سال سے ممتاز علماء اور اعیان علم کو خطبات کے لئے مدعو کر رہی ہے۔ ابتداء میں طلبہ براہ راست تقریروں سے استفادہ کرتے ہیں۔ بالآخر یہ خطبہ کو طبع کر کے عام اصلاح و فلاح کے لئے شائع کر دیا جاتا ہے۔

مسلم یونیورسٹی ہمارے نورس نوجوانوں کی ذہنی تربیت کا گہوارہ ہے۔ ہماری قوم کی امیدیں اس کے دائرہ علم و عمل میں آباد ہیں۔ ہمارا بہترین نسلی سرمایہ اس درسگاہ کی تعمیر و ترقی میں لگا ہوا ہے۔ صرف اس لئے نہیں کہ یہ یونیورسٹی ہے بلکہ اس لئے کہ وہ "مسلم" ہے۔ مسلم یونیورسٹی سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ یہاں کے سرپرست یہاں کے دفتری کارکن۔ یہاں کے پروفیسر یہاں کے طلبہ ہر رنگ اور ہر حالت میں اسلام و ایمان کے واجبات اور دینی شعائروں کی پابندیوں کا لحاظ رکھیں گے۔ اس قسم کی آرزوؤں کا پورا ہونا اُن کاموں اور کارناموں پر موقوف ہے جن کا اظہار انجمن اسلامی کے شعبہ نشر و اشاعت کے

مفید، مناسب وقت اور ضروری اقدامات سے ہوتا ہے۔ عرصہ سے اس قسم کی سرگرمیاں بند تھیں۔ ڈاکٹر امیر حسن صاحب صدر انجمن مستحق تبریک ہیں جن کی بلیغ توجہ سے اس کام میں روح تازہ پیدا ہوئی۔ ابھی اس قسم کے کاموں کو اور زیادہ اچھے معیار پر پہونچانے کی ضرورت ہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ انجمن نے اس کام کو تجارتی مقصد سے نہیں، تبلیغی اور اصلاحی مقصد سے شروع کیا ہے۔ مطبوعہ خطبات مسٹر محامد اللہ صاحب انصاری، معتمد نشر و اشاعت انجمن سے طلب فرمائیے۔

۱ سائنس اور اسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم نے اپنی اس فاضلانہ علمی تقریر میں سائنس کے متعلق اسلام کے روحانی نقطۂ نظر کو دل نشین اور دلپذیر پیرایہ میں پیش کیا ہے۔

اول میں ایک حدیث ہے جس میں سائنس کے ترکیبی عناصر کا خاص ترتیب سے ذکر ہے۔ تقریر کو دیکھا جائے تو درحقیقت اسی حدیث کی تفسیر ہے، موضوع سائنس، عناصر کی قوتوں کے باہمی تفاوت، مٹی، آگ، پانی، ہوا کی ماہیتیں۔ عناصر میں انسانی تصرفات، انسانی ایجادات اور مادی قوتوں پر سیر حاصل حکیمانہ بحث کے بعد یہ بتایا گیا ہے۔ انسانی طاقت و تسخیر کا راز مادہ نہیں روح کی قوت ہے۔ مولانا کا پیغام یہ ہے کہ اسلام کو مقصود اور سائنس کو وسیلہ سمجھا جائے۔ اور روح کی حاکمیت کے ماتحت مادی سائنس سے کام لیا جائے۔ پوری تقریر نئی نسل کے نام ایک پیغام ہے جو اسلام کی طرف سے اسلام کی زبان میں دیا گیا ہے۔ ذہنی اور فکری غلامی کے اس دور میں یہ تقریر دل و دماغ کی آزادی کے لئے ایک روشنی ہے۔ جس کا مطالعہ ہمارے نئی یونیورسٹی کے پروفیسروں اور طالب علموں کو راہ راست پر لاسکتا ہے۔

۲ ایمان مولانا سید سلیمان ندوی کی جامع تقریر۔ جو ممدوح نے انجمن اسلامی تاریخ و تمدن مسلم یونیورسٹی کے جلسہ میں ۱۵ ستمبر ۱۹۴۲ء کو فرمائی۔

ایمان کی حقیقت کیا ہے۔ ایک باایمان قوم کی اجتماعی زندگی میں ایمان کس درجہ موثر ہے۔ ایمان اور عمل کے درمیان کس قسم کا ربط ہے؟ علامہ ندوی نے ان تمام سوالوں کا جواب اپنی دلپذیر تقریر میں دل نشین اور عام انداز میں پیش کیا۔

اصل خطاب مسلم یونیورسٹی کے طلبہ سے ہے لیکن مقصود عام اصلاح ہے۔ مولانا نے ابتدا میں فرمایا ہے

کہ ہر امت کی تنظیم کے لئے ایک مرکزی اور تصوری مطمح نظر کی ضرورت ہے۔ انگریز ہندوستان میں قلیل التعداد تھے لیکن ان کے ذہن میں ایک مشترک تخیل تھا اس لئے ان کو کامیابی حاصل ہوئی۔ ہندوستانی زیادہ تھے، طاقتور تھے، مگر ان کا دل متفقہ تصور سے خالی تھا۔ اس لئے ناکام ہوئے۔ اسلام کی اصطلاح میں یہی تصور ایمان کی اصل ہے اور اس کے بغیر عملی زندگی فائز المرام نہیں ہو سکتی۔ مولانا نے ملی تصورات اور فاسد اشتراکی عقائد کی تردید کرنے کے بعد اسلام و عقائد اور ایمان کی صحیح خصوصیات کو بھی بیان کیا ہے۔ نئی درسگاہوں کے ہر طالب علم کو اس تقریر کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ ابتدا میں مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی رائے درج ہے۔ جس سے تقریر کے متعلق مزید بصیرت حاصل ہوتی ہے۔

تمدن اسلام

قیمت ۳ مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی کی تقریر انجمن اسلامی تاریخ و تمدن کے نشر و اشاعت کی اہم کڑی ہے۔ اسلامی تمدن کے سادہ نقشہ میں علم صحیح اور عرفان حق کا رنگ، تقریر کی ہر سطر اور ہر لفظ سے نمایاں ہے۔ فاضل مقرر اپنے اوصاف کمال کے لحاظ سے ہندوستان بھر میں اپنے امتیاز کے آپ مالک ہیں نئے تمدن کی جعلی نمائش کے مفاسد کو رونما کرنے میں موصوف کے حقیقت نگار قلم نے زبردست حصہ لیا ہے۔ ایک صاحب دل اور ممتاز شخص مسلم یونیورسٹی کے طلبہ کو جو پیغام دے سکتا تھا وہ "تمدن اسلام" میں موجود ہے۔

تقریر عالمانہ نہیں ہے بلکہ خاص طرز نگارش کی حیرت انگیز قوت سے دقیق اور پیچیدہ مسائل کو عام فہم اور قابل قبول انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ زندگی کے آغاز سے منتہا تک اسلامی تمدن کے زرین نقوش کو زرین الفاظ میں پیش کیا گیا ہے۔ ہماری درسگاہوں میں اس قسم کے صاف، سلجھے ہوئے اور بلیغ خطبات کی آج جتنی ضرورت ہے پہلے کبھی نہیں تھی۔ یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہنا چاہئے۔

ماہنامہ حکیم دکن حیدرآباد دکن کے مستند اطبا کی نگرانی، سرپرستی اور ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ انسانی صحت کے سلسلے نے بیماریوں کے اس تمدنی دور میں جو اہمیت حاصل کرلی ہے اس کو وہ تمام ہندوستانی گھر جانتے ہیں جہاں بیماری مستقل گھر بنائے ہوئے ہے۔ ایسے زمانہ میں حکیم دکن کے مضامین کو قدرت کا عطیہ کہنا چاہئے۔ رسالہ کئی عنوانات پر مشتمل ہے۔ طبی سرگرمیاں، طبی انکشافات، مقالات علمیہ، الامراض والعلاج، تجربات، تاریخ طب و اطبا کے ضمن میں صحت بخش معلومات مہیا کی گئی ہیں۔

ہندوستان میں اس درجہ کے مستند رسالے کم ہیں۔ ابوالاطبا جناب حکیم مولوی مقصود علی خاں صاحب اور حکیم کبیر الدین صاحب "حکیم دکن" کے سرپرست اور مجلس ادارہ کے رکن ہیں۔ طبی ذوق رکھنے والے اصحاب کو حکیم دکن اپنے مطالعہ میں رکھنا چاہئے، بیش قدر علمی فوائد کا مجموعہ ہے۔ ظاہری محاسن میں ترقی کی گنجائش ہے۔

مکہ معظمہ کی ڈاک

سنہ ۱۳۶۰ھ کا سیلاب عظیم

قدرت کی عجیب حکمت ہے کہ عین اس وقت جب کہ شمالی ہند کے زرخیز اور شاداب حصے بارش سے محروم تھے۔ حجاز کی بے آب وگیاہ زمین نزول باران کے فیضان سے بہرہ ور ہو رہی تھی۔ اشاعت گذشتہ میں حرم محترم کے حالات میں ہم نے نزول باران اور سیلاب کی اطلاع دی تھی۔ مکہ معظمہ کی تازہ ڈاک سے معلوم ہوا ہے کہ بارش عام تھی اور سیلاب عام اندازہ اور سالہا سال کی روایات سے کہیں زیادہ شدید تھا۔

جدہ، مدینہ منورہ، حوالی خیبر اور نجد کے اطراف میں باران رحمت کا نزول خوش آیند صورت میں ہوا، مرجھائے ہوئے دل کھل گئے، روحوں کو تازگی میسر ہوئی۔ لیکن مکہ میں سیلاب نے اس قدر تجاوز کیا جس کا اندازہ بھی آسانی سے نہیں کیا جاسکتا۔

اس سلسلہ کی اہم تفصیلات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مسلسل آٹھ گھنٹے تک دھواں دھار بارش ہوتی رہی۔

(۱) نقل وحرکت کے ذرائع ناکام ہوگئے۔ آمد ورفت بند ہوگئی۔

(۲) پرانے مکانات بڑی تعداد میں اپنی بنیادوں پر آرہے۔

(۳) بہت سے مکانوں میں پھٹ کر درازیں کھل گئیں۔

(۴) مکہ اور جدہ کے درمیان ٹیلیفون کا سلسلہ منقطع ہوگیا مکہ اور طائف کے درمیان بھی ٹیلیفون ٹوٹ گیا۔

(۵) سیلاب کا پانی حرم کے صحن میں داخل ہوگیا جس سے صحن حرم کی ترتیبات میں فرق آگیا۔ ریت کے تودے مٹی

کے ٹیلے حرم کی وسعتوں میں ایسے نظر آنے لگا جس طرح نظر کے لئے دور کے پہاڑ۔

مکہ معظمہ میں بارش ویسے توکم ہوتی ہے لیکن جب ہوتی ہے تو محل وقوع کا نشیب و فراز اس کو سیلاب میں بدل دیتا ہے۔ شہر کے گرد پہاڑ ہیں۔ پہاڑ کے حصار میں بلند وادی۔ اور وادی کے وسط میں شہر۔ شہر کے نشیبی حصہ میں حرم بیت اللہ ہے اس لئے جب زیادہ بارش ہوتی ہے تو پانی جمع ہوکر شہر کا رُخ کرتا ہے اور صحن حرم میں جمع ہو جاتا ہے۔ حکومت حجاز کے انجینیروں کی ہمیشہ کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ بارش کے زمانہ میں اس قسم کی صورت حال کے مقابلہ کے لئے تیار رہیں۔

اس صدی میں تین بڑے سیلاب آچکے ہیں۔ جن میں سنہ ۱۳۲۷ھ کا سیلاب جو "سیلاب خدیوی" کے نام سے مشہور ہے بہت زبردست تھا۔ مگر حجاز کے اخبارات کا بیان ہے کہ وہ سیلاب اس کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا بارش صبح کے وقت شروع ہوئی۔ ایک گھنٹہ تک عام رفتار سے ہوتی رہی مگر اس کے بعد سات گھنٹے تک اس تسلسل سے پانی پڑا کہ ایک منٹ کے لئے بند نہ ہوا۔ روزمرہ کی زندگی کا سارا کارخانہ بند ہوگیا۔ سب کے منہ کعبہ کی طرف تھے اور دل رب کعبہ کی جناب میں حاضر۔

ایک مستند اخباری بیان ہے کہ صحن حرم میں پانی بڑھتے بڑھتے حجر اسود اور حطیم کی دیوار کی بلندی تک قریب قریب قدآدم پہونچ گیا تھا۔

محکمۂ بلدیہ نے فوراً پانی کے نکاس کا انتظام کیا لیکن بہت جلد معلوم ہوگیا کہ محکمہ کے آدمیوں کو کمک کی ضرورت ہے۔ فوراً پولیس کے جوان امداد کے لئے پہونچے۔ سیلاب کے زور کے مقابلہ میں یہ امداد بھی کافی نہ ہوئی۔ چھاونی سے فوجی دستے طلب کئے گئے۔ اس طرح حکومت کے تین محکموں کی پوری امداد سے چند گھنٹے کی جانفشانی اور لائق تعریف کوشش کے بعد حرم کا صحن پانی، ریت کے تودوں اور خس و خاشاک سے صاف ہوگیا۔ صحن میں جو کنکریاں بچھی ہوئی ہیں وہ بھی صاف ہو چکی تھیں اس لئے مزید کنکریاں دستور کے مطابق ڈالی گئیں۔

ٹیلیفون کے سلسلہ میں سب سے پہلے شہر میں کام شروع کیا گیا۔ شہری حلقہ میں از سر نو تار لگانے پڑے۔ شہر کے بعد مکہ اور جدہ۔ مکہ اور طائف کے درمیان بھی یہ سلسلہ درست طور پر قائم ہوگیا ہے۔

چاروں طرف کے پانی سے مسجد حرم کا صحن خراب ہو گیا تھا۔ اس لئے تمام مسجد کو غسل دیا گیا۔ نہایت ہی شائستگی کے ساتھ مسجد کی پاکیزگی کے فرائض پورے کئے گئے۔ اس کام کو خدام بیت اللہ اور ہزاروں عوام الناس نے رضاکارانہ طور پر پایۂ تکمیل کو پہونچایا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

نائب قاضی محکمہ شرعیہ مکہ معظمہ

مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ نے علم و شریعت کی ترویج و ترقی کے لئے جو غیر معمولی خدمات انجام دی ہیں ان سے اسلامی دنیا کے بیشتر ممالک سعادت اندوز ہوئے ہیں۔ دنیائے اسلام کے منتخب صلاحیت مند اور متنور الفکر نوجوان تعلیم کے لئے چنے جاتے ہیں جو تعلیم پا کر زندگی کے ہر دائرہ میں کام کرتے ہیں۔ مدرسہ نے اپنی زندگی کے طویل زمانے میں الحمد للہ بلند پایہ اساتذہ اور انشا پرداز۔ محدث و مفسر۔ ادیب و شاعر۔ مستند حافظ و قاری اور معتمد طریقہ پر حکومت کا نظام چلانے والے رجال عمل تیار کئے ہیں۔

مرکزی دفتر مدرسہ کو یہ پُر مسرت خبر موصول ہوئی ہے کہ مدرسہ کے ابنائے قدیم میں سے مولانا شیخ محمد سالم نمنکانی مکہ معظمہ کی عدالت عالیہ محکمہ شرعیہ کبریٰ کے نائب قاضی مقرر کئے گئے ہیں۔ تکمیل تعلیم کے بعد شیخ محترم مدرسہ میں عرصہ تک مدرس رہے پھر اپنے علم و فضل کی بنا پر مسجد حرم میں مدرس مقرر ہوئے۔ اور یہ ایک ایسا اعزاز ہے جو ہر شخص کو حاصل نہیں ہوتا۔ آپ مدرسہ کے ممتحن بھی رہ چکے ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ شیخ محترم عدل و انصاف کی اعلیٰ روایات قائم کریں اور مرکز اسلام میں ان کی شخصیت عامۃ المسلمین کی صلاح و فلاح کا موجب ہوں۔ آمین۔

فلسطین میں مملکۃ عربیہ کا قونصل خانہ

فلسطین اور مملکۃ عربیہ سعودیہ میں عرصہ سے علمی اور اقتصادی روابط قائم ہیں۔ اب یہ تعلق زیادہ وسیع اور

محکم بنیادوں پر بلند کیا گیا ہے۔ فلسطین میں حکومت عربیہ نے حال میں اپنا قونصل خانہ قائم کر دیا ہے۔ اور شیخ یوسف فوزان قنصل عام مقرر کئے گئے۔ امید کی جاتی ہے کہ یہ تعلق دونوں علاقوں کے مفاد اور مصالح کے لئے موجب ثمرات خیر ہوگا۔

دار المطالعہ

مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کا ریڈنگ روم

صحافت ایک زبردست طاقت ہے اور قوم وملک کی ہر ممکن خدمت کا ایک زود اثر اور سہل طریقہ ہے۔ موجودہ دور میں جبکہ اخبار بینی روزمرہ زندگی کا ایک ضروری شغل ہے۔ تو قوم کا ہر طبقہ بلا کسی دشواری کے کیوں نہ اس سے مکمل طور پر فائدہ حاصل کرے، ان اصحاب صحافت سے جو حقیقت میں سرمایۂ علم وادب مہیا کر رہے ہیں ہماری درخواست ہے کہ بصد ذوق یہ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے دار المطالعہ کو اپنے اخبارات ورسائل بھیجکر ہندوستان سے کئی ہزار میل دور رہنے والے ہندوستانی بھائیوں کو اپنے ملک کی اہم خبروں اور حالات سے باخبر ہونے کا موقع دیکر اپنی قومی ہمدردی کا ثبوت دیں۔

مدیر "ندائے حرم"

سرزمین حرم پر اپنی قومی سرسٹھ سالہ یادگار مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے حالات سے واقفیت خدا کے گھر سے آپ کے دلی تعلق کا ثبوت ہے۔

اس لئے

صدائے حرم

مدرسہ کی سالانہ رپورٹ اور اہم گذارشات

ندائے عام

مدرسہ کے اجمالاً تاریخی حالات کا مجموعہ

زبان حال

مشاہیر کے قلم سے اردو، عربی، فارسی، انگریزی میں مدرسہ کی پچاس سالہ سرگذشت:

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ قرول باغ نئی دہلی سے یہ اہم کتابیں طلب فرمائیے جو ہدیتاً آپ کی خدمت میں پیش کی جائیں گی۔

مجلس امداد لکھنؤ کی روداد

اشرات میں مجلس امداد لکھنؤ کی کارگذاری پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ یہاں مکمل روداد درج کی جاتی ہے (مدیر)

بتاریخ ۲۹ جون ۱۹۴۱ء بمقام امین آباد لکھنؤ مجلس امداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کا جلسہ مشاورت منعقد ہوا۔ جناب چودھری نعیم اللہ صاحب ایڈوکیٹ صدر مجلس چونکہ آج کل کشمیر میں تشریف رکھتے ہیں اس لئے جلسہ کی صدارت کے فرائض نائب صدر صاحب نے انجام دئے۔ سکرٹری مجلس امداد لکھنؤ نے حافظ ضیاء الدین احمد صاحب معتمد صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ) واقع دہلی کو جو لکھنؤ تشریف لائے ہوئے ہیں اس موقع پر مدعو کیا اور موصوف کا تمام ممبران سے تعارف کرایا۔ اور مدرسہ صولتیہ کی مجلس امداد کے قیام کی ضرورت اور اس کی مالی حالت پر روشنی ڈالی اس کے بعد حافظ ضیاء الدین احمد صاحب نے ہندوستان میں مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے صدر دفتر کے اغراض و مقاصد بیان کئے مجلس امداد لکھنؤ کے ممبران کا ان کے مخلصانہ اشتراک عمل پر شکریہ ادا کیا۔ اور مجلس امداد کا طریق کار ممبران مجلس پر واضح ہو گیا۔ مندرجہ ذیل تجاویز پیش ہوئیں جو باتفاق منظور کی گئیں۔

(۱) ممبران مجلس ایک روپیہ ماہوار کے امدادی ٹکٹ زیادہ سے زیادہ فروخت کرنے کی کوشش کریں۔ اور ایک روپیہ ماہوار کے مستقل معاونین کافی تعداد میں بنائیں۔

(۲) مجلس امداد کے دو دو ممبران اپنے حلقۂ اثر میں گشت کر کے تجویز ۱ کو عملی جامہ پہنائیں۔

(۳) مستقل معاونین کی ایک مناسب تعداد مہیا ہو جانے کے بعد ایک محصل کا مناسب مشاہرہ پر منظوری

مجلس امداد مقرر کیا جائے۔ جو سکریٹری کی نگرانی اور ماتحتی میں کام کرے۔

(۴) سکریٹری مجلس امداد ماہوار آمدنی کا نقشہ معہ اپنی رپورٹ بغرض اشاعت و اطلاع صدر دفتر دہلی کو ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ تک روانہ کیا کریں۔ اور رقم امداد خزانچی مجلس کے پاس جمع کیا کریں۔

(۵) خزانچی مجلس امداد، ہر ماہ کی وصول شدہ رقم امداد مرکزی دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ یا بذریعہ صدر دفتر دہلی ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ تک روانہ کر دیا کریں۔

(۶) سکریٹری نشر و اشاعت ہر جلسہ کی کارروائی اور دیگر امور متعلقہ نشر و اشاعت کی رپورٹ ماہوار صدر دفتر دہلی کو بھیجا کریں۔

(۷) مجلس امداد کا جلسہ مشاورت سکریٹری مجلس مہینہ میں ایک بار طلب کیا کریں۔ لیکن فوری ضرورت پیش آنے پر متعدد بار بھی جلسہ منعقد کر سکتے ہیں۔

حاجی محمد ابراہیم صاحب شوز مرچنٹ نظیر آباد ممبر مجلس نے اس امر پر زور دیا کہ لکھنؤ میں بذریعہ اخبارات و اشتہارات کافی پروپگنڈہ کیا جائے تاکہ عوام مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ سے روشناس ہو سکیں۔ اس پر تمام ممبران نے اتفاق کیا اور موصوف کی یہ تجویز بھی منظور ہوئی کہ ایک روپیہ اور پانچ روپیہ کے امدادی ٹکٹوں کی طرح آٹھ آنے کے امدادی ٹکٹ بھی صدر دفتر مدرسہ دہلی سے جاری کرنے کی درخواست کی جائے تاکہ ہر خاص و عام کو اس کار خیر میں شرکت کا موقع مل سکے۔

آخر میں ممبران نے حافظ ضیاء الدین احمد صاحب کو یقین دلایا کہ وہ پوری مستعدی سے اس طریق کار پر عمل پیرا ہوں گے۔ اور ہر ممکن ذرائع مجلس امداد کو کامیاب بنانے میں صرف کریں گے۔

صحیفۂ سعادت

معاونین کرام اور محسنوں کے اسمار گرامی

فہرست رقوم عطیات وامداد مدرسہ صولتیہ مکۂ معظمہ، بذریعہ صدر دفتر مدرسہ۔ دہلی

بابت ماہ جمادی الثانیہ سنہ ١٣٦٠ھ ہجری

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ہر مہینہ کی فہرست اسمار معاونین کی اشاعت دوسرے ماہ کے نمبر میں ہوا کرے گا

مندرجہ ذیل تفصیلات میں اگر کوئی غلطی ہو تو براہ کرم دفتر کو مطلع فرمائیے، باعث شکر گذاری ہوگا۔

نمبر شمار	نمبر رسید	جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
١	٨٧٣	١١	جناب حکیم محمود علی صاحب وکیل جے پور	لہر	امداد عام (تعلیم)	بذریعہ منی آرڈر۔
٢	٨٧٤	"	" حاجی عبدالرحیم خانصاحب خورجہ بلند شہر	صہر	"	"
٣	٨٧٥	"	" شیخ واجد علی شوکت علی صاحبان موضع کاٹھ تراؤلی			
			منجانب دختر حمید النساء صاحبہ مرحومہ	صہر	امداد عام تعلیم	بذریعہ منی آرڈر
٤	٨٧٦		جناب مولانا الحاج قاری حمید الدین صاحب سنبھل (ناظم مدرسہ حمیدیہ تجوید القرآن)	عہر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	
		"	صاحبزادی صاحبہ مولانا الحاج قاری حمید الدین صاحب	٨ر	"	مشترکہ رسید
			اہلیہ صاحبہ " " "	عہر	"	

[redacted]

نمبر شمار	نمبر رسید	جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۵	۸۷۷	۱۲	جناب منشی انعام الحق صاحب پوسٹل کلرک سہارنپور	۸ر	امداد عام (تعلیم)	بابت ماہ ربیع الثانی سنہ ۶۰ھ
۶	۸۷۸	۰	بی بی چندا بیگم صاحبہ رئیسہ اسلام نگر (از وقف حاجی محمد یٰسین خان صاحب مرحوم)	صہ ۲ر	وظائف طلبہ	از آمدنی سالانہ مقررہ از وقف مذکور
۷	۸۷۹	۰	جناب الحاج کپتان مولوی غلام محمد صاحب بہاولپور	صہ ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بابت ماہ جون سنہ ۱۹۴۱ء
۸	۸۸۰	۰	سید محمد ناظم صاحب متعلم جماعت منتہی عربک ہائی اسکول دہلی	۴ر	امداد عام (تعلیم)	بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۴۱ء
۹	۸۸۱	۰	شیخ عبد الحی صاحب جنرل کنٹریکٹر ضلع دارجلنگ	عہ	" "	بذریعہ منی آرڈر
۱۰	۸۸۲	۰	علاء الدین صاحب گورنمنٹ پنشنر انبالہ	عہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	" "
۱۱	۸۸۳	۰	مولوی عبد الہادی خان صاحب شاہجہانپور	ہہ	" "	" " "
۱۲	۸۸۴	۰	بی بی چندا بیگم صاحبہ رئیسہ متولیہ وقف فیض محمد خان صاحب	للعہ ۱۱ر	امداد عام (تعلیم)	از آمدنی سالانہ مقررہ از وقف مذکور
۱۳	۸۸۵	۰	محمد حسن صاحب بابوپور ضلع سیتاپور	للعہ ۱۴ر	وظائف طلبہ	بذریعہ منی آرڈر
۱۴	۸۸۶	۰	الحاج میاں علی محمد شاہ صاحب سجادہ نشین ہوشیارپور	صہ	امداد عام (تعلیم)	بذریعہ ناظم صاحب مدرسہ
۱۵	۸۱۱	۱۰	خانبہادر حافظ محی الدین صاحب لکھنؤ	۸ر	وظائف طلبہ	بذریعہ مولوی سعید الحسن صاحب نمایندہ مدرسہ بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۴۱ء
۱۶	۸۱۲	۰	سلطان حسین صاحب "	۸ر	امداد عام (تعلیم)	" " " " "

آمدنی از فروخت ٹکٹ ہائے امدادی

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱۷	۲	۱	جناب والدہ صاحبہ مولوی آفتاب احمد صاحب منصف (مقیم بدایوں)	صہ ر	امداد عام (تعلیم)	بذریعہ منی آرڈر
۱۸	۳	۱	جناب منشی محمد ایوب صاحب رئیس ضلع الہ آباد	صہ ر	وظائف طلبہ	ایصال ثواب الدین رحمہم اللہ بذریعہ منی آرڈر

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱۹	۴	۱	جناب حاجی شیر محمد صاحب سوداگر بانس ہوشیارپور	صہ/	امداد عام (تعلیم)	بذریعہ حضرت ناظم صاحب مدرسہ
۲۰	۵	؍	؍ مولوی عبد الهادی خان صاحب شاہ جہان پور	صہ/	؍ ؍	از ماہ رجب تا ماہ ذیقعدہ سنہ ۶۰ھ بحساب عہ/ ماہوار
۲۱	۶	؍	؍ ؍ ؍	صہ	؍ ؍	از ماہ ذی الحجہ تا ربیع الثانی سنہ ۶۰ھ بحساب عہ/ ماہوار
۲۲	۷	؍	؍ مقبول احمد صاحب گورنمنٹ پنشنر لدھیانہ	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذریعہ منی آرڈر
۲۳	۸	؍	؍ شیخ علی احمد صاحب انارکلی لاہور	صہ/	؍ ؍	بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۴۱ء معرفت جناب الحاج مولوی عبد الحی صاحب
۲۴	۹	؍	؍ قاضی سید امیر حیدر صاحب مہاراج گنج	صہ/	امداد عام (تعلیم)	بتوسط جناب قاضی سید نثار حسین صاحب
۲۵	۱۰	؍	؍ بابو عبد الغنی صاحب پنشنر شملہ	صہ/	؍ ؍	معرفت جناب مولانا احمد حسن صاحب انصاری خطیب شملہ
۲۶	۲۰۷	۶۲	؍ حاجی مستری نور محمد صاحب سہارنپور	عہ/	؍ ؍	بسعی جناب منشی محمد قاسم صاحب
۲۷	۲۰۸	۶۲	؍ حاجی فتح محمد خانساماں صاحب ؍	عہ/	؍ ؍	؍ ؍
۲۸	۲۰۹	؍	؍ اختر حسین صاحب ؍	عہ/	؍ ؍	؍ ؍
۲۹	۲۱۰	؍	؍ حاجی نظیر احمد صاحب ؍	عہ/	؍ ؍	؍ ؍
۳۰	۲۱۱	؍	؍ حاجی منشی محمد قاسم صاحب ؍	عہ/	؍ ؍	بذات خود
۳۱	۱۴۷	۱۷	؍ مولوی محمود الحسن صاحب اسلامیہ ہائی اسکول ؍	عہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	؍
۳۲	۱۴۸	؍	؍ اہلیہ حکیم قمر الحسن صاحب کاندھلہ	عہ/	؍ ؍	بتوسط جناب مولوی محمود الحسن صاحب
۳۳	۱۴۹	؍	؍ حاجی نثار احمد صاحب سوداگر سہارنپور	عہ/	امداد عام (تعلیم)	؍ ؍ ؍
۳۴	۱۵۰	؍	؍ اہلیہ حکیم قمر الحسن صاحب رئیس کاندھلہ	عہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	؍ ؍ ؍
۳۵	۱۵۱	؍	؍ الحاج مولوی محمود الحسن صاحب سہارنپور	عہ/	؍ ؍	بذات خود
۳۶	۱۲۱	۱۲	؍ اہلیہ مسٹر عبد المنعم الحق صاحب انصاری پانی پت	عہ/	امداد عام (تعلیم)	بذریعہ حافظ حسام الدین صاحب

رجب سنہ ۶۰ھ   ندائے حرم

نمبر شمار	نمبر رسید	جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۳۰	۱۲۲	۱۲	جناب مولوی عبدالہادی صاحب خانقاہ شاہجہاں پور	عہ ر	امداد معارف تعلیم	بابت ماہ جمادی الاولی سنہ ۶۰ھ
۳۰	۱۲۳	"	" " "	عہ ر	" "	بابت ماہ جمادی الثانیہ سنہ ۶۰ھ
۳۹	۱۲۴	"	" محمد اسحاق صاحب سوداگر بازار والا گنج	عہ ر	" "	بذریعہ منی آرڈر

کل میزان آمدنی بابت ماہ جمادی الثانیہ سنہ ۶۰ھ مالک ۲۱۶ /۵ ۳ ر

احقر

ضیاء الدین احمد معتمد صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دہلی

اردو ادب میں

گراں قدر اضافہ

کون ہے جو ہندوستان کے شاعر مزدور احسان دانش کے نام سے واقف نہیں، ملک کا ہر صاحب ذوق اس کی شاعرانہ رفعت کا قائل ہے۔

اس کی شاعری کا مقصد تفنن طبع نہیں، وہ ستم رسیدہ لوگوں کو خواب غفلت سے جگانے کے لئے حریت کی بلندیوں سے آواز دیتا ہے، اس کی غیرت احساس ان الجھے ہوئے کہ ذلیل ونہا سکی اور زیادہ دیر تک تاب نہیں لا سکتی۔

احسان کو فطرت کی طرف سے ایسی خورده گیر نظر اور نکتہ رس طبیعت ملی ہے کہ جب وہ کسی واقعہ سے متاثر ہو کر نظم سرانجام دیتا ہے تو اس کی شاعری دکھتے دلوں اور ڈبڈباتی آنکھوں کا مرقع بن جاتی ہے اور جب وہ مناظر فطرت کی کیفیات میں ڈوب کر کوئی نغمہ الاپتا ہے تو اس کی نظر فطرت کی نظر اور کلام ایک الہام معلوم ہونے لگتا ہے۔ احسان کی غزلوں میں سوز و ساز کے علاوہ تصوف، فلسفہ اور مجاز کا بدرجہ اتم موجود ہے۔ اشعار میں روانی اور روانی میں موسیقی اس طرح پہلو بہ پہلو پائی جاتی ہے کہ ہر مصرع کو شاعرانہ موسیقی بھی کہہ سکتے ہیں اور موسیقانہ شاعری بھی۔

امسال اس شاعر نے زندگی کی دشوار گذار منزلوں اور پریشان کن مصروفیتوں کے باوجود اپنی دیگر کتب کے علاوہ نظموں اور غزلوں کے مندرجہ ذیل پانچ مجموعے مرتب کئے ہیں۔

نوائے کارگر ۱۲ ر، آتش خاموش عہ ر، چراغاں عہ ر، نفیر فطرت ۱۲ ر، جادہ نو ۱۲ ر

ملنے کا پتہ:- مکتبہ دانش مزنگ، لاہور۔

ندائے حرم

عدد ۸ — جلد اول

ماہ شعبان سنہ ۱۳۶۰ھ (مطابق ستمبر سنہ ۱۹۴۱ء)

صفحہ

طلباء سے بلا تخصیص سالانہ چندہ صرف ایک روپیہ (عہ)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

(خاص رسالہ "ندائے حرم" کیلئے)

از مولوی عبدالستار خان صاحب خلیل کولاری (ناظم بزم "حلقہ خیال کولار") میسور

اے شہ ملک عرب کیا تیرا رتبہ ہو گیا
بادشاہِ دو جہاں بھی دل سے شیدا ہو گیا

تیری شانِ امتیازی کی کروں تصریح کیا
فی الحقیقت تیرا درجہ سب سے بالا ہو گیا

یہ زمیں کیا چیز ہے وہ آسماں کیا چیز ہے
مہر و مہ کیا ہیں، بساطِ کہکشاں کیا چیز ہے

ترے جلووں سے منور ہیں سراسر دو جہان
تو نہیں تو زینتِ کون و مکاں کیا چیز ہے

کیوں نہ ہو مقبولِ حق تیرا نظامِ سروری
ہر نفس میں ہے ترے الہام کی جلوہ گری

اولیا و انبیا کو تجھ سے ملتی ہے نجات
اے تعالی اللہ تیرا منصبِ پیغمبری

مخزنِ برکت ہے تو گنجینۂ حکمت ہے تو
واقعی اک بے بہا سرمایۂ قدرت ہے تو

ہے تیری ذاتِ معلّٰی دافعِ رنج و الم
دونوں عالم کے لئے اللہ کی رحمت ہے تو

ظلمتِ شب کو سراسر نور کر دیتا ہی تُو ۔۔۔ ذرّے ذرّے کو چراغِ طور کر دیتا ہی تُو
مرحبا کیا خوبیاں مضمر ہیں ترے ذکر میں ۔۔۔ فکرِ دنیا خوفِ عقبیٰ دور کر دیتا ہے تُو

جس کے دل میں تیری الفت کا خیال آتا نہیں ۔۔۔ ہاتھ اُس کے مخزنِ فضل و کمال آتا نہیں
جس جگہہ ہوتا ہے تیرا ذکرِ اقدس روز و شب ۔۔۔ اُس جگہہ حق کی قسم کوئی زوال آتا نہیں

جو ہوا شیدا تیرا وہ مردِ کامل ہو گیا ۔۔۔ یعنی اُس کو گوہرِ مقصود حاصل ہو گیا
جس نے اپنے دل میں دی تیری محبت کو جگہہ ۔۔۔ عرشِ اعظم اُس کا گویا خانۂ دل ہو گیا

تیری حرمت پر فدا ہیں حرمتیں کونین کی ۔۔۔ نزہتیں باغِ جناں کی زینتیں کونین کی
جو ہیں ترے نام لیوا اے شہِ عرب و عجم ۔۔۔ اُن کی قسمت پر ہیں نازاں قسمتیں کونین کی

قوم جو یادِ نبی ذکرِ الٰہ کرتی نہیں ۔۔۔ وہ کبھی دنیا میں پیدا نیک رہ کرتی نہیں
ترے عاشق کے ہی سینے میں وہ جوہر اے نبیؐ ۔۔۔ کوئی دنیا کی اُسے طاقت تبہ کرتی نہیں

پیروی جس نے سراسر کی ترے احکام کی ۔۔۔ اس نے پائی برکتیں آغاز اور انجام کی
دشمنانِ دینِ حق کی مطلقاً پروا نہیں ۔۔۔ جب نگہبانی ہیں تو ہے ملتِ اسلام کی

سلطان العلوم ہال مکہ معظمہ
اعلیٰحضرت سلطان دکن کا فرمان والا شان

اعلیٰحضرت سلطان العلوم خسرو دکن خلد اللہ ملکہٗ وسلطنتہ اس عصر میں قدیم وجدید علوم اور علمی درسگاہوں کے سرپرست تسلیم کئے جاتے ہیں اعلیٰحضرت کے دست جود وکرم نے دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں ایک تعلیمی ایوان کی تعمیر کے لئے پچیس ہزار روپیہ کی شاہانہ رقم مرحمت فرمائی تھی جس مدرسہ صولتیہ کی نئی عمارت میں یہ ایوان درجۂ تکمیل کو پہونچا

خادمان دارالعلوم کی دلی آرزو تھی کہ اس ہال کا نام "سلطان العلوم ہال" رکھا جائے احکم الحاکمین کا شکر وسپاس کہ اعلیٰحضرت نے اس آرزو کو شرف قبول عطا فرمایا فرمان مبارک مرقومہ ۱۱ رجب سنہ ۱۳۶۰ھ کے ذریعہ یہ حکم سرت صدور لایا کہ مذکورہ ہال کا نام "سلطان العلوم ہال" منظور کیا جاتا ہے۔

ہمارے صدر دفتر دہلی کو نظامت امور مذہبی سرکار عالی نے اپنے مراسلہ نشان (۳۰۷۹) کے ذریعہ اس پرمسرت اطلاع سے سرفراز کیا ہے، ہمارا یہ کہنا قرین یقین ہوگا کہ یہ اطلاع ہندوستان سے مکہ معظمہ تک ساری فضا کو مسرت کے محسوسات سے معمور کردے گی ہم کارکنان صدر دفتر نظامت مدرسہ اور تمام متوسلین دارالعلوم حرم کی جانب سے اعلیٰحضرت نظام دکن کی حضور میں پرخلوص دعاؤں کے ساتھ جذبات تشکر وامتنان پیش کرتے ہیں

دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ ... دہلی کے طلباء القاسمیہ ... اس صدی کا ایک زبردست کارنامہ ہے آج سے

۶۷ سال قبل ایک مرد مجاہد حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی نور اللہ مرقدہ نے خلوص و للہیت کے ساتھ اس کی بنیاد رکھی، ایک فرد واحد نے خدائے وحدہٗ کی امداد سے اتنے بڑے کام کے لئے اپنے حوصلہ بلند کو امتحان کی جولان گاہ میں لاکھڑا کیا جس کے متعلق ثروت مند جماعتیں بھی جرات نہیں کر سکتیں، کچھ عرصہ بعد ایک جگر دار خاتون صولت النساء بیگم صاحبہ مرحومہ نے پینتیس ہزار کی گراں قدر رقم پیش کی، اللہ کے گھر کے حوار مقدس میں جو کام مردان ایمان سے نہ ہو سکا اس میں ایک مسلمہ و مومنہ خاتون کی اخلاقی شجاعت کامیاب نکلی۔ حضرت مولانا سید [illegible] مرحوم و مغفور کے [illegible] سعادت نظامت میں ہندوستان کے عام مسلمان اور حجاج بیت اللہ اس کی [illegible] کی حفاظت کرتے رہے [illegible] کی عمر [illegible] کے تسلسل میں مولانا محمد سلیم صاحب اپنے اسلاف کرام کے جانشین ہو [illegible] کے [illegible] کے ساتھ کام شروع کیا حالات زمانہ ناموافق، دارالعلوم کی ضرورتیں [illegible] [illegible]

ایسے زمانہ میں اعلیحضرت کی [illegible] التفات [illegible] دارالعلوم [illegible]

ہم اس عظیم کامیابی پر [illegible] نواب [illegible] نواز جنگ بہادر سابق [illegible] آنریبل سید عبدالعزیز صاحب بہادر [illegible] امور مذہبی سرکار عالی، نواب [illegible] سرکار عالی مولوی [illegible] حسن صاحب معتمد امور مذہبی سرکار عالی، مولوی سید [illegible] معتمد امور مذہبی سرکار عالی مولوی [illegible] الدین احمد صاحب ناظم [illegible] امور مذہبی سرکار عالی کی خدمت میں [illegible] شکریہ پیش کرتے ہوئے خداوند بزرگ و برتر کے [illegible] ممتاز انسانوں کی یہ مساعی جمیلہ ہر اعتبار سے موجب [illegible] ثواب ہیں، ہماری نیک دعائیں ان کی شخصیتوں، ان کے [illegible] ان کے کارناموں کے [illegible] شرف قبول عطا فرمائے۔ اور اعلیحضرت خسرو دکن کے ظل عاطفت میں ان اعمال خیر کو [illegible] نصیب ہو جو امم اسلامیہ کے لئے [illegible] اصلاح کے اہم مرکز سمجھے جاتے ہیں۔ وما ذٰلک علی اللہ بعزیز

[illegible]

مُسلمانانِ ہند کا مرکزِ اسلام میں اوّلین تعلیمی مرکز

ایک جلیل القدر عالم کے مبارک خیالات

دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی عظمت کا صحیح معیار

مرکزِ اسلام میں مسلمانوں کے اسلامی اور تعلیمی مرکز کے بارے میں "ندائے حرم" جس عظیم مطمحِ نظر کا عرصہ سے تعارف کرا رہا ہے بحمداللہ آج مسلمانوں میں اس کے متعلق صحیح شعور پیدا ہو چکا ہے۔ آج کل دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کا وفد کلکتہ کا دورہ کر رہا ہے۔ اس وفد کے مقاصدِ عالیہ کی تائید میں حضرت مولانا حکیم ابو البرکات عبد الرؤف صاحب دانا پوری نے اپنے مبارک خیالات کا اظہار ایک بیان میں فرمایا۔ حضرت مولانا اسلامی ہند کے متبحر عالم ہیں حکیم و فلسفی ہیں۔ عارف و مبلغ ہیں امید ہے کہ ایک خدا پرست اور برگزیدہ عالم دین کے خیالات گہری توجہ کے ساتھ مطالعہ کیے جائیں گے

مدرسہ صولتیہ حرم شریف مکہ معظمہ

مکہ معظمہ کو خداوند پاک نے اس لئے منتخب کیا کہ وہاں توحید کی تعلیم کا مرکز ہو۔ اور عبادت الٰہی کا سرچشمہ وہاں سے جاری ہو۔

سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے وہاں مسجد کی بنیاد رکھی پھر اسی بنیاد پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے موجودہ مسجد حرام کی بنیاد بلند کی پھر اسی بیت عتیق کو افضل الرسل خاتم

الانبیاء حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا گہوارہ ان کا قبلہ اور اسلام کا حقیقی مرکز قرار دیا۔ اور قیام قیامت تک کے لئے اس کی مرکزیت کو محفوظ کر دیا۔ یہ ضروری ہے کہ حرم پاک حقیقی توحید کا مرکز باقی رہے۔ یہ ضرور ہے کہ کم از کم حضرت ابراہیمؑ کے حرم اور جناب خاتم الانبیاء صلعم کے قبلہ میں اسلام کا وہ صحیح نمونہ موجود ہو جس کی تعلیم کے لئے انبیاء کرام تشریف لائے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ساری زندگی جس تعلیم کی اشاعت میں صرف کی۔

خدا ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اپنی پوری قوت سے اپنے مرکز کو اسلامی تعلیم اور اسلامی تہذیب کا صحیح نمونہ بنانے میں صرف کریں۔ یہ ہمارا اصلی فرض ہے۔ مگر حالت یہ ہے کہ ممالک اسلامیہ کی توجہ اپنے مرکز کی طرف بہت کم رہ گئی ہے۔ مسلمان ایک قوم ہونے کے برخلاف ملکوں پر تقسیم ہوتے جاتے ہیں عقائد و اعمال سب کے جدا جدا ہوتے جارہے ہیں ملت ابراہیمی اور اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بُعد ہوتا جارہا ہے۔ خدا اب بھی مسلمانوں کو سمجھ دے کہ وہ اپنے قومی اور اسلامی مرکز کی اہمیت کو سمجھیں۔ اور اپنی پوری طاقت کو علماً و عملاً مجتمع کر سکیں۔

مسلمانان ہند کی یہ بڑی خوش قسمتی ہے کہ مکہ معظمہ میں فقہ و حدیث کی تعلیم کا ایک قدیم مدرسہ **مدرسہ صولتیہ** ہے۔ یہ مدرسہ سنہ ۱۲۹۲ھ سے حرم مکہ میں خدا کی کتاب اور رسول کی سنت کی تعلیم دے رہا ہے اس میں مختلف اسلامی ممالک کے طلبہ دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

اس مدرسہ کی روداد کو دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس میں سات سو سے زیادہ طلبہ تعلیم پاتے ہیں۔ اس کے اپنے مکانات ہیں اور کافی اخراجات کے ساتھ یہ مدرسہ استقلال کے ساتھ چل رہا ہے اس مدرسہ کی امداد کا مستقل انتظام کرنے کے لئے **ایک صدر دفتر** دہلی میں

فی الحال قایم کیا گیا جس کا پتہ یہ ہے:۔ (صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، قرول باغ نئی دہلی)

اور جناب حافظ قاری مولوی ضیاء الدین احمد صاحب معتمد صدر دفتر مدرسہ صولتیہ دہلی ۔

و جناب مولوی حکیم سید الحسن صاحب رفیق دائرہ معاونین مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دہلی ۔

اس دفتر کی طرف سے مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی امداد حاصل کرنے کے لئے مختلف شہروں کا دورہ بھی کر رہے ہیں اور اس وقت کلکتہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ امید ہے کہ مسلمان ان کی امداد کر کے اس مدرسہ کے قیام و ترقی میں اپنی پوری کوشش صرف کریں گے۔ خدا جزائے خیر دے گا۔

(مولانا حکیم) ابو البرکات عبد الرؤف قادری داناپوری

کلکتہ ۔ یکم شعبان ۱۳۶۰ھ

مولانا سید محمد عمیم الاحسان صاحب مفتی کلکتہ کی اپیل

فاضل جلیل جناب مولانا مفتی محمد عمیم الاحسان صاحب مجددی نے دار الافتاء جامع مسجد ناخدا کلکتہ سے دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے متعلق حسب ذیل بیان شائع فرمایا ہے۔

یہ اعلان جن صداقتوں کا حامل ہے یقیناً مسلمانوں کے قلوب پر اس کا اثر پڑے گا۔ موجودہ تاریک خیالات کے زمانہ میں یہ بیان ایک روشنی ہے جس سے راہ منزل کے متعلق زبردست امداد مہیا ہوتی ہے جزاہ اللہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامداً و مصلیاً و مسلماً

بلد امین میں مدرسہ صولتیہ ایک نہایت کامیاب درسگاہ، تقریباً ۸۰ سال

سے تشنگان علم کو سیراب کر رہا ہے۔ ہندی علما، اور بزرگوں نے اس کی بنیاد ڈالی ہے۔ اور اب تک ہندوستان ہی کی امداد اس کے مصارف کی کفالت کر رہی ہے۔ اس حیثیت سے مسلمانان ہند کی اسلامی حمیت کی یہ زندہ مثال ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ ہندی حجاج کی کمی کی وجہ سے مدرسہ مالی مشکلات میں مبتلا ہے اس لئے اس کی امداد کا مستقل نظم کرنے کے لئے ایک صدر دفتر دارالسلطنت دہلی میں قایم کیا گیا ہے جس کا پتہ یہ ہے ۔

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) قرول باغ نئی دہلی

جناب قاری ضیاء الدین احمد صاحب اور جناب حکیم سعید الحسن صاحب اس مرکز کی طرف سے مدرسہ کی امداد کی غرض سے مختلف شہروں کا دورہ بھی کر رہے ہیں۔ اور اس وقت کلکتہ اسی غرض سے آئے ہوئے ہیں۔

ضرورت ہے کہ مسلمانان ہند خصوصاً مسلمانان کلکتہ اس طرف اپنی خاص توجہ مبذول کریں۔ اور پوری ہمت سے کام لیتے ہوئے اس مدرسہ کی امداد کریں۔ اور اس کے بقاء اور ترقی میں پوری کوشش صرف کریں۔

وعند الله فى ذالك الجزاء

از جامع مسجد ناخدا کلکتہ
یکم شعبان سنہ ۶۰ھ

سید محمد عمیم الاحسان مجددی۔
مفتی دارالافتاء جامع مسجد ناخدا کلکتہ۔

اثرات

مشرق میں سیاست و سلطنت کے جو حاصل خیز اور ولولہ انگیز نظارے دیکھے جا چکے ہیں اور ہندوستان نے صدیوں تک اپنی حکمرانی کی جو بہار دیکھی ہے ہمارے اس زمانہ میں ریاست حیدرآباد اس کی نمایاں یادگار ہے۔ ہندوستان کی یہ عظیم ریاست ماضی کے مقابلہ میں اپنے پُرشکوہ ماحول اور شاندار روایات کے اعتبار سے زمانہ حال میں زیادہ قدر و عظمت کی نگاہ سے اسلامی دنیا میں دیکھی جاتی ہے۔

مملکت کا اہم فرض۔ انسانیت کے واجبات کی تکمیل اخلاق اور علم کی ترویج۔ قدرت کے ازلی و ابدی قوانین کی پابندی۔ سیاست و تمدن کے عوامل کی نگہداشت ہی، ہر مملکت ایک ریاست ہے ہر ریاست کی روح اس کے عوام ہیں اور رائے عامہ کے ہر اجتماعی میدان پر فرمانروائے مملکت کی عظیم اور شخصیت محبوب القلوب ہستی۔ اور مقتدر ذات غالب رہتی ہے جو خداوند عرش و کرسی کے ناقابل انکار اقتدار کے تحت عوام کی قسمتوں کی نگہبان اور اللہ اور اس کے نیک بندوں کی طرف سے امور عامہ کی مالک تصور کی جاتی ہے۔ اچھی حکومت کے لئے حق پروری۔ انصاف۔ انتظام اور سکے۔ فتویٰ۔ خطبہ کا اجرا۔ ہی ضروری عناصر نہیں ہیں بلکہ ایک اعلیٰ شخصیت بھی درکار ہے جو پوری قوم کے لئے نمونہ ہو اور ایک اچھی قوم کی ضرورت ہے جو مندرجہ بالا شخصیت کے ہاتھ پر جمع ہو سکے۔ معلوم ہوا کہ ایک اچھی مملکت یا ریاست کی سب سے بڑی ضرورت ایک اچھا فرمانروا ہے اور ایک اچھی قوم۔ اگر قلمرو بھی اپنے محل وقوع کے لحاظ سے اچھی ہو تو سونے پر سہاگہ اور سرنے پہ ہیرا۔

اس اعتبار سے حیدرآباد کی جبین فخر و افتخار بہت بلند ہے۔ حیدرآباد کی قوم دنیا کے معاملات سے

یکسو۔ مطیع امراور نسل طور پر وفادار ہے۔ حیدرآباد کا ناز یہ ہے کہ اس کو ریاست کے لئے اعلیٰحضرت سلطان العلوم میر عثمان علی خان خسرو دکن خلد اللہ ملکہ کی بلند مرتبہ دارائے عظمت شخصیت میسّر ہے۔

یہی وجود گرامی ہے جو تمام دنیا کی نظر میں حیدرآباد کے عروج و کمال کی تقدیر ہے۔ جس نے حکومت کے ارتقائی قوانین میں علم و اخلاق کے شائستہ اقتضاء کو داخل کر کے ریاست کے قالب میں قلب و دماغ کی صلاحیتوں کو نمایاں کر دیا ہے۔ اور ایشیا کے امراء و اعیان کو اپنے عمل سے سبق دیا ہے کہ ایک رئیس و تاج دار کو پروگرام کے مطابق خود کام کرنا چاہئے اور معاملات سے بذات خود باخبر رہنا چاہئے۔

قومی زندگی سے محکم تعلق۔ قوم کی قسمت سے گہرا شغف۔ ریاست کے نشوو ارتقاء کے احکام اور جزئیات سے ہر لمحہ ایک تازہ ربط۔ شاہی میں عارفانہ سادگی۔ سادگی میں شاہانہ وقار۔ عدل و نظم کے واجبات کی فہم۔ حکمت علمی کے صحیح رخ پر توجہ۔ علم کے عصری اور وجودی منافع کی روشنی، ایسے اوصاف ہیں جنہوں نے عثمانی عہد کو بادشاہوں کے تاج سے زیادہ قیمتی بنا دیا ہے اور ریاست حیدرآباد کو حکومتوں کی صف میں لاکر دماغوں کے تخت پر بٹھا دیا ہے۔

ہمارے نقطۂ نظر سے حیدرآباد کو جو اہمیت حاصل ہے۔ بالعموم نظریں اُس سے ناآشنا ہیں۔ اس ریاست کو ہندوستان میں نہیں بلکہ باہر کی دنیا میں شہرت عظیمہ حاصل ہے۔ اسلامی دنیا کے عناصر کو اس سے دلی ربط ہے۔ ہندوستان میں سب کچھ ہے۔ لیکن حجاز مقدس۔ فلسطین۔ شام۔ مصر۔ یمن۔ عراق۔ ایران۔ افغانستان اور عرب کی ساحلی ریاستوں میں ریاست حیدرآباد کو جو شہرت حاصل ہے وہ کسی دوسرے کو حاصل نہیں، اور یہ نتیجہ ہے اعلیٰحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ کے رفیع المنزلت وجود گرامی کا یہ وہ سرمایہ ہے جو حیدرآباد نے خسرو دکن کے عالی پایہ تدبر اور سالہا سال کے حکیمانہ طرز عمل سے حاصل کیا ہے۔

مسئلہ صدارت عظمیٰ ۔۔ ایک ریاست جو ہماری نظر میں مستقل مملکت کی قیمت رکھتی ہے۔

اس کے منصب وزارت عظمیٰ کا مسئلہ ہندوستان اور اسلامی ہند کے لئے انتہائی اہم ہے جتنا حیدرآباد کے باشندوں کے لئے حیدرآباد نام ہے تاجدار دکن اور ان کی قوم کا۔ وزیر اعظم درمیانی سلسلہ کی کڑی ہے۔ ایک وقت یہ کڑی سونے کی ہوتی ہے تو کام دیتی ہے۔ دوسرے وقت فولاد کی ہوتی ہے تو کام آتی ہے۔ ریاست کی بہتری اور نیک نامی کا مدار بڑی حد تک وزیر اعظم کے حوصلہ مند دل و دماغ۔ فوراً کام کرنے والی قوت فیصلہ۔ راعی اور رعایا کے ساتھ خلوص اور خارجی پالیسی سے داخلی پالیسی کو کمال فن کاری کے ساتھ مطابقت دینے اور اعتدال کو بروئے کار لانے پر منحصر ہے۔ شخصیتوں سے قطع نظر یہ چند اصول ہیں۔ ان میں سے اگر ایک اصول بھی غائب ہو جائے گا تو مقاصد کی تکمیل کا شیرازہ پریشان ہو جائے گا۔

سر اکبر حیدری ـــ سرکاری ابلاغ سے معلوم ہو چکا ہے کہ رائٹ آنریبل سر اکبر حیدری صدارت عظمیٰ سے سبکدوش ہو چکے ہیں اور ان کی جگہ آنریبل نواب سر حافظ احمد سعید خاں صاحب بالقابہ منصب صدارت پر فائز کئے گئے ہیں۔ سر اکبر حیدری کے عہد وزارت پر تبصرہ ہمارا کام نہیں۔ وزیر اعظم کی حیثیت سے آپ کامیاب رہے یا ناکام۔ یہ مسئلہ حال کے دامن سے ماضی کے ہاتھ میں پہونچ چکا ہے۔ البتہ ان کو اس خصوصیت کے اعتبار سے یقیناً امتیاز حاصل ہے کہ وہ قوت فیصلہ کے مالک تھے۔ احکام کی تنفیذ و اجرا میں مدبرانہ جرأت کے ساتھ کام کرنا یہ ان کا ایسا وصف تھا جس کا اعتراف کرنا ضروری ہے۔

آنریبل نواب سر احمد سعید خان ہمیشہ سے ہندوستان کے لاینحل پیچیدہ سیاسی ماحول میں اپنے اعتدال مزاج کی بنا پر اچھی شخصیت کے مالک سمجھے جاتے رہے ہیں۔ ان کی نیکی و نیک دلی ضرب المثل ہے، آج ان کو ایک ایسی ریاست کا منصب عظیم سپرد کیا گیا ہے جو ہندوستان میں قدیم ایشیائی طرز حکومت کی امیدگاہ ہے۔ حیدرآباد کی صدارت عظمیٰ خاص حیثیت سے ایک عظیم الشان ذمہ داری ہے اور عام نقطۂ نظر سے بہت سی ذمہ داریوں کا مجموعہ۔ ہمیں امید ہے کہ اس حیثیت سے آنریبل

نواب سر حافظ احمد سعید خان بالقابہ حیدرآباد کی تاریخ میں ایک کامیاب صدر اعظم کا درجہ حاصل کرنے میں پیچھے نہ رہیں گے۔ ہماری دلی تمنا یہ ہے کہ وہ ملک، تاج دار ملک، اور اسلامی ہند کی محبت اور کامل اعتماد حاصل کرسکیں گے اور حیدرآباد کے لئے ارجمندی نہیں درِ مسند وزیر اعظم ثابت ہوں گے۔ اور ریاست حیدرآباد کی تاریخی روایات کے بقاء و تحفظ و احیاء پر ان کی ہمیشہ گرامی توجہ مبذول رہے گی۔

ہم مرکز اسلام کے مرکزی دارالعلوم۔ مدرسہ صولتیہ کی نظامت۔ ارکان مجلس ادارہ۔ علماء مکہ معظمہ۔ و اساتذۂ مدرسہ، کارکنان صدر دفتر دہلی، ادارۂ نداۓ حرم و تمام اسٹاف و طلباۓ مدرسہ کی طرف سے قلبی تبریک و سچی دعا پیش کرتے ہیں۔ والامور بید اللہ۔

دارالعلوم حرم کا وفد لکھنؤ سے کانپور پہونچا۔ کانپور میں اپنی اہم مصروفیتوں کا پروگرام پایۂ تکمیل کو پہونچانے کے بعد کلکتہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ وفد نے زمانۂ کانپور کے قیام میں معتبر اور بااثر مسلمانوں سے ملاقاتیں کیں۔ یہ شہر اپنے اسلامی جذبات کی بنا پر صوبہ متحدہ کا قلب سمجھا جاتا ہے۔ ارکان وفد نے ہر خیال اور طبقہ کے مسلمانوں کو ہم فکری کے ساتھ درسگاہ حرم کے عظیم الشان تعلیمی کام سے آگاہ کیا۔ وفد حرم کے ساتھ خان بہادر حاجی عبدالقیوم صاحب، مولوی غلام محی الدین صاحب، احمد نبی خان صاحب، صوفی فرزند حسین صاحب، حافظ مشتاق احمد صاحب، حافظ اشتیاق رسول صاحب، حاجی قمرالدین صاحب، حاجی محمد سمیع صاحب، حافظ عبدالرزاق صاحب، شیخ محمد اصغر صاحب، حافظ انعام الحق صاحب، مسٹر محمد بشیر صاحب بیرسٹرایٹ لا، احسان الحق صاحب، حاجی عبدالغفور صاحب نے دردمندی کے ساتھ عملی تعاون فرماکر پوری توجہ سے اعانت فرمائی جزاھم اللہ۔

وفد حرم کے میزبان کی حیثیت سے خان بہادر حاجی عبدالقیوم صاحب رئیس کانپور ہمارے مکرر شکریہ کے مستحق ہیں۔ ہم ان سب حضرات کی مساعی جمیلہ کے لئے شکر و سپاس پیش کرتے ہیں۔ ہمارے دل سے نکلی ہوئی دعائیں ان کے لئے حاضر ہیں۔ حق تعالیٰ درجہ قبول تک پہونچائے۔

دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ ہندیہ کا وفد کلکتہ پہونچ چکا ہے۔ اور بنگال کے نیک اور سچے مسلمانوں کو جزیرۃ العرب کی سب سے بڑی دینی درسگاہ کے اہم حالات سے باخبر کر رہا ہے۔ مکہ معظمہ مسلمانوں کا مرکز، کروڑوں انسانوں کا قبلہ، لاتعداد نفوس کا کعبہ ہے، اسلام کا پایۂ تخت اور پیغمبر اسلام کی صداقتوں کا منبع ہے۔ مدرسہ صولتیہ کعبہ کے زیر سایہ دنیا کی سب سے زیادہ مقدس سرزمین پر قائم ہے۔ اور اسلامی دنیا کے ہر خطہ کے صدہا ارجمند طلبہ کو مستقبل کے لئے تیار کر رہا ہے۔ کلکتہ ہندوستان کا سابق دارالسلطنت اور ملک کا سب سے بڑا بارونق تجارتی شہر ہے۔ اور شہر بھی وہ جہاں ہماری ثروت کا معدن دل و دماغ کی چٹانوں کے نیچے دبا ہوا ہے۔

درسگاہ۔ وہ جس کے ماحول میں اسلاف کے نصب العین اور زمانہ حال کی صاف اور سچی ضرورتوں کو سامنے رکھکر انہماک اور توجہ کے ساتھ مسلمانوں کی نئی نسل کے لئے ایسی مقدس جگہہ نئی دنیا آباد ہو رہی ہے۔ جہاں نورانی دنیا کے فرشتے خداوند عالم کے حکم کے مطابق اپنے پر بچھاتے ہیں، درسگاہ حرم کے وفد کی سرگرمیوں کا موجودہ مستقر وہ علاقہ ہے جس کے نیک کاموں کی تاریخ کا ہر صفحہ ایک مکمل تاریخ ہے۔

کلکتہ میں وفد حرم کا ہر قدم نیکی اور ثواب کے لئے اُٹھ رہا ہے، صدر دفتر مدرسہ دہلی کے معتمد مولانا حافظ ضیاء الدین احمد صاحب اور مولانا سعید الحسن صاحب رفیق دائرہ معاونین مدرسہ فرض شناسی کے جذبات عالیہ کے ساتھ ممتاز و معتبر مسلمانوں سے مل کر براہ راست "جامعہ حرم" کے حقیقی مقاصد کو پیش کر رہے ہیں۔ کلکتہ کے مسلمانوں کی خوش قسمتی ان کے گھروں کا طواف کر رہی ہے۔ دنیا و عقبیٰ کی کامیابی ان کے ہاتھوں کو سہارا دے رہی ہے، ہندوستان کے ساحل سے مکہ کے قلب تک ایک صراط مستقیم موجود ہے جو ان کے ارادوں کی سواری کو راست منزل مقصود تک پہونچا سکتی ہے، مسلمانوں نے صدیوں سے جس شہر کی عقیدت کو اپنے ایمان کا حاصل سمجھا، آج اس کے مرکزی دارالعلوم کی حقیقت اور عظمت کے سمجھنے کا دن ہے، اگر ایمان سے معمور سینوں میں دل کی کھڑکیاں کھلی ہوئی ہیں تو یقین کرنا چاہیئے کہ "جامعہ حرم" دلوں کے بند اور محصور قلعہ میں اپنی جگہ

پیدا کر سکے گا۔ اور دفتر حرم کو ہر اعتبار سے کامیابی نصیب ہو گی۔ ان شاء اللہ العزیز۔

کلکتہ ایک ایسے فخر و امتیاز کا مالک ہے جو آج تک ہندوستان کے کسی شہر کو نصیب نہیں ہوا، مدرسہ صولتیہ کی تمام تاریخی سرگزشت میں دو باتیں تقدیر الٰہی کا درجہ رکھتی ہیں۔

(۱) ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانوں کا آفتاب اقبال ہندوستان کے قلعہ معلّی کی دیواروں کے نیچے ڈوبا اور جمنا کی روانی میں بہ گیا۔ حکومت کا ایوان جو کل تک قصر تھا آج کھنڈر بن گیا، ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک امیدوں کے تمام چراغ گل ہو گئے۔ اس وقت ہندوستان کی زمین سے ذرّہ جوہر بن کر اٹھا اور حرم کے فیضان سے فانوس محفل بن گیا، مسلمانوں کے شکستہ پا قافلہ کو ایک تیز پا امیر کارواں مل گیا، جس نے فکر و عمل کے تمام منتشر اجزار کو سمیٹ کر مکہ معظمہ کی راہ لی، صدیوں کی راہ ایک منٹ میں طے کر کے وہاں پہونچا جس مقام کو صدیوں سے مسلمانوں نے چھوڑ رکھا تھا ــــــ یہ امیر کارواں کون تھا ــــ؟ حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ ــــــ حضرت مولانا نے پہلا قدم اٹھایا اور مسلمانوں کو اپنے عمل سے پیغام دیا۔ تقدیر الٰہی نے جس مبارک و مقدس سرزمین میں اسلام کو علم و اقبال کے مطلع بلند پر پہونچایا۔ آج کی کامیابی کا پایہ تخت بھی وہی مقام وہی سرزمین اور وہی جگہ ہے، دنیا کی ہر کامیاب حرکت اپنے مرکز سے شروع ہوتی ہے، ہم نے مرکز سے عمل کا قدم بڑھایا، علم و ترقی ہمارے قدموں میں تھی ہم نے مرکز سے جدا ہو کر اپنی حکومتوں کے تخت بچھائے، علم گیا، عمل گیا، عزت گئی۔ اقتدار رخصت ہوا۔ حکومت نے ٹھوکر مار دی۔ اقبال نے ساتھ چھوڑ دیا زمانہ کی آخری ٹھوکر نے ہمیں بیدار کر دیا ہے اگر اب پھر اپنی میراث پر قبضہ کرنا ہے تو پھر اسی جگہ آئیے جہاں آج بھی رسمی طور پر کروڑوں پیشانیاں جھکتی ہیں۔

ہر عمل کی تہ میں ایک مقصد ہوتا ہے، ہر مقصد کی تکمیل انسانوں کی جد و جہد سے ہوتی اور ہر انسان علم و تربیت کے بعد عمل کی راہ میں قدم اٹھانے کے قابل ہوتا ہے اس لئے حضرت مولانا مرحوم نے امت اسلامیہ کا نصب العین یہ قرار دیا کہ مرکز اسلام میں اسلامی تعلیمات کے مطابق مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام بڑے

پیمانہ پر کیا جائے۔ اور ایک ایسی درسگاہ قائم کی جائے جو ایک جامعہ کبریٰ (یونیورسٹی) بن کر دنیا بھر کے مسلمانوں کی تعلیم کا مرکز قرار دیا جاسکے۔

(۲) مولانا مرحوم نے آج سے ۶۷ سال قبل اس قسم کی درسگاہ قائم کی۔ بڑی تحریکوں کی ابتدا ہمیشہ معمولی ہوتی ہے۔ اس لئے ہمارے معمولی دماغ اس ارادہ اور فیصلہ کی عظمت کو نہ سمجھ سکے۔

خدا کی تائید و توفیق کا حوصلہ بے پایاں اور ولولہ بے کراں ملا تو کس کو ——— ؟ مردوں کو نہیں۔ خزانے والے سرمایہ انگنوں کو نہیں بلکہ کلکتہ کی ایک نیک دل خاتون صولت النساء بیگم کو جنہوں نے اس مقصد عظیم کے لئے ۳۵ ہزار روپیہ کی بیش قدر رقم پیش کر کے کروڑوں مردوں کے سر پر ہاتھ رکھدیا۔

مدرسہ صولتیہ کا نام ——— اسی خاتون کے جذبۂ مردانہ اور حوصلہ ایثار کی یادگار ہے۔ اب مسلمانان کلکتہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس تاریخی درسگاہ کے بارے میں ان کی ذمہ داری کس قدر سنگین اور عظیم ہے۔

آج سے ۶۷ سال پہلے ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء میں کلکتہ کی ایک فیاض خاتون نے جس کام کا سنگ بنیاد رکھا تھا اس کی تکمیل کلکتہ کے نیک اور حساس مسلمانوں کا فرض ہے۔ جو ادارہ ایک مکتب سے بڑی درسگاہ بن چکا ہے اب اس کو "جامعہ حرم" (مکہ یونیورسٹی) بنانا سب مسلمانوں کا فرض ہے۔

مکہ کے قلب سے ایک آواز آرہی ہے

"دنیا کے تمام مرد مل کر (جن میں رؤسا، امراء، والیان
ریاست، تجار، صناع، سب شامل ہیں) ایک عورت
کا جواب پیدا نہیں کر سکے"

اس آواز کا جواب دینے کے لئے کلکتہ کے مسلمانوں کو پامردی کے ساتھ آگے آنا چاہئے اور وفد حرم کی کامیابی کے لئے قدم بڑھانا چاہئے۔

"ندائے حرم" ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو کر اندرون ہند و بیرون ہند معاونین و محسنین مدرسہ کے ہاتھوں میں پہونچ رہا ہے۔ ضرورت ہے کہ علمی اور مذہبی ذوق رکھنے والے اصحاب اس رسالہ کی اہمیت کو محسوس کریں۔ یہ رسالہ کسی ایک شخص یا ایک جماعت کی ملک نہیں ہے بلکہ تمام مسلمانوں کے مسلمہ اور واحد مطمح نظر کا علم بردار ہے

ہمیں مسرت ہے کہ حاجی محمد بشیر صاحب "ندائے حرم" کی اشاعت کے لئے سرگرم عمل اور کانپور میں مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے مخلصین میں ہیں، ایک نیکو کار، دردمند مسلمان کو اللہ کے گھر سے جو تعلق ہونا چاہئے الحمدللہ ممدوح اس سے بہرہ مند ہیں۔ "ندائے حرم" کو اگر ایسے شریف النفس اور کریم الطبع احباب چند اور میسر آجائیں تو رسالہ اپنے اخراجات پورے کر کے مدرسہ صولتیہ کی خدمت کے کام میں بھی ایک حصہ دار بن سکے گا۔ حق تعالیٰ حاجی صاحب کی مساعی حسنہ کو مشکور فرمائے، ہم ان کے التفات خاص کے سپاس گذار ہیں، اور ان کے لئے دعائے خیر کو اپنا فرض تصور کرتے ہیں۔

عربی مدارس کے نصاب تعلیم کا اہم مسئلہ ملک میں اپنا صحیح مقام پیدا کر رہا ہے، مدرسہ صولتیہ ابتداء سے ایک دینی مدرسہ ہے۔ اس نے عربی زبان کی تعلیم کو دوسری زبانوں کی تعلیم سے خلط ملط نہیں کیا لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ اس کا نصاب تعلیم قدیم اسلوب پر موجودہ زمانہ کی بیشتر ضرورتوں کو پورا کر رہا ہے یہ اس بات کا مبارک نتیجہ ہے کہ دار العلوم حرم کا مرکزی ادارہ اساتذہ اور طلبہ سب اس بارہ میں متحدہ مسلک رکھتے ہیں اور سب کے مستقبل کے ان مصائب کا احساس ہے جو نئی راہوں سے آرہے ہیں، ہندوستان کے عربی مدارس نہ معلوم کیوں اس اہم مسئلہ سے غیر متعلق ہیں، نصاب تعلیم کے باب میں جن خیالات نے تعلیم گاہوں کی فضا کو متاثر کر رکھا ہے اس پر غور کرنا اور غور کر کے اپنا فیصلہ دینا ان کے ذمہ دار ارباب حل و عقد کا فرض

ہے۔

دارالعلوم محمدی ضلع جھنگ کی عربی تعلیمی کانفرنس منعقدہ ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۵۹ھ میں تجویز ذیل پاس کی گئی تھی۔

"عربی تعلیمی کانفرنس کا یہ اجلاس تمام مدارس عربیہ اسلامیہ اور تمام مسلم جماعتوں سے بزور سفارش کرتا ہے کہ عربی تعلیم کو ضروریات حاضرہ کے مطابق اعلیٰ معیار پر ترقی دینے اور مقتضیات وقت کے موافق نشر و اشاعت کرنے کی غرض سے اصلاح نصاب تعلیم پر جلد از جلد عملی توجہ فرمائیں۔"

دارالعلوم کے ناظم مولانا محمد ذاکر صاحب سیالوی عرصہ سے اس اہم مسئلہ کو ملک کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ لیکن ہندوستان کے علمی قلعوں میں اب تک یہ آواز نہیں پہونچ سکی۔ اگر ملک کے جرائد و رسائل اس پر متوجہ ہو جائیں تو مقصد کی کامیابی کا زمانہ بہت قریب آجائے گا۔ بزرگان مدارس کو متوجہ کرنے کے لئے خلوص قلب، عمل مسلسل۔ اور منظم جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اگر چند حساس اہل علم اس کام پر جمع ہو جائیں تو تمام مشکلات آسان ہو جائیں گی۔

موجودہ عربی تعلیم میں قرآن، تاریخ، جغرافیہ، ریاضیات، ادب عربی اور سیاست و سلطنت کے علم کا اضافہ کرنا ضروری ہے، ان علوم کو نصاب میں مناسب جگہ دینے سے انکار کرنا ضروریات دین میں سے نہیں ہے، اب وقت آگیا۔ کہ اصل علوم کو آلہ کار علوم پر ترجیح دی جائے۔ قرآن و حدیث کے لئے ایک لاکھ صفحات کا درس دینے سے زیادہ یہ بات قرین مقصد ہے کہ قرآن و حدیث کے مطالب کی تعلیم ایسے طرز پر دی جائے کہ طلباء میں نفس فن سے شغف اور دلبستگی پیدا ہو۔ درس و مطالعہ کی وسعت تک وہ فن کا احاطہ کر سکیں۔ ورنہ عام طور پر زوائدات پر بحث اور قیل و قال کا سلسلہ ادراک مطالب میں حائل رہتا ہے:

بصائر

دارالخلافہ کا غلط استعمال

خلافت عظمیٰ کے شان دار ناموں کا تصور کیجئے۔ پیغمبر اعظم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اولوالعزم چاروں جانشینوں کا زمانہ ہے اور مدینہ منورہ تہذیب وتمدن کے رشد وارتقاء کا نمونہ بنا ہوا ہے۔ مسلمان زندہ ہیں اور ان کا دارالخلافہ (مدینہ) چار دانگ عالم میں لازوال شہرت حاصل کر رہا ہے۔ یہ تھا اسلام کا پہلا دارالخلافہ۔

اب دوسرا دور آتا ہے۔ بنی امیہ کے خلفاء دنیاوی جاہ جلال کے ساتھ مسلمانوں کے عرش حکومت پر جلوہ آرا ہیں اور دمشق ان کا دارالخلافہ ہے۔ اس زمانہ کا دمشق آج کے لندن، برلن، واشنگٹن اور پیرس سے زیادہ مشہور ہے، روم کے ساحل سے پیری نیز فرانس اور جنوبی اٹلی کے کوہستانی علاقوں تک دارالخلافہ دمشق کی شہرت ہے۔

اسی زمانہ میں تیسرا دور علم وحکمت کی روایات لیکر اپنا تخت دجلہ وفرات کے درمیان بچھاتا ہے۔ عباسی خلفاء کا زمانہ ہے علوم وفنون فلسفہ وحکمت سائنس اور صناعی کمال پر ہے۔ عروس البلاد بغداد دارالخلافہ ہے اور تمام دنیا اس کا نام عظمت سے لے رہی ہے۔

مسلمان چوتھے دور میں قدم رکھتے ہیں۔ سلطان محمد ایشیائے کوچک کے ساحل سے گذر کر قسطنطنیہ میں عثمانی ترکوں کے اقتدار کا تخت بچھاتا ہے۔ خلافت عظمیٰ کا منصب خاندان عثمانیہ کے ہاتھ میں

آتا ہے۔ قسطنطنیہ کا نام اسلام بول یا استنبول (اسلام کا شہر) ہوجاتا ہے۔ اور یہی شہر "دُرِ سعادت" کے نام سے سلطنت عثمانیہ کا "دارالخلافہ" قرار پاتا ہے۔

یہ ہے دارالخلافہ کے لفظ کی حقیقت اور یہ تھی دارالسلطنت کی عظمت ——— تاریخ ماضی کے صفحات پر آج کا حال دیکھکر افسوس ہوتا ہے۔ عام طور پر جغرافیہ و تاریخ کی درسی کتابوں میں یہ لفظ ملتا ہے پنجاب کا "دارالخلافہ" لاہور۔ صوبہ متحدہ کا "دارالخلافہ" الٰہ آباد۔ سندھ کا "دارالخلافہ" کراچی۔ بنگال کا "دارالخلافہ" کلکتہ ——— اس کے یہ معنی ہوئے کہ لاہور۔ الٰہ آباد۔ کراچی۔ کلکتہ۔ بمبئی میں ہر جگہ خلافت عظمٰی قائم ہے، خلیفۃ المسلمین جاہ وجلال اور آزادی او اقتدار کے ساتھ احکام نافذ فرمارہے ہیں۔ اور درسی کتابوں میں ان شہروں کو دارالخلافہ کے خطاب سے سرفراز کیا جارہا ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ دارالخلافہ ایک بہت ہی عظیم الشان لفظ ہے۔ یہ اسلامی علم سلطنت کی آتنی پرشکوہ اصطلاح ہے جو عالمگیر تمدن کے میلانات پر چھا جاتی ہے۔ اس لفظ کو دانستہ یا نادانستہ معمولی معمولی شہروں اور صوبوں کے صدر مقامات کے لئے استعمال کرنا ایک غلط مثال کی پیروی کرنا ہے۔ نہیں کہا جاسکتا کہ کیوں اور کس طرح آج کل اس لفظ کو حقیر معنوں میں استعمال کیا جارہا ہے۔ کیا اس کا مقصد یہ ہے کہ جن الفاظ کا تعلق مسلمانوں کی حکومت کے طاقتور رجحان سے ہے۔ اس کی اہمیت کم ہوجائے اور جو لفظ دلوں پر حکومت کرچکا ہے وہ مفلوج دماغوں میں معمولی صورت اختیار کرکے بیٹھ جائے۔ اگر ایسا ہی تو کم سے کم مسلمان مصنفوں ناشروں۔ درسی کتب خانوں کو اس میں احتیاط سے کام لینا چاہئے اور اپنے احساس وخودداری کا ثبوت دیتے ہوئے اس غلطی کی اصلاح میں تساہل سے کام نہ لینا چاہئے، مسلمان اساتذہ سے ہمیں پوری توقع ہے کہ وہ اس اصطلاحی لغزش کی اہمیت کو نظرانداز نہ کریں گے۔ اور مسلمان بچوں کو "دارالسلطنت" اور "دارالخلافت" کا صحیح مفہوم اور صحیح طور پر فرق سمجھانے میں اپنا فرض ادا کریں گے۔

عالمگیر نعرے

(۱) "اسلام ایک ایسی محیر العقول جمہوریت کا بانی ہے جس کو قانون الٰہی چلاتا ہے۔" سروجنی نائیڈو

(۲) "اسلام آئندہ سو سال میں دنیا کا مذہب ہو گا۔"

جارج برنارڈ شا

(۳) "مسلمانوں نے نصف صدی میں نصف دنیا کو فتح کر لیا۔"

نپولین

(۴) "اللہ اکبر! اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر نہیں تھے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ دنیا میں کوئی پیغمبر نہیں آیا۔" سی پی اسکاٹ امریکن

(۵) "اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں نہ آتے تو ہم سب غلام ہوتے۔ بلکہ غلاموں سے بدتر۔" قرنفلی مصری عیسائی

غیر مسلم دنیا کے مشاہیر نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق جو نعرے بلند کئے ہیں تاریخ کی فضا میں ان کی گونج بارہا سنی جا چکی ہے، جس طرح ہر واقعہ سے پہلے اس کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اسی طرح ہر واقعہ کے بعد اس کے اثرات آنکھوں سے دیکھے جا سکتے ہیں، اسلام کا ظہور دنیا کے لئے ایک حیرت انگیز واقعہ تھا۔ اس کا اثر صدیوں سے انسانی قلوب محسوس کر رہے ہیں، ابھی انسان جہالت میں مبتلا ہے تعصب کے بحر سیاہ میں غرق ہے۔ کشت وخون کے سرخ سمندر میں غوطے کھا رہا ہے۔ لیکن وہ دن آ رہا ہے جب خدا کو ماننے والے اور خدا سے انکار کرنے والے۔ اسلام کے فرمان بردار اور کفر کے حکم بردار انصاف کے حامی اور ظلم وجبر کے ساتھی۔ سب مل کر اس فیصلہ پر پہونچیں گے کہ "اسلام اور انسانیت" "اسلام اور فطرت" "اسلام اور حقیقت"

ایک ہی مطمح نظر کی دو تعبیریں ہیں اور ان پر ایمان لانا فرض ہے۔

اس مرحلہ پر ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے، آنے والے مبارک دور کے بروئے کار لانے میں ان لوگوں کا کتنا حصہ ہوگا جو ستر کروڑ ہیں جو دنیا کے ہر حصہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ دنیا کے ہر معاملہ میں دخل رکھتے ہیں۔ اور آج کل قوموں کی قسمتوں کے بنانے اور بگاڑنے میں توازن کا پتھر بنے ہوئے ہیں۔ کون ہے جو اس سوال کا جواب دے۔؟

اسلام اور مساوات

جس طرح پادری عرصہ سے آسمانی بادشاہت کا انتظار کر رہے ہیں اسی طرح نئی روشنی کے آدمی ایک معیاری مثالی اور عمومی (ڈیموکریٹ) حکومت کے منتظر ہیں۔ اس زمانہ کا قانونی دماغ اس خیال میں ہے کہ مستقبل میں انسان ایک ایسی حکومت قائم کرے گا جس کی بنیاد پورے انصاف کے ساتھ عوام کے مفاد اور رائے عامہ کی یکسانیت، مساوات اور بھائی چارہ پر ہوگی۔

رئیس الاحرار مولانا محمد علی مرحوم نے کراچی کے بیان میں پادری لوگوں کے خیالات کی تردید کی تھی۔ آج ہم نئی روشنی کے منتظر قلوب کے سلسلہ انتظار کو توڑتے ہیں۔

رئیس الاحرار نے عیسائی مجسٹریٹ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔

"آپ لوگوں کا خیال ہے کہ خدا کی بادشاہت آنے والی ہے۔ میں آپ کو
یقین دلاتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت آچکی ہے اور ساری دنیا میں
فرماں روائی کر رہی ہے۔"

ہم نئے زمانے کے فرزندوں سے عرض کرتے ہیں۔ آپ حضرات عوام کی مثالی ڈیموکریٹ حکومت کا انتظار کر رہے ہیں، حالانکہ آج سے تیرہ سو سال پہلے ڈیماکریسی (عمومیت) کی حکومت قائم ہو چکی ہے۔

خداترسی، انسانیت، ایمان داری، انصاف، سچائی، برابری، عمومیت، بھائی چارہ اس کے بنیادی ستون ہیں۔ جو آج بھی اسلامی زندگی میں جستہ جستہ نظر آسکتے ہیں۔"

ایک مثال ۔ یہاں ہم اس مثالی حکومت کی صرف ایک مثال پیش کرتے ہیں۔

شام کا محاذ جنگ گرم ہے ایک طرف خداترس مسلمان ہیں جو انسانیت کے اعلیٰ اصولوں کے لئے جنگ کر رہے ہیں۔ دوسری طرف روم کا لشکر ہے جس کے ظلم وجبر کی حکایتیں دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہونچ چکی ہیں، کچھ عرصہ کی جنگ کے بعد رومی لشکر صلح کی درخواست کرتا ہے، صلح کی دفعات طے ہو جاتی ہیں۔ رومی مسلمانوں کے لئے کھانے کا انتظام کرتے ہیں۔ امیر افواج کے لئے رومی طرز کے کھانے خاص اہتمام سے تیار ہوتے ہیں۔ رومی کمانڈر اسلامی فوج کے افسر اعلیٰ ابو عبیدۃ الجراح کے لئے خاص امتیاز کے ساتھ کھانا لیکر حاضر ہوتا ہے۔ اس پیش کش کے وقت جو گفتگو ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے:۔

"رومی کمانڈر" کھانا حاضر ہے۔ یہ امیر افواج کے لئے ہے۔

"امیر افواج" کیا تم لوگوں نے فوجوں کے جوانوں کو بھی اس قسم کا کھانا کھلا دیا ہے۔

"رومی کمانڈر" فوج کے سپاہیوں کے لئے ایسا کھانا کہاں میسّر ہو سکتا ہے۔

"امیر افواج" یہ رنگ برنگ کے پر تکلف کھانے جن کو ہمارے علاوہ ہماری فوج کا ہر عام سپاہی نہ کھا سکے۔ ہم نہیں کھا سکتے۔ ابو عبیدہ سے بُرا آدمی کون ہوگا جس کے ساتھ اس کی جان باز فوج ہو۔ اور وہ تنہا اس قسم کے مال اڑائے۔ نہیں۔ خدا کی قسم نہیں فوج کا سردار اُس کے علاوہ کچھ نہیں کھا سکتا جو سپاہی کھائیں گے۔

یہ ایک مثال ہے۔ بے مثال! جس کی نظیر کسی اور جگہ تو کیا استراکی روس میں بھی نہیں مل سکتی۔ دنیا کے عقلائے سیاست کے لئے اس ایک مثال ہی میں اتنا سبق ہے جس کو صدیوں کے واقعات کے لئے رہنما بنایا جا سکتا ہے۔

ایمان کی آواز ـــــ

کتنے خوش قسمت ہیں آپ اور ہم کہ دنیا میں رہتے ہیں۔ عیش سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ صبح سے شام تک نفس کی شیطانی خواہشوں کے مطالبوں کو سنتے ہیں اور اللہ کی پسند کی ہوئی باتوں سے مہینوں محروم رہتے ہیں۔ اگر دل آسودہ ہو اور روح متوجہ ہو تو ایمان کی چند باتیں سن لیجئے۔ نوجوانی میں نہ سہی جوانی میں۔ جوانی میں نہ سہی بڑھاپے میں۔ بڑھاپے میں نہ سہی آخری وقت میں۔ ممکن ہے کام آجائیں۔

ان کو حضرت عمر بن عبد العزیز کے الفاظ کہئے یا خلیفۂ وقت کے ایمان کی آواز۔ !

"اے انسانو! تمہارے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں، جو قانون تمہارے لئے نازل ہوا ہے اس کے بعد کوئی قانون وضع نہ ہوگا۔ جو چیز تمہارے نبی کے حکم سے حلال ہو چکی ہے وہ قیامت تک حلال ہے۔ اور جس شے کو اللہ نے تمہارے نبی کی زبان سے حرام قرار دے دیا ہے وہ رہتی دنیا تک حلال نہیں ہو سکتی۔ لوگو! سب سے بڑی عبادت فرض کی ادائیگی ہے۔ اور بری باتوں سے اجتناب، خدا ترسی، تمہارے لئے قانون ہے اور خدا ترسی ہی ہر کام کا ضمیمہ ہے۔"

آج دنیا کے معمولی معمولی انسانوں کے اقوال حوالوں میں پیش کئے جاتے ہیں۔ نگاہوں میں رکھے جاتے ہیں، دماغوں میں پروان چڑھتے اور دلوں میں محفوظ رہتے ہیں۔ یہ ایک ایسے شخص کے الفاظ ہیں جس کا نمونہ عام انسانی تاریخ پیش کرنے سے قاصر رہی ہے۔ کیا ان کو یاد رکھنا اور ان سے رہنمائی حاصل کرنا ایمانی قوت میں اضافہ کا موجب نہ ہوگا۔

صحرائے عرب میں موسمی بہارستان

عرب کے صحّت افزا نخلستان اور دل کش مقامات

ریگستان عرب میں تمام علاقہ صحرا و بیابان نہیں ہے۔ جزیرۃ العرب عام شہرت کے اعتبار سے صحرائی ملک ہے لیکن یہ واقعہ ہے کہ اس بن کھیتی کی سرزمین کو ایسے شہروں کی موجودگی کا فخر بھی حاصل ہے، جن میں سے ہر ایک کو ایک مستقل بہارستان اور ایک سرسبز نخلستان قرار دیا جا سکتا ہے۔

جس طرح ہر ملک میں کچھ مقامات خاص طور پر سطح سمندر سے بلند ہیں۔ اور آب و ہوا کے لحاظ سے صحت افزا اور فرحت بخش ہیں اسی طرح حجاز و نجد میں بھی اس قسم کی بستیاں آباد ہیں جہاں پہونچکر انسان کے دل و دماغ اور روح عمل کو حیات تازہ حاصل ہوتی ہے، قدرت نے ان مقامات کو حسن و دلکشی کے علاوہ بہار کی لطافت، ہوا کی نزہت اور آب رواں کی پاکیزگی کے لحاظ سے نمونہ بنایا ہے۔

طائف ۔ مکہ معظمہ الہامی زبان میں بن کھیتی کی زمین ہے لیکن اس مبارک اور مقدس شہر سے کچھ ہی دور حجاز کا بہارستان طائف آباد ہے۔

طائف موسم گرما میں سکون روح کا مقام ہے۔ سطح سمندر سے (۱۶۰۰) میٹر بلند ہے۔ قدیم تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ طائف ایک چھوٹا شہر تھا[1]۔ آبادی جبل غزوان کی چوٹی پر واقع ہے جس کے مکانات معمولی اور پرانے

---

[1] المسالک والممالک ۔ معجم البلدان یاقوت الحموی ۔

طائف کے بارے میں ... زمانہ میں طائف کا ... دیکھنے سے بھی قدیم شہر کا سراغ نہیں ملتا ہے۔ تاریخی روایات کے مطابق طائف پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا اور اب پہاڑ کی ڈھلائی میں آباد ہے۔ اس لئے کہنا بجا ہوگا کہ تاریخی روایات میں ... قدیم طائف اور حال کی آنکھوں سے نظر آنے والا شہر ... اور قریب الوقوع بستیاں ہیں۔

آج کا طائف جبل غزوان کی سطح مرتفع پر واقع نہیں ہے۔ بلکہ سلسلہ کوہ کی ڈھلائی میں دو حصوں میں آباد ہے۔ ایک حصہ بلندی پر ... مشرق کی طرف نشیبی زمین پر ہے۔ دونوں حصے مل کر طائف کے نام سے موسوم ہیں۔

موجودہ طائف کے محل وقوع کو دیکھ کر ان مورخوں کے بیان کی تردید نہیں کرنی چاہئے جنہوں نے طائف کا محل وقوع جبل غزوان کی بلند سطح کو لکھا ہے۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ مورخوں کا طائف اور حال کا طائف ایک ہی شہر کے دو رخ ہیں۔ پرانا طائف کب برباد ہوا اس کے متعلق زمانہ کا متعین کرنا دشوار امر ہے کہ اس قدیم آبادی کے قریب انسانی آبادی کا وجود ... تو ... برباد ہوا۔ اور دسویں صدی ہجری میں نامعلوم وجوہ کی بنا پر یہ بھی اجڑ گیا

موجودہ طائف اپنی تاسیس کے ابتدائی دور میں ایک گاؤں تھا اور عام طور پر الہضبہ کے نام سے پکارا جاتا تھا رفتہ رفتہ اس کی آبادی بڑھتی رہی ترقی ہوتی رہی ... پہلے دیہی عنصر تھا اب شہری عنصر غالب آگیا یہاں کے باشندوں نے الہضبہ پرانے نام کے بجائے اس کا قدیم نام طائف اختیار کر لیا جو آج تک استعمال کیا جاتا ہے

قدیم طائف کے محل وقوع کے متعلق اس زمانے کے باشندے لاعلم ہیں۔ اگر جبل غزوان کے سکان سے دریافت کیا جاتے تو وہ خاموشی کے علاوہ دوسرا جواب دینے سے قاصر ہیں شہر اسی طرح اجڑتے رہتے ہیں اور بنتے رہتے ہیں کتنی بستیاں ہیں جن کا سراغ اس زمانہ میں لگانا مشکل ہے۔ کتنی اجڑی ہوئی آبادیاں جن کے آثار بھی ناپید ہوچکے ہیں۔ آج طائف کے متعلق بھی صرف اس قدر کہا جاسکتا ہے کہ وہ زمانہ قدیم میں معمولی گھروں کا مجموعہ

تھا۔ اور معمولی گاؤں۔ بعد کے زمانہ میں اس کو ترقی نصیب ہوئی مگر اس قدر کہ طائف میں ایک ہزار مکانوں سے زیادہ آبادی نہ تھی۔ زیادہ حصہ بے آباد اور ویران نظر آتا تھا۔ دور اوّل کے بعد دوسرا دور بہتر تھا لیکن اس دور میں بھی ترقی یافتہ شہری تمدن کا فقدان تھا نہ پررونق آبادی تھی نہ اچھی سڑکیں نہ عالیشان مکان تھے نہ شان دار کوٹھیاں۔

اگر آج مملکت عربیہ کے طائف کو دیکھا جائے تو اس میں عمران و ترقی کا ایک شاداب سلسلہ نظر آئے گا۔ آج طائف ایک خوبصورت شہر ہے ہم اس کو بلند عالیشان محلات اور بہت سے باغات کا شہر کہہ سکتے ہیں۔ اس کے ہر گوشہ میں آبادی ترقی کر چکی ہے اور مزید ترقی کر رہی ہے زمین سرسبز و شاداب، مکانوں کا سلسلہ وادی وج سے تجاوز کر کے آگے بڑھ گیا ہے اور جبل غزوان کے اس پار پہونچ گیا ہے۔ بیسیوں عالیشان مکانات اور پھلوں کے باغات نظر آ رہے ہیں، ایک پر امن۔ اور فرض شناس حکومت کے زمانہ میں یہ شہر جس ترقی کا مستحق تھا۔ وہ حاصل ہو رہی ہے۔ طائف کا مستقبل حال سے زیادہ شان دار معلوم ہوتا ہے۔ ایک دن وہ آئے گا جب اس بستی کو تمام جزیرۃ العرب میں صحت افزا بہارستان کی حیثیت سے اوّل درجہ کی عظمت حاصل ہوگی۔

ملل بنیہ منورہ۔ مدینہ منورہ دنیا کے پاک شہروں میں اپنی لازوال تقدس کی وجہ سے عظمت و شہرت دوام کا مالک ہے۔ یہ شہر مکہ معظمہ کے شمال میں جبل سراۃ کے اس سلسلہ مستقیم پر واقع ہے جو جنوب (یمن) سے شمال (شام) تک پھیلا گیا ہے۔ مدینہ سطح سمندر سے (۶۲۰) میٹر بلند ہے۔ اس کے گرد سرسبز باغ ہیں۔ شاداب درختوں کا سلسلہ ہے، تر و تازہ پھلوں کے چمن ہیں، بہتے ہوئے پانی کی چھوٹی چھوٹی نہریں ہیں، اور خوبصورت منظر ہیں جنہوں نے اس شہر کو صحت بخش اور صحت افزا مقام بنا دیا ہے۔ چند خاص دنوں کے علاوہ اس کی آب و ہوا میں عجیب لطافت، پاکیزگی خنکی پائی جاتی ہے، موسم بہار میں جو شخص وہاں قیام کی سعادت حاصل کرے گا اس کو "بہارستان" ہی قرار دے گا۔

اَبْہا۔ ابہا۔ طائف اور مدینہ کے مقابلہ میں سطح سمندر سے زیادہ بلند ہے اس کی بلندی (۲۲۰۰ فٹ)

میٹر کے قریب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو آب وہوا کے لحاظ سے خصوصیت اور امتیاز حاصل ہے۔ ایک دل کش اور نظر فریب بہار یہ مقام کو جن خصوصیات کا مالک ہونا چاہئے ابہا میں موجود ہیں۔ گرم سے گرم وقت میں ابہا کی ہوا خنک اور روح پرور محسوس ہوتی ہے۔ اس بستی کو اپنی بلندی کی وجہ سے قدرت نے جو تحفہ دیا ہے اس کا اظہار صاف اور تازہ ہوا سے ہوتا ہے جو اپنے صحت بخش ہونے کی وجہ سے مشہور و معروف ہے۔

ابہا عسیر کے سطحی علاقہ میں ایک پہاڑی ٹیلہ پر آباد ہے۔ اس کی عمارتوں میں پتھر سے کام لیا گیا ہے اس بلند و بالا کوہستانی علاقہ میں مشہور شہر بھی ہے جو قلعہ بیشہ سے (۱۴۹) میل کے بعد پر واقع ہے۔ منطقۂ عسیر میں اس شہر کو تجارتی اسٹیشن کی حیثیت بھی حاصل ہے۔ تجارت کا ایک اچھا مرکز ہے۔ عسیر میں نقل وحرکت کے عام وسائل کو ابہا سے ملا کر رکھا جاتا ہے۔ موجودہ دور میں اس کو عسیر کا "منصوری" کہنا بے جا نہ ہوگا۔ موٹروں کے باقاعدہ سلسلہ نے سفر کی سہولتوں کو عام کر دیا ہے۔ موٹروں کے لئے جو نئی راہ اختیار کی گئی اس کی وجہ سے مکہ معظمہ اور ابہا کی درمیانی مسافت مختصر اور ڈاک کے تبادلہ میں خاص سہولت ہو گئی ہے۔

جبل رضوی۔ مدینہ منورہ سے دو رات کی مسافت پر یہ پہاڑ مدینہ منورہ اور ینبع کے درمیان واقع ہے۔ اس کے متعلق یہ کہنا قرین حقیقت ہوگا کہ وہ دنیا کے اوّل نمبر کے پُر فضا بہارستانی مقامات میں سے ہے۔ محل وقوع دل کش اور نظر فروز آنکھوں کے لئے دور سے اس کا نظارہ ہی اتنا حیرت انگیز ہے جتنا قریبی نظارہ خنک اور شیریں پانی، صاف اور روح پرور ہوا۔ خدا کی نعمتیں ہیں جو مدینہ منورہ کے اس ہمسایہ پہاڑ کو عطا کی گئی ہیں۔

موّرخوں اور سیاست کے لئے آنے والوں کی نظر میں یہ بلند پہاڑ اپنی ہوا کی وجہ سے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اور زمانۂ قدیم سے صحت افزا شہرت کا مالک ہے۔

مورخوں کا بیان ہے کہ یہ سرسبز وادیوں اور وسیع گھاٹیوں کا کوہستانی مقام اپنی زمردین چشموں۔ اپنے شاداب چشموں، مختلف قسم کے درختوں، ٹھنڈے پانی، اپنے خاص اور کارآمد پتھروں سے مشہور ہے۔

ایک زمانہ تھا کہ اس پہاڑ کے پتھر دور دراز ملک تک بھیجے جاتے تھے۔ اور عمرانی ضرورتوں میں کام آتے تھے۔

وادی الصفرا ۔ اس وادی کو اللہ تعالی نے حسن وجمال کے کمال سے سرفراز فرمایا ہے ۔ اس کے مناظر دلربا، ہوا سرسبز و شاداب درختوں سے سرورنجش، بھرے ہوئے باغوں کی کثرت ۔ باران رحمت کی فراوانی ۔ بہتے ہوئے چشموں سے مالامال، جب دنیا میں لو چلتی ہے تو اس وادی میں نسیم صبح کا راج ہوتا ہے ۔

حائل ۔ یہ شہر نجد کے موسمی بہارستانوں میں ممتاز مقام ہے ۔ سطح سمندر سے (۲۲۰۰) قدم کی بلندی پر واقع ہے ۔ حائل اپنی سرسبزی، شادابی اور دھواں دھار بارشوں کی وجہ سے مشہور ہے، ہوا کی لطافت، فضا کی نزاکت اور موسم کے خنک اثرات کی وجہ سے اپنی مثال آپ ہے ۔ درحقیقت اس شہر کو آب وہوا کی خوبی نے موسم گرما کا دلکش "دارالسلطنت" بنا دیا ہے، یہ مقام اپنے سدا بہار کھیتوں بہت سے باغوں اور بے شمار کنوؤں کی وجہ سے ایک صحت افزا جگہ ہے ۔

حائل وادی مخضر کے شمال مغرب میں آجا اور سلمی پہاڑوں کے درمیان شمالی سمت میں واقع ہے اپنے جمال افروز مناظر، اور بلندی کی وجہ سے روز بروز شہرت تازہ حاصل ہوتی جارہی ہے ۔

الفرع ۔ حجاز میں دو نخلستان فرع کے نام سے موسوم ہیں ۔

فرع اوّل ۔ طائف کے سلسلہ کوہ کی ایک اہم بلندی پر فرع (گاؤں) واقع ہے ۔ جو سطح سمندر سے (۲۵۰۰) میٹر بلند ہے ۔ یہاں سرسبز کھیت، پھلوں اور پھولوں کے باغات میں یہ بھی دنیا کے ممتاز موسمی بہاری مقاموں کے ہم پلہ ہے ۔

فرع دوم ۔ دوسرا فرع مدینہ منورہ کے جنوب میں چار دن کے راستہ پر واقع ہے ۔ اس کے چمن، باغ، چشمے، تاریخی اہمیت رکھتے ہیں ۔ اس کے چشموں کا بہاؤ تیز ہے اور دھارا بڑا ہے اس لئے مورخوں نے کہا ہے کہ فرع کے میٹھے چشمے بہیں نہریں ہیں :

عربی زبان

عربی زبان کی تاریخی قدامت تحقیق کی روشنی میں

(۲)

از مولانا حامد الانصاری صاحب غازی

(مدیر شعبہ نشر و تحریر، صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دہلی)

عربی زبان، تاریخ کے بہت ہی قدیم دور سے قوموں اور زبانوں کے شیرازہ بندی کا ذریعہ بنی ہوئی ہے عرب سامی الاصل قوموں کا مسکن تھا۔ سام، نوح کے گھرانے کا شرف تھا، اور نابت، سام کے گھر کی عزت، نابت کی اولاد میں بنو قیدار کو عرب میں پھلنا پھولنا نصیب ہوا۔ قیدار ہی کی نسل میں اُس سردار عالی وقار اور پیغمبر ذی اقتدار (محمد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم) کا ظہور ہوا جس نے سامی النسل قوموں کے عربی سرچشموں کا بند کھولدیا اور قرآن و حدیث کی الہامی اور قانونی قوت سے عربی زبان کو معجزہ بنا دیا۔

"عربی زبان اپنی اصل کے اعتبار سے ایک شاندار تاریخی حیثیت ہے" یہ وہ نظریہ ہے جس کو علم و تحقیق کے موجودہ رجحان نے قبول کر لیا ہے، اگرچہ عام خیالات میں ابھی اس گراں قدر نظریہ کے لئے کم گنجائش ہے لیکن صف اوّل کے محقق علماء السنہ نے اس کو مان کر اپنی تحقیق سے اس پر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

بالعموم تاریخ قدیم کی ہر قوم ایک خصوصیت کی مالک ہے، عرب لوگ زبان دانی کی مملکت کے تاجدار ہیں، انہوں نے علوم و فنون کی ہر شاخ میں علم و حکمت کے میدانوں اور دیگر سائنس کی مشکل مہم کو آسان

کیا ہے، لیکن دور اوّل میں ان کی "زبان" ہر شے پر حاوی نظر آتی ہے۔

عہد قدیم کے مسلمان فلسفی علامہ محمد الذہبی نے اس نظریہ کی روشنی کرتے ہوئے یہ الفاظ پیش کئے ہیں:-

"خالق کائنات کی رحمت واسعہ تین چیزوں پر نازل ہوئی ہے۔ فرنگیوں کے دماغ پر[۱]
چینیوں کے ہاتھ پر۔ اور عربوں کی زبان پر"[۲]

ترقی یافتہ علمی تحقیقات نے بھی عربی زبان کو دنیا کے قدیم ترین تمدن کا سرمایہ قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر گستاولی بان اور موسیو پاسکال دونوں نے علمی دنیا کو یہ یقین دلایا ہے کہ عربی تہذیب و تمدن کا تعلق تاریخ کے بہت ہی قدیم دور سے ہے۔ چونکہ زبان کا تعلق تمدن سے ہے اس لئے عربی زبان کی تاریخ قدامت خود بخود ایک حقیقت بن جاتی ہے۔

ڈاکٹر لیبان کا قول ہے کہ

"عرب کے آثار میں سے ہر اثر اپنی قدیم تمدنی صناعی اور اپنی بے خطا اصل پر گواہ ہے"

مشہور سائنسدان پاسکال کا بیان ہے کہ

"یونانی تمدن، مصری تمدن سے پیدا ہوا۔ اور مصری تمدن عربی تمدن سے"[۵]

نئے تمدن کی عملی نمائش نے اس عصر کے فکری قوی کو اتنا متاثر کیا ہے کہ عام انسانی نظر یونان ور وما کے

---

[۱] اخبار الاندلس ج ۱ ص ۲۱ ڈاکٹر سی پی سکاٹ نے اپنے محققانہ تصنیف میں ان الفاظ کا حوالہ دیا ہے۔

[۵] مقالہ فن عمارت۔ محمود فواد انجنیر وزارت اوقاف مصر۔ الاہرام ۲۸ نومبر ۱۹۱۵ء۔

تمدنی دور پر پہونچ کر رک جاتی ہے۔ ہمارا تعلیم یافتہ طبقہ اس امر کو جانتا ہی نہیں کہ یونان و روما سے پہلے تاریخ کے کسی دور میں کسی دوسرے ملک میں بھی مدنیت کا گلستان موجود تھا ہم روما کے سیسرو۔ اور یونان کے ارسطو کو جانتے ہیں۔ لیکن بابل کے ابراہیم[1] اور عرب کے اسمٰعیل[2] سے واقف نہیں جنہوں نے اجتماعی تمدن کی داغ بیل ڈالی۔ اور ایک ایسی زبان ایجاد کی جس نے یوروپ و ایشیاء کے ممتاز علاقوں پر اپنا اثر ڈالا۔

انسان اپنی جہالت کا دشمن ہوتا ہے۔ وہ جس حقیقت کو لاعلمی سے نہیں جانتا اس سے انکار کر دیتا ہے۔ عربی ادب اور زبان کے متعلق اس زمانہ کے عام علمی ماحول میں معلومات کی جو کمی پائی جاتی ہے وہ عام بے خبری کا ہی نتیجہ ہے۔ لیکن اس سے قدیم عرب کا تمدن۔ اور عربی زبان کی اثری اہمیت اور تاریخی واقعیت پر ادنیٰ سا مخالف اثر بھی نہیں پڑ سکتا ہے۔

امریکہ کے مشہور و ممتاز محقق ڈاکٹر سی پی برکات نے اس عام خیال کو بجا طور پر ان الفاظ میں پیش کیا ہے۔

"عرب اپنے علم، زبان، اور سائنس کے جوہر سے قرون مالعہ میں جو بڑا انقلاب رونما کرنے والے تھے چھٹی صدی عیسوی تک ایسے آثار نظر نہ آتے تھے جن سے یہ معلوم ہوتا کہ ان میں یہ جوہر موجود ہے جس کی امداد سے وہ کچھ کر کے دکھائیں گے۔

ان کے پاس جو کچھ تھا وہ عہد قدیم کی زبانی روایات تھیں۔ وہ ان روایات کو یاد رکھتے تھے۔ ان کا حافظہ جس کا تعلق روایات کو یاد رکھنے سے تھا ایسا معجزہ تھا جس پر اعتبار آنا مشکل ہے۔ عربوں کے پاس کوئی مستند تاریخ نہ تھی۔ مگر

---

[1] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے میلاد مسیح سے دو ہزار برس پہلے ایک اجتماعی اور ملی نظم قائم کیا اور عربی زبان میں کلام کیا۔

[2] حضرت اسمٰعیل جنہوں نے اپنے باپ حضرت ابراہیم کے اصولوں پر کام کیا اور متمدن قوموں کے وجود کا باعث ہوئے

ادب وزبان دانی میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ یہ وہ فن تھا جس میں بدوی عربوں نے انتہائی کمال پر پہونچ کر دم لیا"[۵۱]

ڈاکٹر اسکاٹ کے یہ الفاظ ہم کو یہ بتاتے ہیں کہ قدیم عربوں کے کمالات کا تعلق ان کی زبان دانی سے تھا۔ اور ہم اس عہد پر مستند تاریخ کی عدم موجودگی کی وجہ سے عبور نہیں رکھتے۔

ہم یہ ظاہر کر چکے ہیں کہ عربی زبان سامی اقوام کی زبان ہے، زبان نسلی اعتبار سے سامی قرار دیجا سکتی ہے تو ملکی اعتبار سے عربی اور عربی کے علاوہ، بابلی اور شامی بھی۔ اسی زبان کی شاخیں ہیں

ہم اس امر کی بھی تردید کر چکے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی زبان عبرانی تھی۔ درحقیقت ان کی زبان آرامی تھی۔ سامی قبائل میں اولین نامور قبیلہ بنو آرم پیدا ہوا۔ اس کا سراغ۔ عرب، عراق، قدیم بابل اور شام میں ہر جگہ ملتا ہے۔ اس بنا پر عربی زبان کی پہلی شاخ آرامی تھی۔ اور اسی کو حضرت حضرت ابراہیم علیہ السلام و اسمٰعیل علیہ السلام بولتے تھے[۵۲] دور جدید کے بعض مصنفین[۵۳] نے عبرانی کو ترجیح دی ہے۔ لیکن اس کی صحت مجروح ہے۔

---

۵۱ مقدمہ اخبار الاندلس۔ ج ۱۔ ص ۴۰-۴۱۔

۵۲ ارض القرآن ج ۲۔ ص ۱۳۳-۱۳۴۔

۵۳ المحاضرات خضری ج ۱۔ ص ۶۳ طبع ۱۹۲۶ء

عہد نبوی میں پانچواں کالم

(۵)

موتہ کا محاذ جنگ ـــــ

منافقوں کے جاسوسی کارناموں کی سرگذشت کچھ پیش کی جاچکی ہے اور کچھ ابھی باقی ہے۔ جنگ احزاب و تبوک کی طرح جنگ موتہ کے نازک موقعہ پر بھی ایک سازشی جدوجہد نے اپنا رنگ دکھایا ۸ھ میں رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے شمالی محاذ پر رومن لشکر کے مقابلہ میں اپنی فوجیں روانہ فرمائیں۔ ایک جگہ تین کمانڈر مقرر کئے آپ کی پیغمبرانہ بصیرت اور سیاسی فراست نے یہ اندازہ کرلیا تھا کہ یکے بعد دیگرے تینوں کمانڈر محاذ پر شہید ہوجائیں گے، اس لئے حکم دیا گیا ایک کے بعد ایک کمان اپنے ہاتھ میں لیتا رہے۔ علم نبوی کی صداقت ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ میدان جنگ گرم ہوا تو سرمو فرق نہ آیا تینوں امیر ترتیب کے ساتھ شہید ہوگئے۔ آخر میں فوج نے حضرت خالد بن ولید کو اپنا امیر افواج مقرر کیا چوتھی کمان بدلتے ہی رومی قوت نے دم توڑ دیا۔ مسلمانوں کے لئے یہ موقعہ تھا کہ وہ پوری طرح شکست خوردہ دستوں کا پیچھا کرتے مگر انھوں نے محتاط فوجی حکمت عملی پر عمل کیا کیونکہ ممکن تھا کہ یہ رومیوں کی چال ہوتی اور وہ پلٹ کر حملہ کر بیٹھتے اور اسلامی فوج کسی نئی مشکل میں گھر جاتی۔

روم کے خلاف دوسری لشکرکشی ـــــ

۹ھ میں۔ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پھر مہم کے لئے لام بندی کا کام شروع ہوا۔ فوج کو ترتیب دیا گیا، اور نقشہ جنگ ایسا بنایا گیا۔ جس سے روم کی شدید مخاصمت ختم ہوجائے اور موتہ کے محاذ جنگ

پر جو مہم شروع کی گئی تھی وہ اتمام تک پہونچ جائے۔

جنگ کے لئے جو زمانہ اور وقت طے کیا گیا وہ گرمی اور لو کا زمانہ تھا۔ ویسے بھی فصل تیار تھی اور عام لوگ اپنے درختوں کے سایہ سے باہر آنا پسند نہ کرتے تھے۔ کافی فوج کے علاوہ کافی رسد کی ضرورت تھی۔ مگر حالات اس باب میں بھی مساعد نہ تھے یہ سب باتیں موجود تھیں مگر پیغمبرانہ عزیمت کے سامنے ان کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ لشکر بہت تھوڑا۔ سامان جنگ اور زاد راہ قلیل، سردار عالم کا فرمان صادر ہوا۔ اور صحابہ کی فوج میدان جہاد کے لئے روانہ ہو گئی۔ پیغمبر اعظم خود کمان کر رہے ہیں۔ رسالہ میں صرف دس اونٹ ہیں۔ رسد حصہ رسد کے اعتبار سے تقسیم کی جا رہی ہے۔ پانی کم ہو گیا تو اونٹوں کو ذبح کر کے پوٹے سے محفوظ ذخیرہ پانی کا نکال کر استعمال کیا جا رہا ہے، دشمن کا لشکر لاتعداد دستوں پر مشتمل ہے۔ مسافت طویل اور وسائل نقل و حرکت کمزور و معمولی۔ اب غور فرمائیے کہ زمانہ جنگ کے اس نازک دور میں منافقوں کے پانچویں کالم نے کیا کار نامے انجام دیئے

انہوں نے فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کی قوت کے خاتمہ کے لئے یہ وقت اچھا ہے۔ اس وقت ان کی دو جماعتیں تھیں۔ وہ لوگ جو محاذ جنگ پر مسلمانوں کے ساتھ گئے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے پیغمبر خدا کے احکام کی تعمیل سے جان چرا کر گھر بیٹھ رہے۔ اور اپنی جانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان پر مقدم رکھا۔

عافیت کوش منافق خانہ نشین ہو کر غداری کا ثبوت دے چکے تھے۔ اس لئے ان کی آرزو یہ تھی کہ یہ جنگی مہم ناکام ہو تاکہ انہیں سرخروئی کا موقعہ ملے اور ان کے بہانے بہ نظر ظاہر صحیح ثابت ہوں۔ ان لوگوں کا کام یہ تھا کہ ناکامی کے قیاسات کی اور حکایتیں بیان کرتے اور لوگوں کو سناتے، جو اصحاب بعد میں جانے کے لئے تیار ہوتے ان کو بہکاتے۔ اور کہتے کہ اس موسم میں لڑنا بے کار جان دینا ہے

ہر زمانہ میں کچھ ایسے کمزور دل انسان ہوتے ہیں جو اپنی کمزوریوں اور دشمن کی طاقت کا پروپگنڈا کرتے ہیں ان سے گفتگو کیجئے تو یہی زبان سے نکلے گا۔

"ہم کمزور طبیعت ہیں، احتیاط ضروری ہے۔ خوامخواہ میدان عمل میں آنا اپنی
قوت کو ضائع کرنا ہے۔ ہم اپنی جگہ جو کام کر رہے ہیں وہی مفید اور
کارآمد ہے، زبردست دشمن کو زبردست نہ سمجھنا غلطی ہے۔ اور
اپنی طاقت کو زیادہ سمجھنا حماقت"۔

جنگ سے جان چرانے والوں یا منافقوں کا یہی رنگ تھا۔ وہ بھی اپنے گھروں کے سامنے بیٹھ کر اسی قسم کی باتیں بناتے تھے۔ اور طاقتور دل رکھنے والے مسلمانوں کو دشمن کی قوت سے مرعوب کرتے تھے۔ ہر ایک سے کہتے کہ اس گرمی اور شدید تپش کے زمانہ میں کون گھر سے دور جائے اور جان کھپائے۔ ان میں سے بعضوں نے جھوٹے عذر تراشے۔ جھوٹ سچ بیماریوں کے بہانے بنائے۔ اور غلط صحیح باتیں بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ میں نہ جانے کی چھٹی لی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ لشکر میں رخصت لینے کی وبا پھیل جائے۔ اور دوسروں کو ایک مثال ہاتھ آ جائے۔

اس طرز عمل کی وجہ صاف تھی۔ ان کے خیال میں یہ تھا کہ مسلمان فتح کے قلعہ کا دروازہ کھولنے میں کامیاب نہ ہوں گے اور محاذ جنگ سے اتنا مال غنیمت نہیں حاصل ہوگا جس سے جنگ جاری رہے۔ قرآن مجید اسی حقیقت کو بیان کرتا ہے۔

لوکان عرضا قریبا وسفرا قاصدا	اگر مال نزدیک ہوتا اور سفر ہلکا نظر آتا تو یہ لوگ
لاتبعوك ولكن بعدت عليهم الشقة	ضرور ساتھ ہو لیتے۔ لیکن ان کو مسافت طویل
وسيحلفون بالله لو استطعنا	اور سخت معلوم ہوئی۔ یہ لوگ قسمیں کھائیں گے اللہ
لخرجنا معكم يهلكون انفسهم	کی کہ اگر ہم سے ہو سکتا تو ہم ضرور تمہارے ساتھ
والله يشهد انهم لكذبون۔	چلتے اپنی جانیں لڑاتے۔ اور اللہ جانتا ہے کہ
(توبہ)	وہ جھوٹے ہیں۔

ان کا جنگ سے رخصت طلب کرنا اول تو بزدلی تھی۔ اور کامیابی کے متعلق شک پیدا ہونے کے علاوہ اس بات کا بھی نتیجہ تھا کہ وہ خدا کے دین کی امداد ہی نہیں کرنا چاہتے تھے، قرآن نے اس پر کہا

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوجَ لَاَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْبِعَاثَهُمْ　　اگر وہ جنگ کے لئے نکلنا چاہتے تو ضرور اس کا سامان کرتے۔ لیکن اللہ نے ان کی تیاری کو پسند ہی نہ کیا۔ (توبہ)

چونکہ ان کے دل کھوٹے سکے کی طرح چل رہے تھے۔ اس لئے اسلامی انجمن میں ان کی قیمت گر چکی تھی۔ ان کے دماغ میں فتور، دل میں کھوٹ، عمل میں خرابی اور مزاج میں فتنہ کو دخل حاصل ہو چکا تھا۔ اس لئے ان کو حکم ہوا۔

اُقْعُدُوا مَعَ الْقَاعِدِيْنَ۔　　گھر بیٹھے رہو جس طرح اور بیٹھے ہیں۔

دوسرا طبقہ وہ تھا جو لشکر کے ساتھ تھا۔ وہ ایک قریبی خطرہ کی مانند تھے۔ اور ان میں بغلی گھونسہ سے زیادہ شدت تھی، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبردار کیا کہ یہ لوگ تمہارے ساتھ نکلے تو ہیں لیکن ان کا کام غلط فہمی پیدا کرنا اختلاف کی بنیاد رکھنا۔ اور داخلی فساد پیدا کرکے متحدہ قوت کو توڑنا ہے۔ اگر اور لوگ بھی نکلتے تو زیادہ فساد پھیلاتے

لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَ اَوْضَعُوا خِلٰلَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ۔　　اگر وہ لوگ تمہارے شامل جاتے تو سوائے اس کے کہ اور دونا فساد کرتے اور کیا ہوتا اور تمہارے درمیان فتنہ پردازی کے فکر میں دوڑے دوڑے پھرتے

اس ہدایت کے باوجود منافقین کی ایک جماعت لشکر کے ساتھ چلنے میں کامیاب ہوگئی۔ مقصد یہ تھا کہ محاذ کی خبریں۔ بزدل عافیت کوش لوگوں کو مدینہ میں پہونچتی رہیں (وَفِيكُمْ سَمّٰعُونَ لَهُمْ) اور بروقت شرارت کے مواقع ملتے رہیں۔

یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔ مدینہ میں اور فوج کے دستوں میں منافق مصروف کار تھے۔ اسلامی لشکر محاذ

جنگ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ مدینہ اور دمشق کے درمیان تبوک کے قریب سفر جاری ہے۔ منافق یہاں بھی اسلامی آرزوؤں کے پیمانوں کو توڑ رہے ہیں۔ اور لشکر میں اس قسم کی باتیں ہو رہی ہیں۔

"دیکھا یہ شخص اور یہ منہ، شام کے محلات اور قلعوں کو فتح کرے گا"

ان سازشی لوگوں کا خیال ہے کہ یہ باتیں مسلمانوں کے لشکر کے دل کو کمزور کر دیں گی۔ کامیابی کے متعلق ان کو جو اعتماد ہے وہ جاتا رہے گا ایمان کی گرمی دلوں میں ٹھنڈی ہو جائے گی۔ قرآن پہلے ہی خبر دے چکا تھا کہ اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ محاذ پر گئے تو فائدہ تو کیا نقصان ہی پہونچائیں گے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں تک یہ رپورٹ پہونچی کہ منافق ناکامی کے آرزومند ہیں۔ کامیابی میں شک کرتے ہیں اور علی الاعلان ایک دوسرے سے کہہ رہے ہیں کہ اس شخص کا کیا منہ ہے کہ شام کے محلات کو فتح کرے فوراً حکم ہوا کہ "لشکر کی نقل و حرکت بند کی جائے" آپ کی سواری ٹھہر گئی۔ منافقوں کو حاضری کا حکم ہوا۔

ارشاد ہوا کیا تم لوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہو، پانچویں کالم کے منافق سازشی گروہ کے لئے جھوٹ بولنا کون مشکل کام تھا۔ ان کا مقصود یہ تھا کہ کسی طرح لشکر کے ساتھ رہیں اور فساد کا بیج بوتے رہیں اس لئے انہوں نے جواب میں تمام باتوں کا انکار کر دیا اور قسم کھائی کہ ہم نے اس قسم کی باتیں نہیں کیں۔

قرآن حکیم نے ان کے اس جھوٹ کو بھی کھول کر بیان کر دیا

ولئن سألتهم ليقولن انما كنا نخوض و نلعب۔ قل أبالله وآياته ورسوله كنتم تستهزءون۔ لا تعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم ان نعف عن طائفة منكم نعذب طائفة بانهم كانوا مجرمين۔

اگر تم ان سے دریافت کرو تو وہ کہیں گے کہ ہم تو باتیں اور دل لگی کرتے تھے۔ ان سے کہہ دیجئے کیا تم اللہ سے اس کے احکام سے مسخرہ پن کرتے تھے۔ بہانے نہ بناؤ۔ تم کافر ہو چکے ہو ایمان لانے کے بعد۔ اگر ہم تم میں سے ایک جماعت کو معاف کر دیں تو ایک جماعت کو سزا بھی دیں گے اس سبب سے کہ وہ ناقابل معافی مجرم ہیں۔

مطبوعات جدیدہ

رسید کتب و رسائل

قاعدہ مفتاح القرأۃ

مرتبہ مولانا حکیم عبداللہ رشید نواب صاحب رشدؔ ملکی، بانی مسلم ہائی سکول پورٹ لوئی جزیرہ مورشیس، ناظم جمعیۃ علما برما۔

کتابت وطباعت، کاغذ بہت ہی عمدہ۔ پسندیدہ اور اعلیٰ۔ سائز ۲۰×۲۶/۸ صفحات ۴۸

بچوں کی تعلیم ہماری متمدن دنیا کا پیدائشی نصب العین ہے۔ بچوں کی تعلیم کا مسئلہ اس وقت اور زیادہ اہم ہو جاتا ہے۔ جب اس کے ساتھ قرآن کی تعلیم کا مقدس ولولہ دل میں پیدا ہوتا ہے۔ جدید و قدیم علوم کی کثرت اس بات کو چاہتی ہے کہ بچہ کم سے کم وقت میں، بہتر سے بہتر صورت میں قرآن کی تعلیم کو مکمل کرکے دوسرے علوم کی طرف متوجہ ہوجائے۔ اس اعتبار سے یہ قاعدہ مسلمانوں کی سب سے بڑی ضرورت کو سب قاعدوں سے بہتر پورا کرتا ہے۔ ہندوستان میں تعلیم قرآن کے مبارک مقصد کے لئے متعدد قاعدے لکھے گئے ہیں۔ لیکن یہ قاعدہ گذشتہ پاؤ صدی کے صادق مطالبے اور قلبی آرزوں کا حقیقی جواب ہے۔ اس کی چند خصوصیات یہ ہیں۔

(۱) قرآن کے بامعنیٰ الفاظ خاص ترتیب کے ساتھ قواعد تجوید کے لحاظ سے جمع کردیے گئے ہیں۔

(۲) مؤلف ایک تجربہ کار ماہر تعلیم ہیں انہوں نے اسلامی دنیا کے محکمہ ہائے تعلیم کے مرتبہ قاعدوں کا تجربہ کرنے کے بعد اس کو مرتب کیا۔ اور وقت کی تمام ضرورتوں کو مدنظر رکھا ہے۔

(۳) ابتداء میں استادوں کی ہدایت کے لئے قیمتی مشورے درج کئے گئے ہیں۔ اگر اساتذان پر ادنیٰ

توجہ کریں نوٹ کے اس کو ختم کرنے کے بعد پورا قرآن تجوید کے مطابق پڑھنے کے قابل ہو جائیں گے۔

قیمت آٹھ آنے (۸/) اس کی نادر خوبیوں اور مفید خصوصیات کے مقابلہ میں یہ قیمت بہت کم ہے۔

ہمیں امید ہے کہ ملک کے مدارس اور تعلیم گاہیں اس قاعدہ سے استفادہ کرنے میں تاخیر سے کام نہ لیں گی۔

ملنے کا پتہ:۔ مولانا حکیم عبداللہ رشید نواب صاحب رشد تکی۔ خطیب سورتی جامع مسجد۔ مکان ۶۲ سڑک ۲۸۔ رنگون۔

عذار القرآن

مؤلفہ جناب حافظ قاری محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی۔ سائز ۲۰×۲۶/۸ صفحات ۱۲۸ کتابت و طباعت مناسب۔ کاغذ اعلیٰ۔ قیمت ایک روپیہ (عہ/)

یہ کتاب علم تجوید کا مفید مجموعہ ہے۔ حفاظ۔ قراء اور طلباء قرآن کے لئے ایک مکمل تالیف ہے۔

اردو زبان میں علم تجوید پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ جو کچھ لکھا گیا ہے وہ یا تو مختصر یا ناکافی۔ یا علمی پیرایۂ بیان میں تحریر کیا گیا ہے۔ جس سے اس کی عام افادی حیثیت برقرار نہیں رہ سکی۔ قاری محمد اسمٰعیل صاحب نے علم تجوید کے مشکل مسائل کو روشن مثالوں سے اتنا آسان کر دیا ہے کہ عام حفاظ اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

ابتداء میں حروف کے مخارج کا ایک افادی عام فہم نقشہ دیا گیا ہے جس نے کتاب کی افادی حیثیت کو بلند کر دیا ہے۔ قرآن حکیم کی صحیح ترتیل اور تلاوت پر عبادت موقوف ہے اور عبادت پر مسلمانوں کے ایمان کا مدار ہے۔ ہماری مساجد میں اکثر امام ایسے ہیں جو نااہل ہیں قرآن کو غلط صحیح پڑھ کر فرائض کو برباد کر رہے ہیں۔ وقت ہے کہ اس طرف توجہ کی جائے۔ مندرجہ بالا رسالہ اسلامی درسگاہوں میں اختیاری مضمون اور لازمی مطالعہ کے لئے معین کر لیا جائے تو موجودہ ضرورت کے لئے کافی ہوگا۔ امید ہے کہ مؤلف دوسری اشاعت پر ترتیب مضامین کو اور زیادہ بہتر صورت میں پیش فرمائیں گے۔

کتاب مؤلف سے زیر مسجد نعل بندان پانی پت ضلع کرنال کے پتہ سے طلب کیجئے۔

باب جنّت مولفہ محترمہ امۃ الکنیز صاحبہ مظفر نگر۔ سائز $\frac{20 \times 30}{16}$ صفحات ۱۲۸ قیمت آٹھ آنے (۸/) کتاب مؤلفہ کے پتہ سے مل سکتی ہے۔
والدہ سید ارشاد حسین صاحب ٹھیکہ دار و محمد اسحاق اوورسیر مکان ۳۲۰ ہنڈیا محلہ۔ مظفر نگر۔

محترمہ امت الکنیز ایک باخدا خاتون ہیں، مسلمہ ہیں، مومنہ ہیں، صالحہ ہیں، ان کا کام ہی مظفر نگر کے ہر مسلمان گھر میں جانا اور ہونہار بچیوں میں اسلام کے احکام کی تبلیغ۔ وہ جس بچی سے ملتی ہیں اس کو نیکی، سادگی، اسلامی زندگی اور تقویٰ کی تعلیم دیتی ہیں۔ اس لئے ہر دیندار گھر میں ان کا انتظار کیا جاتا ہے اور ان کے ہر قدم کو برکت کا قدم سمجھا جاتا ہے۔

"باب جنّت" انہی کی تالیف ہے، محترمہ کو اسلامی تعلیم سے جو شغف ہے یہ مختصر کتاب اسی کا نتیجہ ہے۔ اس میں ہر وہ چیز درج کی گئی ہے جس کی بچیوں کی دینی اصلاح کے لئے ضرورت ہے۔ حمد، نعت، فضیلت نماز، پیدائش دنیا، رسول کا فرمان، تسبیح فاطمہ، نیک و بد کی پہچان، مقدس عورت، راہ مستقیم، بیبیوں کا فرض، اس قسم کے بہت سے مفید عنوانوں پر کتاب مشتمل ہے۔ کتاب چونکہ مفید ہے اس لئے لڑکیوں کے متعدد اسکولوں میں داخل ہو چکی ہے اور گھر کے مکتبوں میں پڑھائی جا رہی ہے، پہلا اڈیشن پانچہزار شائع ہوا تھا جو ہاتھوں ہاتھ نکل گیا دوسرا اڈیشن ہاتھوں میں ہے۔

اگر ترتیب مضامین کی صورت اور بہتر ہو جائے اور کتابت طباعت کا اہتمام کیا جائے تو کتاب کے حق میں نورٌ علیٰ نور ہو گا۔ ہمارا مشورہ ہے کہ یہ مذہبی کتاب ہر دیندار گھر میں مسلمان بچیوں کے مطالعہ میں رہنی چاہئے۔

"المحمود" رنگون (اردو ماہنامہ) سائز $\frac{20 \times 30}{16}$ ۷۱ صفحات۔ کتابت۔ طباعت، کاغذ اعلیٰ
اڈیٹر ابراہیم احمد صاحب مظاہری۔ پیش نظر شمارہ دو ماہ کی بابت بطور خاص نمبر شائع کیا گیا۔

رنگون برما کا پایہ تخت ہے اور دنیا کے نئے شہروں میں اپنی شہری عظمت کے لحاظ سے مشہور، مشّاق

ہے۔ اس تجارتی مرکز سے اردو زبان میں علمی رسالہ کا اچھے پیمانہ پر نکالنا ہر اعتبار سے قابل تعریف ہے۔ اس رسالہ کی خصوصیت اس کے علمی مضامین سے ظاہر ہوتی ہے، علم کے ساتھ مذہب حق کے معارف و حکم کی آمیزش نے مجلہ کی قدر و قیمت میں اور بھی اضافہ کر دیا ہے، غلامی یہ رضامندی (نظم) احادیث نبویہ، فتاوٰی، مردان مجاہد (نظم) امت مسلمہ کے زوال کے اسباب، لبید العامری، موجودہ رسم نکاح، تبلیغ ایسے مضامین ہیں جو فائدہ سے خالی نہیں۔

ملنے کا پتہ:۔ منیجر رسالہ "المحمود" ۱۵۷ کمبل روڈ۔ رنگون۔

رسید کتب

اسلام اور موجودہ مدنی مسائل

حضرت ابو البرکات مولانا عبد الرؤف صاحب داناپوری کا عالمانہ خطبہ۔

الموضاعات

موضوع احادیث کا مجموعہ۔ مولفہ مولانا الحاج شاہ محمد ابو ظفر صاحب صدیقی

سہ سالہ روئداد نذیریہ لائبریری

مرتبہ جناب مولوی سید عبد الرؤف صاحب۔ دہلی۔

صحیفۂ سعادت

معاونین کرام اور محسنوں کا ذکر خیر

فہرست رقوم عطیات و امداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، بذریعہ صدر دفتر مدرسہ دہلی

بابت ماہ رجب سنہ ۱۳۶۰ ہجری

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ہر مہینہ کی فہرست اسماء معاونین کی اشاعت دوسرے ماہ کے نمبر میں ہوا کرےگی، مندرجہ ذیل تفصیلات میں اگر کوئی غلطی ہو تو براہ کرم دفتر کو مطلع فرمائیے، باعث شکر گذاری ہوگا۔

نمبر شمار	نمبر رسید	جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱	۸۸۶	۱۱	جناب منشی انعام الحق صاحب سہارنپور	۸ر	امداد عام (تعلیم)	بابت ماہ جمادی الاولیٰ بذریعہ منی آرڈر
۲	۸۸۷	"	" میاں ولی بہادر بشیر احمد صاحبان جالندھر	للعہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذریعہ منی آرڈر
۳	۸۸۸	"	" ڈاکٹر ظہور الدین صاحب رضوی رائے بریلی	عہ ر	" "	" "
۴	۸۸۹	"	" شیخ محمد اسمٰعیل صاحب کنٹریکٹر لاہور	عہ ۱۲ر	امداد عام (تعلیم)	" "
۵	۸۹۰	"	عالی جناب مولوی حاجی محمد امین صاحب کانپور	تمار ۳	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذریعہ بیمہ انشورڈ
۶	۸۱۳	۱۲	جناب حجن سوہان بیگم صاحبہ معرفت جناب حاجی محمد ابراہیم صاحب لکھنؤ	صر	امداد عام (تعلیم)	بذریعہ معاونین مدرسہ لکھنؤ جزاہم اللہ
۷	۸۱۴	"	" شیخ فرزند حسین صاحب تاجر۔ کانپور	عہ ر	امداد عام (تعلیم)	بذریعہ معاونین مدرسہ کانپور جزاہم اللہ
۸	۸۱۵	"	سی پی ٹمبر ورکس "	عہ ر	" "	" " " "

نمبر شمار	نمبر رسید	جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۹	۸۱۶	۱۰	جناب سید مظفر حسین صاحب تاجر کانپور	صہ ر	امداد عام (تعلیم)	بذریعہ معاونین مدد کانپور جزاہم اللہ
۱۰	۸۱۷	〃	〃 مولوی احمد حسن صاحب 〃 (بتوسط جناب حاجی محمد قمر صاحب)	[illegible]	〃 〃	〃 〃 〃 〃 〃
۱۱	۸۱۸	〃	〃 سلطان حسین صاحب تاجر لکھنؤ	۸ر	〃 〃	بذریعہ معاونین مدد لکھنؤ۔ جزاہم اللہ
۱۲	۸۱۹	〃	〃 شیخ مشرف حسین صاحب تاجر 〃	۹ر	〃 〃	〃 〃 〃
۱۳	۸۲۰	〃	〃 محمد حمید الدین صاحب تاجر کانپور	ے ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذریعہ معاونین مدد کانپور جزاہم اللہ
۱۴	۸۲۱	〃	〃 بابو عبدالغفور صاحب رئیس 〃	۱۰۰ر	امداد عام (تعلیم)	〃 〃 〃
۱۵	۸۲۲	〃	〃 ماسٹر محمد حنیف صاحب تاجر 〃	سہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃 〃 〃
۱۶	۸۲۳	〃	〃 محترمہ اہلیہ صاحبہ حاجی قمر الدین صاحب رئیس 〃	سہ	امداد عام (تعلیم)	〃 〃 〃
۱۷	۸۲۴	〃	〃 دلدار خانصاحب کانپور (معرفت حاجی قمر الدین صاحب رئیس)	عہ ر	〃 〃	〃 〃 〃
۱۸	۸۲۵	〃	〃 مسٹر وحید احمد صاحب رئیس کان پور	سہ	〃 〃	〃 〃 〃
۱۹	۸۲۶	〃	〃 شیخ محمد اصغر صاحب رئیس 〃	سہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃 〃 〃
۲۰	۸۲۷	〃	〃 مولوی محمد امین صاحب تاجر 〃	سہ	امداد عام (تعلیم)	〃 〃 〃
۲۱	۸۲۸	〃	〃 حاجی محمد رفیق صاحب 〃	صہ ر	〃 〃	〃 〃 〃
۲۲	۸۲۹	〃	〃 حافظ اللہ دیا مشتاق احمد صاحبان 〃	ے ر	〃 〃	〃 〃 〃
۲۳	۸۳۰	〃	〃 الحاج مرزا معین الدین بیگ صاحب بنارس	عہ	〃 〃	ذریعہ مولانا سعید الحسن صاحب نمائندہ مدرسہ

آمدنی از فروخت ٹکٹ ہائے امدادی

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۲۴	۱۲۱/۱۲۲	۱۳	ایک اہل خیر۔ جزاہ اللہ	عہ	امداد عام (تعلیم)	بذات خود
۲۵	۱۲۳	؍	جناب الحاج مولوی کیپٹن غلام محمد صاحب بہاولپور	صہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذریعہ منی آرڈر۔ بابت ماہ جولائی ۱۹۳۷ء
۲۶	۱۲۴	؍	؍ مولوی رشید احمد صاحب محمد سنسار	صہ	امداد عام (تعلیم)	بایماء حضرت میاں علی محمد شاہ صاحب جزاہ اللہ
۲۷	۱۲۵	؍	؍ خان محمد عالم خان صاحب میانوال	صہ	؍ ؍	؍ ؍ ؍ ؍
۲۸	۱۲۶	؍	؍ خان عبد الصمد صاحب جج لاہور	صہ	؍ ؍	؍ ؍ ؍ ؍
۲۹	۱۲۷	؍	؍ حاجی دین محمد صاحب ہوشیارپور	صہ	؍ ؍	؍ ؍ ؍ ؍
۳۰	۱۲۸	؍	؍ اکبر علی صاحب فیروزپور	صہ	؍ ؍	؍ ؍ ؍ ؍
۳۱	۱۲۹	؍	؍ راجہ احمد خانصاحب رئیس اعظم ہریانہ	صہ	؍ ؍	؍ ؍ ؍ ؍
۳۲	۱۳۰	؍	؍ ڈاکٹر شیخ شریف حسین صاحب بہاولپور	صہ	؍ ؍	؍ ؍ ؍ ؍
۳۳	۱۵۱	۱۶	؍ میاں امام علی صاحب فتح آباد	صہ	؍ ؍	؍ ؍ ؍ ؍
۳۴	۱۵۲	؍	؍ احمد سعید خانصاحب رئیس ہریانہ	صہ	؍ ؍	؍ ؍ ؍ ؍
۳۵	۱۵۳	؍	؍ مولوی حبیب الزمان خانصاحب حیدرآباد۔ دکن	صہ	؍ ؍	بذریعہ منی آرڈر۔
۳۶	۱۵۴	؍	؍ شیخ ناظر حسن صاحب ضلع سہارنپور	صہ	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	بذریعہ منی آرڈر
۳۷	۱۵۵/۱۵۶	؍	؍ بابو نور الٰہی صاحب ظفروال	عـہ	؍ ؍	؍

نمبر شمار	نمبر رسید	جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۹	۸۱۶	غلہ	جناب سید ظفر حسین صاحب تاجر کانپور	صہ ر	امداد عام (تعلیم)	بذریعہ معاونین مدرسہ کانپور جزاہم اللہ
۱۰	۸۱۷	؍	؍ مولوی احمد حسن صاحب ؍	؎ ر	؍ ؍	؍ ؍ ؍ ؍
			(بتوسط جناب حاجی محمد بشیر صاحب)			
۱۱	۸۱۸	؍	؍ سلطان حسین صاحب تاجر لکھنؤ	۸ ر	؍ ؍	بذریعہ معاونین مدرسہ لکھنؤ۔ جزاہم اللہ
۱۲	۸۱۹	؍	؍ شیخ مشرف حسین صاحب تاجر ؍	۹ ر	؍ ؍	؍ ؍ ؍
۱۳	۸۲۰	؍	؍ محمد وحید الدین صاحب تاجر کانپور	سے ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذریعہ معاونین مدرسہ کانپور جزاہم اللہ
۱۴	۸۲۱	؍	؍ بابو عبد الغفور صاحب رئیس ؍	للعہ ر	امداد عام (تعلیم)	؍ ؍ ؍
۱۵	۸۲۲	؍	؍ ماسٹر محمد حفیظ صاحب تاجر ؍	ع سہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	؍ ؍ ؍
۱۶	۸۲۳	؍	؍ محترمہ اہلیہ جناب حاجی قمر الدین صاحب رئیس ؍	دسہ	امداد عام (تعلیم)	؍ ؍ ؍
۱۷	۸۲۴	؍	؍ دلدار خاں صاحب کانپور	للعہ ر	؍ ؍	؍ ؍ ؍
			(معرفت حاجی قمر الدین صاحب رئیس)			
۱۸	۸۲۵	؍	؍ مسٹر وحید احمد صاحب رئیس کانپور	دسہ ر	؍ ؍	؍ ؍ ؍
۱۹	۸۲۶	؍	؍ شیخ محمد اصغر صاحب رئیس ؍	ع سہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	؍ ؍ ؍
۲۰	۸۲۷	؍	؍ مولوی محمد امین صاحب تاجر ؍	عسہ	امداد عام (تعلیم)	؍ ؍ ؍
۲۱	۸۲۸	؍	؍ حاجی محمد رفیق صاحب ؍	صہ ر	؍ ؍	؍ ؍ ؍
۲۲	۸۲۹	؍	؍ حافظ اللہ دیا مشتاق احمد صاحبان ؍	سے ر	؍ ؍ ؍	؍ ؍ ؍
۲۳	۸۳۰	؍	؍ الحاج مرزا معین الدین بیگ صاحب بنارس	عہ	؍ ؍	ذریعہ مولانا سعید الحسن صاحب نمائندہ مدرسہ

آمدنی از فروخت ٹکٹ ہائے امدادی

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۲۴	۱۲۱/۱۲۲	۱۳	ایک اہل خیر۔ جزاہ اللہ	عـ۹	امداد عام (تعلیم)	بذات خود
۲۵	۱۲۳	؍	جناب الحاج مولوی کیپٹن غلام محمد صاحب بہاولپور	صہ ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذریعہ منی آرڈر۔ بابت ماہ جولائی سنہ
۲۶	۱۲۴	؍	؍ مولوی رشید احمد صاحب محمد سنسار	صہ ر	امداد عام (تعلیم)	بایما حضرت میاں علی محمد شاہ صاحب
۲۷	۱۲۵	؍	؍ خان محمد عالم خان صاحب میانوال	صہ ر	؍ ؍	؍ ؍ ؍
۲۸	۱۲۶	؍	؍ خان عبد الصمد صاحب جج لاہور	صہ ر	؍ ؍	؍ ؍ ؍
۲۹	۱۲۷	؍	؍ حاجی دین محمد صاحب ہوشیارپور	صہ ر	؍ ؍	؍ ؍ ؍
۳۰	۱۲۸	؍	؍ اکبر علی صاحب فیروزپور	صہ ر	؍ ؍	؍ ؍ ؍
۳۱	۱۲۹	؍	؍ راجہ احمد خانصاحب رئیس اعظم ہریانہ	صہ ر	؍ ؍	؍ ؍ ؍
۳۲	۱۳۰	؍	؍ ڈاکٹر شیخ شریف حسین صاحب بہاولپور	صہ ر	؍ ؍	؍ ؍ ؍
۳۳	۱۵۱	۱۶	؍ میاں امام علی صاحب فتح آباد	صہ ر	؍ ؍	؍ ؍ ؍
۳۴	۱۵۲	؍	؍ احمد سعید خانصاحب رئیس ہریانہ	صہ ر	؍ ؍	؍ ؍ ؍
۳۵	۱۵۳	؍	؍ مولوی حبیب الزمان خانصاحب حیدرآباد۔ دکن	صہ ر	؍ ؍	بذریعہ منی آرڈر۔
۳۶	۱۵۴	؍	؍ شیخ ناظر حسن صاحب ضلع سہارنپور	صہ ر	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	بذریعہ منی آرڈر
۳۷	۱۵۵/۱۵۶	؍	؍ بابو نور الٰہی صاحب ظفروال	عـ۱ہ	؍ ؍	؍

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۳۸	۱۵۷/۱۵۸	۱۶	جناب چراغ دین صاحب قلعہ دیدار سنگھ	عہ	امداد عام (تعلیم)	بذریعہ منی آرڈر
۳۹	۱۵۹	"	" جلال الدین صاحب بھنڈارا۔ دیوان کھیڑا	صہ	" "	بابا حضرت میاں علی محمد شاہ صاحب جزاہ اللہ
۴۰	۱۶۰/۱۶۱	۱۶-۱۷	" مولوی مظاہر حسن صاحب ہاپوڑ (معرفت جناب مولانا محمد عرفان صاحب)	عہ	" "	بدست جناب حلیمی ننھے خاں صاحب جزاہ اللہ
۴۱	۱۶۳	۱۷	جناب محمد ملیح صاحب قصبہ گھوسی	صہ	" "	ذریعہ منی آرڈر
۴۲	۱۶۴	"	" ڈاکٹر علی محمد صاحب ظفروال	صہ	" "	" "
۴۳	۱۶۵	"	" حاجی محمد شفیع اللہ صاحب آرہ	صہ	" "	" "
۴۴	۷۱	۱۸	" محمود احمد صاحب تاجر کانپور	صہ	" "	ذریعہ حاوثین کانپور۔ جزاہم اللہ
۴۵	۷۲/۷۳	"	" شیخ حافظ ظہور الحسن صاحب تاجر "	عہ	" "	" " " "
۴۶	۷۴	"	" شیخ نذیر الدین صاحب "	صہ	" "	" " " "
۴۷	۷۵	"	" شیخ اشتیاق رسول صاحب تاجر "	صہ	" "	" " " "
۴۸	۷۶	"	" شیخ فضل حق صاحب تاجر "	صہ	" "	" " " "
۴۹	۷۷	"	" حمید الدین احمد صاحب ولد جلیل الدین احمد صاحب مرحوم کانپور	صہ	" "	" " " "
۵۰	۷۸	"	" نذیر الدین صاحب از وقف عبد الرحیم صاحب مرحوم کانپور	صہ	وظائف طلباء	" " "
۵۱	۷۹	"	" شیخ اصلاح الدین صاحب از وقف عبد اللطیف صاحب مرحوم کانپور	صہ	"	" " "

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۵۲	۸۰	[illegible]	جناب شیخ عبدالحمید صاحب تاجر کانپور	صہ	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ معاذین کانپور۔ جزاہم اللہ
۵۳	۸۱ / ۸۲	۹	〃 حافظ مشتاق احمد صاحب تاجر 〃	للعہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃 〃 〃
۵۴	۸۳	〃	〃 حاجی عبدالحلیم صاحب 〃	صہ	امداد عام (تعلیم)	〃 〃 〃
۵۵	۸۴ و ۸۵ / ۸۶ و ۸۷ / ۸۸	〃	〃 خان بہادر حاجی عبدالقیوم صاحب رئیس 〃	عہ	وظائف طلبہ	〃 〃 〃 (بغرض ایصال ثواب والدین و اہلیہ رحمہم اللہ)
۵۶	۸۹ / ۹۰	〃	〃 حاجی محمد رفیق صاحب اینڈ سنز 〃	للعہ	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ معاذین کانپور۔ جزاہم اللہ۔
۵۷	۲۵۱ / ۲۵۲ / ۲۵۳ / ۲۵۴ / ۲۵۵	۲۶	ایک اہل خیر جزاہ اللہ بتوسط جناب حاجی فہیم الدین صاحب رئیس۔ کانپور	عہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃 〃 〃
۵۸	۲۵۶ / ۲۵۷	〃	〃 حاجی نورالدین صاحب عرف ننھے میاں 〃	للعہ	〃 〃	〃 〃 〃
۵۹	از ۲۵۸ تا ۲۶۱	〃	〃 حافظ مشتاق احمد صاحب تاجر 〃	للعہ	〃 〃	〃 〃 〃
۶۰	۲۶۲ / ۲۶۳	〃	〃 حافظ مشتاق احمد صاحب از طرف والدہ محترمہ مرحومہ لئلاق احمد صاحب کانپور	للعہ	وظائف حفاظ قرآن	〃 〃 〃
۶۱	۲۶۴ / ۲۶۵	〃	جناب حاجی احمد بخش صاحب تاجر 〃	للعہ	امداد عام (تعلیم)	〃 〃 〃
۶۲	از ۲۶۶ تا ۲۷۵	〃	〃 حاجی محمد نذیر صاحب حلیم سنز 〃	عہ	〃 〃	〃 〃 〃
۶۳	از ۲۷۶ تا ۲۸۵	۲۷	〃 الحاج بابو محمد حمزہ صاحب رئیس 〃	عہ	〃 〃	〃 〃 〃
۶۴	از ۲۸۶ تا ۲۹۰	〃	〃 حافظ محمد صدیق صاحب رئیس 〃	عہ	〃 〃	〃 〃 〃
۶۵	از ۲۹۱ تا ۳۰۰	〃	〃 حافظ عبدالرزاق صاحب رئیس 〃	عہ	〃 〃	〃 〃 〃
۶۶	۲۹۷ / ۲۹۸	۲۸	〃 الہ دین صاحب تاجر چوب 〃	عہ	〃 〃	〃 〃 〃

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۶۷	۲۹۹/۳۰۰	۴۰	جناب حاجی عباد اللہ صاحب تاجر چوب کانپور	۸ر	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ معاونین کانپور جزاہم اللہ
۶۸	۳۰۱/۳۰۲	۴۱	〃 محمد شفیع صاحب تاجر چوب 〃	۸ر	〃 〃	〃 〃 〃
۶۹	۳۰۳/۳۰۴	〃	〃 شیخ عبد الرحمن صاحب تاجر چوب 〃	۸ر	〃 〃	〃 〃 〃
۷۰	۳۰۵/۳۰۶	〃	〃 محمد قمر الدین خانصاحب 〃	۸ر	〃 〃	〃 〃 〃
۷۱	۲۳۱	۲۶	〃 منیر الدین صاحب گھڑی ساز بتوسط جناب حاجی محمد بشیر صاحب کانپور	عہ ر	〃 〃	〃 〃 〃
۷۲	۲/۴	۱۲	〃 استانی صاحبہ معرفت جناب اشفاق رسول صاحب کانپور	عہ ر	〃 〃	〃 〃 〃
۷۳	۳۳ از تا ۳۴	۱۲	〃 حاجی عبد الغنی صاحب تاجر 〃	ســ ر	〃 〃	〃 〃 〃
۷۴	[illegible]	〃	〃 حافظ اللہ دیا اشفاق احمد صاحبان 〃	۸ر	〃 〃	〃 〃 〃
۷۵	۱۳۲	۱۴	〃 حاجی محمد احمد خانصاحب بارہ بنکی	عہ ر	〃 〃	ذریعہ سکریٹری صاحب مجلس امداد لکھنؤ جزاہ اللہ
۷۶	۱۳۳	〃	〃 حاجی محمد ابراہیم صاحب تاجر چوب لکھنؤ	عہ ر	〃 〃	بابت ماہ جولائی سنہ [illegible] ذریعہ سکریٹری صاحب مجلس امداد لکھنؤ جزاہ اللہ
۷۷	۱۳۴	〃	〃 سلطان احمد صاحب 〃	عہ ر	〃 〃	〃 〃 〃 〃 〃
۷۸	۱۳۵	〃	〃 مختار علی صاحب اینڈ کو 〃	عہ ر	〃 〃	〃 〃 〃 〃 〃
۷۹	۱۳۶	〃	〃 شیخ عاشق علی صاحب 〃	عہ ر	〃 〃	〃 〃 〃 〃 〃
۸۰	۱۵۲	۱۸	〃 سید محمد حیات حسین صاحب 〃	عہ ر	〃 〃	〃 〃 〃 〃 〃
۸۱	۱۵۳	〃	〃 شیخ کریم اللہ منظور احمد صاحبان 〃	عہ ر	〃 〃	〃 〃 〃 〃 〃
۸۲	۱۵۴	〃	〃 مولانا حاجی امام الدین صاحب 〃	عہ ر	〃 〃	〃 〃 〃 〃 〃

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۸۳	۱۵۵	۱۸/	جناب مختار علی صاحب تاجر چوب لکھنؤ	عہ/	امداد عام (تعلیم)	بابت ماہ اگست ۱۹۴۰ء ذریعہ سکریٹری صاحب مجلس امداد لکھنؤ
۸۴	۱۵۶	؍	؍ مولوی عبد الحمید صاحب وکیل دوہمی ؍	عہ/	؍ ؍	؍ ؍ ؍
۸۵	۲۹۱	۳۹/	؍ محمد ابراہیم صاحب تاجر چوب ؍	عہ/	؍ ؍	؍ ؍ ؍
۸۶	از ۲۹۲ تا ۲۹۴	؍	؍ مولوی مشرف حسین صاحب ؍	سے/	؍ ؍	بابت ماہ جنوری تا فروری ۱۹۴۰ء ؍ ؍
۸۷	۲۹۵	؍	؍ عاشق علی صاحب ؍	عہ/	؍ ؍	بابت ماہ اگست ۱۹۴۰ء ؍ ؍
۸۸	۸۶۷	۱۱۴/	؍ سراج احمد وکیل احمد صاحبان ؍	عہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ سکریٹری صاحب مجلس امداد لکھنؤ جزاہ اللہ
۸۹	۸۶۸	۱۱۴/	؍ والدہ بنیاد علی صاحب بسی	عہ/	؍ ؍	؍ ؍ ؍
۹۰	۸۶۹	؍	جناب حاجی محمد ابراہیم صاحب لکھنؤ بسی حاجی محمد ابراہیم صاحب ؍	عہ/	امداد عام (تعلیم)	؍ ؍ ؍
۹۱	۸۷۰	؍	؍ ؍ ؍	عہ/	؍ ؍	؍ ؍ ؍
۹۲	۸۷۱	؍	جناب عبد الواحد صاحب بسی	عہ/	؍ ؍	؍ ؍ ؍
۹۳	۸۷۲	؍	جناب حاجی محمد ابراہیم صاحب لکھنؤ ؍ اللہ داد خانصاحب بسی	عہ/	؍ ؍	؍ ؍ ؍
۹۴	۸۷۳	؍	جناب حاجی محمد ابراہیم صاحب لکھنؤ ؍ احسان علی صاحب بسی حاجی محمد ابراہیم صاحب لکھنؤ	عہ/	؍ ؍	؍ ؍ ؍
۹۵	۲۸۲	۳۸/	جناب حافظ محمد کامل صاحب ؍	عہ/	؍ ؍	بابت ماہ اگست ۱۹۴۰ء ذریعہ سکریٹری صاحب مجلس امداد لکھنؤ جزاہ اللہ
۹۶	۲۲/۲	۱۳۰/	؍ چودھری اللہ رضی صاحب نمبردار موضع کسیروہ	عہ/	؍ ؍	بابت ماہ رجب ۶۰ھ ذریعہ منی آرڈر

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۹۷	۲۲۷/۲۲۸	۲۷	جناب مولوی حکیم وصی الحسن صاحب آگرہ	لعہ	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ مولانا سعید الحسن صاحب
۹۸	۲۲۹	"	" منشی ممتاز الدین خانصاحب محرر "	عہ	"	"
۹۹	۲۳۰	"	" حافظ محمد یوسف صاحب "	عہ	"	"
۱۰۰	۱۲۵	۱۲	" حافظ زین الدین صاحب گڑھی پختہ	عہ	وظائف طلبہ	ذریعہ منی آرڈر
۱۰۱	۱۲۶	"	" شیخ حاجی ناظر حسن صاحب سہارنپور	عہ	امداد عام (تعلیم)	"
۱۰۲	۱۱	۳	" محمد قاسم بن علاء الدین صاحب پالانسی ماروار بسعی جناب عبدالکریم جان محمد صاحب	عہ	"	ذریعہ مسٹر صمصام الحق صاحب جودھپور
۱۰۳	۱۲	"	" بی بی فاطمہ بنت محمد حسن صاحب پالانسی ماروار بسعی جناب عبدالکریم جان محمد صاحب	عہ	"	"
۱۰۴	۱۳	"	بی بی حلیمہ زوجہ محمود نبی بخش صاحب پالانسی بسعی جناب عبدالکریم جان محمد صاحب	عہ	"	"
۱۰۵	۱۴	"	بی بی فاطمہ، مریم، زینب، خدیجہ پالانسی بسعی جناب عبدالکریم جان محمد صاحب	عہ	"	"
۱۰۶	۱۵	"	" بی بی حلیمہ بنت حاجی عیسیٰ صاحب و رحیمہ زوجہ عبدالکریم صاحب بسعی جناب عبدالکریم جان محمد صاحب پالانسی ماروار۔	عہ	"	"
۱۰۷	۶۶۲	۱۰/۴	جناب مولوی حکیم محمود علی صاحب وکیل جے پور	عہ	"	بذات خود ۔
۱۰۸	۶۶۳	"	" " " "	عہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"

نمبرشمار	نمبرٹکٹ	نمبرجلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱۰۹	۶۶۴	۱۰	جناب ڈاکٹر حاجی محمد یار خاں صاحب جے پور	عہ/	امداد عام (تعلیم)	بسعی جناب حکیم محمود علی صاحب جزاہ اللہ
۱۱۰	۶۶۵	"	" اہلیہ صاحبہ " " "	عہ/	" "	" " "
۱۱۱	۶۶۶	"	" دین محمد صاحب صابون فروش جے پور	عہ/	" "	" " "
۱۱۲	۶۶۷	"	" مولانا مولوی محمد اللہ صاحب "	عہ/	" "	" " "
۱۱۳	۶۶۸	"	" محمد صدیق خاں صاحب پنشنر سپرنٹنڈنٹ "	عہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	" " "
۱۱۴	۶۶۹	"	منجانب مرزا سلطان بیگ صاحب مرحوم (ایس بی اینڈ سنز جے پور)	عہ	امداد عام (تعلیم)	" " "
۱۱۵	۶۷۰	"	جناب منشی عبدالحی صاحب ٹونکی معرفت جناب مولانا محمد اللہ صاحب	عہ/	" "	" " "
۱۱۶	۶۷۱	"	جناب قادر بخش جی صاحب پٹیل جے پور معرفت جناب مولانا محمد اللہ صاحب	عہ/	" "	" " "
۱۱۷	۱۲۷	۱۳	جناب نہال احمد صاحب فاروقی نئی دہلی	عہ/	" "	بسعی جناب مسٹر اقبال احمد صاحب جزاہ اللہ
۱۱۸	۱۲۸	"	" نبی حسن صاحب شاہ جہاں پوری نئی دہلی	عہ/	" "	" " "
۱۱۹	۱۲۹	"	" فضل الرحمن صاحب نئی دہلی	عہ/	" "	" " "
۱۲۰	از ۵۱۲ تا ۵۱۴	۸۳	" اہلیہ صاحبہ مسٹر منعم الحق صاحب انصاری پانی پت	سے/	" "	بابت ماہ جولائی، اگست، ستمبر سنہ ۱۹۴۱ء

کل میزان آمدنی بابت ماہ رجب سنہ ۶۰ھ [illegible]

احقر

ضیاء الدین احمد مہتمم، صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، قرول باغ دہلی

مدرسہ حمیدیہ تجوید القرآن سنبھل ضلع مرادآباد

(از مدیر)

یہ امر کس درجہ موجب سکون خاطر ہے کہ مسلمانوں نے قرآن عظیم کی تعلیم و تدریس کے اہم مقصد کو سمجھ لیا ہے قرآن پڑھنا، قرآن کا صحت الفاظ کے ساتھ تلاوت کرنا اور قرآن کا سمجھنا سب ضروریات دین میں داخل ہیں، الحمد للہ عام طور پر اس زمانہ میں پہلی غفلت کی تلافی کی جا رہی ہے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ جناب مولوی قاری حمید الدین صاحب نے سنبھل ضلع مرادآباد میں ایک مدرسہ تجوید و قرأت قائم کیا ہے۔ قاری صاحب موصوف مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ سے تجوید و سبعہ قرأت کی سند حاصل کر چکے ہیں۔

مدرسہ ابتدائی حالت میں ضروری امداد کا محتاج ہے اصحاب خیر کے لئے حصول ثواب کا یہ بھی ایک موقع ہے۔

اصحاب خیر پتہ ذیل نوٹ فرما لیں۔

مولانا قاری محمد حمید الدین صاحب مہتمم مدرسہ حمیدیہ تجوید القرآن سنبھل ضلع مرادآباد

نبی عربی

جس میں متوسط قابلیت کے بچوں اور بچیوں کے لئے سیرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اہم واقعات کو تحقیق، جامعیت اور اختصار کے ساتھ نہایت سلیس اور شگفتہ زبان میں بیان کیا گیا ہے۔ اسکول کے لڑکوں کے علاوہ جو اصحاب تھوڑے وقت میں سیرت طیبہ کی بے شمار برکتوں سے بہرہ اندوز ہونا چاہتے ہیں ان کو اس کتاب کا خاص طور پر مطالعہ کرنا چاہئے۔

"نبی عربی" پر "سیرۃ النبی" کے مصنف مولانا سید سلیمان ندوی اظہار رائے فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"واقعات میں صحت، اختصار اور جامعیت جملہ امور کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ زبان آسان اور انداز بیان موثر اور دل پذیر ہے، کتاب کا معیار ایسا ہے کہ اس سے بچوں کے علاوہ پڑھے لکھے بڑے بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔"

قیمت بارہ آنے (۱۲/) صفحات ۱۶۰

ملنے کا پتہ: منیجر ندوۃ المصنفین قرول باغ نئی دہلی

ندائے حرم

عدد ۹ — مسئول - ضیاالدین احمد — جلد اوّل

ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۶۰ھ

(مطابق اکتوبر سنہ ۱۹۴۱ء)

طلباء سے بلا تخصیص سالانہ چندہ صرف ایک روپیہ (عمر)

پیام صیام

(۱)

۱۔ ہزاروں برکتوں کے ساتھ پھر ماہِ صیام آیا — بالفاظ دگر مومن کو فطرت کا سلام آیا
اٹھی رحمت خدا کی وجد میں اور جھومتی اٹھی — رسولؐ پاک کی امت کے دامن چومتی اٹھی
پیامِ مصطفیٰ آیا بصد جوش و خروش آیا
جگا لے قسمت خفتہ کہ تھوڑی رات باقی ہے — ابھی ہنگام سحری ہے ابھی موجود ساقی ہے

۲۔ سہانا نو پچھلی رات میں جب مسکراتا ہے — حریم سرمدی کا ذرہ ذرہ گیت گاتا ہے
اگر ایسے میں سجدوں سے جبیں مانوس ہوتی ہے — تو رگ رگ میں عبادت کی تڑپ محسوس ہوتی ہے
اٹھ اے مسلم! ذرا بیدار ہو رحمت میں جوش آیا
جگا لے قسمت خفتہ کہ تھوڑی رات باقی ہے — ابھی ہنگام سحری ہے ابھی موجود ساقی ہے

(۲)

۱۔ نکدۂ جہاں کو پھر ملنے لگیں مسرتیں — نورِ ازل کی بارشیں، روح فزا لطافتیں
تاروں بھری فضاؤں میں بھیگی ہوئی ہواؤں میں — چھائی ہوئی ہیں برکتیں، جھوم رہی ہیں رحمتیں
پچھلا پہر ہے رات کا — اُٹھ کے خدا کے گیت گا!
حمد و ثنا میں ڈوب جا!!
مسلم نیک کار اُٹھ! — نغمہ سرا سروش ہے
مومن روزہ دار اُٹھ! — وقتِ طعام و نوش ہے

۲۔ ماہ فلک ہے خندہ زن چاندنی کے نقاب میں — جھوم کے پی رہا ہے مے خمکدۂ سحاب میں
بھٹکی ہوئی دعاؤں کے قافلۂ غریب کو — فرصتِ عیش مل گئی جادۂ کامیاب میں
مست و خنک تجلیات — اوس بنا رہی ہے رات
جاگ اٹھی ہے کائنات!
مستِ مئے حجاز اُٹھ! — نغمہ سرا سروش ہے
حاملِ سوز و ساز اُٹھ! — وقتِ طعام و نوش ہے

از

مولوی ابوالاسرار ظہور احمد صاحب رمزی اٹاوی
دربار مسلم اسکول۔ جودھپور۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''ندائے حرم'' کی ندائے عام

دنیا اس وقت جس خطرناک دور سے گذر رہی ہے یہ طوفانی حالت میرے سامنے ہے اور مجھے خود ندامت ہے کہ اس غیر مطمئن صورت حال میں دار العلوم حرم، مدرسہ صولتیہ، مکہ معظمہ کے جلیل القدر سرپرستوں، محسنوں اور قدیم وجدید معاونین کرام سے ہمدردانہ اپیل کر رہا ہوں۔

نیکی ہر جگہ نیکی اور وہ کام ہے جو ہر انسان کی چند روزہ زندگی کا بہترین مقصد ہونا چاہئے۔ مگر خدا کے گھر کی نیکیوں کا اجر و ثواب ان پاک نفس بندوں سے پوچھئے جن کا یہ ایمان ہے کہ خدا کا یہ وعدہ سچا ہے اور مکہ معظمہ کی ایک نیکی لاکھ نیکیوں کے برابر ہے سال رواں جس امید و بیم کی حالت میں گذر رہا ہے اس کا اندازہ صرف کارکنان دار العلوم ہی کر سکتے ہیں، نئے سال کی بھاری ذمہ داریوں اور درسگاہ حرم کی وسیع ضرورتوں کے پورا ہونے کا اہم سوال مالی ثبت محسنوں اور معاونوں کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ دنیا کی پر آشوب فضا کو دیکھتے ہوئے اندیشہ ہے کہ سال حال کا موسم حج بھی کچھ امید افزا ثابت نہ ہو، اور سال ہائے گذشتہ کی طرح اس سال بھی دار العلوم حرم کو ہندوستانی حجاج کرام سے زمانہ حج کی سالانہ آمدنی سے محروم رہنا پڑے جس پر ہمیشہ سے مدرسہ صولتیہ کا دار و مدار رہا ہے۔

اس مجبور کن ماحول میں بحمد اللہ اس کی رحمت سے نا امید نہیں ہے، اور نامرادی کا نہ وہم و گمان، اس لئے کہ باہمت مسلمانان ہند مرکز اسلام میں اپنی اس مرکزی یادگار کو موت و حیات کی اس کش مکش میں نہ چھوڑیں گے، اور اٹھاسٹھ سال کی مسلسل جد و جہد کے بعد کعبہ کے زیر سایہ جو کام اپنی مستقل اور مضبوط بنیادوں پر قائم ہوا ہے اسے ہر مشکل سے بچانے میں اپنی بر وقت امداد و اعانت سے دریغ نہ فرمائیں گے۔

مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ اگر اس وقت تک آپ کی خداداد سیر چشمی، اولو العزمی اور ہمدردانہ توجہ سے محروم رہا ہے تو آج آپ کے سامنے مکہ معظمہ میں آپ کے مشترکہ قومی اور مرکزی دار العلوم کی امدادی تحریک کارکنان مدرسہ کی جانب سے پیش کر رہا ہوں۔ خدا نخواستہ اگر ذات خاص سے کم و بیش امداد کی قدرت و استطاعت نہ ہو تو دوسرے نیک خیال اور دیندار مسلمانوں کو اس عظیم کار خیر کی اعانت کے لئے توجہ دلائیے یہ تحریک و کوشش بھی اجر سے خالی نہیں، ممکن ہے کہ زبان اور ہاتھ پیروں سے کوشش کرنے والے دینے والوں سے اچھے رہیں۔

رمضان المبارک جیسے خیر و برکت کے مہینہ میں ہر دیندار مسلمان اپنی نیکیوں میں اضافہ کا خواہش مند رہتا ہے اس لئے یقیناً خدا کے گھر کے اس عظیم الشان کار خیر میں شرکت آپ کی خوشی اور اطمینان کا سبب ہوگی۔

خدا کی دی ہوئی توفیق سے اگر آپ بقدر ہمت و استطاعت شریک ہونا چاہیں، تو اپنی رقم امداد جس صورت سے، یا جس ذریعے سے آپ مناسب سمجھیں مرکزی دفتر مدرسہ کو مکہ معظمہ بھیج دیجئے، اور اس سخت وقت میں ساکنان حرم کی دعائیں لیجئے۔

محمد سلیم۔ ناظم (اعزازی)

مدرسہ صولتیہ ہندیہ۔ مکہ معظمہ،

اُمّتِ اسلامیّہ کی ترقی کا راز

جس کو مسلمانان کلکتہ کی ایمانی بصیرت نے اسلامی ہند پر ظاہر کردیا

لا تزال ھذہ الامۃ بخیر ما عظموا ھذہ الحرمۃ حق تعظیمہا۔ فاذا ضیعوا ذٰلک ھلکوا۔

(ابن ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تک یہ امت حرم محترم (مکہ معظمہ) کی پوری عظمت کا حق ادا کرتی رہیگی، بھلائی اور کامیابی اس کے شامل حال رہیگی۔ اور جب اس سعادت کو کھودیگی تو یہ امت تباہ و برباد ہوجائیگی۔

امت کی ترقی اور امت کے تنزل کا جو راز اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ مسلمانان کلکتہ کی ایمانی بصیرت نے اس کو دریافت کیا اور تمام اسلامی ہند پر اس کو ظاہر کردیا۔

اسلام کا سب سے بڑا معجزہ قرآن ہے۔ اور قرآن کا سب سے بڑا اعجاز، علم ہے، حرم کے جوار میں علم کا سرچشمہ، مدرسہ عالیہ صولتیہ ہے۔ کلکتہ کے مسلمانوں نے دارالعلوم حرم کی اپیل کو سنا اور مجلس امداد قائم کرکے امت کی عظمت کی راہ کھولدی، مجلس امداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ نے کلکتہ میں کام شروع کردیا ہے۔

باشندگان کلکتہ براہ راست یا صدر دفتر دہلی کو رقوم بھیج سکتے ہیں، لیکن اب ان کے لئے سہولت یہی ہے کہ ہر امدادی رقم کلکتہ کی مجلس امداد کے سکریٹری یا خازن کے نام پتہ ذیل پر ارسال کریں۔

جناب حاجی محمد احمد صاحب سکریٹری مجلس امداد مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ) مالک فرم بخشی کمپنی گھڑی والی کوٹھی۔

کولوٹولہ اسٹریٹ۔ کلکتہ۔

جناب الحاج شیخ محمد دین صاحب رئیس و تاجر حرم، مالک فرم حاجی محمد دین اینڈ سنز۔

کولوٹولہ اسٹریٹ

کلکتہ

مسلمانان لکھنؤ کیلئے ماہ رمضان کا پیغام

ماہ مبارک رمضان کی آمد نے نیک کاموں کے نئے نئے دروازوں کو کھول دیا ہے، علماء، صلحاء، اذکیا، صوفیا، اور عوام امت، حصول ثواب کی تازہ امنگوں اور آرزوؤں کو نئے عنوان سے جلا دے رہے ہیں، ایک نیک کام کے بعد دوسرا نیک کام، اور ایک اچھے خیال کے بعد دوسرا اچھا خیال اپنا کام کر رہا ہے۔ اور اللہ کے دین کے لئے اللہ کے نیک بندے میدان طاعت و ثواب میں نکل آئے ہیں

لکھنؤ کے دردمند اور اہل خیر مسلمان حرم مکہ میں اپنے دار العلوم کی امداد کے مقصد عظیم کے لئے خلوص قلب سے کوشش کر رہے ہیں۔ اللہ کے مہینہ میں، اللہ کے گھر کی خدمت سے بڑا اور کیا مقصد ہوگا، مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، تمام جزیرۃ العرب اور مرکز اسلام میں مسلمانان ہند کا جاری کردہ دینی و مذہبی فیض ہے، اور لکھنؤ اس کی خدمت کا حق ادا کرنے کے لئے تیار ہے۔

ہماری زبان میں امسال باہمت مسلمانان لکھنؤ کے لئے ماہ مبارک کا پیغام یہ ہے کہ فرض شناسی کا ثبوت دینے کے بعد تکمیل فرض میں کمال جد و جہد کا ثبوت دیں۔

امدادی رقوم اپنے شہر میں مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی مجلس امداد کے مقامی دفتر کو پتہ ذیل پر بھیجی جائیں۔

سید احمد شفیع صاحب وکیل، سکریٹری مجلس امداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ،
حمید منزل، قندھاری بازار، لکھنؤ۔

خانبہادر حافظ محمد حسن صاحب، رئیس و اسپیشل مجسٹریٹ
امین مجلس امداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ۔ امین آباد۔ لکھنؤ۔

اثرات

ماہ مبارک شعبان میں ہر سال دارالعلوم حرم کے مدرسہ تحفیظ کا سالانہ جلسہ نہایت شان کے ساتھ ہوتا ہے یہ اجتماع چند وجوہ سے اپنی مثال آپ ہے، اس کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ مکہ معظمہ کے پرشرف ماحول میں دنیائے اسلام کے ہونہار، معصوم اور ذہین بچے، جو اسلام اور مرکز اسلام کی امیدوں کے آئینہ میں پھول کی طرح چمکتے ہیں یکدل ویک جان ہوکر ختم قرآن کریم کا سالانہ جشن مناتے ہیں۔

اس جلسہ کا ایک دوسرا مفید اور معنوی پہلو بھی ہے، قرآن ختم کرنے والے بچے کمال فرشتگی وشگفتگی، نیکی ونیک نہادی کے ساتھ، دعا کے سمندر میں اجابت دعا کے موتی کے لئے شناوری کرتے ہیں، معصوم بچے وادیٔ خلیلؑ کے مقدس دامن میں، سنت ابراہیمی کی پیروی میں، دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں، اپنے خدا سے دل کے صادق جذبات کے ساتھ کچھ مانگتے ہیں، یہ دعا ہوتی کس کے لئے ہے — ؟ تمام دنیائے اسلام کے لئے ہندوستان کے آرزومند اور مخیر مسلمانوں کے لئے، اور خاص طور پر "مدرسہ صولتیہ" مکہ معظمہ کے ان محسنوں، معاونوں، ہمدردوں، بہی خواہوں کے لئے، اسلام کے سب سے بڑے اور مرکزی مطمح نظر کے لئے، ہر وقت نیک کاموں کی بنا ڈالنے کے لئے، دعا کا منظر ہر صورت سے پر اثر ہوتا ہے، اور حاضرین کے عواطف اخلاص کو جذب کرلیتا ہے۔ دعا کی قیمت کا اندازہ وہی قلوب کرسکتے ہیں جو یہ آرزو رکھتے ہیں کہ ان کو ساری عمر میں زیادہ نہ سہی ایک مرتبہ صرف ایک بار حرم میں حاضر ہوکر دعا کا موقع مل جائے،

الحمدللہ ختم قرآن کا سالانہ جشن اس سال بھی ایک پر اثر ماحول میں شروع ہوا۔ اور دعائے خیر پر ختم ہوا۔ پہلے یہ جشن ہمیشہ ماہ شعبان میں ہوتا تھا۔ اس سال مدرسہ تحفیظ کے اساتذہ اور لائق و مستند نگراں شیخ عبداللہ

توجہ کی ہمت سے ۲۲ رجمادی الثانیہ ۱۳۸۶ھ کو وقت مقررہ سے قبل منعقد ہوا۔ اس سلسلہ میں مدرسہ تحفیظ کی مجلس عاملہ مستحق مبارکباد ہے کہ اس نے پوری جانفشانی سے کام لیکر قبل از وقت قرآن کریم ختم کرا دیا۔ تعلیمی جدوجہد کے دائرہ میں یہ کارنامہ ہر اعتبار سے قابل قدر ہے، اور اس سے مدرسہ کے تعلیمی نظام کا ابتدائی اندازہ کرنے میں قابل قدر امداد ملتی ہے۔

مدرسہ کے تمام تعلیمی شعبوں کے نگران اور اساتذہ، ممبران مجلس ادارہ، اور انتظامی عملہ نے نگران مدرسہ تحفیظ کی دعوت پر اس مبارک اجتماع میں شرکت کی، طلبہ نے تقریریں کیں، نظمیں پڑھی گئیں، قرآن عظیم کی برکات کا ذکر مبارک ہوا۔ مرکزی دفتر کی جانب سے سید کرد اوی صاحب نے شکریہ ادا کیا۔ اور حوصلہ افزا تقریر فرمائی جلسہ ہمیشہ کے دستور احسن کے مطابق دعا پر ختم ہوا۔ دعا کی تقریب کی صدارت نشینی کا مبارک فرض مولانا شیخ محمد عمر صاحب شیخ الحدیث نے بنات خود انجام دیا۔ حضرت شیخ الحدیث کی پر درد اور موثر دعا پر تقریباً ایک ہزار معصوم و پاک دل حاضرین کا بیک وقت آمین کہنا، اور انتہائی خشوع کے ساتھ دعا میں شرکت کو باری تعالی کے حضور میں انشاء اللہ درجہ قبولیت حاصل ہوگا۔

دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کا وفد کلکتہ میں اپنے مبارک مقصد کی تکمیل میں مصروف ہے، آج سے اسٹھ ۶۸ سال قبل، جب ایک باخدا، عارف اور گرامی قدر عالم نے اس تعلیم گاہ کی بنیاد قائم کی تھی۔ تو کلکتہ کی ایک مخیر خاتون نے ۳۵ ہزار روپیہ دیکر جزیرۃ العرب میں مسلمانان ہند کی اولین علمی تحریک کا سنگ بنیاد رکھا تھا، کس قدر خوش آئند ہے وہ حوصلہ جس کا اظہار اتنے عرصہ کے بعد مسلمانان کلکتہ کی طرف سے ہو رہا ہے۔ آج ساری دنیا مالی بحران میں مبتلا ہے، مرکز اسلام میں جزیرۃ العرب کا سب سے بڑا دار العلوم بھی مالیات کے نازک دور سے گذر رہا ہے، اس وقت ایسے ایسے ہمدرد، معاونوں اور محسنوں کی ضرورت ہے جو اس کے تعلیمی بیت المال کے لئے آبدار گوہر ثابت ہو سکیں، دنیا کے حالات کا رخ کچھ ہو، مسلمانوں کی کوئی جماعت خدا

کے گھر کو نہیں چھوڑ سکتی۔ اس باب میں کلکتہ کے مسلمانوں کی ذمہ داری دوگونہ تھی، الحمدللہ انہوں نے اس کو محسوس کیا، اور اپنے فرض کی طرف اولین قدم اٹھانے میں کوتاہی نہیں کی۔

ہمارے پاس جناب محترم، حاجی محمد احمد صاحب نے سکریٹری کی حیثیت سے جو رپورٹ بھیجی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کلکتہ میں مدرسہ صولتیہ کی مالی مشکلات کے حل کرنے کے لئے مجلس امداد قائم ہو چکی ہے۔ اس سلسلہ میں پہلا جلسۂ مشاورت کلکتہ کے مشہور باخدا اور مخیر تاجر جناب حاجی محمد دین صاحب چنیوٹی کے مکان پر ہوا۔

حضرت مولانا حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف صاحب داناپوری جو اس زمانہ میں علم و عمل کے لحاظ سے اسلاف کا نمونہ ہیں، اور ایک بابرکت و مجاہد ہستی ہیں، اس کام میں نیک رہنمائی فرماتے رہیں گے۔

جناب حاجی محمد دین صاحب چنیوٹی مجلس کے خازن، اور جناب حاجی محمد احمد صاحب مشہور فرم فیض بخش کمپنی کے مالک، سکریٹری منتخب ہوئے۔ پیش نظر مقصد کی تائید اور تقویت کے لئے مجلس مشاورت قائم کی گئی جس میں کلکتہ کے ممتاز حلقوں کے برگزیدہ رکن، علما، صلحاء، اشراف، تجار اور مشائخ شریک ہیں، جن کا ذکر دوسری جگہ جلسہ کی کارروائی کے ضمن میں کیا گیا ہے۔

ہم ان اصحاب کے لئے دعائے خیر کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں، ان حضرات نے اپنی قیمتی مصروفیتوں میں سے بہترین وقت خدا کے مقدس گھر کی ضرورتوں کے لئے صرف کیا، فرض شناسی کی یہ اعلیٰ مثال ہے جس کی پیروی یقیناً سارے ہندوستان میں کی جائے گی، اللہ تعالیٰ سے ہماری صادق آرزوئیں وابستہ ہیں، اور وہی ان اصحاب کے مقاصد میں برکت عطا فرمائے گا۔ خالق عالم ان سب کو دارین کی سلامتی، کامیابی، اور صلاح و فلاح سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

موقر مدیر روزنامہ "عصر جدید"، اور معزز مدیر اخبار "ہند" کلکتہ ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں، انہوں نے وفد حرم کی کامیابی کے لئے احساس ملی کا پورا پورا مظاہرہ کیا، ان جرائد نے کلکتہ کے مسلمانوں کے تمام

مسلم طبقوں کی نمائندگی کرتے ہوئے اتفاق مقصد کا ثبوت دیا۔ اور وفد حرم کے سلسلہ میں ہر ممکن قلمی اعانت فرمائی۔ ہمیں امید ہے کہ دوست جرائد بھی اس مبارک مسعود مطمح نظر کی تائید میں اس یکجہتی کی تقلید کریں گے، اور ہمیں شکر و سپاس کا موقع عنایت فرمائیں گے۔

ریاست چھتاری دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی سالانہ امداد چھ سو روپیہ بابت سنہ ۱۳۵۹ھ وصول ہو چکی ہے۔ ریاست چھتاری زمانہ قدیم سے پرشرف روایات کی مالک ہے، اس کے رؤسا اسلامی علوم وفنون کی سرپرستی کے حامل ہیں ہندوستان کے تعلقداروں میں امتیازی درجہ رکھتے ہیں۔ اس نیک نام ریاست سے مدرسہ صولتیہ کا تعلق ساٹھ سال سے قائم ہے۔ ریاست کے ذی عزت سابق مکان نواب محمود علی خانصاحب مرحوم مغفور کی وصیت کے مطابق سالانہ رقم مقرر ہے۔ نواب صاحب مرحوم مرکز اسلام کی اس درسگاہ کے اولین محسنوں میں سے ہیں جن کی پیروی بعد کے رؤسا کرتے رہے ہیں، ریاست چھتاری کے اسلاف کی نیک ساعی کا ہی یہ اثر ہے کہ نواب سر احمد سعید خان صاحب بالقابہ کی ذات اور خیالات میں وہ تمام آثار موجود ہیں جو ایک نیک دل اور خدا پرست رئیس میں ہونے چاہئیں۔

درسگاہ حرم کے خدام اور کارکنوں کا شکریہ و سپاس اور قلوب سے نکلی ہوئیں بے غرض دعائیں ان کیلئے مبذول ہیں رب جلیل قبول فرمائے

اس رقم کے بروقت پہنچنے میں ریاست کے مستعد و لائق منیجر صاحب کے حسن انتظام اور فرض شناسی کو خاص دخل ہے۔ ہم ان کو یقین دلاتے ہیں کہ اس راہ میں ان کی خدمت ریاست کی ترقی و سربلندی کا ایک ایسا یقینی ذریعہ ہوگی جس کی تقدیس پر فرشتے بھی گواہی دے سکیں گے، ساری دولتیں خدا کے یہاں سے تقسیم ہوتی ہیں، اگر خدا کے گھر کے حقوق کی اس درجہ پاس داری کی جائے تو کونسی دولت ہے جس سے ریاست کا دامن مراد خالی رہ سکے گا۔

خانبہادر نواب شیخ محمد ابراہیم صاحب رئیس کانپور، شیخ باقر علی صاحب مرحوم کے وقف کے امین و متولی ہیں۔ ہمیشہ سے درسگاہ حرم کو ان کی قلبی ہمدردی حاصل رہی ہے۔ انہوں نے حرم محترم میں اپنی تولد اور علمی مشترکہ یادگار مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے لئے ایک عنایت فرمال پایہ ہے، وفد حرم کے ورود کانپور کے موقعہ پر آپ کے مفید مشورے، کارآمد توجہ، ہمدردانہ عنایت ارکان وفد کی رہنمائی فرماتی رہی۔

آپ وقف مذکور سے دارالعلوم حرم کو سو روپیہ سالانہ ارسال فرماتے ہیں، مگر آپ کے دردمند قلب نے زمانہ کی نازک نبض پر ہاتھ رکھ کر یہ محسوس کیا کہ مدرسہ کو اس زمانہ میں پہلے سے زیادہ ہمدردی کی ضرورت ہے۔ آپ نے مشکلات زمانہ کا اندازہ کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد سلیم صاحب ناظم مدرسہ صولتیہ کو اپنے گرامی نامے میں یہ مطلع فرمایا ہے کہ

"مجھے سال حال کا چندہ مدرسہ صولتیہ بھیجنا ہے۔ میں سمجھتا ہوں
کہ بوجہ جنگ کے مدرسہ کے چندہ میں امسال بہت کمی ہوئی، کیونکہ
حجاج کی حاضری کم ہوگی، اس لئے میں امسال بجائے ایک سو روپیہ
کے دو سو روپیہ بھیجنا چاہتا ہوں"

کتنا مبارک ہے یہ احساس، اور کس قدر ایمان آفریں ہے وہ ولولہ جو خود بخود ایک عظیم مقصد کے لئے نواب صاحب محترم کے قلب میں پیدا ہوا۔ اگر ایسے ملت شناس افراد مسلمانوں میں پیدا ہو جائیں تو مسلمانوں کی تعلیم پر کیا موقوف ہے کوئی مقصد حصول کامیابی سے محروم نہ رہے گا۔ حق تعالیٰ موصوف کو دارین کی بہتری عطا فرمائے۔ آمین

مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے ایک لائق اور ہونہار طالب علم مکے سے حال میں ہندوستان پہونچے ہیں۔

سید لائق علی صاحب دہلوی اسسٹنٹ انجینیر بجلی گھر کی ہمت مردانہ لائق تحسین تھی کہ انہوں نے اپنے کم سن نوعمر معصوم لخت جگر سید شاہد علی کو مکہ معظمہ میں تعلیم وحفظ قرآن کے لئے بھیجا، پانچ سال مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں یہ ہونہار بچہ تعلیم پاکر اوائل شعبان میں اپنا بحری و بری سفر طے کرکے دہلی پہونچا ہے، صورت پر نور شرافت، وجاہت میں عربی اثر نمایاں، زبان عربی، بول چال کا ہر عنوان عربی، الفاظ، تلفظ، لہجہ سب عربی، کتنی بڑی نعمت ہے جو اس بچہ نے بچپن میں حاصل کی جو ہمارے عربی مدارس میں منتہی طلبا، کو بھی میسر نہیں۔

سید شاہد علی کا سفر جدہ سے بمبئی تک اطمینان کے ساتھ گذرا۔ راستہ کو پرامن پایا، جنگ کے زمانہ میں۔ حج کی راہ کا امن، انتظام کی خوبی اور حفاظت کی اسکیموں کی کامیابی کا مرہون منت ہے پورے سفر میں ایک لحظہ بھی ایسا نہیں گذرا جس کو خطرہ کا لمحہ کہا جا سکتا۔

حق تعالیٰ اس بچہ کو علم وعمل کی دنیا میں پروان چڑھائے، اور اس کے والدین کی ایمانی عزمیت کو دوسرے مسلمانوں کے لئے نمونہ بنائے،

مدرسہ صولتیہ خدا کے گھر میں ہندوستان کے مسلمانوں کی یادگار رہے، اگر مسلمان سید لائق علی صاحب جیسا دل گردہ پیدا کرکے اپنے بچوں کو حجاز میں تعلیم وتربیت کے لئے بھیجنے پر آمادہ ہوجائیں تو ضرورتوں کے مطابق امت اسلامیہ کے روشن مستقبل کے لئے بہت سے کارآمد افراد دستیاب ہوسکیں گے۔

بصائر

ہجری سنہ کی تاریخ

اسلامی دنیا کے بیشتر رقبہ میں تیرہ سو سال سے سنہ ہجری استعمال کیا جا رہا ہے، تمام اسلامی دنیا میں ہجری سال کا حساب قمری اصول کے مطابق ہے، ان ملکوں میں چاند دیکھنے پر ہر ماہ کا پہلا دن پہلی تاریخ کو ظاہر کرتا ہے۔ افغانستان اور ایران میں بھی ہجری سال سے حساب ہوتا ہے، مگر شمسی اصول پر، اس سنہ کو چاند کی جگہ سورج کے نظام سے تعلق ہے، سنہ عیسوی کی طرح دن مقرر ہیں، ہر ماہ کے کچھ مقررہ اصول ہیں۔ اور وہ ان اصولوں سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا، قمری اور شمسی سنوں میں اس فرق سے سالہاں کا فرق ہوگیا ہے، اور ایک ناواقف انسان کے لئے یہ فرق حیرت انگیز بھی ہوتا ہے اور پریشان کن بھی۔

سنہ ہجری کا وطن عرب ہے لیکن عرب میں ہمیشہ سے یہ سنہ جاری نہ تھا، اس کا اجرا پیغمبر اعظم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے عظیم الشان تاریخی واقعہ سے ہوا، اور آج تک یہ مفید سلسلہ جاری ہے۔

دن، ماہ، سال اور تاریخ مقرر کرنے کا علم انسانی عقل کی ایک کارآمد ایجاد ہے۔ ایک عرب مورخ کا قول ہے کہ:۔

"تاریخ یقین کا مینار ہے اور شک و شبہہ کو ختم کر دینے والی تلوار، تاریخ سے حقوق میں امتیاز ہوتا اور معاہدے طے کئے جاتے ہیں، ہر شے کی غایت تاریخ سے مقرر ہوتی ہے۔ ہر وقت کا پیمانہ تاریخ کے عمل سے طے ہوتا ہے، دنیا کے کارناموں کا تعین قوموں کے کاموں کا حساب۔

زمانوں کی حد بندی سنہ و سال اور تاریخ سے ہوتی ہے:

یقین سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ابتدا میں دنیا نے کس طرح اس مفید اصول کا نفاذ کیا، قیاس سے کہا جا سکتا ہے کہ اولاً آدم کے زمانے ہی سے رواج پایا ہوگا۔ قابیل، شیث اور حضرت ادریس کی نسل میلاد آدم سے حساب کرتی ہوگی۔

طوفان نوح تک یہ صورت ہوگی۔ طوفان کے بعد تاریخ کا تعین بھی طوفان نوح سے شروع ہوا ہوگا۔ کئی لوگوں سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ اگلی قومیں طوفان نوح سے تاریخ کا حساب لگاتی تھیں۔

زہری اور شعبی کی تاریخی روایت کے مطابق بنی اسمٰعیل حجاز کے قدیم باشندوں نے حضرت ابراہیمؑ سے اپنا تاریخی ربط قائم کیا۔ بابل کے جابر شہنشاہ نمرود نے آپ کو آگ میں ڈال دیا تھا، اور آگ قدرت خداوندی سے باغ بہار ہوگئی تھی۔ حتیٰ کہ بابل کی یہ تاریخی جنگ ایک یادگار چیز بن گئی۔ اسمٰعیلی عربوں نے اسی واقعہ سے اپنا حساب شروع کر دیا۔ بیت اللہ کی تاسیس تک یہ تاریخ جاری رہی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی مدد سے انسانیت عامہ کے پہلے ایوان حرم کعبہ کی تعمیر کو مکمل کر دیا تو سنہ بنا بیت جاری ہوا۔ قبیلۂ جد کے انتشار تک یہ صورت رہی۔ اب ہر قبیلہ اپنا الگ سنہ .... رہا ...... کے بعد ...... کا استعمال ہوا۔

ایک زمانہ وہ آیا کہ یمن پر حبش کا اقتدار قائم ہوگیا، حبشی وائسرائے یمن کی آزادی اور سبائی حکومتوں کے فرائض کو پورا کرتا تھا۔

دنیا کی ہر جابر حکومت محکوم قوم کے مذہب، اخلاق اور مرکز اجتماعی کو خراب کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ حبش کے وائسرائے نے بھی یہ فیصلہ کیا کہ بیت اللہ کی مرکزیت کو ختم کیا جائے۔ اس نے حبش میں ایک مرکزی عبادتگاہ تعمیر کی، اہل یمن کو ہدایت کی اب بیت اللہ کا رخ کرنے کی ضرورت نہیں، اور خود ایک ہاتھی پر سوار ہو کر بیت اللہ کو ڈھانے کے لئے روانہ ہوا۔ خدا کی طاقت نے اس کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا۔ یہ واقعہ واقعۂ فیل کے نام سے موسوم ہوا۔ اور اس سے عام فیل (سنہ فیل) پیدا ہوا، اسلام سے پہلے یہی سنہ جاری تھا۔ آنحضرت صلعم

کی ولادت باسعادت سنہ فیل میں ہوئی (یعنی ۳۸ھ جلوس نوشیرواں میں)

سنہ ہجری کی ابتداء حضرت عمر بن الخطاب کے عہد رشد و ہدایت میں سنہ ہجری کا آغاز ہوا۔ ایک مرتبہ عراق کے گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعری کو امیرالمومنین کا ایک فرمان پہونچا اس پر کوئی تاریخ نہ تھی۔ حضرت ابوموسیٰ نے امیرالمومنین کو اس امر عظیم کی طرف توجہ دلائی اس وقت سے سال ہجری جاری ہوا۔ اس زمانے میں چھ سو سال سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سنہ ولادت چل رہا تھا۔

جب شوریٰ میں مسئلہ پیش ہوا۔ تو اس وقت تین رائیں تھیں، ایک رائے یہ تھی کہ حادثہ فیل سے سنہ وسال کو شروع کیا جائے، دوسری رائے یہ تھی کہ زمانہ رسالت سے (سنہ میلاد نبوی سے) تیسری رائے یہ تھی کہ ہجرت مدینہ کے عظیم الشان اور مہیم الاثر واقعہ سے سنہ ہجری کا آغاز کیا جائے۔ چونکہ ہجرت مدینہ کے نتیجہ خیز سفر نے اسلام کو سربلند کیا تھا اور فتح مکہ بھی اسی ہجرت کبریٰ کا مبارک نتیجہ تھا، اس لئے صحابہ آخری تجویز پر متفق ہوگئے، اور اس طرح ہجرت کے پہلے سال کو سنہ ہجری قرار دیکر سرکاری تحریروں کو اس سے مزین کیا جانے لگا۔ تیرہ سو ساٹھ سال سے تاریخ نویسی کا یہ سلسلہ جاری ہے، اور قرآن وسنت کے حامی مسلمان آج بھی اس سلسلہ پر عمل پیرا ہیں۔

ہماری ڈیماکریسی کا چوتھا دور —

دنیا ایک ایسی ڈیماکریسی (مثالی اور معیاری جمہوریت) کے نمود وظہور کی منتظر ہو جس میں مملکت کا ہر فرد سلطان وقت کو بے روک ٹوک خطاب کر سکے، نہ معلوم دنیا کا انتظار کب ٹوٹے اور کب یہ جعلی جمہوریت اپنی مکمل صورت اہل دنیا کو دکھائے، ہم آپ کے سامنے اپنے یادگار زمانہ کی ڈیماکریسی کا ایک نمونہ پیش کرتے ہیں۔

دور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ختم ہوچکا ہے۔ خلفاء راشدین کا دوسرا دور بھی اپنی بہار دکھاچکا ہے۔ بنی امیہ کے زبردست تاجدار بھی کچھ نہ کچھ رخصت ہوچکے ہیں، خاندان عباسیہ کے شان وشکوہ کا دور ہے اور ہمارا جمہوری

نظام چوتھے دور میں داخل ہو کر شہنشاہیت کا روپ بھر چکا ہے۔ ہارون رشید امیر المومنین کے نام سے سلطانی کر رہا ہے۔

حج کا موسم ہے، دنیا کی رحمتیں اور برکتیں، اللہ کے مقدس گھر کا طواف کر رہی ہیں، روئے زمین کے مسلمان آئے ہیں اور حرم کے پردوں کا دامن پکڑ کر دین و دنیا کی کامیابی حاصل کر رہے ہیں۔

امیر المومنین ہارون رشید اپنے موکب جاہ و جلال کے ساتھ تمکنت و وقار سے صفا و مروہ کے دامان کوہ میں سعی کر رہے ہیں آس پاس ہزاروں مسلمانوں کا انبوہ ہے۔ سر ہی سر نظر آرہے ہیں اور سفید احرام کا نور زمین پر چھایا ہوا ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر بن عبد العزیز کا پوتا، خاندان بنی امیہ کا چشم و چراغ عبد اللہ ہجوم سے نکل کر سامنے آتا ہے اور آواز دیتا ہے۔ امیر المومنین! امیر المومنین! ——— ہارون رشید متوجہ ہوتے ہیں۔ اور گفتگو شروع ہو جاتی ہے۔

"عبد اللہ"۔ امیر المومنین! نظر کو ذرا بلند کیجئے، گوشہ چشم سے بیت اللہ کے جاہ و جلال کو دیکھئے۔

"امیر المومنین"۔ میں بیت اللہ کا اور اطراف حرم کا منظر دیکھ رہا ہوں۔

"عبد اللہ"۔ اندازہ فرمایئے۔ آدمیوں کے اس طوفان میں کتنے انسان ہوں گے۔

"امیر المومنین"۔ اللہ کے سوا بیت اللہ کے حجاج کی تعداد کون شمار کر سکتا ہے۔

"عبد اللہ"۔ امیر المومنین! بس مجھے اسی جواب کی ضرورت تھی۔ یہ لاتعداد بندگان خدا ایک طرف اور آپ تنہا ایک طرف، ان میں سے قیامت کے دن ہر شخص اپنی ذات کا ذمہ دار ہوگا اور آپ ان سب کے ذمہ دار ہوں گے۔ اور ان کے حقوق و معاملات کے متعلق عرش عظیم کے پروردگار کے سامنے جواب دہی کرنی ہوگی۔ آپ کو ان کی تعداد معلوم نہیں، یاد رکھئے آپ کی ذمہ داریاں بھی لاتعداد ہیں، قیامت کا دن اور آپ، کیسے بات بنے گی"۔

ہارون رشید یہ سنکر ششدر ہوا، اس کے دل میں طوفان آیا، مگر دیکھا تو جسم کی رگ رگ کا خون جم چکا تھا جو خون باقی تھا وہ آنکھوں میں ابل آیا، ہارون اپنے پروردگار کے سامنے ایک طرف رو رہا تھا اور عوام دوسری طرف صبر و قرار

کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

یورپین تمدن کے ترقی یافتہ، پورے سیاسی دور میں اپنی ڈپلو میسی کا کوئی ایک نمونہ بھی پیش کیا جا سکتا ہے ۔۔۔ ؟

شہروں اور مملکتوں کے نام ۔۔۔

زبان کی حقیقت دو تولہ گوشت سے زیادہ نہیں، لیکن اس سے جو الفاظ نکلتے ہیں وہ کہیں زیادہ قیمتی ہوتے ہیں۔ اکثر شہروں اور ملکوں کا نام ہماری زبان پر آتا ہے ہم بے خبری کے ساتھ ان ناموں کو استعمال کرتے ہیں، درحقیقت یہ نام اپنی حقیقت کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ ہمیں اس کا احساس بھی نہیں ہوتا۔

صوبہ متحدہ، ریاستہائے متحدہ امریکہ، سلطنت متحدہ برطانیہ نئے زمانہ کے نام ہیں۔ یہ نام خود ظاہر کرتے ہیں کہ مختلف عناصر سے مل کر متحد ہوئے ہیں۔ صوبہ متحدہ آگرہ اودھ سے مل کر ایک ہوا ہے، امریکہ بہت سی آزاد ریاستوں سے مل کر بنا ہے، سلطنت متحدہ برطانیہ آزاد انگریزوں، نیم آزاد انگریز ریاستوں اور غلام نوآبادیوں کی مملکت ہے۔

اسلامی دور میں بھی اس قسم کے نام کثرت سے ملتے ہیں۔

قدس۔ فلسطین کا مقدس شہر اور مسلمانوں کا پہلا قبلہ ہے چونکہ انبیاء کا مسکن رہا ہے اس لئے قدس کے پاکیزہ نام سے موسوم ہے۔

مدینہ منورہ۔ پرانی شہر تھا اس لئے پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم یثرب میں تشریف لائے تو اس نے بڑے شہر کی حیثیت اختیار کر لی، مدینہ نام ہو گیا۔ یہاں سے نور اسلام روئے زمین پر پھیلا۔ اور رحمۃ للعالمین کے وجود اقدس سے روشن ہوا۔ اس لئے منورہ ہو گیا۔

دار السلام (مدینہ) **مدینۃ السلام** (بغداد)۔ یہ نام ثابت کرتے ہیں کہ یہاں اسلامی قانون یہاں جاری تھا۔

ڈھرو اور نخاس دونوں بلندی پر واقع ہیں۔ ان دونوں لفظوں کے معنی ہیں بلندی اور سربلندی کا محل ہے۔

تہامہ - تہامہ زمین کے نشیب یا پست علاقہ کا نام ہے۔ نشیبی زمین کو کہتے ہیں۔ تہامہ کی زمین نشیب میں واقع ہے۔

ہم شہروں کو نیا اور پرانا کہتے سنتے ہیں نئی دہلی، پرانی دلی وغیرہ کے الفاظ ہیں۔ یہ انگریزوں کی ایجاد نہیں ہیں۔ ان کو انگریزوں نے رواج دیا۔ درحقیقت یہ اسلامی دور کی نقل ہے۔ مسلمان حکمران جب کوئی شہر بناتے تو قدیم و جدید شہر کی تفریق ان الفاظ سے کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مسلمان حکمران نے جب شام اور ایران کے ملک فتح کئے تو وہاں پرانے شہر کے قریب یا ساتھ ہی آبادی کا نام مدینۃ الحمرا یا حمرا رکھا گیا۔ جو یہ متصل ہے یہ قصبہ۔ اور جدید شہر ہی کا مفہوم ہوتا ہے نئی دلی یا ماڈل ٹاؤن لاہور سے متصل ہوتا

اخلاق کے عناصر ترکیبی

ہند کے امام حجۃ الاسلام شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے انسان کے اخلاقی واجبات کے سلسلہ میں چند امور کی تشریح کی ہے جن سے اخلاق کے عناصر ترکیبی کی حقیقت کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے فرماتے ہیں۔

عفت یہ ہے کہ انسان نفس کے شہوانی تقاضوں کو قابو میں رکھے۔

رفاہیت۔ یہ ہے کہ انسان پیٹ کے مطالبوں کو تسلیم نہ کرے

جہاد۔ یہ ہے کہ انسان ترک عمل کے تقاضے کو منظور نہ کرے۔

صبر یہ ہے کہ انسان شدید وقت میں اضطراب اور بے قراری سے متاثر نہ ہو۔

عفو۔ یہ ہے کہ قدرت کے باوجود نفس انسانی پر انتقام کا جذبہ غالب نہ ہو۔

سخاوت یہ ہے کہ بخل کے مطالبے کے سامنے گردن نہ جھکائے

قناعت - یہ ہے کہ حرص کے حملوں سے بچ جائے۔

تقویٰ - یہ ہے کہ اسلام نے جو قانونی حدیں مقرر کر دی ہیں اور جو مقداریں شریعت کی رو سے متعین ہو گئی ہیں۔ ان کی مخالفت نہ کرے۔ علما تقویٰ کے رائے میں ان خصلتوں سے علاقہ رکھنے ہی کے معنیٰ ہیں: زہد۔ آزادی:

اسلام سب سے بڑی عزت ہے

اسلام فطری مذہب ہے، اسلام دین قیم ہے، اسلام صراط مستقیم ہے، اسلام ہدایت ہے، رہنمائی ہے، راہ و منزل ہے، نور ہے۔ اسلام خدا کے بعد سب سے بڑی طاقت، دنیا کے ماحول میں سب سے بڑی عزت ہے۔

آج کل مسلمان نفس و شیطان کے دھوکوں میں مبتلا ہو کر اسلام کی عظمت کو دل سے کھو دیتے ہیں۔ یہ بات غلط ہے، ایک انسان قلب صادق کے ساتھ اللہ پر جب ایمان لے آتا ہے تو دنیا کی تمام عزتیں اس کا حق ہو جاتی ہیں، قرآن کا اعلان ہے

أَنتُمُ الأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۔　　تم ہی سربلند ہو گے شرط صرف ایک ہے۔ اگر تم مومن ہو

کوئی شرط نہیں کسی مجلس کی رکنیت، کسی جلسہ و جلوس کی صدارت، کسی محکمہ کی افسری، کسی حکومت کی ٹھیکیداری۔ غرض کوئی شرط نہیں سوائے اس ایک شرط کے کہ مسلمان مومن ہو۔ ایک حکومت کا بن جانا آسان ہے۔ لیکن ایک انسان کا مومن ہونا مشکل ہے۔ جیسے ہی یہ مشکل حل ہو جاتی ہے۔ انسان عالی و معلی پایگاہ ہو جاتا ہے۔ انصار کے سردار حضرت سعد بن معاذ نے ایک مرتبہ دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شوریٰ کے رکن کی حیثیت سے جو تقریر کی تھی اس میں اسی نکتہ کو پیش کیا تھا۔

اكرمنا الله بالاسلام واعزنا　　اللہ نے اسلام کی قوت سے ہم کو [illegible] و مکرم

بخشی۔ بنایا۔ اور آپ کے ذریعہ سے ہماری عزت بلند کی۔

رمضان المبارک، قرآن عظیم کی سالگرہ اور معرکۂ حق و باطل کا مہینہ ہے۔ ہمارے افسردہ ایمانوں میں حیات تازہ پیدا ہونے کے یہی دن ہیں۔ آئیے ہم اس رب عرش عظیم کے پروردگار، اس کے عظیم و جلیل پیغمبر اور اس کے قرآن مقدس پر ایمان لائیں اور یہ فیصلہ کریں کہ ہمارا مرنا اور جینا، ہمارا عمل اور سرگرمی، ہمارے مقاصد اور مصالح سب خدا کے لئے ہوں گے۔ صرف ایک خدا کے لئے، جو عزتوں کا سرچشمہ، قوتوں کی اصل، طاقتوں کا مرجع اور سربلندیوں کا منبع ہے۔

رفیق حج

مؤلفہ مولوی احتشام الحسن صاحب کاندھلوی (مولوی فاضل)

اختصار کے باوجود حج و زیارت کے متعلق تمام ضروری اور اہم مسائل آپ کو اس میں ملیں گے۔ فاضل مؤلف چونکہ حج و زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو چکے ہیں اس لئے رفیق حج ان کے ذاتی تجربہ اور مشاہدات کا مجموعہ ہے۔ مقامات مقدسہ نیز ان کے فضائل و برکات کا تذکرہ کتاب کا اہم حصہ ہے۔ اور [illegible] قیمت سے یقیناً اس قابل ہے کہ ہر عازم حج کے مطالعہ میں رہے۔

حاضری حرمین شریفین کی سعادت جب کبھی مقدر ہو کم از کم ذکر حبیب یا حرم کو زندہ رکھنے کے لئے رفیق حج کا مطالعہ ایمان پرور ثابت ہوگا

ضخامت ۱۶۰ صفحات، قیمت دس آنے (۱۰/)

کتاب مقامات ذیل سے مل سکتی ہے:۔

(۱) صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ قرول باغ نئی دہلی۔ (۲) مرکزی دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ حجاز

دنیائے اسلام میں ماہ صیام کا مبارک جشن

حجاز، مصر، افغانستان کا رمضان

رمضانِ مبارک ستر کروڑ مسلمانوں کے لئے ایک عظیم الشان سالانہ جشن کی حیثیت رکھتا ہے، یہ پاک مہینہ نیکی و نکوکاری، روح کی پاکی و پاکیزگی، خدا پرستی و خدا ترسی، ضبط نفس، اصلاح حال کا مہینہ ہے، سال میں یہ تیس دن ایسے آتے ہیں جن میں مسلمان جسم و روح کی صحت کے لئے اپنے واجبات شرعی کو پوری طرح ادا کرتے ہیں۔

رمضانِ مبارک لاتعداد عظمتوں کا حامل اور سعادتوں کا سرچشمہ ہے۔ قرآن عظیم ایسی بے مثال کتاب اور لازوال مجموعہ ہدایت و قانون، اس ماہ میں نازل ہوا، بدر کی جنگ عظیم میں فتح عظیم اس ماہ میں حاصل ہوئی۔ روزہ۔ پاکیزگی نفس۔ وہ عمل جو اس مبارک ماہ کی برکتوں کا مبدا ہے، اور جس کے متعلق ارشاد ہے۔ (انہ ولی وانا اجزی بہ) روزہ خدا کے لئے، اور اس کی جزا، بذات خود۔ خداوند عالم ہی دینے والا ہے جس کو خدا مل جائے اس کی قسمت ــ؟ سبحان اللہ۔

قرآن انسانیت عامہ کے لئے سب سے بڑی رہنمائی ہے، رمضان کا سب سے بڑا فخر یہ ہے کہ اس میں قرآن نازل ہوا۔ اور (هُدًى لِّلنَّاسِ) رہنمائے انسانیت بن کر نازل ہوا، تنہا یہی ایک امتیاز ایسا ہے جس کے اعتراف سے بنی نوع انسان کی تیرہ سو سالہ تاریخ انکار نہیں کر سکتی۔

رمضان کی شرعی اہمیت اور معنوی عظمت، اور احکام صوم و صلوٰۃ کے متعلق ہر مسلمان اس زمانہ میں کافی واقفیت پیدا کر لیتا ہے، ہم "ندائے حرم" کی اشاعت رواں میں یہ چاہتے ہیں کہ ماہ رمضان کی نوعی

تقریبات اور مادی ومعنوی مصروفیتوں کے متعلق دنیائے اسلام کے بعض اہم ممالک کے متعلق معلومات پیش کریں۔ یہاں مکہ معظمہ کی مقدس تقریبات کا ذکر مقصود کی حیثیت رکھتا ہے، مصر و افغانستان کا ذکر ضمناً کیا گیا۔

مکہ معظمہ کا رمضان

مکہ معظمہ کو اسلام کے مرکز عام ہونے اور بیت اللہ کی موجودگی سے جو شرف حاصل ہے اس پر تمام امت کا اتفاق ہے۔ مکہ معظمہ کی نسبت سے مکہ معظمہ کے رمضان کی بھی عظمت وابستہ ہے۔ بیت اللہ پہلا ایوان ہے جو مکہ معظمہ میں انسانی عبادت کے لئے تعمیر کیا گیا ہے (انّ اوّل بیت وضع للناس) وہ پاک گھر جس کی تعمیر میں آسمان کے نورانی فرشتوں نے حصہ لیا، جس کی تعمیر وتجدید اللہ کے خلیل سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کی، جہاں سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام نے بزرگوار باپ کے سب سے بڑے ایثار کا جواب تاریخ کی سب سے بڑی قربانی سے دیا، جسے عربوں کے بے روح بت کدہ نے بتوں کی وحدت کا مرکز بنایا، اور جس کو پیغمبر آخر الزمان رسول اعظم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے امن وسلامتی کا پایہ تخت بنا کر دنیا کے خدا پرست انسانوں کے لئے پیش کیا، آج اس کے ماحول میں رمضان جس شان سے منایا جاتا ہوگا وہ کیا کچھ نہ ہوگا۔

حرم معظم کو فرمان ہے جب تک یہ امت حرم محترم کی پوری پوری عظمت کا حق ادا کرتی رہے گی، اس کے شامل حال بھلائی بھی رہے گی اور بڑائی بھی، اور جب تعظیم حرم کی سعادت کو ضائع کر دے گی، تو پھر امت تباہ ہو جائے گی۔

دوسرا فرمان ہے (وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا) جو اس میں داخل ہوا تمام مصائب سے محفوظ ہو گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوتے، تو اللہ تعالیٰ سے فرمایا کرتے تھے میں تیرے فرائض ادا کرنے آیا ہوں ——— اپنے فرائض کی تعمیل میں میری مدد فرما اور اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

جس شہر کی عظمت سردار دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان مبارک پر جاری ہو، کون ہے جو اس کا انکار کر سکے، اور کس کی ہمت ہے کہ اس کو تسلیم نہ کرے، پھر ایسے شہر اور ایسے مقدس مقام پر جو رمضان ادا کیا جائے اس کی لطافتوں سے روح کیا کیا لطف حاصل نہ کرے گی۔

حرم کے رمضان کی خیر و برکت ـــ

مکہ معظمہ میں حرم محترم کی وجہ سے رمضان مبارک کی عبادتوں کو وہ خصوصیت حاصل ہو جاتی ہے جو دوسرے جگہ کے رمضان کو نہیں حاصل ہوتی۔

اہل مکہ رمضان بھر عمرہ کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ طواف کعبہ اور سعی وہ سعادتیں ہیں جو کسی دوسری جگہ میسر نہیں آ سکتیں، وہ حجاج بہت ہی خوش قسمت ہیں جو کہ اللہ کے مقدس اور پُر شرف ماحول میں رمضان سے پہلے پہونچ جاتے ہیں۔ اور ماہ مبارک کی برکتوں سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ آپ اگر خوش قسمت ہیں، تو رات کے سناٹے میں صحن حرم میں بیٹھ کر کعبہ کا منظر دیکھئے۔ ایک عبادت گذار قوم کے خدا پرست افراد دل کے خلوص اور روح کی لگن کے ساتھ سب عبادتوں میں مصروف نظر آئیں گے

ہر شب صحن حرم محترم میں ہزارہا افراد بیت اللہ کے سامنے اس طرح تراویح میں مشغول نظر آئیں گے۔ جیسے کہ رب کعبہ اور ان کے درمیان، تمام حجاب اٹھ چکے ہیں۔

رویت ہلال ـــ

لوگ شوق و ذوق سے رویت ہلال کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ تمام حجاز کے شرعی محکموں کی طرف سے بھی خاص طور پر رویت کا اہتمام ہوتا ہے، تمام مملکت میں تاروں اور ٹیلیفون سے سلسلہ قائم رہتا ہے۔ رویت ہلال کی شہادت قاضی مکہ کے سامنے دی جاتی ہے، قاضی چاند دیکھنے والوں کے متعلق شرعی طور پر اپنا اطمینان

کر کے ثبوت رویت کی اطلاع قاضی القضاۃ کو کرتے ہیں جس کے حکم سے اس کا اعلان کیا جاتا ہے، اور مکہ کے قلعہ سے توپیں داغی جاتی ہیں، اور ماہ مبارک کے پیامات تہنیت کا تبادلہ ہوتا ہے۔

افطار اور سحری ---

عام طور پر مکہ والے مسجد حرم میں افطار کرتے ہیں، اور افطار میں کھجور، زمزم ہوتا ہے، کھجور و زمزم افطار کا لازمی جز ہے، افطار کے لئے بازار میں سموسے اور پھلکیاں وغیرہ ملتی ہیں جن کو خوانچے والے مسجد حرم کے دروازوں پر لا کر فروخت کرتے ہیں اور مسجد میں جانے والے اپنی ضرورت کے مطابق جو چیز پسند ہو خرید کر مسجد میں لیتے جاتے ہیں۔

مغرب کی اذان پر مکہ کے قلعہ سے توپ چلتی ہے، اس کی گونج اور آواز مکہ کے اطراف میں دور دور تک پہونچتی ہے، سحری کے ابتدائی وقت کے اعلان کے لئے ایک توپ اور انتہائی وقت سحری میں چند منٹ کی احتیاط کے ساتھ توپیں چلتی ہیں

ماہ رمضان کی راتیں ---

تمام ممالک اسلامیہ میں رمضان کی مبارک راتوں کے لئے خاص اجتماعات کے پروگرام ہیں، علماء کے یہاں علمی مجالس اور علمی مذاکرہ کا سلسلہ، صوفیا کے یہاں تصوف سے دلچسپی رکھنے والوں کا اجتماع، وزراء اور امراء کے یہاں ان کے ہم طبقہ اور ہم پایہ جمع ہوتے ہیں، اور اس طرح رمضان کی تمام راتیں ایک جشن و چراغاں کی طرح پر نور رہتی ہیں۔

مکہ میں تمام رات طواف کعبہ کرنے والوں کا ہجوم رہتا ہے، عبادت کرنے والے صحن حرم میں مشغول عبادت رہتے ہیں۔ کاروباری آدمی اپنے کاروبار میں مصروف۔

حجاز میں تمام سرکاری دفاتر، تمام محکمے رات کو کھلتے ہیں۔ ڈاک، پولیس، عدالتیں حکومت کا ہر شعبہ، اور ہر علمی ادارہ تمام رات مصروف عمل رہتا ہے۔ تمام دن لوگ آرام کرتے ہیں، عشا کی نماز کے بعد سے سرکاری دفاتر کا وقت شروع ہوتا ہے، اور سحری کی پہلی توپ پر دفاتر بند ہونے شروع ہو جاتے ہیں، اس طرح ماہ صیام میں دن رات اور رات دن ہو جاتا ہے۔ عالم تصور میں سوچئے کہ رمضان کی برکتوں اور خصوصیات کا کس طرح خیر مقدم کیا جاتا ہے، اور کس طرح ممالک اسلامیہ میں زندگی کا ہر پروگرام رمضان میں بدل جاتا ہے۔ مگر ہندوستان میں دینداری کے بلند آہنگ ادّعا کے باوجود ان مبارک ایام میں روزانہ کے طرز عمل اور دستور حیات میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوتی، جس کی خوبصورت توجیہہ کی جاسکتی ہے کہ ہندوستان کے مسلمان اسلامی حکومت کے برکات سے محروم ہیں۔

رمضان کی خاص چیزیں

یقیناً یہ لطیف تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ممالک عربیہ میں جہاں رمضان کی بہت سی خصوصیات ہیں، وہاں حجاز، مصر، شام، عراق وغیرہ ممالک اسلامیہ میں چند کھانے کی چیزیں ان ایام میں خاص اہتمام کے ساتھ بنائی جاتی ہیں، الو بکتی ہیں۔

بقلاوہ۔ یہ نہایت لذیذ مٹھائی ہے، باریک باریک ورقیوں کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ تہ بر تہ جما کر ان میں کٹے ہوئے خشک میوے بھرے جاتے ہیں، اور تل کر شیرے میں ڈالی جاتی ہیں، یہ لذیذ مٹھائی مختلف صورتوں سے کاٹ کر رکھی جاتی ہے، اس کی لذت اور نفاست کا تعلق کھانے اور دیکھنے سے ہے۔

کُنافہ۔ یہ سویوں کی ہم شکل ہے، اور جیسے گھی، شکر اور پنیر کی آمیزش سے سینی میں جما کر پکایا جاتا ہے۔ کئی کئی دن تک رہتا ہے اور سحری میں کھایا جاتا ہے۔

منفوش ۔ چاول کے آٹے سے خاص طریقے پر پاپڑ سے زیادہ باریک و نرم اور خستہ تیار کیا جاتا ہے ، رمضان میں بہت شوق سے کھاتے ہیں ، اور بچوں ہی کے لئے یہ چیز بنتی ہے ، افطار اور سحری کے درمیان ان کے بکنے اور کھانے کا وقت ہے ،

خوشاب ۔ (خوش آب) انگور یا منقی کے پانی کا نام ہے ، اسے ٹھنڈا کر کے افطار میں استعمال کیا جاتا ہے مفرح اور تسکین بخش چیز ہے ، خوشاب دوکانوں پر بھی تیار ہوتا ہے ، مگر گھروں میں مختلف صورتوں سے اسے بنایا جاتا ہے ۔ جو زیدہ لذیذ ہوتا ہے

ایّام عید ـــ

مکہ معظمہ میں قدیم الایام سے عید کے پانچ دن ہیں ، جن کو محلہ وار تقسیم کیا جاتا ہے ، عید سے قبل مکہ معظمہ کے رئیس بلدیہ (چیئرمین) محلہ وار ایام عید کی تقسیم کا اعلان کرتے ہیں ، یہ تقسیم اپنی قدامت کی وجہ سے اگرچہ بدلتی نہیں ، مگر چیئرمین اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اس قسم کا اعلان جاری کریں ۔ مکہ معظمہ میں عید کا پہلا دن سرکاری افسروں ، عہدہ داروں اور ملازمین ، رشتہ داروں اور اقرباء کے ملنے اور عید کے اجتماعات کے لئے مخصوص ہے بقیہ چار دن مکہ معظمہ کے ۱۲ حلقوں پر تقسیم ہیں ، دستور ہے کہ جس محلہ کی عید کا دن ہوتا ہے اس دن اس محلہ کا ہر شخص اپنے مکان پر موجود ملے گا ، تاکہ صبح سے شام تک عید ملنے والے احباب کا خیر مقدم کرے ، عید ملنے والے صرف چند منٹ بیٹھ کر چائے یا قہوہ (کافی) کی ایک پیالی پی کر عید کی مبارکباد کے رسمی اور مروجہ الفاظ کا تبادلہ کرتے ہیں ، چلتے ہوئے انگریزی قسم کی مٹھائی ، چاکولیٹ جو خوشنمائی کے ساتھ خوبصورت طشتریوں میں سجائے ہوتے ہیں ، عید ملنے والے کے سامنے جاتے ہوئے پیش کیا جاتا ہے ، جن میں سے ایک یا دو دانے مہمان شکریہ ادا کرتا ہوا لیکر روانہ ہو جاتا ہے ، انگریزی مٹھائی کی لعنت کا دستور اگرچہ کم ہوتا جارہا ہے ، مگر پھر بھی عوام اسے عید کے لئے لازمی سمجھتے ہیں ۔ ان ایّام میں سب سے زیادہ مصیبت اس شخص کی ہے جس کے احباب اور ملنے

والوں کا حلقہ وسیع ہو، عید ملنے کا یہ سلسلہ پانچ روز تک جاری رہتا ہے، اس کے بعد عورتوں کے عید ملنے کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، جو پورے شوال کے مہینہ تک رہتا ہے۔

قرب و جوار کے تمام شہروں میں عید کارڈوں کا بھی رواج روز بروز بڑھ رہا ہے، عید کے دن جس طرح ہندوستان میں سویوں کا رواج ہے، اس طرح مکہ معظمہ میں "دوپیازہ" ضرور پکایا جائے گا۔ "دوپیازہ" ایک معجون مرکب ہے، جس میں گوشت کے ساتھ خشک میوے اور خوبانی کا خشک رس ڈالا جاتا ہے، یہ رس شام سے آتا ہے، "دوپیازہ" کے ساتھ عید کے دن بھنڈی کا دستر خوان پر ہونا ضروریات میں سے ہے، دوپیازہ اور بھنڈی کا عید کے دن دستر خوان پر ہونا کیوں ضروریات میں سے ہے اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

افغانستان کا رمضان۔

افغانستان کا رمضان ایک پرشکوہ اور باضابطہ مذہبی جشن کی حیثیت سے شروع ہوتا ہے، غیور و شجاع اور آزاد مسلمانوں کا یہ ملک اپنے مذہبی سواطف کے لحاظ سے اسلامی دنیا میں اپنی مثال آپ ہے۔ بادشاہ اور صدر اعظم سے لیکر عام شہری مسلمان تک سب پر مذہبی رنگ غالب ہے، شہریار شہید اعلیٰحضرت محمد نادر خان بڑے پختہ عقیدہ کے مسلمان تھے، مذہبی عقائد سے بڑا شغف تھا، علماء و صلحاء سے بے حد تعلق رکھتے تھے، دنیا کے چند بڑے اور مشکلکشا جرنیلوں میں سے ایک تھے، لیکن مذہبی اعتبار سے طبیعت کے گداز کا یہ عالم تھا کہ قرآن کی ایک مؤثر آیت سنکر آب دیدہ ہوجاتے، ان کے مزار کے لئے قوم نے جو علمدہ پیش کیا ہے اس پر آیات قرآن نقش ہیں اعلیٰحضرت شہریار شاہ محمد ظاہر خان نوجوان ہیں۔ ان کے متعلق ہر افغان یہ یقین رکھتا ہے کہ پیرس میں عرصہ تک قیام کے باوجود بے داغ جوانی لیکر واپس ہوئے ہیں، اس وقت بھی ان کو عیش و سرخوشی سے کوئی واسطہ نہیں سلطنت کے کاموں سے فارغ ہوکر، مذہبی مراسم، والدہ معظمہ کی خدمت میں حاضری، مطالعہ، اور شام کو

جبیل کا شکار، یہ ہیں کل مصروفیتیں، ان کے گرامی قدر عم محترم سردار معظم محمد ہاشم خان، صدر اعظم حکومت شاہی افغانستان صاحب سجادہ و تسبیح انسان ہیں، سرکاری دفاتر کے اکثر آدمی مغربی طرز کا لباس استعمال کرتے ہیں، مگر پتلون کی جیب میں ایک تسبیح بھی رکھتے ہیں، یہ اثر ہے صدر اعظم کی تسبیح کا جو ہر وقت ان کے ہاتھ میں رہتی ہے۔

ملک کے باشندے اپنے بادشاہ کے دین پر ہوتے ہیں۔ افغانستان کے دستور اساسی کی پہلی دفعہ یہ ہے کہ اس حکومت کا مذہب اسلام اور مسلک حنفی ہے، بادشاہ اسلام کی اطاعت کا حلف اٹھا کر بادشاہ منتخب ہوتا ہے

افغانستان کے یہ وہ رجحانات ہیں جن پر رمضان کے جشن صوم و تقویٰ کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔ حکومت کے دفتروں سے لیکر گھروں اور ہوٹلوں تک رمضان کی حکومت ہوتی ہے۔

ہلال رمضان ـــــ

افغانستان میں ہلال رمضان کی رویت کا مسئلہ ماہرین شریعت کی دو قانونی کونسلیں طے کرتی ہیں جن کی نگرانی صدر اعظم بذات خود کرتے ہیں، رویت کی تصدیق و اعلان کے تین طریقے ہیں، ۱۔ عینی شہادت، ۲۔ صدارت عظمیٰ کا مرکزی ٹیلیفون، ۳۔ ریڈیو

رویت ہلال کے وقت حکومت کا تمام کارخانہ اس امر عظیم کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اعلیحضرت اپنے ذاتی محل میں دوربین لیکر اپنے خاندان کے ساتھ مطلع کو دیکھتے ہیں، صدر اعظم، قصر صدارت عظمیٰ میں بذات خود ہلال کا تجسس کرتے ہیں، سردار محمد ہاشم خان افغانستان میں ایک طاقتور مدبر کی حیثیت سے زبردست رعب داب کے مالک ہیں، آج ان کا تدبر افغانستان پر حکومت کر رہا ہے، ان کی ہدایت کے ماتحت صوبوں کے گورنر اپنے اپنے مقام پر رویت ہلال کی تقریب میں حصہ لیتے ہیں، جیسے ہی کہیں چاند نظر آتا ہے گورنر (جن کی آواز کو صدر اعظم پہچانتے ہیں۔) قصر صدارت کو ٹیلیفون کرتا ہے، یعنی شہادتوں کو جمع کرکے شرعی کونسل کے نمائندوں سے مشورہ کیا جاتا ہے اور اس طرح سرکاری طور پر رویت ہلال کا اعلان کیا جاتا ہے، رمضان کی

آمد پر توپیں داغی جاتی ہیں، سرکاری مقامات کو زیادہ منور کردیا جاتا ہے، تمام ملک میں تنظیم و ترتیب اور یکسانیت کے ساتھ رمضان شروع ہوتا ہے۔

کابل میں رمضان

رمضان کی پہلی شب خاص طور پر بارونق ہوتی ہے، مسجدیں، پبلک مقامات، دریائے کابل، اور شاہی روڈ کے ہوٹل، شبانہ چہل پہل کا مرکز بن جاتے ہیں، رمضان کے شروع ہوتے ہی تمام مسجدیں شاہی انتظام کے ماتحت آجاتی ہیں۔ فرش آراستہ کیا جاتا ہے، ہر مسجد میں دارالعلوم کابل کے تربیت یافتہ ائمہ اور حفاظ کا تقرر ہوتا ہے، پل خشتی، اور شاہ دو شمیرا کی جامع مسجدیں تراویح کے وقت امراء اور اعیان شہر سے بھر جاتی ہیں۔ ان کے دامن سے دریائے کابل کی روانی اور قرآن کی ترتیل کا منظر روح کو اپنی طرف متوجہ کرلیتا ہے۔

قصر شاہی میں ختم قرآن

اعلیحضرت محمد ظاہر شاہ دن میں اپنی لائبریری میں تلاوت قرآن کرتے ہیں، اور عشاء کے بعد قصر شاہی کی جامع مسجد میں تراویح میں شریک ہوتے ہیں۔ اعلیحضرت کے ساتھ صدر اعظم۔ وزیر جنگ۔ وزراء مملکت اور شاہی خاندان کے ارکان دس روز تک تراویح میں شریک ہوتے ہیں، بالعموم دسویں روز پہلا قرآن ختم ہوجاتا ہے، ختم کی شب میں نہایت سنجیدگی اور شرعی وقار کے ساتھ تقریب ادا کی جاتی ہے، صدہا علماء، مشائخ اعیان اور معززین مدعو ہوتے ہیں، اور فضیلت قرآن و رمضان کے ذکر پر مجلس تراویح ختم ہوجاتی ہے تمام مساجد میں ختم کی شان جداگانہ ہوتی ہے۔ مگر ہر جگہ سرکاری انتظام نظر آتا ہے۔

تیسرے سال کا واقعہ ہے کہ دس رمضان کو ارگ شاہی قلعہ سلطنتی میں ختم قرآن کا دن تھا اور یہی جشن نجات (بچہ سقہ کی پامالی اور فتح کابل) کا دن تھا، لیکن اعلیحضرت نے "جشن نجات" کی تمام تقریبات کو ملتوی

کردیا کھانے پینے کی پارٹیاں فرمان شاہی سے منسوخ ہوگئی، اور سفراء دول کو مطلع کیا گیا کہ شاہی رجسٹر میں مبارکباد تحریر کرکے جشن کے مراسم ادا کر جائیں۔ "جشن قرآن" کو "جشن نجات" پر یہ وہ قطعی تفوق ہے۔ جس سے افغانستان کے مذہبی رجحانات کا صحیح اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

افغان قوم ـــــ

عام افغان شہری بھی رمضان کے شرعی واجبات کو بخوبی ادا کرتے ہیں، افغانوں کا خیال ہے کہ رمضان، عمل، جدوجہد اور ہر قسم کے کام کا مہینہ ہے۔ رمضان میں جو کام ایک دن میں ہو سکتا ہے، وہ عام مہینوں میں چار دن میں بھی نہیں ہو سکتا۔ رمضان میں ہوٹل پردے گرا لیتے ہیں، صرف مسافروں کو کھانا مل سکتا ہے، کابل کے گھروں میں، افطار کی مجلسوں میں تروتازہ اور خشک پھل سجائے جاتے ہیں۔ ترکستان کا خربوزہ جو پھلوں میں بے مثال پھل ہے، خوبصورت پھولوں کی شکل میں کاٹ کر رکھا جاتا ہے، یہ خربوزہ، سیب، انگور اور سردے سے زیادہ خوشگوار، لذیذ اور لطیف ہوتا ہے، اگر پوٹ نہ کھلے تو سال بھر رہ سکتا ہے۔ سحری کا کھانا سادہ ہوتا ہے لیکن افطار میں چار پانچ قسم کی پلاؤ چلاؤ ہوتی ہے، روٹی کم چاول زیادہ کھائے جاتے ہیں، امراء و اعیان شہر بے تکلف بغیر کسی دعوت نامے کے ایک دوسرے کے مکان پر جماعت در جماعت پہونچ جاتے ہیں، اور اسلامی اخلاق کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ ہر گھر میں ایرانی طرز کے ایسے سجے ہوئے مکانات ہیں، جن کا طرز آرائش عام ہندوستانی گھروں سے بلند ہوتا ہے۔ افطار کی بے تکلف پارٹیاں ہر جگہ نظر آتی ہیں۔

عید ـــــ

عید اگر رسمی ہوتی ہے تو سرکاری افواج کے فولاد پوش دستے عیدگاہ تک پھیلے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بعد عید قصر سلامخانہ میں تبریک و تہنیت کے لئے نمائندگان شہر حاضر ہوتے ہیں۔

مصر کا رمضان

مصر میں ماہ صیام کا استقبال ایک جشن مسرت کی طرح کیا جاتا ہے۔ رمضان کے ساتھ جہاں عام پبلک اپنے دلی تعلق کا ثبوت مختلف صورتوں سے دیتی ہے، وہاں سرکاری طور پر حکومت مصر اسلامی روایات کے مطابق اپنی توجہ اور دلچسپی کا عملی طور سے ثبوت دیتی ہے، اس کا اندازہ سب سے پہلے رویت ہلال کے انتظام سے ہو سکتا ہے۔ رمضان کا چاند دیکھنے کا اہتمام ایک کمیٹی کے سپرد ہوتا ہے، جس میں وزارت اوقاف کا نمائندہ، شیخ ازہر کا نمائندہ، اور محکمہ شرعیہ کا نمائندہ، یہ تینوں قاہرہ کے بلند ترین مقام سے چاند دیکھتے ہیں۔ دوربین آلات سے چاند دیکھنے کا بندوبست کیا جاتا ہے، چاند دیکھنے والی یہ جماعت وزیر اوقاف، اور شیخ جامعہ ازہر اور صدر محکمۂ شرعیہ کے سامنے اپنا بیان دیتی ہے، ثبوت رویت کے بعد ایک محضر نامہ تیار ہوتا ہے جس میں رویت کے متعلق تمام تفصیلات اور ثبوت رویت درج کی جاتی ہے، اس محضر نامہ پر وزیر اوقاف، شیخ جامعہ ازہر، صدر محکمہ شرعیہ اپنے دستخط کرتے ہیں، اس محضر نامہ کی تیاری کے بعد رویت کا اعلان کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے ٹیلیفون سے قصر شاہی کو ثبوت رویت کی اطلاع دی جاتی ہے، قاہرہ کے قلعہ سے توپیں داغی جاتی ہیں، ایک عام رونق اور چہل پہل شروع ہو جاتی ہے۔

ماہ صیام میں قرآن کا اہتمام

مصر میں قدیم الایام سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ ہر بڑے آدمی کے ہاں رمضان کے زمانہ میں ایک خوش الحان قاری مقرر کیا جاتا ہے، جس کا کام تراویح پڑھانا اور تراویح کے بعد گھنٹہ دو گھنٹے تک اور بعض دین دار گھروں میں سحری کے وقت تک خوش الحانی کے ساتھ قرآن کی تلاوت ہوتی ہے۔ اس قاری کے لئے ایک ممتاز جگہ بنائی جاتی ہے۔ گھر والوں کے علاوہ احباب اور پڑوسی۔ ہر کس و ناکس محفل قرآن میں شرکت

کے لئے آتے جاتے رہتے ہیں، بعض مالدار گھرانوں میں خاندانی طور پر مشہور قرأ مقرر ہیں۔ جن کو رمضان میں قرأت کا ہدیہ پانچ سو روپیہ تک دیا جاتا ہے۔ اس صورت سے مصری قرأ کی کافی سرپرستی ہوتی ہے، قرأ کا خاندانی طور پر مقررہ معاوضہ حسب حیثیت ہوتا ہے۔ اُمرا اور بڑے جاگیرداروں اور رؤسا کے یہاں سے قرأ کو علاوہ سالانہ معاوضہ کے رمضان میں کافی انعام واکرام دیا جاتا ہے، مصر باوجود اپنی مغرب پرستی کے اب تک پرانی روایات پر قائم ہے، اور مصر کے اعلیٰ طبقہ کا قرآن سے یہ شغف اور تعلق اگرچہ ایک رسمی چیز رہ گئی ہے۔ مگر پھر بھی ہمارے ہندوستان کے مسلمان والیان ملک، جاگیرداروں اور رؤسا کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔

مصر میں رمضان کے زمانہ میں احباب کی دعوتوں کا سلسلہ وسیع ہوتا ہے۔ شاہی خصوصیات میں یہ چیز چلی آتی ہے کہ رمضان کے مبارک ایام میں شاہ مصر ملک کی مختلف جماعتوں کو خاص ایام میں اپنے یہاں شاہی ضیافت پر مدعو کرتے ہیں، ایک دن علمائے شریعت، اور مشائخ طریقت کے لئے خاص ہے، ایک دن وزراء سلطنت کے لئے، ایک دن اعیان مملکت کے لئے، ایک دن ممبران پارلیمنٹ کے لئے، اسی طرح ہر طبقہ اور جماعت کے مشاہیر و ممتاز افراد کو جماعتی حیثیت سے قصر شاہی میں دعوت افطار کی عزت دی جاتی ہے، شاہی دسترخوان پر جہاں ہر قسم کی نعمتیں ہوتی ہیں وہاں افطار کے لئے زمزم اور کھجور کی نمایاں طور پر موجودگی افطار کی خصوصیت ہے۔

مجالس وعظ

سرکاری طور پر مساجد میں وعظ کا انتظام ہوتا ہے۔ خاص طور پر قاہرہ (مصر کا دارالسلطنت) میں متعدد مساجد اور بڑی جوامع میں مشاہیر علماء درس وعظ دیتے ہیں۔ شیخ جامعہ ازہر بھی ماہ رمضان میں

کم از کم تین بار کسی بڑی مسجد میں اپنے قیمتی وعظ اور اسلامی ہدایات سے عوام و خواص کو مستفید کرتے ہیں۔
جامع الفتح، مسجد سرائے عابدین، جامع محمد علی کے مہتم بالشان وعظوں میں شاہ فاروق اوّل بذات خود شرکت فرماتے ہیں۔

رواداری کی ایک زندہ مثال

جس طرح ہندوستان میں ہندو اور مسلمان دو قومیں ہیں، اسی طرح مصر میں مسلمان اور قبطی دو مختلف العقیدہ جماعتیں ہیں، مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ رمضان کے مبارک ایام میں قبطی اپنے مسلمان بھائیوں کا اس قدر لحاظ کرتے ہیں کہ دفاتر اور محکموں میں بھی مسلمانوں کے سامنے چائے، سگریٹ، قہوہ، وغیرہ استعمال نہیں کرتے، خاص طور پر اکثر دیکھا گیا ہے کہ قبطی رمضان میں پابندی کے ساتھ روزہ رکھتے ہیں، اور ان کا یقین ہے کہ روزہ ان کے لئے ایک صحت بخش اور مفید طبی تدبیر ہے۔ قبطی مشاہیر میں توفیق دوس پاشا، اور بشری حنا بک دعوت افطار پر اپنے مسلمان دوستوں کو مدعو کرتے ہیں۔ افطار سے پہلے ریڈیو پر قرآن کریم سنتے ہیں۔ اور افطار کے وقت بہ آواز بلند دعا پڑھ کر مسلمان مہمانوں کے ساتھ افطار میں شریک ہوتے ہیں۔ قبطی اعیان و امراء کے یہاں عام طور پر چار پارٹیاں بند ہو جاتی ہیں اور افطار پارٹی ان کی جگہ لے لیتی ہے۔

مصری مشاہیر کے یہاں رمضان

مصری مشاہیر کے یہاں رمضان خاص اہتمام سے منایا جاتا ہے، مصر میں ظاہری مغرب نوازی کے باوجود دلوں اور زبانوں پر اسلام کی حکومت قائم ہے۔ مصر میں جو شخص جس قدر زیادہ بلند مرتبہ ہے، اسی قدر رمضان کے متعلق زیادہ اہتمام کرتا ہے۔

یہاں چند مشاہیر کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

شیخ ازہر ــــ

شیخ محمد مصطفیٰ مراغی، شیخ ازہر، شیخ فتح اللہ سلیمان رئیس محکمہ علیہ شرعیہ، شیخ بلاوی، شیخ ماضی ابو العزائم اور خاندان بکری کے مکانات رمضان کے جشن کا مرکز ہیں۔ شیخ الازہر رمضان کے دن میں ذکر و فکر اور عبادت میں مصروف رہتے ہیں، آپ کا غیر معمولی اور ضروری کام کرتے ہیں، ورنہ تمام کام دن کے حصہ میں بند رہتے ہیں، افطار کے بعد تراویح تک شیخ اکبر آرام کرتے ہیں، آرام کے بعد نشاط کامل کے ساتھ اُٹھتے ہیں، وضو کر کے عشاء کے فرض اور تراویح ادا کرتے ہیں، تراویح کے بعد بڑے بڑے علماء اور ازہر کے اکابر، دینی درسگاہوں کے اساتذہ کو باریابی ہوتی ہے، ازہر کے کام سے فارغ ہو کر اکابر و اعیان سے ملاقاتیں ہوتی ہیں، روزمرہ کے آنے والوں میں احمد حسنین پاشا، سید صادق مجددی وزیر افغانستان، استاذ عبد الرحمٰن عزام کا نام قابل ذکر ہے۔

نحاس پاشا ــــ

مصر کے بڑے لوگوں میں دو شخص اسلام اور ایمان کے اعتبار سے مشہور ہیں

(۱) صاحب الدولہ محمد مصطفیٰ نحاس پاشا۔ (۲) پرنس عمر طوسون پاشا۔

نحاس پاشا سعد زغلول پاشا کے جانشین ہیں، ان کا آزاد تدبر ملک سے خراج تحسین حاصل کر چکا ہے۔ وہ اُن لوگوں میں سے ہیں جو اپنی فطرت کے اعتبار سے مذہبی ہیں، وہ مذہب کے مقابلہ میں کسی طاقت کو طاقت نہیں مانتے، ان کے متعلق عام رائے یہ ہے کہ وہ اپنی طبیعت سے پرہیزگار اور متقی ہیں، رمضان میں ان کی نکوکاری کا جوہر زیادہ چمکنے لگتا ہے۔ رمضان میں دن بھر گھر میں اور وزارت عظمیٰ کے دفتر میں، کام سے فارغ ہو کر نماز و قرآن میں مشغول ہو جاتے ہیں، افطار سے پہلے قرآن پاک کی تلاوت ان کی پرانی عادت ہے۔

نحاس پاشا اپنے گھر میں دعوت افطار پر روزانہ اپنے احباب کو مدعو کیا کرتے ہیں، کبھی وفد پارٹی کے ارکان کی ایک جماعت آتی ہے اور کبھی دوسری، کبھی مجلس امرا، اور مجلس شوریٰ کے ارکان شامل ہوتے ہیں کبھی وزرا، اور کبھی وفد پارٹی کے نوجوان۔

محمد محمود پاشا —

محمد محمود پاشا مرحوم معدہ کے مریض تھے، مگر رمضان کے روزہ رکھنے میں جری تھے، بیماری میں بھی روزہ قضا نہ کرتے تھے۔ یہ عجیب بات تھی کہ سال کے گیارہ مہینہ جو شخص معدہ کا مریض رہتا تھا وہ رمضان میں کبھی معدہ کی خرابی کی شکایت نہ کرتا تھا۔

مرحوم رمضان کی راتوں میں کبھی چار بجے سے پہلے نہ سوتے تھے۔ اگر کسی کے یہاں دعوت افطار میں شریک ہوتے تو افطار سے قبل جاکر واپس آجاتے تھے۔ کیونکہ ان کے گھر پر ہر روز دعوت افطار رہتی تھی۔

آل عبدالرزاق —

خاندان عبدالرزاق کا گھر ایک ایوان ہے، جہاں ذی علم اور اصحاب فکر وادب ہر زمانہ میں جمع رہتے ہیں اور علمی ماحول پیدا کرنے میں حصہ لیتے ہیں، رمضان کے مبارک مہینہ میں یہاں ایک خوش آئند تبدیلی نظر آتی ہے اس امیرانہ قصر کا ایک مرصع اور مزین ہال رمضان کے لئے خاص کر دیا جاتا ہے۔ جہاں ایک مبارک اجتماع کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک قاری نہایت ہی خوش الحانی سے تلاوت قرآن کرتا ہے، اور حاضرین انتہائی خشوع کے ساتھ اس طرح سننے میں محو ہو جاتے ہیں کہ سوائے قرآن کے اور کوئی بات ان کے کانوں میں نہیں پہونچتی۔

حفنی پاشا —

حفنی طرزی پاشا قدیم وضع کے پابند مذہب، مصری ہیں، ان کا خیال ہے کہ رمضان صدقات،

خیرات اور لوگوں کے ساتھ احسان کرنے کا زمانہ ہے۔ وہ اپنے آبا و اجداد کے طرز پر فیاضی کی شان دکھاتے ہیں۔ مغرب سے قبل صد ہا محتاجوں کی جیبیں بھر دیتے ہیں، ان کے دروازہ پر محتاجوں کا ہجوم رہتا ہے۔ اور وہ فراخ حوصلگی کے ساتھ جود و عطا میں مشغول رہتے ہیں۔ جب موذن اللہ اکبر کی ندا دیتا ہے۔ تو ان کے دسترخوان پر دوستوں، عزیزوں، خاندان والوں کا ایک مجمع کثیر نظر آتا ہے۔ افطار کے بعد مغرب اور عشا کی نماز جماعت سے پڑھی جاتی ہے، درمیانی وقفہ میں ملنے والوں کی جماعتیں رمضان کی تبریک و تہنیت کے لئے حاضر ہوتی ہیں، اور خاندان کے قاری سے قرآن حکیم کی تلاوت کا کیف حاصل کرتی ہیں۔

ہر سال حنفی پاشا رمضان کی مناسبت سے اپنے دوستوں کو تحفے اور ہدایا بھیجا کرتے ہیں، کسی کو قیمتی تسبیح، کسی کو قرآن کی ایک جلد، کسی کو جانماز، اس طرح وہ رمضان میں اپنے ہر عزیز دوست کو کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور دیتے ہیں

اسمٰعیل صدقی پاشا مرحوم۔۔

مصر کے سابق وزیر اعظم صدقی پاشا مرحوم کے یہاں رمضان کا خاص اہتمام ہوتا تھا، ان کی شاندار کوٹھی سیاسی اور علمی سوسائٹی کی بجائے صدقات و خیرات کی انجمن نظر آتی تھی۔ سب سے بڑے ہال میں ایک بلند مرتبہ قاری ذوق و شوق کے ساتھ تلاوت قرآن میں مشغول ہے۔ صدقی پاشا کے صاحبزادے اپنے مکان میں ایک خاص پروگرام کے مطابق رمضان میں کئی محفلیں منعقد کرتے ہیں جس میں بیدار دل نوجوانوں کو اہتمام کے ساتھ شرکت کی دعوت دی جاتی ہے۔ انتہا یہ ہے کہ رمضان کا بجٹ مستقل ہوتا ہے جس میں اس مبارک ماہ کی ضروریات کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔

علی ماہر پاشا۔۔۔

مصر کے دوسرے سابق وزیر اعظم علی ماہر پاشا رمضان میں اپنی علمی اور طبعی فطرت سے خوب کام لیتے ہیں۔

ان کے بنگلہ پر لوگوں کا ہجوم زیادہ نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ چند منتخب علماء اور مشائخ جن کی تعداد چار یا پانچ ہوتی ہے، ایک علمی مجلس کی صورت میں جمع ہوتے ہیں، علی ماہر کسی خاص علمی بحث کو شروع کر دیتے ہیں اور سب اس میں حصہ لیتے ہیں۔

علی ماہر پاشا ڈاکٹروں کے تجربات اور علاج سے زیادہ تعلق نہیں رکھتے، ان کا مقولہ ہے کہ روزہ علاج سے بہتر ہے اور بہتر علاج ہے۔

ایک ضروری گذارش

اس نصف صدی کے اندر جن رجالِ علم اور مشہور قُرّاء نے ہندوستان میں قرأت و علم تجوید القرآن کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ ان کے فیض عام سے مسلمانانِ ہند کو عظیم الشان علمی فائدہ پہنچا ہے۔ ان میں مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے ایک فرزند قدیم مولانا قاری عبدالخالق صاحب امام و خطیب جامع مسجد سہارنپور ہیں، جن کی مخلصانہ کوشش سے تیس سال سے زیادہ عرصہ ہوا کہ سہارنپور میں ایک مدرسہ تجوید القرآن کو حیات نو نصیب ہوئی، خاموشی کے ساتھ کام ہوتا رہا۔ عمارت تیار ہوئی، ملک کے اطراف سے شائقین قرآن و تجوید آکر فیضیاب ہوتے رہے۔

ضرورت ہے کہ اہل خیر حضرات اس طرف اپنی گرامی توجہ مبذول فرما کر قرآن و تجوید کے اس مرکز تعلیم کی امداد فرمائیں

اس مبارک مہینہ میں خدمت قرآن سے بہتر اور کیا نیکی ہو سکتی ہے، جن نیک بندوں کو توفیق عطا ہو وہ پتہ ذیل پر اپنی رقوم امداد بھیج کر اس پر خلوص اور نیک جدوجہد میں شرکت کا اجر عظیم حاصل کریں۔

پتہ

مولانا قاری عبدالخالق صاحب (خطیب جامع مسجد سہارنپور)

مہتمم مدرسہ تجوید القرآن، سہارنپور۔

ایثار ؟

ہماری حیاتِ ملی پر ایک نظر

ہماری اس حالت میں جو سو دو سال ایثار کا نعرہ بلند کرتا رہا ایثار کیا ہے؟ ایثار کہاں ہے ___ ؟ ایثار کے نعرے اور دعوے کا مفہوم اور مقصد و منشا کیا کچھ ہے ۔ ؟ اس دنیا میں کون ہے جو ان سوالوں کا جواب دے ۔ کون ہے جو ایک بار تو بھی حقیقت سے مطلع کرے ۔ بادشاہوں کے خزانے ، مالداروں کے دفینے ، روپیہ والوں کی تجوریاں ، تاجروں کے صندوقچے ، رئیسوں کی جیبیں ، سرمایہ و ثروت کی کائنات یہ ایک سراب ہے جو آنکھوں میں چمک پیدا کر دیتی ہے ، ایک ریت کا ذرہ جو دل میں چمک رہا ہے ، سپید اور سنہرے پانی کی نہر ہے جو جسم کی رگوں میں دائیں سمت سے بائیں سمت ، بائیں سمت سے دائیں سمت ہماری و ساری ہے ۔ مگر اس سنہری دنیا والوں سے کون پوچھے ، کون بتائے کہ ایثار کہاں ہے ؟

اسلامی انجمنیں ، ادارے ، جماعتیں ، مدرسے ، دارالعلوم ، جامعات ، یونیورسٹیاں اور کالج ، اور ہزاروں تعمیری ملی مقاصد والی بیس روز کے بھوکے بچوں کی طرح دم توڑ رہے ہیں ، شکستہ پا ہیں ، چل نہیں سکتے ، قوتِ حیات سے محروم ہیں ، ترقی نہیں کر سکتے ، ذرائع سے مایوس ہیں ، اُمنگ کے ساتھ کام نہیں کر سکتے ان سچے حاجتمندوں کی امداد سے امتِ وسطیٰ کا مستقبل کہاں سے کہاں پہونچ سکتا ہے ، شادی بیاہ کی رسموں دوستوں کی نمائشی دعوتوں ، اور نفس کی خواہشوں کے مارے ہوئے انسان ، جنھوں نے شیطان سے یہ سبق حاصل کر رکھا ہے کہ "مسلمان غریب ہیں کہاں کہاں خرچ کریں" بربادی کی ہر راہ میں دولت لٹاتے ہیں

اور تعمیر کی ہر کوشش سے جان چراتے ہیں، کیسے ممکن ہے کہ ایثار کی حقیقت اور حقیقی قوت سے آگاہ ہوں۔ اس آوارہ مزاج دنیا کے انار کی دور میں کس کی جرأت ہے کہ وہ گردن اٹھا کر ایثار کا دعویٰ کرے اور عمل سے یہ ثابت کرے کہ اس نفس کو نظر انداز کرکے دوسرے افراد اور کارفرما اداروں کے لئے ایثار کیا جا سکتا ہے۔

یہ وہ موتی ہے جو بادشاہوں کے تاج اور امیروں کے گلے کے ہار میں نہیں ملے گا۔ آئیے۔ ایک نظر آج سے تیرہ سو برس پہلے کے کمبل پوش پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار پر ڈالئے۔ کیونکہ جس دولت کی تلاش ہے اُس کو اسی خزانہ میں جا کر دیکھئے جہاں وہ موجود ہے۔

پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دربار ہے، عراق و عجم، شام و فلسطین کو فتح کرنے والے سادہ طبع، غیور و شیر دل اصحاب جمع ہیں۔ آدھی دنیا کو آدھی صدی میں فتح کرکے چھوڑنے والے کمانڈروں اور سپاہیوں کے بزرگ آباواجداد موجود ہیں، اتفاقاً ایک مہمان آتا ہے، حاضر حضور ہوتا ہے، قوت سے خالی، قُوت سے محروم، بھوکا پیاسا مسافر، زبان سے پہلا جملہ یہ نکلتا ہے "میں فاقہ سے ہوں" پیغمبر خدا خود حالات دیکھ رہے ہیں فیصلہ ہوتا ہے کہ "اس کو ہمارے گھر لے جاؤ۔ کچھ موجود ہو تو سب سے پہلے اس کو کھانا کھلاؤ" اپنے عام حالات کے باوجود مہمان کو اپنے گھر بھیجنا یہ پہلا ایثار تھا جس کی قدروقیمت کا اندازہ وہ غریب کر سکتا ہے جو صبح و شام کے خرچ سے تنگ دست ہو اور مہمان کی بھوک کو پورا کرنے کا حوصلہ کرے

مہمان پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پہنچے۔ اصحاب حکم کی تعمیل میں مصروف ہیں، ازواج مطہرات (اُمت کی مائیں) اپنے اپنے گھر کا جائزہ لے چکی ہیں، جائزہ سے پہلے گھر کے حال کو جانتی ہیں، ہر گھر سے جواب ملتا ہے۔ ہر جواب کا ایک ہی مضمون ہے۔

"اُس بلند و برتر وجود کی قسم جس نے آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، گھر بھر میں کھانے کی کوئی چیز نہیں، موجود اگر ہے تو صرف پانی! بھوک کا سہارا!"

اللہ! اللہ! گھر کے بعد اب اپنے فقرا مدربار کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ جو موجود ہیں، ان سے خطاب

فرماتے ہیں

کون ہے جس کے حال پر اللہ رحم کرے اور وہ اس کو کھانا کھلائے۔

ایک انصاری فداکار ابوطلحہ کے دل پر یہ الفاظ بیٹھ گئے۔ برجستہ عرض کیا یا رسول اللہ میں!

اب ابوطلحہ ذوق و شوق کی دنیا لئے ہوئے گھر پہونچے۔ مہمان ساتھ اور ارادے معلوم۔ آتے ہی بیوی سے دریافت کیا۔ گھر میں کھانے کے لئے کچھ موجود ہے۔؟ بیوی نے کہا۔ موجود ہے، بس اتنا کہ میرا بچہ رات کو سونے کے لئے کچھ کھا کر سو جائے۔" میاں کا دل گردہ دیکھئے بیوی کو اپنا مشورہ یا فیصلہ سناتے ہیں۔

"بچہ کو بہلا دینا، کچھ دیر بعد سو جائے گا۔ ماحضر میرے اور مہمان کے سامنے رکھ دینا، جب کھانا شروع ہو جائے اور مہمان سمجھ لے کہ ہم دونوں کھا رہے ہیں۔ تو تدبیر سے چراغ بجھا دیں گے۔ مہمان کھاتا رہے گا۔ میں خالی منہ چلاتا رہوں گا۔ مہمان کھانا کھائے گا۔ ہمارا پیٹ بھر جائے گا اور اطمینان ہوگا۔ آقا کے حکم کی تعمیل اور فاقہ کش مسلمان کی خدمت"۔

مشورہ منظور ہو گیا، عمل میں بھی آگیا۔ مہمان نے کھانا کھایا۔ اور چلا گیا، صبح ہوئی ابوطلحہ حاضر خدمت ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر و محبت کے ساتھ فرمایا۔

"رات تم دونوں (میاں بیوی) نے جو تدبیر مہمان کے لئے کی وہ اللہ تعالیٰ کو بہت ہی خوش آیند معلوم ہوئی"۔

واقعہ جس قدر موثر تھا۔ انسانی کارناموں کی مقدس کتاب میں اسی قدر اس کو اہمیت حاصل ہوئی۔ قرآن کریم نے اپنی الہامی تاریخ میں پاکیزہ حروف میں اس کو درج کیا تاکہ رہتی دنیا تک ایک یادگار باقی رہے۔

وَيُؤْثِرُونَ عَلٰى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ   یہ ہیں وہ بلند حوصلہ انسان جو اپنے نفس پر ایثار

بھم خصاصۃ ۔ کرتے ہیں خواہ ان پر کتنی ہی تنگی ہو۔[1]

اِس عصر کے مہمان ـــــ

ہمارے نازک زمانہ میں مہمان داریوں اور دعوتوں کا خاطر خواہ سلسلہ جاری ہے۔ نفس و شیطان نے عیش و عشرت اور تفریح کے لئے اپنی ذہنی سائنس سے جو باتیں ایجاد کی ہیں ان میں آج کل کی مہمانی اور میزبانی بھی ہے۔ اب نہ وہ افراد ہیں جو مہمان بن کر صرف بھوک کو دور کریں۔ اور نہ وہ میزبان جو تہیدست ہونے کے باوجود دوسروں کی بھوک دور کرنے کے لئے دل میں تڑپ رکھتے ہوں۔ ہر چیز کی طرح مہمانی اور میزبانی کا معیار بھی بدل گیا ہے

آج اسلام ایک حاجتمند ـ بھوکا مہمان ہے۔ ہر مسلمان کے دروازہ پر دستک دے رہا ہے۔ پیغمبر اسلام نہیں ہیں کہ ان کے گھر پر جائے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر جان دینے کا دعوٰی کرکے دستگیری و امداد نہ کرنے والے مسلمان موجود ہیں۔ کتنے اسلامی ادارے تعلیم گاہیں۔ دارالعلوم ہیں جو ایسے انسانوں کے متلاشی ہیں جو ان کی بھوک کو دور کریں۔ انہیں اپنے گھر نہ لیجائیں۔ ان کے پاس آئیں اور ان کے بھوک سے کھلے ہوئے منہ میں چند لقمے ڈال کر چلے جائیں۔

مسلمان اگر جاننا چاہتے ہیں تو ان کو بتایا جا سکتا، اگر سمجھنا چاہتے ہیں تو سمجھایا جا سکتا ہے کہ اس دنیا کی ہر ترقی علم، تعلیم، مدرسوں اور یونیورسٹیوں کے بغیر ناممکن ہے۔ دنیا کی کوئی قوم علم کے بغیر ترقی نہیں کر سکتی۔

دنیا کا عروج۔ تجارت کا نشوونما۔ اقتدار کی بالیدگی، حکومت کی سطوت، سلطنت کی شوکت،

---

[1] بروایت بخاری و مسلم عن ابی ہریرۃ ۔

کے لئے علم کی ضرورت ہے۔ دنیا کی ساری تاریخ درحقیقت علم ہی کی تاریخ ہے، بابل کا تمدن اور حکومت۔ یونانیوں کی فتوحات، رومیوں کی سیاست آرائی۔ فینقیوں کی تجارت اور موجودہ زمانہ کی منہ چھوٹ ترقیوں میں علم ہی کی فتح کے آثار نمایاں ہیں۔

مسلمانوں نے دنیا کے بڑے حصہ پر حکومت کی مگر کب؟ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی فضیلت ارشاد فرمائی۔ جب قرآن نے علم کے بند دروازے لوگوں پر کھول دیا، احادیث نبوی نے ہر زبان کو کسی بڑی یونیورسٹی کی بڑی لائبریری کی طرح اپنے ذخیرہ سے مالامال کر دیا۔ جب قانون فقہ کے علماء اور سیاست حکومت کے ائمہ امام اعظم ابوحنیفہؒ۔ امام شافعیؒ۔ امام احمد بن حنبلؒ۔ امام مالکؒ۔ امام راغب اصفہانی۔ امام ابوالحسن اہوازی۔ امام ابوالحسن ماوردی۔ امام رازی، امام غزالی، ابن قتیبہ، بستی، ابن مسکویہ، ابن خلدون۔ ابن رشد۔ بوعلی سینا نے دل و دماغ کی علمی امانتوں کو ایشیا، افریقہ اور یورپ کی درسگاہوں کے لئے پیش کر دیا۔

آج بھی ترقی کی وہی راہ ہے جو کل تھی، آج بھی کامیابی کا وہی قانون ہے جو کل تھا، آج بھی زندگی کے تحفظ کا وہی اصول اور ضابطہ ہے جو آج سے پہلے تھا۔ کیا مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ وہ علم کی راہ میں ایثار کئے بغیر وہ چیز حاصل کر لیں جو دنیا کی قوموں نے جان و مال دونوں خرچ کر کے حاصل کی۔ دنیا بدل سکتی ہے مگر یاد رکھئے قدرت کا قانون نہیں بدل سکتا۔ یورپ کی ترقی کی ہوس کرنے والے مسلمان غور کریں۔ کہ یورپ کے لوگوں نے کس طرح درسگاہیں جاری کیں۔ کس طرح نئی درسگاہیں کھولیں کس طرح قدیم درسگاہوں کو مٹنے سے بچایا۔ کس قدر کوششوں سے سارے یورپ میں یونیورسٹیوں کا جال پھیلایا نہ صرف یہ بلکہ ایشیائی ممالک تک ان کے کالجوں، یونیورسٹیوں اور تبلیغی انجمنوں کے پھندے ہمارے ملکوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ کس قدر روپیہ صرف کرنے کے بعد حجاز، یمن، عراق۔ ایران۔ ہندوستان۔ افغانستان۔ بخارا۔ وغیرہ ممالک اسلامیہ سے، اسلامی کتابوں کے ذخیروں کو جمع کر کے اپنی یونیورسٹیوں میں پہنچایا اور کتنا روپیہ، آدمی، اور محنت لگا کر ان کا انتظام کر رہے ہیں۔ اور ہر سال کتنے طالب علم ان درسگاہوں سے نکل رہے ہیں۔

یہ درست ہے کہ یورپ کے لوگ سمندروں کے سینہ پر تیرتے ہوئے ہمارے ملک تک پہونچے۔ انہوں نے

یورپ سے چل کر ایشیا و افریقہ کے پہاڑوں کے جگر کو کھود کر سونا، تانبا، فولاد نکالا۔ زمین کے دل کو چاک کر کے تیل کے چشمے برآمد کئے، ہوا کے بازوؤں پر قبضہ کر کے اپنی سکیموں کو آگے بڑھایا، مشینوں کو ایجاد کر کے ان سے انسانوں سے زیادہ کام لیا، یہ سب کچھ ہوا اور ہو رہا ہے، مگر اس وقت جب علم کی حکومت نے اپنی فوجوں کے دستے قائم کر کے ان سے کام لینا شروع کر دیا۔

اس کے برعکس مسلمانوں کا جو حال ہے معلوم ہے، عربی کی درسگاہیں اللہ رسول کا کلمہ بلند کرنے کے لئے اور اسلامی یونیورسٹیاں پیٹ کی عمارت کے لئے روپیہ کی منتظر ہیں، مگر فضول خرچ مسلمان بے ہوش ہیں۔ ہاتھ اٹھے تو کیسے اٹھے۔ اخبار نا کام پڑھنے والے نہیں، لائبریریاں ویران، کتابوں کا مطالعہ کرنے والے نہیں، علمی رسالے بے رونق کہ احسان کئے بغیر کوئی نظر اٹھا کر دیکھنے والا نہیں، تجارتی کتبخانے پریشان، کتاب طبع ہو کر نکلتی نہیں، دنیائے اسلام کے قلب مکہ معظمہ سے لیکر ایک طرف طنجہ تک دوسری طرف جیحون، سیحون تک کتنے دار العلوم ہیں جن کے لئے فوری توجہ ہو تو مسلمان بچوں کے سینوں میں علم و عرفان کا دریا موج زن ہونے لگے۔

حال جو کچھ ہے معلوم، مسلمانوں کی تقدیر خود مسلمانوں کے ہاتھ ہے۔ یہ مدرسے، یہ دار العلوم، یہ ادارے، آج یا کل کے مہمان ہیں، ان کی بھوک میزبان کے گھر تک پہونچ چکی ہے، دیکھنا یہ ہے کہ کتنے ایسے ہیں جو عہد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایک واقعہ کا نئی شان سے اعادہ کریں۔ اور کتنے ایسے ہیں جو آج کی ثروت مندی میں مبتلا ہو کر کل سے بے نیاز ہو جائیں۔

عربی زبان

عربی زبان کی تاریخی قدامت تحقیق کی روشنی میں

(۳)

از مولانا حامد الانصاری صاحب غازی

(مدیر شعبۂ نشر و تحریر، صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، دہلی)

آرامی (عربی) زبان کی قدامت کے متعلق سریانی علما بڑھ چڑھ کر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت آدم کی زبان بھی آرامی تھی، مدرسہ سریانی رد میہ کے پروفیسر قس جبرئیل نے اس کو مبالغہ سے تعبیر کیا ہے، لیکن قرآن عظیم سے ایک حد تک اس کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت آدم اور ان کی اولاد نے ظہور عالم سے پہلے جس معاہدۂ ربانی کو قبول کیا تھا اس کے الفاظ یہ تھے

الستُ بِرَبِّکم۔ قَالُوْا بَلٰی۔　　خداوند عظیم نے دریافت کیا۔ میں تمہارا پروردگار ہوں۔ اولاد آدم نے نعرہ لگایا (بلیٰ) ہاں۔

عربی زبان اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ تاریخی تحقیق تاریخی زمانوں کا لحاظ کر کے کیا کہتی ہے، اس خاص نقطۂ نگاہ سے تمام مسلم مورخ اس پر متفق ہیں کہ حضرت اسمٰعیل (علیہ السلام) عربی زبان کو اولین معیار پر بولتے تھے۔ جو اصحاب اس تحقیق پر

شک کرتے ہیں۔ ان کے لئے تردد کی وجہ عرب قبائل کی تقسیم سے ہوئی جو مدتوں باقی رہی، عرب مؤرخوں نے عربوں کے تین بڑے قبیلوں اور ان کی زبانوں کا ذکر کیا ہے۔

اُمَمِ بائدۂ۔ عاد، ثمود، جرہم، کیان، طسم، وجدیس، عاد۔ ارم ان میں سب سے بڑا قبیلہ تھا۔ اپنے علاقہ میں قوت و حکومت کا مالک تھا، اس نے عرب، بابل، مصر میں شاندار سلطنتیں قائم کیں۔ آج نہ یہ قومیں باقی ہیں اور نہ ان کی سلطنتیں۔

اُمَمِ عَارِبَہ۔ خالص اور غیر مخلوط عرب، جن کو یہودیوں کی تقلید میں عمالیق بھی کہا گیا۔

اُمَمِ مُستَعرِبَہ۔ بنو اسمٰعیل، جو باہر سے آکر عرب میں آباد ہوئے اور جنہوں نے ملی جلی عربیت کی داغ بیل ڈالی۔

حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ بالا تینوں عرب قبیلے عربی زبان بولتے تھے۔ جن میں مختلف مظاہر میں پہونچ کر ماحول کے لحاظ سے فرق پیدا ہو گیا تھا۔ حضرت اسمٰعیلؑ عبرانی نہیں عربی ہی بولتے تھے، لیکن وہ جرہم کی عربی سے مختلف تھی۔ اس لئے جب وہ وادی غیر ذی ذرع میں پہونچے اور جرہم سے ان کے تعلقات قائم ہوئے، تو انہوں نے بنو قحطان کے لب و لہجہ اور لغات کو بھی سیکھ لیا۔

معجم البلدان (ج ۳ ص ۱۳۸ - ۱۳۹) میں یاقوت حموی نے ایک طرف تو یہ لکھا ہے کہ اسمٰعیل بن ابراہیم عربی زبان میں کلام کیا کرتے تھے۔ اور دوسری طرف ہشام کا یہ قول نقل کیا ہے کہ نسل نوح میں یقطان بن عامر (قحطان) نے پہلی مرتبہ عربی زبان میں کلام کیا، اور اس یادگار میں اپنے بیٹے کا نام یَعرُب بن قحطان رکھا۔ ان دونوں بیانوں میں مطابقت کے لئے ماننا پڑے گا کہ بنی اسمٰعیل اور بنی قحطان دونوں کے اجداد نے عربی زبان اختیار کی۔ ان میں اگر کوئی فرق تھا تو صرف لہجہ کا جو ماحول کا قدرتی نتیجہ تھا۔

مصر کے لائق و فاضل جریدہ نگار استاذ محب الدین الخطیب نے بھی اس نظریہ علمی کی تائید کی ہے۔ وہ (سلطان اللغۃ العربیہ) عربی زبان کے اقتدار پر عالمانہ تاریخی بحث کرتے ہوئے یہ لکھتے ہیں۔

"عربی زبان (سامی زبان) کی شاخ ہے۔ یہ زبان دوسری سامی زبانوں سے علٰحدہ کوئی شے نہیں ہے، بلکہ عراق میں کلدانی اور آتوری، اور شام و حبشہ میں سریانی، فینیقی، عبرانی اقوام جو زبانیں بولتی تھیں، یہ سب زبانیں اور عربی زبان ایک ہی خاندان سے ہیں، یہ زبانیں اپنے ابتدائی زمانوں میں اس درجہ ہم آہنگ، ہمشکل اور آپس میں مشابہ تھیں جیسے اصل کے اعتبار سے ایک زبان ہوتی ہے۔"

ہم پہلے لکھ چکے ہیں سامی نسلوں کی پہلی زبان (آرامی) تھی، جس کا نام قومی اعتبار سے (سامی) رکھا جا سکتا ہے اور ملکی اعتبار سے عربی، بعد میں تمام سامی زبانیں اس سے پیدا ہوئیں اور مدتوں ان میں وہ خصوصیات باقی رہیں جو ایک زبان سے پیدا ہونے والی متعدد زبانوں میں ہوتی ہے۔

استاذ محب الدین الخطیب اس دعوے کی تاریخی دلیل کے ضمن میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے سفر کو پیش کرتے ہیں، حضرت ابراہیم (علیہ السلام) ایک زمانہ تک بابل (عراق) میں حق و باطل کی معرکہ آرائیوں میں حصہ لیتے ہیں۔ اس کے بعد شام پہونچتے ہیں، مصر کے حدود میں داخل ہوتے ہیں، حجاز میں حضرت اسمٰعیل کی زندگی کا سہارا کرتے ہیں، ہر علاقہ میں جاتے ہیں اور ہر جگہ کی زبان سمجھتے ہیں، اپنی بات کہتے ہیں اور دوسروں کی گفتگو سمجھ لیتے ہیں، اگر عراق، شام، مصر اور حجاز کی زبان ایک نہ ہوتی تو ان کے لئے ان علاقوں کے سفر میں تبادلۂ خیال کی سہولت کا حاصل ہونا دشوار ہو جاتا۔

آج کل عربی زبان مختلف لہجوں میں بولی جاتی ہے، حجاز، یمن اور نجد کے طرز کلام میں کچھ نہ کچھ فرق پایا جاتا ہے۔ مغرب، اقصی، مراکش، مصر، شرق اردن، شام، فلسطین، اور عراق کے لب ولہجہ اور بعض لغات میں کچھ فرق نظر آتا ہے۔ اس فرق کی بنا پر یہ کہنا اصلاً صحیح نہ ہوگا کہ ان ملکوں کی زبانیں علٰحدہ علٰحدہ ہیں۔

اس میں ذرا بھی شبہہ نہیں کہ سامی النسل قوموں کی زبان ایک تھی، اس زبان کے لہجے مختلف تھے۔

عربی ان میں سب سے زیادہ دلکش، فصیح و بلیغ اور ترقی یافتہ بدیع طرز ادا اور لغات کی مالک تھی"

اس تفصیل کے ماتحت اب آسانی کے ساتھ یہ امر ذہن نشین ہو جاتا ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بھی عرب کی زبان عربی بولتے تھے، اور آپ کے بعد قحطان و یعرب کے زمانہ میں بھی یہ زبان باقی رہی، حضرت اسمٰعیل کو اپنے والد بزرگوار سے یہ زبان میراث کے طور پر حاصل ہوئی تھی، اور قحطان و یعرب کو سلسلہ بسلسلہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے پہونچی۔ ظہور سے پہلے بھی لہجہ کا فرق موجود تھا لیکن اس اختلاف لہجہ کی وجہ سے عراق سے شام تک اور شام سے حجاز تک آنے جانے والے تجارتی قافلوں کو تبادلہ خیال گفتگو اور لین دین میں کبھی کوئی مشکل پیش نہیں آئی، وجہ ظاہر ہے، جو زبان اپنے دور اول میں ایک تھی، اپنے آخری دور میں بھی ایک رہی۔[۱]

یاقوت کا بیان ہے کہ ایک عربی زبان میں چھ زبانیں داخل تھیں، اور ان میں بولنے والا عرب کھلاتا تھا ظاہر ہے کہ یہ زبانیں طرز تکلم کا نتیجہ تھیں، اور اصل میں اسی طرح ایک تھیں جس طرح ایک درخت کی متعدد شاخیں۔

مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ۔

عرب کے تین طبقے جو تین مستقل خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے الگ الگ زبانیں بولتے تھے، جو اپنی اصلیت کی رو سے ایک ماں سے پیدا ہوئے تھے، لیکن چونکہ مختلف خاندانوں میں ان کی پرورش اور نشوونما ہوئی تھی اس لئے ان میں باہم خاص امتیازات پیدا ہو گئے تھے۔

اس تفصیل سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت اسمٰعیل عربی زبان بولنے اور اختیار کرنے میں اپنی عرب اولاد کے رہنما ہیں، ابن الاثیر بھی یہی تصریح کرتے ہیں کہ حضرت اسمٰعیل اہل عرب کے لئے پیغمبر تھے،[۲] ظاہر ہے پیغمبر نے جو پیغام عرب کے سامنے پیش کیا ہوگا۔ وہ عربی زبان ہی میں ہوگا۔

اس منزل پر ہمیں یہ ظاہر کرنا چاہیے کہ عربوں کے طبقہ اول (عرب بائدہ) کے بعد عربی زبان دو حصوں میں

---

[۱] الحدیقہ۔ محب الدین الخطیب ج۲ ص ۹۰ ۔ [۲] تاریخ الکامل ابن اثیر ج۱ ص

تقسیم ہو گئی۔

(۱) جنوبی زبان۔ بنو قحطان کی زبان۔

(۲) شمالی زبان۔ بنو اسمٰعیل کی زبان۔

جنوبی عرب یمن میں عربی نے کئی صورتیں اختیار کیں۔ قوم سبا کی زبان سبائی تھی تو اصحاب الاخدود کی حِمیَری، اصحاب الفیل کی حبشی عربی تو عاد ارم کی حضرموتی، اس کے علاوہ مہری زبان بھی تھی۔ مملکت سبا کی بربادی کے ساتھ مملکت کی زبان سبائی بھی ختم ہو گئی۔ حبش نے ایک زبردست تغیر قبول کر لیا۔ اور بقیہ زبانیں قرآن کی زبان کے ظہور تک زندہ رہیں۔ اور بعض کچھ تبدیلی کے ساتھ اپنے آثار پر قائم ہیں۔

شمالی زبانیں۔ شمالی عربی نے بھی جنوبی کی طرح کئی صورتیں اختیار کیں

تدمری۔ (اطراف شام) کی زبان کا نام ہے۔ یہ زبان قرآن کی زبان سے بہت مختلف اور عبرانی کے قریب ہے۔ نبطی اور حجازی دونوں طبقہ اولیٰ کی آرامی (عربی) زبان کے مماثل ہیں۔ شمالی زبان کی تینوں شاخوں کا وطن حیرہ (عراق)۔ تدمر۔ شام۔ اور حجاز کا علاقہ ہے۔ جو یمن کی شمالی حد سے شروع ہوتا ہے۔

مکہ معظمہ میں مدرسہ صولتیہ کا دار المطالعہ

صحافت ایک زبردست طاقت ہے اور قوم و ملک کی ہر ممکن خدمت کا ایک زود اثر اور سہل طریقہ ہے۔ موجودہ دور میں جبکہ اخبار بینی روز مرہ زندگی کا ایک ضروری مشغلہ ہے تو قوم کا ہر طبقہ بلا کسی دشواری کے کیوں نہ اس سے مکمل طور پر فائدہ حاصل کرے۔ ان اصحاب صحافت سے جو درحقیقت سب کے لئے سرمایۂ علم و ادب مہیا کر رہے ہیں، ہماری درخواست ہے کہ وہ سدرد فتر کے ذریعہ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے دار المطالعہ کو اپنے اخبارات ورسائل بھیج کر ہندوستان سے کئی ہزار میل دور رہنے والے ہندوستانی بھائیوں کو اپنے ملک کی اہم خبروں اور حالات سے باخبر ہونے کا موقع دیکر اپنی قومی ہمدردی کا ثبوت دیں۔

(مدیر ندائے حرم)

عہد نبوی میں پانچواں کالم

(۶)

(گذشتہ سے پیوستہ)

جنگ سے پہلے ان کا کیا رُخ ہوتا ہے، اور یہ بھی کہ جنگ کے بعد کیا پہلو اختیار کرتے ہیں، ان میں سے جو لوگ میدان جنگ میں سپاہی بن کر جاتے ہیں وہ کیا کیا حرکتیں کرتے ہیں، اور جو دار السلطنت میں بیٹھ رہتے ہیں ان کی شرارتیں کس طرح اپنا جال بچھاتی ہیں۔ جب وہ عام جلسوں میں آتے ہیں۔ تو کیا کہتے ہیں، اور جب اپنی خفیہ اور سازشی مجلسوں میں خلوت کرتے ہیں تو کیسی کیسی باتیں بناتے ہیں۔

یہ زمانہ گذر گیا، تو اب وہ زمانہ آیا جب مسلمانوں کو حق حاصل ہوا کہ وہ اس گروہ سے اسی قسم کا معاملہ کریں جس کا یہ مستحق ہے۔ خداوند قادر و برتر کا حکم نازل ہوا۔

ان لوگوں کو فوج میں قبول نہ کیا جائے، ان کے مرنے والوں کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے، اور ان کے لئے دعا خیر نہ کی جائے۔ حکم ہوا۔

فَإِن رَّجَعَكَ اللهُ إِلَىٰ طَائِفَةٍ منهم فَاسْتَأْذَنُوكَ لِلْخُرُوجِ فقل لَّن تَخْرُجُوا معي ابدًا۔ ولَن تُقَاتِلُوا معي عدوًّا۔ إِنَّكُمْ رَضِيتُم بالقعود أَوَّلَ مَرَّةٍ

اس کے بعد اگر اللہ تجھکو ان میں سے کسی جماعت سے پھر واسطہ ڈالے، اور وہ تیرے ساتھ میدان میں نکلنے کی اجازت طلب کریں تو انکار کر دینا۔ کہنا تم میرے ساتھ ہرگز نہیں نکل سکتے اور نہ تم میرے ساتھ میرے دشمنوں سے لڑ سکتے ہو۔ تم نے پہلے مرحلہ پر

فاقعدوا مع الخالفین۔ ولا	بیٹھ رہنے کو پسند کیا۔ اب بھی پیچھے رہنے والوں
تصل علیٰ احد منهم مات	کے ساتھ بیٹھے رہو۔ آپ ان میں سے کسی مرنے
ابدًا۔ ولا تقم علیٰ قبرہ۔ انهم	والے پر نماز نہ پڑھیں۔ نہ ان کی قبر پر کھڑے
کفروا باللہ ورسولہ وماتوا	ہوں۔ وہ اللہ رسول کے کافر و منکر ہیں۔
وھم فاسقون۔ (اعراف)	اور نافرمان ہو کر مرے ہیں۔

منافقوں کی سازشوں کا جال صرف دارالسلطنت اور فوج ہی میں نہیں تھا۔ بلکہ مختلف عرب قبائل میں بچھا ہوا تھا۔ ان اعراب منافقوں کی سختی اور تشدد کے متعلق قرآن حکیم ناطق ہے

اشد کفرا و نفاقا واجدر الا	کفر و نفاق کے اعتبار سے سخت ہیں وہ اسی لائق
یعلموا حدود ما انزل اللہ علیٰ	ہیں کہ ان ضوابط کو نہ سیکھیں جو اللہ نے اپنے رسول
رسولہ۔	پر نازل کئے ہیں۔

ان لوگوں میں ایک ریاکار اور دھوکہ باز طبقہ بھی تھا، یہ طبقہ اللہ کی راہ میں خیرات کرتا۔ گویا خدا کے نیک بندوں کی جماعت، عرفان حق کے مقامات خیرات کر رہی ہے، لیکن قرآن حکیم نے بتایا کہ اس جماعت کے ارکان خلوص قلب سے روپیہ خرچ نہیں کرتے۔

مجلس سیاسی ضرار

اسی سلسلہ میں ایک خطرناک اور عظیم چال چلی گئی، بنو غنم نے ایک مسجد قائم کی، اور اس کو سازشوں کے لئے مرکز قرار دیا۔ بنی عامر بن عوف نے خلوص و ایثار کے ساتھ مسجد قبا بنائی۔ اول دن ہی سے اس مسجد کی بنیادیں نہایت نیک جذبہ کار فرما تھا۔ قبیلہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اس کی افتتاحی تقریب کے دن شرف حضور عطا کیا جائے، اور اس میں نماز ادا فرمائیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح تشریف لانا

ان کے ہم قبیلہ بنو غنم بن عوف پر گراں گذرا۔ اس کے لوگوں نے بھی دربار نبوت میں آدمی بھیجا، اور مسجد کی تعمیر کا ارادہ ظاہر کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفر کے لئے تیار ہوں، اگر خدا نے چاہا تو تبوک سے واپس ہو کر اس مسجد میں نماز ادا کروں گا۔

خداوند علیم و خبیر کو علم تھا کہ یہ مسجد ایک پریشان کن تحریک کا مرکز بننے والی یہ مسجد، مسجد نہ تھی، بلکہ سازشی گروہ کی پارلیمنٹ کا ایوان تھا، مقصد یہ تھا کہ اس کا افتتاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے ہو۔ تاکہ در پردہ کام کرنے کے لئے شک و شبہہ کی جگہ نہ بن سکے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی سازش کو روشن کر دیا، دلوں کا راز قرآن حکیم کی زبان پر آگیا

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ	یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے مسجد ضرر پہنچانے اور کفر پر
کُفْرًا وَّ تَفْرِیْقًا بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَاِرْصَادًا	بنائی اور پھوٹ ڈالنے کے لئے تعمیر کی ہے مسلمانوں
لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ	کے درمیان، یا اس شخص کی پناہ کے لئے جو پہلے ہی سے اللہ
وَلَیَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰی	اور رسول سے جنگ آزما ہے، وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصد
وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۔	بھلائی ہے، خدا گواہ ہے وہ جھوٹے ہیں، تو اس میں
لَا تَقُمْ فِیْهِ اَبَدًا لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ	نماز نہ پڑھ اس مسجد کے مقابلہ میں جو اول دن سے تقویٰ پر
عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ	بنائی گئی ہے
اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ۔	

جب یہ راز کھل گیا کہ مسجد قبا کے مقابلہ میں مسجد ضرار ایک سیاسی انجمن کا اڈہ ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس سازشی تعمیر کو عام سازشوں سے پہلے منہدم کر دیا جائے۔

غزوۂ تبوک کا نتیجہ

غزوۂ تبوک سیاست امن اور سیاست جنگ کے درمیان ایک حد فاصل تھا، عرصہ تک زمانہ امن کا قانون

برقرار رہا، منافقوں کے لئے موقع تھا کہ وہ اپنی سرکشی سے، سرگوشیوں اور سازشوں سے باز رہتے، اور توبہ کرتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا، حالات بدلے اور ان کے بدلتے ہی پانچویں کالم کے منافقوں کے خلاف جنگی قانون کی کھلی دفعات کا اعلان کر دیا گیا۔

اس تمام تفصیل سے معلوم ہوا کہ عہد نبوی میں یہود اور منافق پانچویں کالم کے رہنما تھے، ان کا کام یہ تھا کہ مسلمانوں کے دلوں میں فتح و فوز کے متعلق شک پیدا ہو۔ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر دل عزیزی کو نقصان پہونچایا جائے، مسلمانوں کی عزیمت کو مجروح کیا جائے، کھلے ہوئے وعدے، معاہدے، میثاق کئے جائیں۔ اور جب مسلمانوں کے لئے سخت وقت آئے تو ان معاہدوں کو توڑ کر مخالف صفوں کو قوت بہم پہونچائی جائے،

خدا کی امداد، مسلمانوں کی ایمان داری، صداقت اور وفاداری، پیغمبر اعظم کی پیغمبرانہ عزیمت نے ان تمام سازشوں کو ناکام کر دیا، مردان ایمان و جہاد، جہادوں میں کامیاب ہوئے، اور فتح و فوز کے متعلق خدا کا سچا وعدہ پورا ہو کر رہا۔

(اہل کتاب) یہود مدینہ اور ان کی سازشیں

اگرچہ ہجرت مدینہ کے بعد اسلام کا عروج شروع ہوتا ہے، لیکن یہاں بھی دشمن موجود ہیں، شدید مقاومت زبردست جنگ، عظیم سازشیں بروئے کار نظر آتی ہیں۔ منافق ایک طرف ہیں جو دو عملی کے اصول پر اسلام کے اجتماعی نظم کو برباد کرنے کے لئے پانچویں کالم کی جگہ کام کر رہے ہیں دوسری طرف اہل کتاب یہود ہیں، جو منافقوں کے حلیف بن کر اسلام کے خلاف اپنے حلقہ اثر میں کارندا قوت کی طرح زور صرف کر رہے ہیں۔

یہود عرصہ سے یثرب میں آباد ہیں، تاریخی قیاسات سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک ریوڑ وادی سینا سے حجاز کی طرف بھی آنکلا، اس نے عربوں کی مقاومت کے باوجود یثرب کو اپنا مرکز بنایا، مذہبی معتقدات ان کے ساتھ تھے، توریت کی روایات ان کی سب سے بڑی متاع تھی جس کو انہوں نے عام کر دیا، یہودی نظر

کے موثر رجحان میں سرمایہ داری ہمیشہ سے ایک اہم شے ہے، اس لئے انہوں نے یثرب میں بھی ساہوکاری شروع کی، اپنے روپیہ کو پھیلایا اور تجارتی حدبندیاں قائم کرکے عرب آبادی کو اپنے قبضہ میں لے لیا، ظہور اسلام کے وقت یہود یثرب کے علاقہ میں چھائے ہوئے تھے، عرب ان سے صاف معاملہ کرنا چاہتے تھے، مگر وہ اپنی فطرت سے مجبور تھے، اور مالی استبداد میں مصروف ۔

پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہونچکر سب سے پہلے یہود کے معاملہ پر توجہ فرمائی، یہود اہل کتاب تھے، انتہا پسند مشرک نہ تھے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ عمل ان سے علاقہ رکھنا مناسب تصور فرمایا آپ نے سب سے پہلے یہود سے معاہدہ کیا، جس کی دفعات یہ تھیں ۔

(۱) یہود بدستور یثرب میں قیام کریں گے اور مسلمانوں کے حلیف رہیں گے ۔

(۲) وہ اپنے مذہبی رسوم میں آزاد ہوں گے، اور اپنے مال کے مالک خود ہوں گے ۔

(۳) یہود کے حلیف مسلمانوں کے حلیف سمجھے جائیں گے

(۴) یہود، مسلمانوں کی اجتماعی ہیئت کے ساتھ مربوط سمجھے جائیں گے ۔ مسلمان اور یہود کسی دوسری طاقت سے جنگ کے وقت متحدہ محاذ پر کام کریں گے ۔ اگر کوئی طاقت یثرب پر حملہ کرے گی تو یہ حملہ دونوں کے خلاف سمجھا جائے گا ۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاہدہ کے علاوہ یہود کے ساتھ عام معاملات میں بھی مناسب طرز عمل اختیار کیا ۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ امن اور جنگ کے زمانہ میں دونوں جماعتیں، باہمی تعاون، امن وسلامتی اور آرام واطمینان کے ساتھ زندگی بسر کریں ۔

معاہدہ کے بعد ہر معاہدہ کی پابندی جانبین کا فرض ہے ۔ دو آزاد طاقتوں میں آزادی اور مساوات کی بنیاد پر جو معاہدہ ہوتا ہے، اس کی بنیاد باہمی رضامندی ہوتی ہے لیکن یہود کے طرز عمل نے اس نظریہ کو غلط ثابت کردیا ۔ وہ اپنی روایتی بدعہدی اور تاریخی جعلسازی سے باز نہ آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلوص کے

ساتھ معاہدہ کی ہر دفعہ کی پابندی فرماتے رہے۔ مگر یہود نے ظاہر کیا کہ ان کا معاہدہ کرنا دل کی رضا سے نہیں، بلکہ مصلحتوں کے جبر سے تھا، جب ان کو فرصت اور موقع ملتا وہ اپنی سازشی فطرت کو آگے کر دیتے، گویا معاہدہ کا توڑنا فرض تھا، جس کی ادائیگی کے لئے مناسب وقت کی ضرورت تھی۔ جب وقت آتا، معاہدہ کا دامن چاک کر دیا جاتا۔

اسلام ایک نازک دور سے گذر رہا تھا۔ ایسے وقت میں دفاعی سرگرمیوں میں دو باتوں پر خاص توجہ تھی۔

(۱) دشمن کے حملوں کا ہر راز مسلمانوں کے علم میں آتا رہے۔

(۲) اور مسلمانوں کی سرگرمیوں کا کوئی راز دشمنوں کو معلوم نہ ہو سکے۔

معاہدہ کی رو سے یہود سے بجا طور پر یہ توقع تھی کہ رازداری سے کام لیں گے، لیکن انہوں نے سب سے پہلے جو خطرناک کام اپنے ذمہ لیا وہ یہ تھا کہ دشمنوں کے راز کی حفاظت، اور مسلمانوں کے راز کی تشہیر۔

جنگ بدر کے بعد جنگ بدر میں مسلمانوں نے اپنے دشمنوں کو شکست دیکر شدید مقاومت کیلئے تیار کر دیا تھا، قریش کے جرنیل ابوسفیان نے آتش انتقام کے شعلوں میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھائی تھی کہ وہ بدر کی ناکامی کا جواب دینے سے پہلے خوشبو کا استعمال نہیں کرے گا۔ اب ابوسفیان قریش کی فوجوں کو تربیت دیکر مدینہ پر حملہ کے خیال سے مکہ سے باہر آتا ہے، لشکر منزلیں طے کرنے کے بعد جب مدینہ کے قریب پہونچتا ہے۔ تو یہود کے زیر اثر علاقہ میں قیام کرتا ہے، یہود اس کو مسلمانوں کے حالات اور رازوں کی اطلاع دیتے ہیں۔

ابوسفیان مطمئن ہو کر مدینہ کے قریب پہونچتا ہے، علاقوں کو برباد کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے، عریض کے باغات کو کاٹتا ہے، اور انصار کے دو جوانوں کو قتل کر دیتا ہے، سردار دو عالم کو اس کا علم ہوتا ہے، اور امدادی دستہ روانہ کیا جاتا ہے،

ابوسفیان میدان چھوڑ کر بھاگ نکلتا ہے۔ مگر تیز رفتار دستہ آگے بڑھ کر سویق کے مقام پر راستہ روک لیتا ہے۔

جنگ شروع ہوتی ہے، اور دشمن سویق کے محاذ جنگ سے شکست پا کر بھاگ جاتا ہے۔

یہود کے تین طبقے اس قسم کی عہد شکنی میں مبتلا تھے۔

(۱) بنی قینقاع (۲) بنی نضیر (۳) بنی قریظہ۔

ان تینوں قبیلوں کا کام یکساں تھا، جاسوسی، سازشیں، منافقوں سے تعاون، دشمنوں کو بروقت امداد بہم پہونچانا۔

اسلام کا نظام دعوت واصلاح

(۳)

اشاعت گذشتہ میں آپ مطالعہ کر چکے ہیں کہ سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کس عزم وعزیمت کے ساتھ کفار قریش کے مقابلہ میں مقاومت کرتے رہے، قریش نے منظم ہوکر کس کس طرح باطل کے محاذ کو مضبوط کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تن تنہا خدائے واحد کی امداد سے کس شان کے لئے سینہ سپر رہے۔ زندگی وبیداری کے تمام آثار ایک طرف، تباہی وبربادی کی تمام علامتیں دوسری طرف، رشد وہدایت کی جملہ نشانیاں ایک طرف، بدی اور بدکرداری کے جملہ عوارض دوسری طرف، ایک جنگ ہے کہ جاری ہے، ایک محاذ ہے کہ گرم ہے، ایک تحریک ہے جو چل رہی ہے، ایک اصول، ضابطہ، مطمح نظر اور نصب العین ہے جو مخالفت کے زبردست طوفان میں اپنا کام کر رہا ہے۔

ابوطالب دنیاوی زندگی کا بڑا سہارا ہے، وہ بھی قریش کے اخلاقی اثر اور دباؤ سے محروم نہ رہے۔ ابوطالب نے حکمت عملی سے کام لیکر کفار کے انتقامی خیالات کی رفتار کو بدل دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصلاح وترقی کے میدان میں تبلیغ حق کا کام کرتے رہے، یہ کام برابر جاری رہا، ترقی کرتا رہا، اور دلوں کی دنیا کو بدلتا رہا۔

ابوطالب کے خلاف قریش کا محاذ

کفار قریش پر یہ امر سخت گراں تھا، باہم تذکرے اور مشورے ہوئے۔ ایک نئی مہم کی طرح ڈالی گئی۔ بالآخر سب جمع ہوکر دوبارہ ابوطالب کے پاس آئے اور کہا "ابوطالب تمہاری بزرگی کی وجہ سے ہمارے دلوں میں تمہاری عزت اور قدرومنزلت ہے، ہم نے تم سے درخواست کی تھی کہ تم اپنے بھتیجے کو اس کام سے باز رکھو۔ تم نے ہماری امیدوں کو پورا نہیں

کیا، خدا کی قسم ہم ان باتوں کو برداشت نہیں کر سکتے کہ ہمارے بزرگوں کو بُرا کہا جائے، ہمارے عقلاء کو بے وقوف بتایا جلئے۔ ہمارے معبودوں پر عیب لگائے جائیں۔ آپ ان کو ان باتوں سے منع کیجئے۔ ورنہ ہم ان سے اور آپ سے اس بارے میں نبرد آزما ہوں گے، یہاں تک کہ دونوں فریقوں میں سے ایک ہلاک اور برباد ہو جائے، قریش نے اس سے بھی زیادہ شدید لب ولہجہ میں اپنے ارادوں کو ظاہر کیا، ابوطالب سخت کش مکش اور پریشانی میں مبتلا ہو گئے، ان کے لئے نہ پوری قوم کی مخالفت اور جدائی قابل برداشت تھی، اور نہ بھتیجے کی علحدگی اور اس کی امداد سے پہلوتہی۔ اسی پریشانی کی حالت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا اور کہا۔ "بھتیجے تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس دوبارہ آئے تھے، اس بار بھی، ان کے وہی مطالبات تھے جو پہلے انہوں نے پیش کئے تھے"، ابوطالب نے قریش کی ایک ایک بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں تک پہونچا دی اور پورے تاثر کے ساتھ کہا "تم مجھ پر اور اپنی ذات پر رحم کرو۔ اور مجھے ناقابل برداشت مشقت میں نہ ڈالو" حضور اقدس کو خیال ہوا کہ شاید چچا کے عزم میں کچھ کمزوری واقع ہو گئی، اور اب وہ میری نصرت وحمایت سے کنارہ کش ہونا چاہتے ہیں، آپ نے فرمایا "چچا جان اس تبلیغی کام کے عوض اگر یہ لوگ سورج کو میرے داہنے ہاتھ پر رکھدیں اور چاند کو بائیں ہاتھ پر، یعنی تمام عالم کے تصرفات کو اپنے اعتقاد کے موافق میرے حوالہ کر دیں تب بھی میں اس کو چھوڑنے والا نہیں حتیٰ کہ اللہ کا دین غالب ہو جائے یا میں اس جدوجہد میں ہلاک ہو جاؤں۔"

یہ فرمایا اور آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ اور بے اختیار چند موتی زمین پر ٹپک پڑے۔ اور مایوسی کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ ابوطالب سے یہ منظر نہ دیکھا گیا آپ کو پھر بلایا اور کہا۔ "بھتیجے جو تمہارا دل چاہے کہو، خدا کی قسم میں ہرگز تمہیں دشمنوں کے حوالہ نہ کروں گا۔"

کفار قریش نے جب دیکھا کہ ابوطالب کو کسی حال میں بھی بھتیجے کی ناکامی اور اس سے علحدگی پسند نہیں اور بھتیجے کی خاطر وہ تمام قوم کی مخالفت اور دشمنی برداشت کرنے پر تیار ہیں تو عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو ابوطالب کے پاس لیکر گئے اور کہا۔ "یہ عمارہ قریش کا خوبصورت وخوب سیرت ہوشیار نوجوان ہے تم اس کو لے لو اور اپنا بیٹا بنالو

ے کے عوض اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کردو۔ جو تمہارے اور تمہارے بزرگوں کے طریقے کی مخالفت کر رہا ہے۔ جس نے
ری قوم میں تفرقہ ڈال دیا، اور سب کو بے وقوف بنا رکھا ہے، تاکہ ہم اس کو قتل کردیں، اور آدمی کے عوض آدمی تمہارے
لے کردیں، ابوطالب نے کہا " واللہ یہ سودا بہت بُرا ہے کہ تم اپنے بیٹے کو دیتے ہو، تاکہ میں تمہارے لئے اس کی پرورش
دوں، اور اپنے بیٹے کو قتل کرنے کے لئے تمہارے حوالہ کردوں، خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا" مطعم بن عدی نے
" واللہ ابوطالب تمہاری قوم نے تمہارے ساتھ انصاف کا معاملہ کیا ہے اور ان کی کوشش یہ ہے کہ ناگوار باتوں سے
طرح چھٹکارا مل جائے، لیکن میرا خیال ہے کہ تم اس بات کو ماننے والے نہیں" ابوطالب نے جواب دیا۔ "قوم نے
ے ساتھ ہرگز انصاف کا معاملہ نہیں کیا۔ البتہ تم نے یہ ٹھان لی ہے کہ تمام قوم کو برافروختہ کرکے مجھ پر یورش کرو اور
ے اچھی طرح رسوا کرو، یہ سوال جو تمہارے دل میں ہے۔ اس کو کرنا ہو تم کو اختیار ہے، چونکہ معاملہ انتہا کو پہنچ گیا تھا،
ے لئے برملا ابوطالب کے خلاف سازش کی گئی، اور ہر قبیلہ کو مخالفت پر آمادہ کیا گیا۔

ابوطالب نے بھی بنو ہاشم اور بنو مطلب کو بلایا۔ حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مناقب اور فضائل
بیان کئے اور حمایت اور اعانت پر آمادہ کیا۔ ابولہب کے علاوہ اس وقت تمام بنو ہاشم اور بنو مطلب آپ کی حمایت
کے لئے کمربستہ ہو گئے۔

مقاطعہ اور محاصرہ —

جب قریش کا اخلاقی رعب داب ناکام ہوگیا، ڈرانے دھمکانے کی حکمت عملی کام نہ دے سکی تو انہوں نے انتقامی
تدبیر کی سکیم مرتب کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا فیصلہ کیا۔

ابوطالب کو جب خبر ہوئی تو تمام بنو ہاشم اور بنو مطلب کو ایک گھاٹی میں جمع کرلیا، ابولہب کے علاوہ
وہ دونوں خاندانوں کے سب اصحاب یک جا جمع ہو گئے، اور متحدہ طور پر حضور اقدس کی حمایت اور حفاظت کرنے لگے۔
حمایت اور ہمدردی محض قرابت کا جوش تھا، ورنہ مشرب کے لحاظ سے یہ سب کے سب حضور اقدس سے بیگانہ تھے۔

مخالف قبائل نے جب ان کی متحدہ حمایت کو دیکھا۔ تو وہ بھی سب متفق ہو گئے، ایک عہد کیا گیا، اور عہد نامہ کو لکھکر بیت اللہ میں آویزاں کیا گیا، جس کا مفہوم یہ تھا "جب تک بنو ہاشم اور بنو مطلب پیغمبر خدا کو قتل کے لئے حوالہ نہ کریں ان کا مکمل مقاطعہ کیا جائے۔ اور خرید و فروخت، بیاہ شادی، ہر قسم کے معاملات ان سے بند کر دئے جائیں"۔

دو یا تین سال تک یہ لوگ اس طرح محصور رہے کہ کھانے پینے کے سامان کو بھی ترستے تھے، بعض رحم دل کفار پوشیدہ طور پر کچھ کھانا پانی ان تک پہنچا دیتے تھے جس سے بمشکل زندگی کے سانس پورے کئے جاتے تھے۔ اور حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) اس حالت میں بھی برابر دعوت حق اور تبلیغ کے کام میں منہمک تھے، مشقت جھیلتے، مصائب برداشت کرتے، ناگوار باتیں سنتے تھے، پھر بھی جا بجا لوگوں کو کلمۂ حق سناتے پھرتے تھے۔

ایک عظیم حادثہ ـــــ

بعض مصلحت شناس لوگوں کی سعی سے یہ مقاطعہ ختم ہوا، لیکن کچھ روز بعد ابو طالب جو آپ کے لئے سپر کا کام دے رہے، اور دنیاوی اسباب کے لحاظ سے ایک بڑا سہارا تھے، آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ادھر آپ کی انیسۂ حیات حضرت خدیجۃ الکبریٰ بھی دائمی آرام گاہ کی طرف روانہ ہو گئیں، غم پر غم، مصائب پر مصائب سختیوں پر سختیاں، بر روئے کار آ رہی تھیں، اور ان سب کے باوجود کام وہی ایک تھا جس کو کرنے کے لئے حکم دیا گیا تھا، اور صاف صاف کہہ دیا تھا۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۖ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ۚ

(مائدہ)

اے رسول جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے، آپ سب پہنچا دیجئے اور اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا۔

ابوطالب کے وصال کے بعد کفار قریش نہایت بے باک اور جری ہو گئے، اور وحشیانہ طریق پر حضور اقدس کے درپئے آزار ہو گئے، اور اوچھے رکیک ہتھیاروں پر اتر آئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ کی زمین کو ناہموار پایا، اور اس پناہ گاہ میں کہیں پناہ نہ ملی۔ تو اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ کو لیکر طائف کا رخ کیا، مقصد نہ راحت سے تھا نہ سیر و تفریح سے۔ بلکہ آرزو یہ تھی کہ شاید بنو ثقیف کلمۂ حق کو سن لیں اور اسلام کی طرف مائل ہو جائیں، یہ بھی نہ ہو تو کم از کم وہ حمایت کے لئے تیار ہو جائیں، تاکہ اس ذریعہ سے فریضۂ تبلیغ ادا کرنے اور لوگوں کو کلمۂ حق سنانے میں سہولت اور آسانی ہو۔ چنانچہ بنو ثقیف کے امراء اور شرفاء کو دعوت حق دی گئی، اور پورے ایک ماہ ان سنگ دلوں کو حق کی طرف بلایا گیا، مگر انہوں نے برتاؤ وہ کیا جو اہل مکہ بھی نہ کر سکے تھے، ایک بار حضور اقدس سے دریافت کیا گیا کہ "جنگ احد سے زیادہ سخت دن آپ پر گذرا ہے؟

حضور اقدس نے ارشاد فرمایا۔ "وہ وقت سب سے زیادہ سخت تھا جب اہل ثقیف کے سامنے میں نے اپنی ذات کو پیش کیا۔ اور انہوں نے ذلت و رسوائی کے ساتھ دھتکار دیا"

آخر ناچار و مجبور ہو کر پھر مکہ مکرمہ کا رخ کیا۔ بنو ثقیف نے اوباشوں اور لفنگوں کو آپ کے پیچھے ڈال دیا جو گالیاں دیتے تھے، تمسخر کرتے تھے، اور جب حضور اقدس چلنے کا ارادہ کرتے تھے تو پیروں پر پتھر مارتے تھے۔ مجبور ہو کر پھر بیٹھ جاتے، وہ لوگ آپ کو اٹھاتے، دھکیلتے، کھینچتے اور پھر پتھر برساتے، جس سے قدم مبارک سے اس قدر خون بہا کہ نعلین مبارک پیروں سے پیوست ہو گئیں۔ بمشکل ان بدکردار لوگوں سے نجات حاصل ہوئی تو حضور اقدس ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ فوراً ایک بادل نمودار ہوا، آنکھ اٹھا کر دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اس میں موجود ہیں اور فرما رہے ہیں، اللہ تعالی نے تمہاری قوم کا معاملہ تمہارے ساتھ دیکھ لیا، اور اس فرشتہ کو آپ کے پاس بھیجا ہے جو پہاڑوں کا نگراں ہے، تاکہ جو کچھ آپ اس کو حکم دیں فوراً بجا لائے۔ پھر اس فرشتہ نے سلام کے بعد عرض کیا، یا رسول اللہ، اللہ تعالی نے تمہاری

قوم کا جواب سُن لیا، میں پہاڑوں کا نگراں ہوں، مجھے آپکے پروردگار نے آپکے پاس بھیجا ہے، تاکہ آپکے حکم کو بجا لاؤں، اگر آپ حکم دیں تو ان دونوں پہاڑوں کو آپس میں ملادوں، تاکہ سب کا خاتمہ ہوجائے، حضور اقدس نے ارشاد فرمایا

"نہیں ایسا نہیں مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ ان کی پشتوں سے
ایسے نفوس پیدا ہوں گے جو صرف اسی کی بندگی کریں گے، اور کسی دوسرے
کو اس کا شریک نہ بنائیں گے"

ظاہری قوت کو نظر انداز کرکے اپنے مولا کریم کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کیا۔

اللّٰھُمَّ الیکَ اَشکو ضعفَ	اے اللہ! میں تیری جناب میں اپنی کمزور قوت
قُوَّتِی وھَوانی علی النّاسِ یا اَرحَمَ	اور لوگوں کے تکلیف دہ طرزِ عمل کی شکایت کرتا ہوں۔
الرّاحمین۔ انت ربّ المُستضعَفِینَ	ارحم الراحمین! تو ہی بے چاروں کا پروردگار اور چارہ ساز
وَانتَ ربّی الی من تکلنی الی بَعِیدٍ	ہے، تو مجھکو کس کے سپرد کرتا ہے، کیا ایسے اجنبی کے
یَتَجَھَّمُنِی ام الی عدوٍّ ملکتہ امری	جو مجھ سے ترش روئی کرے، یا ایسے دشمن کے جس کو
اِن لَم یَکُن بکَ غضب علیّ۔ فلا اُبالی	تو نے مجھ پر مسلّط کیا ہے، اگر میں تیرے غضب کا
ولٰکن عافیتکَ ھِیَ اَوسَعَ لِی۔	مورد نہیں ہوں، تو پھر مجھکو کوئی پرواہ نہیں ہے
اَعُوذُ بِنُورِ وجھکَ الّذِی اشرقت	کیونکہ تیری پناہ میرے لئے زیادہ وسیع ہے، میں اس
لہ الظُّلُماتُ وصلح عَلَیہِ اَمرُ	نورِ درخشاں کے ساتھ جس سے تو نے ظلمات روشن
الدُّنیا والاٰخرۃ من ان تنزل بِیْ	کر دئے، اور جس کی وجہ سے دنیا و آخرت کے امور
غضبکَ او تحل علیّ سخطک لکَ	کو درست کیا ہے۔ اس امر سے پناہ مانگتا ہوں کہ تو
العتبی حتّی ترضٰی، لاحول ولاقوۃ الا بکَ۔	اپنا غضب و غصّہ مجھ پر نازل فرمائے، یہاں تک کہ تو

مجھ سے راضی ہوجائے، کوئی قوت اور کوئی طاقت نہیں ہے جو تیرے اختیار میں نہو۔

مبلغین کے لئے درسِ عمل

آپ نے اس دعا کے الفاظ کو پڑھا، پڑھیے اسمجھکر پڑھیے۔ اور غور کیجئے کہ یہ کس وقت کی دعا ہے۔ مصائب اور سختیاں انتہا کو پہنچ چکی تھیں، کام کرنے والے نے اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی تھی۔ کوئی مشقت ایسی نہ تھی جس کو برداشت نہ کیا ہو۔ پھر بھی اس ناکامی کو اپنی ہی کمزوری کی طرف منسوب کیا جارہا ہے اور بجائے اس کے کہ اپنی عالی حوصلگی اور عزم کی پختگی پر ناز ہوتا، اور اپنی ہمت واستقلال کے دادخواہ ہوتے، خدا کے غضب اور عتاب سے لرزاں ہیں، گویا جو کچھ ہوا ہے اس کے تنہا خود ہی قصوروار ہیں

تبلیغ کا کام کرنے والوں کے لئے کتنا اچھا سبق ہے، کہ اپنی پوری جدوجہد کے بعد بھی ناکامی کا رُخ دکھائی دے تو اس کو اپنے ہی قصور کا نتیجہ سمجھا جائے، اور بجائے دوسروں کو ملامت کرنے کے خود اپنے نفس کی خبر لی جائے۔ اور خداوند کریم کے غضب و عتاب سے پناہ مانگی جائے۔ مالک الملک کے سامنے اپنی کوتاہی اور کم ہمتی پر نالاں ہوں۔

آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے یار و مددگار انتہائی یاس و ہراس کے ساتھ مکہ مکرمہ پہونچے۔ اور اس شخص کو جو دنیا کے لئے پناہ بن کر آیا، اور تمام بنی نوع انسان کے لئے امن کا پیام لایا۔ کوئی شخص پناہ دینے کے لئے تیار نہ تھا۔ مگر قدرت کو حفاظت کرنی تھی، اس لئے مطعم بن عدی نے جو کافر اور آپ کا دشمن تھا، آپ کو اپنی پناہ میں لیا، اور آپ اسی کام میں سرگرم ہو گئے جس کام کو انجام دینے کے لئے آپ کو بھیجا گیا تھا، مکہ والوں سے چونکہ ایک گونہ ناامیدی ہو گئی تھی، اور ان میں کا ہر متنفس دشمن اور درپے آزار نظر آتا تھا، اس لئے کام کا رُخ بھی دوسری طرف پھیر دیا، اور زیادہ توجہ ان آنے والوں کی طرف کی جاتی جو اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اطراف سے مکہ مکرمہ میں آتے تھے، ہر باہر سے آنے والے قافلہ کے پاس حضور اقدس تشریف لے جاتے، اور ان کو اللہ وحدہٗ لاشریک لہ کی اطاعت اور فرماں برداری کی دعوت دیتے تھے۔ اس طرح نئی روح اور نئی راہیں پیدا

ہوگئیں، اور اطراف عرب میں اسلام کی شعاعیں بہت جلد پھیل گئیں، توفیق ایزدی نے سب سے پہلے اہل مدینہ کی رہنمائی فرمائی، اور نصرۃ وکامرانی کا سہرا ان سروں پر باندھا گیا جن کی قسمت میں روز ازل سے یہ سعادت لکھی جا چکی تھی، حسن اتفاق سے اوس وخزرج کے چند نوجوان اپنی معاشی ضرورتوں سے مکہ مکرمہ پہونچے، حضور اقدس نے ان کو دیکھکر حسب عادت اسلام کی دعوت دی۔ ان لوگوں کے کان یہود کی زبانی پہلے ہی سے اس چیز سے آشنا ہو چکے تھے، ذراسی توجہ ان کے لئے کافی ہوئی، اور وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ ان چند افراد کی کوشش سے یہ آئندہ سال کثیر جماعت آکر مسلمان ہوئی، حضور اقدس نے اپنا ایک مبلغ ان کی ہمراہ بھیجا، جن کی مساعی سے اوس وخزرج کے تمام مرد وزن اسلام میں داخل ہوگئے، اور شہر مدینہ دار الاسلام بن گیا۔

مسلمانوں کے تبلیغی جذبات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغی جد وجہد کا اجمالی نقشہ آپ کے سامنے آچکا۔ اس پر خطر زمانہ میں جو نفوس قدسیہ دائرہ اسلام میں داخل ہوتے تھے، ان کی داستان الم دراز تر ہے، چند واقعات نقل کئے جاتے ہیں، جن سے ان لوگوں کے تبلیغی جذبات اور عزم وحوصلہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں پہلے سے خلوص ومحبت کا تعلق تھا۔ لیکن جب حضور اقدس کو رسالت اور نبوت کا منصب عطا ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں موجود نہ تھے سفر سے واپسی پر چرچا سنا تو دریافت حال کے لئے حضور اقدس کے پاس پہونچے، حضور اقدس نے ارشاد فرمایا "میں اللہ کا رسول ہوں اور تمہیں بھی اللہ کی طرف بلاتا ہوں"۔

یہ کلمہ سنتے ہی بلا کسی تردد کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے اور وہاں سے اٹھ کر حضرت عثمان بن عفان، اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ، اور حضرت زبیر بن عوام، اور حضرت سعد بن وقاص کے پاس پہونچے، اور ان حضرات کو دعوت اسلام دی، جب یہ رضامند ہو گئے تو حضور اقدس کی خدمت میں لاکر

حلقہ بگوش اسلام بنایا، اگلے دن حضرت عثمان مظعون، اور حضرت ابوعبید بن جراح، اور حضرت عبدالرحمن بن عوف، اور حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد، اور حضرت ارقم بن ارقم کو اسلام پر آمادہ کرکے بارگاہ نبوی میں پیش کیا۔ اور پھر ہر وقت کا مشغلہ یہی تھا کہ جو شخص بھی ملتا اس کو اللہ کا سیدھا راستہ بتلاتے۔[۱]

راہ تبلیغ میں جہاد کا قدم اوّل —

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء کی تعداد (۳۸) تک پہنچی تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی آرزو ظاہر کی کہ ہم حق بات کو برملا ظاہر کریں گے، حضور اقدس نے ارشاد فرمایا۔ ابوبکر ابھی ہم تعداد میں بہت کم ہیں۔ لیکن حضرت ابوبکر برابر اصرار کرتے رہے، آخر کار نبی اکرم ﷺ اور تمام جاں نثار مسجد میں پہونچے، حضور اقدس ایک کونہ میں بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رض نے کفار قریش کے سامنے ایک فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا۔ یہ اسلام کا پہلا خطیب تھا جس نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی طرف مخلوق کو بلایا۔ تمام مشرکین حضرت ابوبکر اور دیگر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے، اور حرم مکہ میں ایک معرکہ برپا ہوگیا۔ اور حضرت ابوبکر کو نہایت بے دردی کے ساتھ زدوکوب کیا، اس زندہ لاش کو فرش زمین پر خوب روندا گیا، کمبخت عتبہ بن ربیعہ دونوں جوتوں سے آپ کے مبارک چہرہ کو پیٹ رہا تھا، اور بار بار پیٹ پر کود رہا تھا۔ اور آپ کے چہرہ مبارک کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ زخم اور ورم کی وجہ سے منہ اور ناک کا امتیاز دشوار تھا، جب آپ کے قبیلے بنو تیم کے لوگ پہونچے تب مشرکین نے آپ کا پیچھا چھوڑا، حالت یہ ہوگئی تھی کہ بنوتیم آپ کو کپڑے میں باندھ کر اٹھا کر لے گئے، زندہ اگرچہ تھے مگر زندگی کے آثار بالکل نہ تھے، اور موت یقینی صورت میں نظر آرہی تھی، بنوتیم کے لوگوں نے مسجد میں اعلان کیا کہ اگر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) رخصت ہوگئے تو قصاص میں عتبہ کو قتل کیا جائے گا۔ پھر سب حضرت ابوبکر رض کی تیمار

۱ے ابن کثیر۔

میں مصروف ہو گئے، دن بھر حالت نازک رہی، جب شام کو ذرا ہوش آیا تو زبان سے نکلا "حضور اقدس کا کیا حال ہے ؟" وہ سب مشرک تھے، یہ فقرہ نہ سن سکے اور لعنت ملامت کر کے چھوڑ کر چلے گئے، جاتے ہوئے آپ کی والدہ ام الخیر سے کہہ گئے، تم خبر رکھنا، اور کوئی چیز تقویت کے لئے کھلا یا پلا دینا۔ ماں نے ہر چند خوشامد کی، مگر آپ بار بار یہی دریافت کرتے رہے۔ "رسول اللہ پر کیا گذری ؟"

ماں نے کہا۔ "واللہ مجھے تمہارے دوست کا حال معلوم نہیں۔"

آپ نے فرمایا۔ "ام جمیل بنت خطاب کے پاس جاؤ اور ان سے رسول اللہ کی خیریت دریافت کرو"۔

ماں ام جمیل کے پاس گئی اور ان سے دریافت حال کیا، وہ بھی مصلحت وقت سے انجان بن گئی۔ اور جواب دیا۔ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو نہیں پہچانتی، البتہ اگر تم چاہو تو تمہارے ساتھ تمہارے بیٹے کے پاس چلوں"۔

ام جمیل حضرت ابو بکر کے پاس آئی۔ اور آپ کو سخت تکلیف میں مبتلا دیکھکر مضطرب ہو کر بولی۔ "واللہ جس قوم نے تمہیں یہ تکلیف پہنچائی ہے۔ وہ فاسق اور کافر ہیں، اور مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ ضرور ان سے انتقام لے گا"۔

حضرت ابو بکر نے آنکھ کھولی اور فرمایا۔ "رسول اللہ پر کیا گذری ؟"۔

ام جمیل "تمہاری ماں کھڑی ہوئی سن رہی ہے"

حضرت ابو بکر۔ "تم ان سے کسی نقصان کا خطرہ نہ کرو"۔

ام جمیل۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے فضل سے صحیح و سالم ہیں"۔

حضرت ابو بکر۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں"۔

ام جمیل۔ "ابن الارقم کے گھر"۔

حضرت ابو بکر۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کر لیا ہے کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

نہ کھانا پانی کچھ نہ چکھوں گا۔"

دونوں خواتین کفار کے خوف سے اس وقت ٹھہر گئیں، جب رات کافی گذر گئی اور ہر طرف سناٹا ہو گیا۔ تو حضرت ابوبکر کو اٹھا کر حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں لے گئیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہم جان جاں نثار کو اس حالت میں دیکھ کر سخت مضطرب ہوئے۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بوسہ دیا۔

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ قربان ہوں مجھے کوئی تکلیف نہیں البتہ اس فاسق نے جو میرے چہرے کی ہیئت بگاڑ دی اس کا قلق ہے۔ اور یہ میری ماں ہے جس کے مجھ پر احسانات ہیں، آپ صاحب خیر و برکت ہیں، ان کو اللہ کے راستہ پر بلائیے اور اس کے لئے بارگاہ خداوندی میں دعا کیجئے شاید حق تعالیٰ اس کو عذاب نار سے بچا دے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اوّل جناب باری تعالیٰ میں دعا کی، پھر ام الخیر کو اسلام کی دعوت دی، وہ اسلام کی دولت سے سرفراز ہو گئیں۔[1]

---

[1] تاریخ ابن کثیر۔

مجلس امداد کلکتہ کے پہلے اجلاس کی روداد

اثرات میں مجلس امداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ شاخ کلکتہ کی اہمیت پر اظہار خیال کیا گیا ہے، یہاں پہلے مشاورتی اجلاس کی مکمل روداد درج کی جاتی ہے۔ جو کلکتہ کے مقامی اخبارات میں بھی سکریٹری صاحب مجلس امداد کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔ (مدیر)

آج بتاریخ ۱۴ شعبان ۱۳۶۰ ہجری مطابق ۷ ستمبر ۱۹۴۱ء مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے موجودہ مالی مشکلات کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے بمقام کلکتہ بر دولت خانہ جناب میاں حاجی محمد دین صاحب تاجر چرم و رئیس کولوٹولہ جلسہ مشاورت بصدارت جناب مولانا حکیم ابوالبرکات عبدالرؤف صاحب داناپوری منعقد ہوا جس میں بہت سے معززین کلکتہ شریک تھے، مجلس مشاورت میں حسب ذیل تجاویز بالاتفاق منظور ہوئیں۔

تجویز نمبر ۱ باتفاق طے پایا کہ ایک دفتر کلکتہ میں جناب میاں حاجی محمد دین صاحب چنیوٹی، رئیس و تاجر چرم کے مکان پر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے لئے کھولا جائے۔

" " ۲ جناب میاں حاجی محمد دین صاحب چنیوٹی تاجر چرم، باتفاق مجلس امداد کلکتہ کے خازن (امین) منتخب ہوئے۔

" " ۳ جناب حاجی محمد احمد صاحب، مالک فرم بخشی کمپنی سکریٹری مجلس امداد منتخب ہوئے۔

" " ۴ اصحاب ذیل کی ایک مجلس مشاورت باتفاق بنائی گئی جس کے مشورہ سے سکریٹری مجلس کام کریں گے۔

ممبران مجلس مشاورت

۱۔ جناب مولانا حکیم ابو البرکات عبدالرؤف صاحب، داناپوری۔

۲۔ " مولانا مفتی سید محمد عمیم الاحسان صاحب مفتی کلکتہ۔

۳۔ " مولانا حاجی محمد قمرالدین صاحب قمر۔

۴ " میاں حاجی محمد دین صاحب چنیوٹی۔

۵۔ " حاجی محمد احمد صاحب دہلوی (مالک فرم تختی کمپنی)

۶۔ " مولانا شاہ عبدالحی صاحب، سجادہ نشین۔

۷۔ " مولوی عبدالرشید صاحب، باقی۔

۸۔ " مولوی محمد امین صاحب، امین برادرس۔

۹۔ " سید عبدالرزاق صاحب، ایم، ایل، اے۔

۱۰۔ " شیخ محمد یعقوب صاحب (منیجر فرم جیون بخش محمد جان)

تجویز ۵۔

۔ معاونین مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کی ایک فہرست کھولی گئی اور یہ طے پایا کہ وقتاً فوقتاً اس میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

(۱) جناب خان بہادر حاجی محمد جان صاحب، ایم، ایل، اے۔

(۲) " حافظ محمد یوسف صاحب (جاپان ہاؤس)

(۳) " شیخ عبدالحمید صاحب (تاجر چرم)

(۴) " حاجی محمد موسیٰ خانصاحب (فرم غلام صفدر اینڈ کو)

(۵) جناب مولوی عبدالرشید صاحب باقی

(۶) ؍ شیخ محمد امین صاحب (فرم امین اسمٰعیل اینڈ کو)

(۷) ؍ حکیم سمیع اللہ صاحب

(۸) ؍ حاجی محمد یعقوب صاحب (فرم محمد یعقوب محمد یٰسین صاحبان)

(۹) ؍ شیخ اعجاز الدین صاحب (فرم اعجاز الدین اینڈ کو)

(۱۰) ؍ حاجی محکم الدین صاحب (ماٹا کمپنی)

(۱۱) ؍ میاں محمد امین صاحب (شوز مرچنٹ)

(۱۲) ؍ شیخ محمد اسمٰعیل صاحب (نیشنل ٹینری)

(۱۳) ؍ حاجی سیٹھ محمد اسحٰق صاحب ڈوسل (فرم سیٹھ عبدالرحیم عثمان)

(۱۴) ؍ حاجی ابوبکر صاحب (فرم سیٹھ عبدالرحیم عثمان اینڈ کو)

(۱۵) ؍ حاجی منورالدین صاحب (فیروز مینشن)

(۱۶) ؍ حافظ تنویر احمد صاحب (کولوٹولہ)

(۱۷) ؍ حاجی محمد سعید صاحب چشمے والے۔

(۱۸) ؍ حافظ مقبول احمد صاحب۔

(۱۹) ؍ شیخ محمد یوسف صاحب (اعجاز اینڈ کو)

(۲۰) ؍ شیخ مشتاق احمد صاحب۔

(۲۱) ؍ شیخ فیروز الدین صاحب (مالک فیروز الدین محمد شفیع صاحبان)

(۲۲) ؍ شیخ عبدالعزیز صاحب (چوڑی والے)

(۲۳) ؍ شیخ سراج الدین صاحب (مالک فرم اسٹار ہیر ڈائی کمپنی)

(۲۴) جناب میر تفضل حسین صاحب۔

(۲۵) 〃 مولانا شاہ محمد ابوظفر صاحب۔

(۲۶) 〃 حاجی محمد صدیق صاحب (کالج اسٹریٹ)

(۲۷) 〃 خانبہادر مولوی ولی الاسلام صاحب۔ چیف پریزیڈنسی مجسٹریٹ، کلکتہ۔

نوٹ :-

(۱) مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے لئے ہر چھوٹی بڑی رقم سکریٹری مجلس امداد کے ذریعہ بھیجی جاسکتی ہے۔

(۲) مدرسہ کے متعلق ہر قسم کی معلومات ذیل کے پتہ سے حاصل ہوسکتی ہیں۔

(۳) اوقات دفتر مجلس امداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ شاخ کلکتہ

صبح ۹ بجے سے ۸ بجے شب تک۔

پتہ :-

جناب حاجی محمد احمد صاحب

سکریٹری مجلس امداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ

گھڑی والی کوٹھی ۳۲ - کولوٹولہ اسٹریٹ۔

کلکتہ

صحیفۂ سعادت

معاونین کرام اور محسنوں کا ذکرِ خیر

فہرست رقوم عطیات و امداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، بذریعہ صدر دفتر مدرسہ دہلی

بابت ماہ شعبان سنہ ١٣٦٠ھ

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ہر مہینے کی فہرست اسماء معاونین کرام کی اشاعت دوسرے ماہ کے نمبر میں ہوا کرے گی،

مندرجہ ذیل تفصیلات میں اگر کوئی غلطی ہو تو براہ کرم دفتر کو مطلع فرمائیے، باعث شکر گذاری ہوگا،

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
١	٨٩٢	١١	جناب سعید علی صاحب سلہٹ	سے/	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ مولانا حسین احمد صاحب
٢	٨٩٣	؍	؍ قاضی یار محمد صاحب رئیس حیدرآباد سندھ	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر۔
٣	٨٩٤	؍	؍ مولانا حکیم قمر جمیل صاحب مرادآباد	صر	؍	ذریعہ مولانا عبدالحق صاحب مدنی
٤	٨٩٥	؍	؍ منشی انعام الحق صاحب سہارنپور	٨/	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر۔ بابت ماہ جمادی الثانی سنہ ٦٠ھ
٥	٨٩٦	؍	بعض اہل خیر حضرات بتوسط حاجی محمد ابراہیم صاحب امام مسجد، سہارنپور	۵٦٠	؍	بذات خود
٦	٨٩٧	؍	اہلیہ صاحبہ جناب محمد عثمان صاحب لاہور	لعہ/	؍	ذریعہ الحاج مولوی عبدالحی صاحب
٧	٨٩٨	؍	جناب محمد مشرف علی خان صاحب علی گڈھ	عگر	؍	ذریعہ منی آرڈر

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۸	۸۹۹	۱۱	جناب مولوی محمد سمیع اللہ صاحب وکیل علیگڈھ	۲۶/- معہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر
۹	۹۰۰	۱۱	" عبدالرحمن خانصاحب انسپکٹر جے پور	معہ	امداد عام (تعلیم)	" "
۱۰	۹۵۱	۱۲	" عبدالوحید خانصاحب کھیڈ افغاناں	ے	" "	" "
۱۱	۹۵۲	"	" مولوی سید حکیم نعمت اللہ صاحب پرتاب گڈھ	۴/	" "	" "
۱۲	۹۵۳	"	" مسماۃ سکینہ بیگم صاحبہ زوجہ نجیب خان مرحوم جے پور	۱/	" "	ذریعہ جناب مولوی حکیم محمود علی صاحب
۱۳	۹۵۴	"	" حسن افروز صاحبہ زوجہ رحیم بخش صاحب جے پور	۱/	" "	" "
۱۴	۹۵۵	"	" محمد شفیع پسر محمد حسین صاحب جے پور	۴/	" "	" "
۱۵	۹۵۶	"	" دختر عبدالرحمن صاحب نیلگر "	۱/	" "	" "
۱۶	۹۵۷	"	" دختر جناب حکیم محمد عظیم الدین خانصاحب جے پور	۱/	" "	" "
۱۷	۹۵۸	"	" ساجدہ بیگم صاحبہ نواسی جناب حکیم محمد عظیم الدین خانصاحب جے پور	۱/	" "	" "
۱۸	۹۵۹	"	" سکندر بیگم صاحبہ خوشدامن حکیم محمود علی صاحب وکیل جے پور	۸/	" "	" "

آمدنی از فروخت ٹکٹہائے امدادی

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱۹	۱۶۶/۱۶۷	۱۷	جناب اصغر علی صاحب گارڈ، ٹاری انڈس	عہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر
۲۰	۱۶۸	〃	〃 محمد مصطفیٰ علی علوی صاحب علی گڑھ	صہ/	امداد عام (تعلیم)	〃 〃
۲۱	۱۶۹	〃	〃 ڈاکٹر محمد نواز صاحب ہریانہ	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃 〃
۲۲	۱۷۰	〃	〃 الحاج مولوی کیپٹن غلام محمد صاحب بہاولپور	صہ/	〃 〃	بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۶۶ء ذریعہ منی آرڈر
۲۳	۱۷۱	۱۸	〃 شیخ ناظر حسن صاحب جوالاپور سہارنپور	صہ/	〃 〃	ذریعہ منی آرڈر
۲۴	از ۱۷۲ تا ۱۷۷	〃	〃 الحاج شیخ علی احمد صاحب سوداگر لاہور	سہ/ (۳)	〃 〃	ذریعہ الحاج مولوی عبدالحی صاحب بابت ماہ فروری تا جولائی سنہ ۱۹۶۶ء
۲۵	از ۱۷۸ تا ۱۸۱	۱۹	〃 الحاج محمد سعید صاحب کوتوال، کانپور چھاؤنی	غہ/ (۲)	〃 〃	ذریعہ منی آرڈر
۲۶	۱۸۲/۱۸۳	〃	〃 حاجی حبیب اللہ خان صاحب سوداگر، نجیب آباد	عہ/	امداد عام (تعلیم)	〃 〃
۲۷	۱۸۴/۱۸۵	〃	〃 عبدالعزیز صاحب ولد حاجی مولا بخش صاحب	عہ/	〃 〃	ذریعہ الحاج مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث
			موضع سجولی			
۲۸	۱۸۶	〃	〃 حاجی امام الدین صاحب آگرہ	صہ/	〃 〃	ذریعہ منی آرڈر
۲۹	۱۸۷/۱۸۸	〃	〃 محمد شفیع صاحب گرانڈ ہوٹل کلکتہ	عہ/	〃 〃	〃 〃
۳۰	۱۸۹	〃	〃 ایس بی احمد صاحب چارباغ۔ لکھنؤ	صہ/	〃 〃	〃 〃
۳۱	۱۹۰/۱۹۱	۲۰	〃 سید ظفر علی صاحب نہٹور۔ بجنور	عہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃 〃
۳۲	۱۹۲/۱۹۳	〃	محترمہ بیگم شاہ منیر عالم صاحب غازی پور	عہ/	امداد عام (تعلیم)	〃 〃
۳۳	۱۹۴/۱۹۵	〃	مسٹر اے، کے انصاری صاحب رام گڑھ	عہ/	〃 〃	〃 〃

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۳۴	۵۱۵	۸۳	جناب حافظ عابد الانصاری غازی قرول باغ نئی دہلی	عہ	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ مولانا حامد الانصاری صاحب
۳۵	۵۱۶	"	" ولی محمد صاحب کاندھلہ	عہ	" "	بسعی جناب مولانا ظہیر الحسن صاحب
۳۶	۶۳۰ تا ۶۳۸	۱۳۰	اہلیہ منشی سید محمد حسین صاحب "	ع	" "	" " "
۳۷	۶۳۹	"	" حافظ اسمٰعیل بیگ صاحب "	عہ	" "	" " "
۳۸	۶۴۰	"	" حافظ رشید بیگ صاحب "	ـــ	" "	" " "
۳۹	۶۴۱ تا ۶۴۵	"	" چودھری قطب الدین پسر چراغ موضع صاحب گھیڑی	لعہ	" "	" " "
۴۰	۶۴۶	"	" حاجی متولی ضیاء الاسلام صاحب رئیس کاندھلہ	عہ	" "	" " "
۴۱	۶۴۷	"	" عین الاسلام صاحب " "	عہ	" "	" " "
۴۲	۶۴۸	"	" منشی محمد اسحٰق صاحب "	عہ	" "	" " "
۴۳	۶۴۹ تا ۶۵۱	۱۰۳	" محمد حسین صاحب پسر عبد الکریم صاحب "	ے	" "	" " "
۴۴	۶۵۲ / ۶۵۳	"	" محمد و اسرار اللہ ریاض صاحب "	ع	" "	" " "
۴۵	۶۵۴	"	" مقبول احمد صاحب "	عہ	" "	" " "
۴۶	۶۵۵	"	" منشی لیاقت علی خانصاحب زمیندار لونی	عہ	" "	" " "
۴۷	۶۵۶	"	" میاں اللہ بندہ صاحب کاندھلہ	عہ	" "	" " "
۴۸	۶۵۷	"	" ابراہیم صاحب "	عہ	" "	" " "
۴۹	۶۵۸	"	" محمد شریف صاحب سوداگر "	عہ	" "	" " "
۵۰	۶۵۹	"	" محمد حمید صاحب "	عہ	" "	" " "

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۵۱	۶۶۰	۱۰۳	جناب میاں اللہ بندہ صاحب کاندھلہ	عہ/	امداد عام (تعلیم)	بسعی جناب مولوی ظہیر الحسن صاحب
۵۲	۶۶۱	"	" مرزا اسحاق بیگ صاحب "	عہ/	" "	" " " "
۵۳	۱۳۰	۱۳	" محمد ادریس صاحب آگرہ سائیکل ورکس دہلی	عہ/	" "	بسعی مسٹر اقبال احمد صاحب
۵۴	۱۳۱	"	" منشی طفیل احمد صاحب رڑکی	عہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	" " "
۵۵	۳۲/۲	۱۳	" چودھری اللہ راضی صاحب موضع کسیرو مظفرنگر	عہ/	امداد عام (تعلیم)	بابت ماہ شعبان ۶۶ھ
۵۶	۱۴۲	۱۶	" امیر الحسن صاحب ٹیچر سہارنپور	عہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بسعی جناب مولوی محمود الحسن و بابو شبیر احمد صاحبان
۵۷	۱۴۳	"	" بابو امید احمد صاحب کلرک "	عہ/	" "	" " " " "
۵۸	۱۴۴	"	" بابو احمد حسن صاحب " "	عہ/	" "	" " " " "
۵۹	۱۴۵	"	" مولوی حافظ محمد محمود الحسن صاحب کلرک "	عہ/	" "	بسعی بابو شبیر احمد صاحب
۶۰	۱۴۶	"	" منشی انوار الحسن صاحب کلرک "	عہ/	" "	" " " "
۶۱	۶۷۲	۱۰۵	" نعیم الدین خاں پسر حکیم محمد عظیم الدین خاں صاحب جبلپور	عہ/	" "	بسعی جناب مولوی حکیم محمود علی صاحب
۶۲	از ۶۷۳ تا ۶۷۷	"	" حکیم مولوی عظیم الدین خاں صاحب معائنہ دربار "	صہ/	" "	" " " " "
۶۳	۶۷۸	"	" اہلیہ " " " " "	عہ	" "	" " " " "
۶۴	۶۷۹	"	" احمد دین صاحبان جے پور	عہ/	امداد عام (تعلیم)	" " " "
۶۵	۶۸۰	"	" حافظ محمد حسین صاحب بوتل فروش "	عہ/	" "	" " " " "
۶۶	۶۸۱	"	" حافظ حاجی یعقوب علی صاحب "	عہ/	" "	" " " " "
۶۷	۱/۲	۱۳۱	" محمد صدیق صاحب کانپور (معرفت شیخ قادر بخش محمد سعید صاحبان)	عہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر
			۷۵			

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۶۸	از [illegible]	۱۳۱	جناب عباد اللہ خان صاحب دہلی	عہ	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر
۶۹	[illegible]	؍	؍ محمد علی اللہ خان صاحب اٹاوہ	عہ	وظائف حفاظ	بغرض ایصال ثواب زوجہ مرحومہ
۷۰	[illegible]	۔	؍ عبدالحق خان صاحب جالندھر	عہ	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر
۷۱	[illegible]	؍	حکیم سعید الرحمن صاحب دہلی [illegible]	عہ	؍	؍
۷۲	[illegible]	؍	؍ محبوب خان صاحب	عہ	؍	ذریعہ حکیم سعید الرحمن صاحب
۷۳	رسید نمبر ۱۳۳	۱	؍ مظفر احمد صاحب کلکتہ	۸	؍	ذریعہ مولانا سعید الحسن صاحب
۷۴	رسید ۱۳۴		ایک اہل خیر جزاہ اللہ معرفت مظفر احمد صاحب	سہ ۵	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	؍
۷۵	رسید ۱۳۲	؍	جناب میاں گلزار محمد صاحب کلکتہ	عہ ۵	؍	؍
			آمدنی بمد خریداری سالانہ اشتراک ندائے حرم [illegible]	[illegible]		

کل میزان آمدنی بابت ماہ شعبان ۱۳۶۰ھ صما ۵۳ ۵

احقر

ضیاء الدین احمد معتمد۔ صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ۔

قرول باغ نئی دہلی۔

ندائے حرم

عدد ۱   مسئول۔ ضیاء الدین احمد   جلد اوّل

ماہ شوال سنہ ۶۰ھ   سنہ ۴۱ء (مطابق نومبر)

طلباء سے بلاتخصیص سالانہ چندہ صرف ایک روپیہ (عہ)

ندائے حرم

از مولانا غلام مصطفیٰ صاحب فخرؔ بھسرامی

یہی ندائے حرم ہے یہی دعائے حرم　　حرم کا درد مسلماں کو دے خدائے حرم
مری نظر میں یہ ہے حاصلِ وفائے حرم　　حرم ہو سامنے اور جان و دل فدائے حرم
یہ دردناک حقیقت ہے اس زمانے کی　　کسی سے کھل نہ سکا عقدۂ وفائے حرم
وہ فتح و فوز یہ کرب و بلا معاذ اللہ　　وہ ابتدائے حرم تھی، یہ انتہائے حرم

پیامِ اہلِ حرم لائی ہے یہ بادِ صبا　　بہارِ گلشنِ اسلام ہے ندائے حرم
حرم کی سیر ندائے حرم میں ہوتی ہے　　جو دل میں دردِ حرم ہو، پڑھو ندائے حرم
مشامِ جانِ مسلماں نہ کیوں معطّر ہو　　ہے عطر بیز جہاں بوئے جانفزائے حرم
حرم کے نخل کی شاخیں بلند و بالا ہیں　　بڑھے نہ ہند میں کیوں عزّ و اعتلائے حرم
حرم کی قدر باندازۂ حقیقت ہے　　نگاہِ عشق و محبّت ہے آشنائے حرم

دیارِ ہند میں اُٹھا حرم کا شور اے فخرؔ
ہے فرضِ عین تمہیں خدمتِ ندائے حرم

زائرین بیت اللہ کیلئے ایک لمحۂ فکریہ

حج کا مبارک و مسعود زمانہ قریب آ رہا ہے۔ خدا کے نیک بندے خدا کے گھر کے تصور میں مگن ہیں۔ دل میں حرم محترم کی زیارت کا ارادہ ہے۔ اور دماغ میں ادائے فرض کا خیال جاگزیں ہے۔ آنکھیں کعبہ معظمہ کے دیدار کی مشتاق ہیں اور قدم مقصد کی راہ میں اٹھنے کے لئے تیار۔

خدا کا شکر ہے کہ بحر احمر جنگ کے مخدوش خطرات سے محفوظ ہے، اس وقت تک جو اطلاعات ہیں ان کی رو سے بحر ہند، بحر یمن اور بحر احمر کے سواحل پر امن چھایا ہوا ہے۔ راستے بھی صاف ہیں اور کوئی خاص رکاوٹ نہیں۔ جنگ کے زمانہ میں جو احتیاطی کارروائیاں کی جاتی ہیں۔ متعلقہ حکومتیں ان سے غافل نہیں ہیں، عدن سے عقبہ تک عرب کے ساحل پر اطمینان کا دور دورہ ہے، امید ہے کہ امسال حاجیوں کی تعداد زیادہ ہوگی

لندن، برلن، روما، اور ماسکو کے عوام اپنے اپنے فرائض کو پورا کرنے کے لئے خطرات کی پرواہ کئے بغیر خطرناک سے خطرناک مرکزوں میں آ جا رہے ہیں، یقین یہ ہے کہ مسلمان محض خطرات سے خوف زدہ ہو کر اپنے فرض، خدا کے گھر اور ایمان و اسلام کے حکم کو فراموش نہیں کریں گے۔

حکومت کا اعلان

حکومت ہند کے محکمہ ماورائے بحر سے جو اطلاعات دفتر "ندائے حرم" کو موصول ہوئی ہیں ان سے معلوم ہوا ہے کہ امسال عازمین حج کے لئے نومبر اور دسمبر میں جہاز چلائے جائیں گے۔ ایک جہاز کلکتہ سے روانہ

ہوگا۔ باقی کراچی اور بمبئی سے جنگی حالات کی وجہ سے کسی جہاز کی روانگی کی ٹھیک تاریخ نہیں بتائی جاسکتی۔ لیکن مقررہ تاریخوں سے پہلے بندرگاہوں پر پہونچ جانے والے اصحاب کو سہولت رہے گی، اگر روانگی میں پانچ روز کی تاخیر ہوجائے تو اس کا انتظام کرکے آنا چاہئے کہ ہر شخص اپنے صرف سے اس عرصہ کو گذار سکے اگرچہ پچھلے سال کے مقابلہ میں اب کی مرتبہ زیادہ حاجیوں کے لئے جہازوں کا انتظام کیا گیا ہے لیکن مسافران حرم کا مفاد اسی میں ہے کہ وہ جلد سے جلد پہلے جہازوں سے روانگی کے لئے تیار ہوجائیں، کیونکہ جنگی حالات کے لحاظ سے یہ بھی ممکن ہے کہ باقی ماندہ حاجیوں کے لئے کسی مزید جہاز کا انتظام نہ ہوسکے۔

بمبئی اور کراچی کے جہاز کے لئے عازمین حج کے پہونچنے کے لئے بالترتیب ۱۰، اور ۱۱ نومبر ۱۹۴۱ء کی تاریخوں کا اعلان کیا گیا ہے۔ کلکتہ سے روانہ ہونے والے اصحاب کو ۱۶ نومبر ۱۹۴۱ء تک پہونچ جانا چاہئے۔ بمبئی اور کراچی سے دوسرے جہاز پر سوار ہونے والوں کو بالترتیب ۱۷، اور ۱۸ نومبر ۱۹۴۱ء کو وہاں پہونچنا ضروری ہے۔ ان دونوں بندرگاہوں سے اگر اور کوئی جہاز روانہ ہوا تو اس کا اعلان بعد میں ہوگا

خرچ کے متعلق چند باتیں قابل لحاظ ہیں، اگرچہ حکومت سعودیہ نے ٹیکسوں میں پچیس فی صدی تخفیف کردی ہے، مگر فیس قرنطینہ کے ساتھ اس دفعہ خوراک کی قیمتیں عام طور پر بڑھ گئی ہیں، حجاز میں بھی اخراجات زندگی پہلے سے زیادہ ہوں گے۔

جدہ میں جہاز سے ساحل تک سامان کی روانگی اور واپسی کے لئے کشتی کا کرایہ جہاز ران کمپنی ٹکٹ کے ساتھ وصول کرے گی۔ حاجیوں کو سونے کے پاؤنڈ باہر لیجانے کی اجازت ہوگی، عرشہ کے مسافر دس سونے کے پاؤنڈ، اور کیبن کلاس کے مسافر تیس ۳۰ سونے کے پاؤنڈ ساتھ لے جاسکیں گے۔ اور اس کا انتظام خود ان کو ہندوستان میں کرنا ہوگا۔

ہمارا مخلصانہ مشورہ ــــ

عازمین حج کے لئے ہمارا مخلصانہ پیغام اور دردمندانہ مشورہ یہ ہے کہ ان کو بیت اللہ کی زیارت کا عزم کر لینے کے بعد یکسوئی قلب کے ساتھ سفر کرنا چاہئے، مکہ معظمہ سوز و محبت کا مقام ہے، ایثار و قربانی کی یادگار ہے، خدا کا گھر ہے، دنیا کے سب سے بڑے پیغمبر، کائنات کے سردار اور سرور کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت کی پاک جگہ ہے، اسلام کا وطن ہے، اور مسلمانوں کے فرائض و واجبات کا محور ہے، اگر دنیا کی قومیں تمام خطرات کے باوجود اپنے مرکزی شہروں میں آکر جمع ہو رہی ہیں اور پر امن مقامات سے آکر جان کی بازی لگانے اور اپنی خود شناس قومیت کے لئے اپنا خون بہانے کے لئے جمع ہو رہی ہیں تو مسلمانوں کے لئے اپنے مرکز سے روگردانی کرنا، خدا کو بھلا دینا اور خدا کے گھر کو بھول جانا۔ فرض سے جان چرانا اور عبادت کی راہ سے گمراہ ہو جانا کسی طرح مناسب نہ ہوگا۔ گذشتہ سال زیادہ خطرات تھے۔ پھر بھی خدا کے شیر دل بندوں نے اپنے فرض کی راہ لی اور کامیاب واپس ہوئے۔

مکہ معظمہ پہونچنے اور تمام عبادتوں سے فارغ ہو جانے کے بعد ایک عبادت باقی رہ جاتی ہے۔ اس کا حق پہچاننا اور اس کی اہمیت کو پہلے سے ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ سادگی سے ایک بات کو سمجھیں اور ہم جو کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں اس کی حقیقی عظمت کو ذہن و فکر کی گہرائیوں میں جگہ نہ دیں۔ اگر ایسا ہوا تو ان پاک نفس زائرین حرم کے لئے بڑی غلط بات ہوگی جو خدا کے شہر میں خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے جاتے ہیں۔

ہر مسلمان جانتا ہے کہ ایک فوج کا بننا آسان لیکن ایک قوم کا بننا مشکل ہے، دنیا کے تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ انسانوں کی قسمت انسانی تنظیم سے وابستہ ہے، انسانی تنظیم سے قوم بنتی ہے۔ مگر قوم کے بننے کے لئے پہلی شے علم ہے۔

دنیا میں آج جو کچھ ہو رہا ہے یہ علم ہی کا کمال اور کارنامہ ہے۔ انگلستان ہرگز ترقی نہ کرتا اگر لندن اور بلفاسٹ یونیورسٹی نہ ہوتی۔ برلن کبھی نہ ابھرتا اگر برلن یونیورسٹی نہ ہوتی۔ جاپان کبھی زندہ قوموں کی اگلی صف میں نہ آتا اگر وہاں گاؤں گاؤں میں تعلیمی نظام نہ ہوتا۔

علم قوموں کو کس طرح بناتا ہے۔ یونان اس کی زندہ مثال ہے۔ ہزارہا سال گذرنے کے بعد یونان کا نام عظمت سے لیا جاتا ہے۔ صرف اس لئے کہ یہ ملک ایک زمانہ میں صدہا یونیورسٹیوں کی ایک یونیورسٹی تھا۔ ہمارے اسلاف عربوں کا نام آج بھی یوروپ کے دل پر لکھا ہوا ہے۔ اہل یوروپ جب دمشق، بغداد، قیروان، قرطبہ اشبیلیہ کی یونیورسٹیوں کا نام لیتے ہیں تو ان کی زبانوں پر بے ساختہ عرب کا تذکرہ آجاتا ہے۔

اگر یہ صحیح ہو کہ مسلمانوں کو دوبارہ زندہ ہونا ہے، اور اگر یہ صحیح ہو کہ قرآنی علوم میں یہ طاقت ہے کہ از سر نو مسلمانوں کو ایک قوم اور امت کی صورت میں ایک طاقت بنا دیں (اور یقیناً صحیح ہے) تو ہم عرض کریں گے کہ مسلمان دنیا کی سطح پر اس وقت تک سربلند نہ ہوں گے جب تک اللہ کے گھر کے زیر سایہ اور وادی ابراہیم کے دامن میں "مکہ یونیورسٹی" نہیں قائم ہوگی۔

علمی ترقی کی ایک نادر مثال

آج سے دس بیس سال قبل نہیں پورے اڑسٹھ ۶۸ سال قبل ایک باخدا برگزیدہ ولی کامل اور حکیم و عارف عالم بزرگ، حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مستقبل کی ضرورت کا جائزہ لیا۔ اور کعبہ کے زیر سایہ "جامعہ حرم" کی بنیاد رکھی، ان کا یہ کام اسلامی دنیا کے لئے ایک اعلیٰ مثال تھی، اور ان کی ذات ایک قابل تقلید نمونہ۔ انہوں نے عیسائی دنیا کے کروڑوں صلیب پرست اور متعصب افراد کے چیلنج کو قبول کر کے مدافعت اسلام کی عظیم الشان خدمت انجام دی۔ جس پر باب خلافت نے قسطنطنیہ طلب فرمایا، خلیفۃ المسلمین سلطان عبدالحمید خاں کے ایما پر رد نصاریٰ میں وہ عدیم المثال کتاب لکھی جو دنیا میں "اظہار الحق" کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت بانی مدرسہ رحمۃ اللہ علیہ کے

ان مسلسل مجاہدانہ دینی اور اسلامی خدمات کے اعتراف میں ان کو خلافت عظمیٰ سے اعزاز واکرام کے علاوہ "پایۂ حرمین" کا رفیع المنزلت خطاب عطا فرمایا گیا۔

مسلمان بادشاہوں کے تاج اس فقیر حرم کے سامنے جھک گئے، امراء کے ہاتھ۔ رؤساء کے خزانے کھل گئے، مگر اس مرد حق نے فیصلہ کیا کہ "امت کے بلند تعلیمی نصب العین کے قیام کے لئے سلاطین امت کی جگہ عوام امت کی امداد پر تکیہ کیا جائے۔

جامعہ حرم، مدرسہ عالیہ صولتیہ حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آثار میں ہے۔ اگر ان کی نظر عوام امت پر نہ ہوتی، تو مسلمان دیکھتے کہ سلاطین اس کی عمارت کا دروازہ چاندی کا بنواتے، میناروں کے کلس سونے کے ہوتے، اور جواہرات سے مرصع قندیل اس میں روشن ہوتے

یہ بات کس درجہ بدقسمتی کی ہے کہ حضرت بانی مدرسہ رحمۃ اللہ علیہ نے امت کے عام افراد پر جو اعتماد کیا تھا وہ پورا نہ ہوسکا، اس میں شک نہیں کہ حرم مکہ کی یہ درسگاہ اس وقت بھی حجاز مقدس کی سب سے بڑی درسگاہ ہے، لیکن اس کو اب بھی اپنے نصب العین تک پہونچنے کے لئے طویل راستہ طے کرنا ہے۔

جنگ سے پہلے دار العلوم حرم مدرسہ صولتیہ ہندیہ کے سالانہ اخراجات کو حجاج کرام پورا کردیتے تھے، اس طرح مرکز اسلام کا یہ دینی دار العلوم، جس میں ہر اسلامی ملک کے طلبہ آکر اور اعلیٰ تعلیم پاکر نکلتے ہیں، کسی قدر مطمئن زندگی بسر کررہا تھا، لیکن کئی سال سے حجاج کی تعداد میں کمی کے ساتھ جنگ کے اثرات سے اس کی آمدنی خود کم ہوگئی۔ پہلے بھی ترقی محدود تھی مگر احتیاط وتدبیر سے سالانہ خرچ پورا ہوجاتا تھا، اب کئی بار اخراجات میں تخفیف ہوچکی ہے، اندازاً سولہ ہزار روپیہ سالانہ کا خرچ پورا ہونا مشکل نظر آتا ہے۔

ہم عازمین حرم محترم کے سامنے ان تفصیلات کو پیش کرنے کے بعد عرض کریں گے کہ اب ان کو بجائے خود یہ فیصلہ کرنا چاہئے کہ اللہ کے گھر میں پہنچنے کے بعد ان کا پہلا اخلاقی فرض کیا ہے، غور کیجئے کہ مکہ معظمہ میں آپ کی طرف سے آپ کے نام سے ایک "جامعہ اسلامیہ" موجود ہے، کعبہ کے زیر سایہ، اور انبیاء کی سرزمین پر ہے،

اور ان علوم و فنون کی اشاعت کا ذریعہ ہے جن سے مسلمانوں کی قدیم تاریخی عظمت باقی ہے اور طرز تعلیم وہ ہے جس کی آج کل ضرورت ہے۔ طلبہ ساری دنیائے اسلام کے ہیں، علماء اور اساتذہ کی جماعت خدمت دین و علم میں مصروف ہے۔

درسگاہ کو قائم کرنے والے اور باقی رکھنے والے تمام بزرگ ہندوستانی۔ تعلیم پانے والے آفاقی، سند بخشنے والے ہندوستانی، اور فیض پانے والے مکی، مدنی، حجازی، یمنی، ہندوستانی، جاوی، بخاری، افغانی، افریقی، ایرانی۔

امداد کا مصرف اس سے بہتر ہو گا، اور نہ امداد دینے کا وقت اس سے اچھا آئے گا۔ یہ درخواست ہے، ایک بڑے مقصد کے لئے، تمام اہل دل کی طرف سے۔ امت کے افراد کا حق ہے کہ وہ اس کو سنیں اور اس کا وہ جواب دیں جس کے علاوہ اس کا دوسرا جواب ہو نہیں سکتا۔

اثرات

زمانہ کے اتفاقات مشہور ہیں، اور "حسن اتفاق" کے لفظ سے بھی کان آشنا ہیں، اتفاق وقت کی نادر و نایاب مثالیں اکثر کانوں نے سنی ہیں، اور آنکھوں نے دیکھی ہیں، لیکن ایک سراپا خیر ممتاز شخصیت نے حسن اتفاق کا جو نمونہ پیش کیا ہے اور جس مبارک طریق پر پیش کیا ہے، ہے قابل تقلید۔

آپ علیگڈھ سے اپنے گرامی نامہ میں لکھتے ہیں:۔

مجھے یہ بات معلوم کر کے ایک گونہ خوشی ہوئی کہ جس سال مدرسہ (عالیہ صولتیہ) قائم ہوا تھا وہی سال اتفاق سے میری پیدائش کا ہے، گویا مدرسہ صولتیہ اور میں ہم عمر ہیں، اور اسی سال مدرستہ العلوم علیگڈھ کی بنیاد قائم ہوئی تھی، مجھے اپنے والد ماجد کی زبانی معلوم ہوا تھا کہ میرا سنہ پیدائش وہی ہے جس سال مدرستہ العلوم کی بنیاد قائم کی گئی، میں عیسوی سنہ کے حساب سے اپنی عمر ۷۴ سال سمجھا کرتا تھا، مگر آپ نے سنہ ہجری تحریر کیا ہے، لہذا اس حساب سے میری اور مدرستہ العلوم مسلم یونیورسٹی کی عمر ۷۶ سال کی ہوئی۔

میں آج مبلغ ۷۶ روپیہ ارسال خدمت کرتا ہوں۔ گویا اپنی عمر کے ہر سال کی بابت ایک روپیہ ادا کرتا ہوں، آیندہ میرا قصد یہ بھی ہے کہ آیندہ ہر ماہ کی بابت ایک روپیہ سال کے بارہ ۱۲ روپے بھیجا کروں گا۔

سبحان اللہ یہ اتفاق بلکہ حسن اتفاق۔ خدا کے فرماں بردار بندے اچھے کاموں کے لئے کیسے اچھے اچھے

عنوان تلاش کر لیتے ہیں، اسی دنیا میں وہ اصحاب بھی ہیں جو سرمایہ و ثروت کے باوجود قومی کاموں میں حصہ نہ لینے کے لئے عجیب و غریب بہانے ایجاد کر لیتے ہیں، اور وہ اصحاب صدق و صفا بھی ہیں، جو قومی تعلیم و ترقی پر روپیہ خرچ کرنے کے لئے زمانہ کے اتفاقات کو بھی اپنے قالب میں ڈھال لیتے ہیں، حالات زمانہ نامساعد سہی، قومی ادارے کتنے ہی پریشان حال کیوں نہ ہوں، جب تک ایسی نیک خیال ہستیاں موجود ہیں، مسلمانوں کے بڑھنے اور اٹھنے کی امید کا سلسلہ منقطع نہیں ہو سکتا۔

ایک زمانہ تھا کہ سچے اور پکے مسلمانوں کی طرح مسلمان خواتین بھی اسلام کے لئے سرمایۂ فخر و ناز تھیں، عبادات کی طرح معاملات میں، انتہا یہ کہ معرکۂ جہاد میں بھی ان جگردار خواتین کا حصہ تھا۔ آج نہ وہ زمانہ ہے، نہ وہ مسلمان ہیں، نہ وہ مسلم خواتین ہیں۔ معاملات سے قطع نظر عبادات میں اور عبادات سے قطع نظر محض خیالات میں، وہ پہلے نونے ملنے مشکل ہیں۔

تازہ ڈاک سے ایک خط ملا، نام اور پتہ کی جگہ صرف ایک لفظ لکھا ہے۔ "ایک مسلمہ"۔ مضمون مکتوب سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ایسی مثالیں موجود ہیں جو امت مسلمہ کی خواتین کی شان کو ظاہر کرتی ہیں۔ لکھتی ہیں

> آج صبح میری نظر سے چند کاغذات گذرے، جو مدرسہ صولتیہ کے متعلق تھے پاک پروردگار ہمارے اس اسلامی ادارہ کو اسلام کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق عطا فرمائے خدا ہم عاجز مسلمانوں کے دن پھیرے اور ہماری گذشتہ کامیابیاں پھر ہمیں عطا کرے"۔

ڈاکخانہ کی مہر سے قیاس ہوتا ہے کہ خط لاہور سے پوسٹ ہوا ہے، احساس کتنا مبارک ہے "ایک مسلمہ" بھیجنے والی بہن نے کتنا اچھا لفظ انتخاب کیا ہے۔ ایک مسلمان خاتون کے لئے اس سے زیادہ بلند پایہ دوسرا لفظ نہیں مل سکتا۔ "چند کاغذات نظر سے گذرے"۔ جو کاغذات مردوں کی نظر کے لئے رکھے چھپے ہیں ایک خاتون کی خداداد بصیرت اس سے کتنا شغف ظاہر کرتی ہے۔

دعا کے الفاظ سے دل کا حوصلہ بلند ہوتا ہے۔ "خدا ہمارے دن پھیرے اور ہماری گذشتہ کامیابیاں ہمیں پھر عنایت کرے"۔ اگر اُمّت مُسلمہ اس احساس سے آشنا ہو جائے اور اس مرکز کی تلاش میں نکل پڑے جہاں سے چل کر ہم نے نصف صدی میں نصف دنیا کو فتح کیا تھا۔ تو ہمارے دن پھر سکتے ہیں اور ہمیں ہمارے مقاصد میں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔

مشہور مثل ہے کہ نیک کام کے لئے کسی استخارہ کی ضرورت نہیں۔ خدا کی توفیق و تائید سے اس زمانہ میں بھی ایسے اصحاب موجود ہیں، جو نیک کاموں میں دل سے حصّہ لیتے ہیں۔ اور خوشی سے، اپنا فرض انجام دیتے ہیں۔

آج کل عام طریقہ یہ ہے کہ اوّل تو نیک کاموں میں حصّہ لینا ہی خلاف شان سمجھا جاتا ہے، اگر بغیر کسی توجّہ کے یہ بات معلوم ہو گئی کہ خدا کے کچھ مخلص بندے ایک مفید کام کر رہے ہیں، تو سب سے پہلے یہ تردد ہوتا ہے کہ اس مقصد میں امداد دینا چاہئے یا نہیں۔ اگر کام پسند خاطر ہے تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امداد دی جائے تو کتنی؟ یہ سوال بھی حل ہو جائے تو خیال ہوتا ہے کہ ابھی دیکھا جائے یا اپنے مفروضہ کاموں سے فرصت پاکر جب فرصت بھی مل جائے تو یہ کیا ضروری ہے کہ اسی وقت، اسی آن، اسی لمحہ امداد کے لئے ہاتھ بڑھا دیا جائے۔ یہ تردّد آخر تک رہتا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ مسلمانوں کے زیادہ تر کام اسی لئے تشنۂ تکمیل پڑے ہیں کہ مسلمان تردّد کے دائرہ سے یقین کی منزل میں نہیں آتے۔ "یقین محکم" فاتح عالم ہے، اگر یقین نہیں تو امّت کی قسمت کیسے یقینی طور پر کامیابی حاصل کر سکتی ہے۔

اگرچہ دنیا تاریکیوں سے بھری ہوئی ہے۔ برائی کی چادر نے انسان کی نیکیوں کے چہرہ کو چھپا رکھا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ابھی ایسی ہستیاں موجود ہیں جو خدا کے کاموں میں فیصلہ کن قوت سے کام لیکر آگے آتی ہیں۔ اور اپنے فرض کو پورا کرتی ہیں۔ ان کی امداد کا جذبہ سچّا ہوتا ہے، ان کا ارادہ عمل سے زیادہ یقینی ہوتا

ہے۔ وہ ہر بہانہ سے پاک وصاف ہوتے ہیں۔ اور جو کرنا ہوتا ہے کر گذرتے ہیں۔ وہ دوسروں کی پکار کا انتظار نہیں کرتے، بلکہ تبلیغ مقصد سے پہلے نیک مقاصد کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں، دل سے، مال سے، جان سے۔

اس قسم کے نیک دل احباب میں کلکتہ کے معاونین ومحسنین داخل ہیں۔ یہ حضرات ہمارے شکریہ اور خدا کے فضل وانعام کے مستحق ہیں۔ انہوں نے ماہ مبارک رمضان کی بیحد قیمتی مصروفیتوں کے باوجود جامعہ حرم کے لئے اپنا وقت صرف کیا۔

خدا کے گھر سے زیادہ مقدس کوئی گھر نہیں، اور خدا کے گھر میں دین وعلم کی اشاعت کرنے والے جامعہ سے زیادہ مبارک ومسعود کوئی درسگاہ نہیں۔ جب مقصد بڑا ہے تو اس مقصد سے تعاون کرنے والے احباب اپنے ایمان، اسلام کے لحاظ سے خدا کی نظر میں کتنے بلند مرتبہ ہوں گے۔

کلکتہ کے محسنین نے جس قلبی توجہ سے کام لیا ہے اور جس انہماک سے دارالعلوم حرم کے لئے کام کیا ہے۔ اس نے ہماری افسردہ امیدوں کو بڑا سہارا دیا ہے، تمام محسنین ہمارے شکریہ اور دعاؤں کے مستحق ہیں انہوں نے۔ دل سے، عمل سے، سرگرمی اور جدوجہد سے درسگاہ حرم کی تائید کی۔

محترم حاجی محمد دین صاحب، حاجی محمد احمد صاحب، حاجی محمد صدیق صاحب نے اپنی قیمتی مصروفیتوں میں سے وقت نکال کر اللہ کے پاک گھر کی خدمت میں صرف کیا، انہوں نے وقت ہی نہیں صرف کیا بلکہ اپنی کاریں بھی اس کار خیر کے لئے کئی دن تک وقف رکھیں، پٹرول کی شدید گرانی اور قلت کے زمانہ میں ان کا یہ ایثار قابل قدر ہے، جو ان حضرات کے ایمانی جذبہ کا پتہ دیتا ہے۔

آج کل دنیا ایک سخت دور سے گذر رہی ہے، مالیات کا نظام متزلزل ہے۔ تجارت کی حالت پریشان کن ہے۔ دنیا اور اہل دنیا کی پریشانیاں شعلوں کی طرح بھڑک رہی ہیں، لیکن تمام پریشانیاں ایک طرف اور ردِ مردان عمل اور اصحاب خیر ایک طرف جو ہر حال میں بیت اللہ کے مرکزی بیت العلوم کی خدمت پر آمادہ نظر آئے۔

کلکتہ کے اُن معاونین کرام میں جنہوں نے وفد حرم کے ساتھ شہر کا گشت کیا، اعتراف احسان کے ساتھ حسب ذیل اصحاب قابل ذکر ہیں:۔

ایس لے حمید صاحب تاجر کلکتہ، شیخ محمد یعقوب صاحب منیجر فرم خان بہادر محمد جان صاحب شیخ محمد یعقوب صاحب (فرم محمد یعقوب محمد یسین صاحب) شیخ اعجاز الدین صاحب، شیخ ممتاز الدین صاحب، شیخ محمد مہرالٰہی صاحب (ایچ۔ محمد صدیق کمپنی) حافظ محمد یوسف صاحب (جاپان ہاؤس) ان حضرات نے اپنی گرامی قدر عملی توجہ سے یہ ثابت کر دیا کہ خدا نے ان کو دل بھی دیا ہے، احساس بھی عطا کیا ہے، اور وہ ولولہ بھی جس سے مرکز اسلام کا یہ عظیم الشان کام انشاء اللہ اپنی منزل مقصود تک جلد پہونچنے میں کامیاب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کے ارادوں میں برکت، ان کے کاموں میں کامیابی، اور احساسات خیر میں ترقی عطا فرمائے۔

خاص طور پر محترمہ بیگم حاجی محمد احمد صاحب نے جس انہماک اور فرض شناسی سے کام لیا وہ کامیابی کے لئے بنیادی چیز ہے، ہم خدا کی جناب میں ان اصحاب کے لئے خیر و برکت کے خواستگار ہیں، ہمیں یقین ہے کہ جو لوگ اللہ کے پاک گھر کی اس اہم علمی تعلیمی اور دینی ضرورت کی حمایت کر رہے ہیں، رب کعبہ ان کی امیدوں کو ضرور معراج کمال پر پہونچائے گا۔

کلکتہ کے محسنوں کے علاوہ ماہ مبارک رمضان میں ہندوستان کے مختلف گوشوں سے محسنین و معاونین نے دار العلوم حرم کی امداد فرمائی۔ ان میں کچھ بزرگ ایسے ہیں جن کا تعلق مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ سے بہت پرانا ہے۔ اور کچھ ایسے ہیں جن سے خادمان مدرسہ کو تعارف حاصل نہیں ہے، ایسے اصحاب جہاں ہوں اور جس حال میں ہم ان کے سپاس گذار ہیں، وہ ہماری طرف سے شکریہ، دعائے خیر و برکت اور پیغام کامیابی و سلامتی سے قبول فرمائیں۔

محترم حاجی عبدالرحمن صاحب مالک فرم حاجی غلام حسین اینڈ سنز، اور محترم منشی طفیل احمد صاحب

گورنمنٹ پنشنر نے ماہ مبارک رمضان میں قصبہ راہی ضلع سہارنپور میں دارالعلوم حرم کے لئے سعی بلیغ فرمائی

اور اس طرح انسانی کوششوں کے اس رخ کو طاہر کیا جس کو اس زمانہ کے مسلمان بھول جانا چاہتے ہیں جزاہم اللہ

چنانچہ ڈاکٹر ظہور محمد قریشی صاحب لکھتے ہیں:-

"مدرسہ مظاہر کے تمام کارکنوں، اور طالب علموں کی خدمت میں ہمارا اسلام اور عید مبارک پہونچا دیجئے،

رسالہ ندائے حرم پہونچتا رہتا ہے۔ اس کے مطالعہ سے وہاں کے حالات کا اندازہ ہوتا رہتا ہے۔ حقیقتاً آپ کے اس رسالہ نے ہندوستان اور مکہ معظمہ کو ایک زنجیر میں جوڑ دیا ہے۔ اور دور حاضرہ کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے، خدا اس کے نیک اور مبارک منشا میں ترقی عطا کرے۔ آمین۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔

ڈاکٹر صاحب کے دل و دماغ کی بیداری ہمارے لئے حوصلہ مندی کا پیغام ہے۔ ایسے زمانہ میں جبکہ اللہ کے گھر کے مرکزی دارالعلوم کے لئے مسلمانوں کا احساس پوری طرح سو رہا ہے۔ ان خیالات کا اظہار اور مرکز اسلام کی اس اہم ضرورت کا احساس بڑی بات ہے۔ مدرسہ حرم محترم کو اپنی مشکلات دور کرنے کے لئے بڑی بڑی رقموں کی ضرورت ہے، مگر ایک چھوٹی رقم جو احساس کے ساتھ دیجائے کچھ کم نعمت نہیں، ہمیں یقین ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا احساس آئندہ ایسے بڑے کاموں کا موجب ہوگا جس پر انہیں اور ہمیں یکساں طور پر فخر ہوگا۔

ہم اپنے ملک کے ان مسلم جرائد اور اصحاب قلم کے خاص طور پر ممنون ہیں جنہوں نے ہماری عرضداشتوں کو شائع کرنے میں پوری طرح ملی شعور کا ثبوت دیا۔

اخبار مدینہ بجنور نے مکہ سے اپنے گہرے تعلق کی بنا پر احساس فرض سے کام لیا۔ کلکتہ کے جرائد میں سے اخبار ہند اور عصر جدید اور اخبار مدینہ (بنگالی) نے ہماری پوری قلمی اعانت کی۔ مولانا عبدالماجد صاحب کے معیاری اخبار صدق نے بھی مدرسہ حرم محترم کی سچی تحریک کا تعارف کرانے میں حصہ لیا۔ دبدبہ سکندری رام پور، کانفرنس گزٹ علیگڈھ، مسلمان لاہور کے علاوہ متعدد اسلامی جرائد نے دارالعلوم حرم کی ضرورتوں اور خبروں کو عوام امت تک پہونچایا۔

ہم اپنے ان تمام ملی جرائد کے ممنون ہیں، ہمیں آج کے بعد آئندہ بھی ان کے کالموں کی ضرورت ہوگی ہمارے جرائد کے درد مند مدیر اس بات کا صحیح اندازہ کر سکتے ہیں کہ مکہ معظمہ جیسے مشترکہ مرکز میں اسلامی دنیا کے لئے ایک بڑی درسگاہ اور جامعہ اسلامیہ کا وجود کس قدر ضروری ہے۔ اور کعبۂ اسلام کے زیر سایہ مکہ یونیورسٹی کے قیام کے مبادیات کو پورا کرنا کس حد تک وقت کے واجبات میں سے ہے۔ اور مسلمانوں کی تشنۂ تکمیل ضرورت حال و مستقبل میں کن دیرینہ تمناؤں اور امیدوں کے پورا کرنے کا واحد ذریعہ ہو سکتی ہے؟

اس عظیم مقصد کے لئے اخبار سب سے بڑی امداد دے سکتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ درسگاہ حرم اس متوقع امداد سے محروم نہیں رہے گی۔

مولوی محمود علی صاحب وکیل سیواڑ، ریاست جے پور، مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے ان صادق و مخلص ہمدردوں میں سے ہیں، جن کی ہمدردی ایک مستقل روایت بن چکی ہے۔ آپ ایک صادق و امین ہستی ہیں، پہلے بھی آپ نے مدرسہ کے لئے سعی بلیغ فرمائی ہے، اور اب بھی برابر یہ سلسلہ جاری ہے۔ آپ ہمیشہ اپنے وسیع حلقۂ احباب اور عام دیندار مسلمانوں کو امداد و تعاون کی دعوت دیتے رہتے ہیں، اگرچہ آپ اپنی شخصیت میں تنہا ہیں مگر کعبۃ اللہ کی خدمت کی راہ میں کئی انسانوں کے برابر درجہ رکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ ان کے نیک خیالات اور نیک اعمال میں ان کی تائید فرمائے۔ ایسے نیک دل اصحاب بہت کم نظر آتے ہیں، جو ہندوستان میں رہ کر

خدمت حرم کا صادق جذبہ رکھیں اور اسے عملی طور پر ثابت کرتے رہیں۔

مولوی سید سلطان محمود احمد صاحب جعفری مکن پور میں مدرسہ کے لئے اہل خیر حضرات کو توجہ دلاتے رہتے ہیں، نیک بندوں کے کام بھی نیکی کا موجب ہوتے ہیں، "ارض حرم" کو ایسے ہی بزرگوں کی ضرورت ہے، جو اسے نہ بھولیں۔ جزاہ اللہ خیرا۔

نمائندہ اللہ بخش کی وزارت نے سندھ میں ایک عربی یونیورسٹی قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس یونیورسٹی کی عمارت ذاتی اور مستقل ہوگی۔ اپنا ٹریننگ کالج ہوگا۔ اپنا سینٹ ہوگا جس کے ۴۵ ممبر ہوں گے، ابتداء میں ۱۵ اصحاب کی سنڈیکیٹ بنائی جاچکی ہے، رجسٹرار اور وائس چانسلر بھی مقرر کردئے گئے ہیں، یونیورسٹی کی عمارت تاج پور ضلع حیدرآباد میں بنائی جائے گی، مگر ٹریننگ کالج کراچی میں قائم ہوگا، اس کالج میں عربی کے فارغ التحصیل طلبہ داخل ہوں گے، اور انہیں درس تدریس کے لئے تیار کیا جائے گا۔ ابتدائی نصاب تیار کیا جاچکا ہے اور سندھ کے بیس عربی مدارس اس یونیورسٹی کے ساتھ ملحق بھی ہوچکے ہیں۔

سندھ میں یونیورسٹی کا قیام ایک مبارک ابتداء ہے۔ سندھ کو عربوں سے تاریخی تعلق ہے اور عربی زبان سے بھی تاریخی رابطہ ہے۔ سندھ کے وزیر اعظم نے اس سلسلہ میں جو فیصلہ کیا ہے، اس کی اساسی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا، ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ تاریخی مقصد کے لئے ایک تاریخی اقدام ہے، زمانہ گذرتا رہتا ہے، ایک کے بعد ایک دور آتا ہے، واقعات کے بعد واقعات رونما ہوتے ہیں، اور حالات کے بعد حالات بروئے کار آتے ہیں لیکن زندگی کے حقائق، اور عملی زندگی کی حقیقتیں اپنی جگہ باقی رہتی ہیں، اگر آج سے صدیوں قبل فاتح عربوں کے ہراول دستوں نے سندھ کو نئے اور ایک بہتر انقلاب کا پیغام دیا تھا، اور اس کے ساتھ عربی زبان بھی سندھ کے کانوں میں پہونچی تھی، تو آج بھی عربی زبان کا حق ہے کہ وہ اہل سندھ کی فطرت کو

اپنے رسیلے چشموں سے سیراب کرے۔

عربی زبان نے چار سو سال تک اہل یورپ کو علوم سے سرفراز کیا۔ اور یورپ کے دن پھیر دیئے

ڈاکٹر ڈرایپر نے بجا طور پر لکھا ہے کہ

"عربوں کے ذہنی ملکات نے رومیوں کے ملکات سے زیادہ بہار دکھائی، عربی زبان سے درسگاہیں، کالج، اور یونیورسٹیاں معمور تھیں، انہیں یونیورسٹیوں سے تاتاریوں، مراکشوں اور اندلسیوں نے علم کا زبردست فیض حاصل کیا"

ڈاکٹر ہمبولڈ نے اس سے بھی زیادہ حقیقت آفریں تصریح پیش کی ہے، وہ لکھتے ہیں

"فاتح عرب جہاں کہیں بھی گئے ان کی فاتح زبان بھی اُن کے ساتھ گئی۔ اگر ان کے لشکر فاتح تھے، تو ان کی زبان، ان کی تہذیب اور ان کا تمدن بھی فاتح تھا"

یہ امر واقعہ ہے کہ عربی زبان نے قلب حجاز سے نکلکر مصر، طرابلس، الجزائر، مراکش، اور اندلس کو فتح کیا، دوسری طرف شام، فلسطین، عراق کو فتح کیا اہل عجم (ایرانی) نے شدید مقاومت کی، انہوں نے اسلام قبول کرلیا، لیکن اسلامی زبان کی حاکمیت کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا، مسلمان ایران سے گذر کر سندھ تک اپنی زبان کو ساتھ لیکر پہونچے، عجم کے فسردہ آتشکدوں کی چنگاریوں نے عربی زبان کے پرچم کو آگے بڑھنے کا موقع نہ دیا۔ ان کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان، افغانستان، ترکستان عربی زبان کی قوت اور حکمت بالغہ سے محروم رہ گئے۔

اس وقت ہندوستان کی عام عربی درسگاہوں پر نہ جایئے، بلکہ عربی زبان کے اصل سرچشموں، نادر و نایاب ذخیروں، اور قدیم تصنیفات پر نظر کیجئے، تو یہ ماننا پڑے گا کہ یہ زبان آج بھی دنیا کی استاد بن سکتی

ہے۔ اور ماضی کی طرح حال کی ایجادات، سائنس اور صناعی کے لئے مأخذ قرار پا سکتی ہے۔

سندھ کا نام عربوں کے نوجوان سپہ سالار محمد بن قاسم کے نام سے آج تک زندہ ہے، مسلمانوں کے فاتحانہ اقدامات کسی حقیر دنیاوی طمع کے لئے نہ تھے، بلکہ وہ ایک خدائے واحد کے لئے ساری دنیا کو فتح کرنے اور اہل دنیا کو عالمگیر اخوت و مساوات کے اصول پر متحد کرنے کے لئے تھے، آج سندھ میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اگر وہ قدیم بنیادوں پر نئے عنوان سے ترقی کرنا چاہتے ہیں، تو انہیں عربی زبان کی قوت اور مذہب بالا نظریہ کی صداقت سے امداد لینی چاہیئے۔

وزیر اعظم سندھ کا فیصلہ ایک عظیم تجربہ کی بنیاد ہے، اور ایک عظیم الشان مثال بن سکتا ہے، آج سیاست وحکمت کا چراغ حکومت کے ایوانوں میں روشن ہے، سیاست وحکمت کیا ہے، وہ ایک قوت ہی تو ہے جو علم کے ماتحت فیصلہ کن مواقع پر اعتدال قبول کرلیتی ہے، حکومت کی روح علم ہے، اور مسلمانوں کے علاقوں میں علم کا تاج عربی زبان ہے۔ سندھ میں مسلمانوں کی اکثریت ہے، اور غالب وقوی اکثریت ہے، ہمیں حکومت کے عام نظم اور عام نظام تعلیم سے زیادہ غرض نہیں، البتہ مصالح وقت کے مطابق خاص حد تک عربی زبان کی یونیورسٹی قائم کرنا مسلمانان سندھ کے مفاد کے لئے ضروری تھا، اس ضرورت کا احساس ابتدا میں کس کو ہوا، اس احساس نے کس طرح ترقی کی، اس سے قطع نظر، وزیر اعظم سندھ اور وزارت سندھ مبارک باد کے مستحق ہیں۔

سلطنت عباسیہ کے ایک وزیر کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے آن واحد میں بغداد میں ایک یونیورسٹی کے قیام کے لئے ایک لاکھ دینار دیئے تھے، اور پندرہ لاکھ دینار سالانہ کا وقف یونیورسٹی کے لئے کر دیا تھا، اس یونیورسٹی کے نام کر دیا تھا، اس یونیورسٹی میں ایک امیر کے بچّہ کا بھی اتنا ہی حق تھا جتنا ایک غریب کے بچہ کا، سندھ کی وزارت نے بغداد کی اس نظیر کی پیروی کی تو تاریخ موجودہ عہد کے اس اہم واقعہ کو فراموش نہیں کرے گی۔

آخر میں ہم چند مشورے بھی پیش کرنا چاہتے ہیں، ہمیں عربی یونیورسٹی کے متعلق جو معلومات حاصل ہوئی ہیں، ان کی بنا پر ابھی زیادہ امیدیں وابستہ نہیں کی جا سکتیں۔

سب سے پہلے یونیورسٹی کے مطمح نظر پر غور کرنا ہے، قدیم نصاب تعلیم اور طرز تعلیم خود قابل اصلاح ہے۔ اسکولوں، کالجوں، اور مدرسوں کے لئے مولویوں کی تیاری سے بڑا نصب العین ہونا چاہئے کہ ایسے علما مہیا کئے جائیں جو احیاء کتاب و سنّت کے ساتھ وقت کی ضرورتوں کے مطابق مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کر سکیں، عربی زبان تعلیمی زبان ہو، اور وہ بھی اس طرح کہ یہ زبان ہم کو ہمارے قدیم ذخیروں اور جدید ضرورتوں پر دسترس دلا سکے، اس کوشش سے ہندوستان کے مسلمان ان زبردست علمی کوششوں سے آگاہ ہو سکتے ہیں جو حجاز فلسطین، شام، عراق، میں جاری ہیں، اور جن کی رہنمائی مصر کر رہا ہے۔

متقدمین کے بڑے بڑے علمی خزانے ہماری نظروں سے اوجھل ہیں، اور ہماری نظریں درسی کتابوں کی قیدی بن کر رہ گئی ہیں۔ آج ہمیں ایک ایسی یونیورسٹی کی ضرورت ہے، جو ان ذخیروں پر قبضہ کرنے والے علما، پیدا کر سکے۔ اگر سندھ یہ کام کرنا چاہتا ہے اور پورے ہندوستان کی رہنمائی کرنے کے لئے تیّار ہے تو سے دنیائے اسلام کے علماء سے ربط پیدا کرنا چاہئے، اور ممالک عربیہ سے ایسے علماء کو بلانا چاہیئے جو عربی روح پیدا کر سکیں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو یہ یونیورسٹی ایک اصطلاحی چیز ہو کر رہ جائے گی۔

ضرورت ہے ایسے رجال عمل کی جو عربی روح اور عربی فضا پیدا کر کے نقطۂ اتصال بن سکیں، اور موجودہ دور میں تفریق امت کی اندوہناک صورتوں کو ختم کر کے عملاً اخوت کے داعی بن کر مسلمانوں میں ہمہ گیر اتحاد کے اعلیٰ جذبہ کو دوبارہ زندہ کرنے میں کامیاب ہوں۔

بصائر

ظہور قدسی سے پہلے

(۱) "جناب سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اگر عربوں کے طرز زندگی کو دیکھا جائے۔ تو اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ان میں غیر معمولی ترقی کا مادہ موجود تھا۔"

(۲) "عربوں میں چھٹی صدی عیسوی تک اس جوہر کے کوئی آثار نہ تھے جو قرون مابعد میں علم، ادب اور سائنس میں اتنا بڑا انقلاب پیدا کرنے والا آتا۔ جن لوگوں کی بسر اوقات ہی غارتگری پر ہو، ان کی طرز معاشرت سے کسی طرح یہ نہ پتہ چلتا تھا کہ ان میں دماغی ترقیات کی اس درجہ قابلیت ہے کہ وہ کچھ سے کچھ کرکے دکھائیں گے۔"

(۳) "رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے ایک صدی پہلے شدید اور افسوسناک جہالت نے مسیحی دنیا کا منہ کالا کر رکھا تھا۔ اس کے مقتدایان مذہبی اس درجہ بداخلاق اور فاسق و فاجر ہو گئے تھے کہ جس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔"

"ہسٹری آف دی مورش ایمپائر ان یورپ"

ڈاکٹر سی پی اسکاٹ

ظہور قدسی کے بعد

(۱) "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا فائدہ یہ ہوا کہ مسلمان قرون وسطیٰ کے ظلمات سے بالکل بچے رہے۔ اسلام آیا اور اس نے کعبہ کے بتوں کو توڑ کر تین ہزار سال کی روایات کو مٹا دیا، مسیحی مذہب کے مرکز کو فتح کرکے اپنے ہاتھ میں لیا۔ یہودیوں کی دینی حکومت اور روم کے دینی شرائع کو دور دراز ممالک میں پراگندہ کر دیا مجوسیوں

کو ایران کے آتشکدوں سے نکال باہر کیا، بیزنطینی کلیسا کو "دنیاوی تخت" اور "دینی عصا" سے محروم کر دیا، اے سی ایس، او سی، اس اور ہورس (مصر کے خرافات الاصنام) کے امور دینی کو روند ڈالا، اور حیرت زدہ مصریوں کے سامنے خدائے واحد کا عظیم و جلیل تصور پیش کیا، یکے بعد دیگرے وہ حکمراں پیدا کئے جو انسان کے قوائے دماغی کی ایسی سلطنتیں قائم کر سکے جن کے آثار کبھی نہ مٹیں، یہ عجیب و غریب بے مثال نتائج ہیں، اس ایک بکریاں چرانے والے (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غیر متزلزل استقلال، عظیم الشان ذاتی جوہر اور سیاسی دور اندیشی کے، جس نے جنگجو وحشیوں میں تربیت پائی تھی۔"

(۲) "خدائے قادر کی جلیل الشان ہستی کے تخیل نے کچھ ایسا جوش پیدا کر دیا تھا کہ اسلام نے بت پرستی کی جڑیں اس طرح اکھاڑ پھینکیں کہ اس کے شیوع و ظہور کے بعد دوسری ہی نسل میں لوگوں نے اپنے آباء و اجداد کے جھوٹے خداؤں کا نام لینا چھوڑ دیا۔ مردم خواری حرام ہو گئی۔ زمانۂ جاہلیت کی شہوت پرستی کو دبا دیا گیا عورتوں کی عزت بلند ہو گئی، ہر قسم کے نشوں کو ناجائز قرار دیدیا گیا۔"

(۳) عربوں کے عصر جاہلیت اور زمانۂ تہذیب و تمدن کے ثبات و استقلال اور دماغی ترقی میں (۱۲۰) برس سے بھی کم کا فاصلہ ہے، ان کی ترقی کی رفتار اس قدر تیز تھی کہ چار ہی نسلوں میں انہوں نے وہ کام کر دکھایا جو دوسری قومیں بیس نسلوں میں بھی نہ کر سکتی۔"

ہسٹری آف دی مورش ایمپائر ان یورپ
(یورپ میں فاتح مسلمانوں کی تاریخ)
ڈاکٹر سی پی اسکاٹ

مسلمان اور سائنس

"اس زمانہ میں ہر شخص تشنۂ علم ہے۔ اب یہ ممکن نہیں کہ وابستگان کلیسا (عیسائی دنیا) کی بے پروائی اسلامی سائنس کے نور کو مکدر کر سکے، وہ دن اب بہت دور چلے گئے، جب ابن یونس جیسے ہیئت داں

المقری جیسے مورخ، ابن رشد جیسے فلسفی، ابن سینا جیسے طبیب، اور ابن بیطار جیسے ماہر علم نباتات کی محنتوں کو اس لئے مطعون کیا جاتا ہے کہ ان کو عیسائی پادریوں کی مذہبی کونسل نے منظور نہیں کیا"۔

مشہور امریکن عالم ڈاکٹر سی پی اسکاٹ نے مندرجہ بالا الفاظ میں اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ علوم سائنس کے تمام شعبے مسلمانوں کی محنتوں کا ثمرہ ہیں۔ ہمارے علماء، ہمارے نوجوان، ہماری یونیورسٹیاں، ہماری درسگاہیں، اور ہمارے علمی مرکز، ان علوم اور ان علماء کی محنتوں کے متعلق کیا کر رہے ہیں۔ کیا اسلامی علوم کو المعیداں کی میراث نادینے کے بعد ہم پر کوئی فرض عائد نہیں ہوتا جس کی طرف توجہ کرنا ہمارے لئے ضروری ہو۔

اسلامی پارلیمنٹ کا فیصلہ

سلطان صلاح الدین ایوبی کا زمانہ ہے۔ سلطان طبریہ کو فتح کر چکا ہے۔ طبریہ کے بعد عکا کا محاصرہ جاری ہے۔ اہل فرنگ شہر پناہ سے سفید جھنڈے بلند کر کے امان طلب کرتے ہیں سلطان بے گناہ شہریوں کے لئے امن عام کا اعلان کر دیتا ہے۔ اسلامی لشکر فتح کی امنگوں اور امیدوں کی کتاب ساتھ لئے آگے بڑھ رہا ہے، عکا کے بعد قیساریہ فتح ہوا، قیساریہ کے بعد حیفا۔ یافا۔ صیدا۔ بیروت اور جبل عسقلان فتح ہوئے۔ بیت المقدس کے محاصرہ کا وقت آیا۔ محاصرہ شروع ہو گیا۔ محاذ بدلتے بدلتے شمالی سمت کو مضبوطی سے قائم کیا گیا۔ ایک زبردست عسکری لائن سے منجنیق کے ذریعہ حملہ شروع ہو گیا۔ ہزاروں مجاہدین بے جگری سے آگے بڑھ رہے تھے، تیراندازوں کی کمانیں چلّہ پر چلّہ چڑھا رہی تھیں آخر میں شہر پناہ پر اتنا شدید حملہ کیا گیا کہ حصار کی دیوار کو اکھاڑ کر پھینک دیا گیا۔

جب بیت المقدس کا میئر (لاٹ پادری) مجبور ہو گیا۔ تو امن کی درخواست لیکر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سلطان نے کہا ابھی نہ تمہاری درخواست منظور کی جا سکتی نہ تم کو امان مل سکتی ہے۔ میں تمہارے ساتھ اس وقت تک کوئی رعایت نہ کروں گا جب تک تم سے ان مسلمانوں کا بدلہ نہ لے لیا جائے جن کو

تم نے ۱۱۸۷ء کی جنگ میں فتح حاصل کرنے کے بعد امان نہیں دی تھی۔ لاٹ پادری نے کہا۔ "سلطان معظم، ایک بات جان لیجئے، اگر ہم یہ سمجھ لیں کہ ہماری تباہی اور موت یقینی ہے۔ تو ہم اپنے شہر کے متعلق "تباہ و برباد کرنے کی پالیسی" پر عمل کریں گے، ہم اپنے بچّوں اور عورتوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیں گے۔ ہم اپنے مال کے ذخیروں کو آگ لگا دیں گے۔ اپنی ہر چیز کو جلا دیں گے، اس طرح کہ آپ کو مالِ غنیمت میں ایک تانبہ کا پیسہ بھی ہاتھ نہ آئے گا۔ اور جب ہم اپنی دنیا کو برباد کر چکیں گے تو قبۃ الصخرہ اور مسجد اقصیٰ کو بھی برباد کر دیں گے۔ ہم اپنے کھیت، جانور، اور تمہارے مسلمان قیدی سب ہلاک کر دیں گے۔"

لاٹ پادری کی یہ تقریر سلطان کو مرعوب نہ کر سکی، سلطان اپنے فیصلہ پر قائم رہے، لیکن موقع کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے سلطان معظم مجلس شوریٰ کو طلب کرتے ہیں، مجلس ساری صورت حال پر غور کر کے فیصلہ دیتی ہے کہ: "اہل قدس کو غیر مشروط طور پر امان دی دی جائے۔" اس کے بعد کیا ہوا۔ سلطان نے ایک منٹ کی تاخیر کے بغیر اسلامی پارلیمنٹ کے فیصلہ کو نافذ کر دیا۔ جنگ بند ہو گئی اور امن قائم ہو گیا۔

لامذہبوں کا مذہب ——

ایم میسکی سفیر روس متعینہ لندن نے اس ہفتہ اپنی تقریر میں دنیا کو ایک نئے راز سے آشنا کیا ہے۔

> روس میں مذہب بہت ہیں، ہزاروں مذہبی معابد اور مذہبی رہنما ہیں، اور ان کو اپنے مذہب کے متعلق آزادی حاصل ہے۔"

روس نے ۲۰ سال تک مذہب کے اصولوں کو پامال کرنے کے بعد یہ اعلان اس وقت کیا ہے، جب اس کے لئے کوئی اور چارہ کار باقی نہ رہا۔ آج روس کس حال میں ہے ——؟ یہ امر ایم میسکی کی لندن سے ۲۴ ستمبر کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے۔

روس انتہائی مشکلات سے دوچار ہو رہا ہے، حقیقی صورتِ حال

سے آنکھیں بند کر لینے میں کوئی فائدہ نہیں، یہ کہنا کہ سردیاں اور
اندلیں دشمن کے رستے میں مشکلات پیدا کر دیں گی۔ غیر یقینی امر ہے
ہوں زبردست نقصان ہوا ہے، ہمارے اہم صنعتی علاقوں پر
دشمن نے قبضہ کر لیا ہے۔"

کسی شاعر نے اسی موقعہ کے لئے کہا تھا :

جب گیا تنگ بتوں نے تو خدا یاد آیا۔

لامذہب روس کے ایک بہت بڑے سیاسی نمائندہ کی زبان سے مذہب کی بالادستی کا اعلان مذہب کی بڑی فتح ہے۔

سچ ہے تاریخ عالم اول سے لیکر آخر تک خدا کی مرضی کا نام ہے، سرخ روس نے اپنے ملک سے مذہب کو نکالدیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ۲۵ سال کے اندر مذہب کو پھر روس میں بھیجدیا۔ آج مذہب کا ذکر زبانوں پر ہے، کل اشتراکی روس کے دل میں ہوگا۔

اسلام اور سرمایہ داری

حضرت فاروق اعظم کا زمانہ ہے، ایران کے اسلامی مفتوحات سے محصل کا روپیہ مدینہ پہونچتا ہے۔ لاکھوں پونڈ کی دولت کا انبار خلیفۃ المسلمین کے سامنے ہے، عوام الناس منتظر ہیں کہ "سلطان اللہ فی الارض" کیا فیصلہ کرتے ہیں۔

فاروق اعظم اپنے سامنے دولت کا بھرپور خزانہ دیکھتے ہیں اور دیکھکر سب سے پہلے یہ فرماتے ہیں
"اللہ کی قسم میں آسمان کے نیچے اس وقت تک آرام نہ کروں گا جب تک کہ
میں اس سرمایہ کو لوگوں میں تقسیم نہ کردوں۔"

امیرالمومنین کی نظر دولت پر ہے اور خیال مستقبل پر آنسو بہ کر زمین کی امانت بن رہے ہے، مسلمانوں کا شیر دل

امیر جذبات کے گداز سے موم ہو رہا ہے۔

عبدالرحمٰن بن عوف نے سوال کیا تشکر و مسرت کے موقعہ پر یہ رونا کیسا ہے امیر المومنین کیا بات ہے ؟

جواب میں فرمایا۔

"عبدالرحمٰن بیشک یہ درست ہے لیکن یاد رکھو ایک قوم سرمایہ دار بعد میں ہوتی ہے۔ آپس کی جنگ اس میں پہلے شروع ہو جاتی ہے"۔

کس قدر حکیمانہ تجزیہ ہے، سرمایہ اور سرمایہ داری کا کتنا قطعی نظریہ ہے سرمایہ و دولت کے اوصاف کا، واقعہ یہ ہے کہ سرمایہ جنگ کی بنیاد، نفاق کی اصل، اختلافات کا سرچشمہ، حسد و بغض کا منبع ہے۔

مسلمانوں کے لئے سرمایہ بدترین چیز ہے اگر وہ رشک و حسد کے بیجا جذبات پیدا کرے، اور یہی سرمایہ بہتر ہے اگر وہ خدا و رسول کے کاموں میں خرچ ہو، "سرمایہ سے سرمایہ پیدا ہوتا ہے"۔ اس دنیاوی نظریہ کا دینی رُخ یہ ہے کہ اسلام کے بلند پایہ نصب العین کے لئے جب کبھی، جتنا، زائد یا کم، جس مقام پر سرمایہ خرچ کیا جائے وہ باعث خیر و برکت ہو گا۔ اور جس سرمایہ میں اسلام کے حق کو نظر انداز کر دیا جائے وہ موجب فساد اور باعث ہلاکت ہو گا۔

عربی زبان

(۴)

از مولانا حامد الانصاری صاحب غازی

(مدیر شعبہ نشر و تحریر، صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، دہلی)

ہم عربی زبان کی تاریخی قدامت کے سلسلہ میں یہ ثابت کر چکے ہیں کہ براہیمی عہد سے حضرت اسمٰعیل کے زمانہ تک عربی زبان ملک کے مختلف حصوں کے درمیان گفتگو کا ذریعہ بنی ہوئی تھی۔ اُمَمِ بائدہ (برباد شدہ عرب اقوام) اُمَمِ عاربہ (عرب کے اصل باشندے) اُمَمِ مستعربہ (اسمٰعیلی سلسلہ کے عرب) ایک زبان بولتے تھے۔ جدید تحقیقات نے بھی یہ ثابت کر دیا ہے کہ آرامی، کلدانی، اشوری، بابلی، فینقی، سُریانی اور عبرانی تمام زبانیں عربی کے مشابہ تھیں، ہم اس تشابہ کو دور کر کے یہ کہتے ہیں کہ وہ عربی زبان کی شاخیں تھیں، اس لئے ایک ایسی زبان کے مشابہ تھیں جو ان کے لئے اُمُّ الالسنہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ پروفیسر تھیوڈر نولڈیکہ نے شمالی عرب کے قدیم اثری کتبوں کو دیکھکر یہ اعتراف کیا ہے کہ بہت قدیم زمانہ میں شمالی عرب اپنی زبان کو ضبط تحریر میں لائے، جن کا زمانہ تحریر میلاد مسیح سے پیشتر معلوم ہوتا ہے، العلا، (شمالی حجاز) کے ان کتبات کو (پروٹو عربک) ابتدائی عربی، لحیانی، اور ثمودی کا نام دیا گیا ہے، ان ناموں سے عربی زبان کی قدامت کا ابتدائی اندازہ ضرور ہوتا ہے، کیونکہ لحیان اور ثمود بہت ہی قدیم عربی قبائل ہیں۔

اہل عرب نے عربی زبان کو عربی اقوام کے ساتھ کچھ اس طرح تقسیم کیا ہے کہ اس سے زبان کے لہجوں کا فرق سامنے آجاتا ہے۔

زبان	قوم	زبان	قوم
زبور	جرُہم	عربی	قحطان
حویل	مدین بن ابراہیم	زقرقہ	یقطن بن عامر
مُبین	اسمعیل بن ابراہیم	رشق	یافس بن ابراہیم

عربی زبان کی یہی وہ شاخیں ہیں جن میں سے بعض دولت حمورابی[1] (سنہ ۲۲ ق م) کے زمانہ میں زندہ تھیں۔ بعض زمانہ جاہلیت تک موجود رہیں، اور ان میں سے ایک "عُربی مبین" کو قرآن مبین کی زبان بننے کا فخر حاصل ہوا۔

عربی کا اثر السنہ عالم پر

عربی زبان عربوں کی طرح دنیا کی قدیم ترین زبان ہے، اس نے یہی نہیں کہ اپنی ہستی کے لئے اپنا ماحول پیدا کیا، بلکہ ام الالسنہ کی حیثیت سے دنیا کی زبانوں کو بھی متاثر کئے بغیر نہ چھوڑا۔

زردشتیوں کی قدیم مذہبی کتاب اردائے ایراف میں ابتدائی عربی زبان کے الفاظ موجود ہیں۔ ایران کی قدیم اشکانی پہلوی زبان عربی سے مستفید ہوئی ہے۔ ڈاکٹر براؤن نے اپنی کتاب ادبیات ایران میں اعتراف کیا ہے کہ اشکانی زبان میں عربی اور عبرانی الفاظ موجود ہیں۔

ڈاکٹر گستاؤلیبان اپنی کتاب "تمدن عرب" میں تسلیم کرتے ہیں کہ یوروپ کی علمی اصطلاحوں کا زیادہ تر سرمایہ عربی زبان سے حاصل ہوا ہے، موجودہ فارسی نے عربی زبان کے خزانہ سے بڑی دولت جمع کی ہے۔ پادری زویمر کہتے ہیں کہ فارسی عربی زبان کے بے شمار فقروں سے مالامال ہے۔ رینان دعویٰ کرتے ہیں کہ فارسی زبان کے زیادہ تر الفاظ عربی ہیں۔

---

[1] دائرۃ المعارف فرید وجدی لفظ (عرب)

عربی زبان نے صدیوں سے وہ اثر پیدا کیا جس نے زمانۂ حال میں یورپین زبانوں کے حصار کو توڑ دیا اور مغربی زبانوں کے بند دروازوں کو کھول کر ان کے قلعوں میں داخل ہوگئی۔ فرانسیسی، پرتگیزی، اسپینی زبانوں میں عربی نے اپنے الفاظ داخل کئے۔ یونانی، اطالوی، فرانسیسی زبانوں سے ہوکر عربی محاورات انگریزی زبان میں پہونچے، پروفیسر گھوشال ایم، اے لکھتے ہیں کہ

> عربی سے لاطینی نے فائدہ اٹھایا، لاطینی یوروپ کی اُمّ الالسنہ تھی۔ ایک طرف اس سے جنوبی یوروپ کی زبانوں نے نوشتہ چینی کی تو دوسری طرف پائیرنیز کے کوہستان کو عبور کرکے فرانس اور نارمنڈی تک پہونچی۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ جب نارمن قوم نے انگلستان کو فتح کرلیا تو وہ لطافت جو عربی زبان اور تراجم سے منتقل ہوکر آئی تھی انگریزی زبان داخل ہوگئی اور انگلستان کی قدیم زبان جو ایک محدود زبان تھی وسیع و لطیف زبان بن گئی۔[1]

نئی انگریزی ڈکشنری عربی الفاظ کے ذخیروں کا خزانہ بنی ہوئی ہے، اسپینی اور پرتگالی زبانوں میں جو عربی الفاظ جمع ہیں، ان کو پروفیسر ڈوزی اور انگلمین نے جمع کرکے ایک ضخیم کتاب تیار کردی ہے۔

عربی زبان کی یہ رفتار زمانہ جاہلیت میں نشوونما پاکر اسلامی عہد میں لہجۂ مبین پر آکر رکی، اور اسلامی عہد نے ساری دنیا کو متاثر کرکے عربی زبان کا سر بلند کردیا۔

زمانۂ جاہلیت

زمانہ جاہلیت میں عربی ادب نے اپنا مستقل ماحول پیدا کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی، عربی زبان نے علم کی جگہ شعر کو اپنی زمین بنایا، علمی اور تمدنی آثار کے فقدان کے باوجود جاہلیت کے عرب شعر و شاعری کے امام تھے، عکاظ کی مشہور سالانہ نمائش شعر و شاعری اور مشاعروں کے دم سے تھی، ہر شاعر بندار کے ساتھ شعر کہتا تھا۔

---

[1] رسالہ ترقی زبان (بحوالہ زبان وقلم) ص ۱۹ مصنفہ پروفیسر گھوشال ایم اے، ایم، اے، آر، ایس لندن۔

اور زبانی داد حاصل کر کے خیالی سلطنت کی تاج داری کرتا تھا۔

مشہور امریکن محقق ڈاکٹر سی پی اسکاٹ نے اس زمانہ کے میلانات شاعری پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے، یہاں ان کے منتخب خیالات کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب اوّلاً عربی زبان کے متعلق اپنے برجستہ خیالات ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

"عربی زبان کی شیرینی۔ اس کی حیات بخش قوت، اس کا رسیلا پن، اس کے استعارات کی کثرت اور بوقلمونی نے اس کو شاعری کے واسطے اتنا موزوں بنا دیا ہے کہ دنیا کی کوئی زبان اس وصف خاص میں اس کے مقابلہ کا دعویٰ نہیں کر سکتی، وہ شاعر کے سامنے تخیلات کا ایک بڑا میدان پیش کرتی ہے۔ کوئی لفظ کوئی محاورہ ایسا نہیں ہے جو نہایت خوبصورتی اور لطافت کے ساتھ قافیہ و ردیف میں موزوں نہ ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی اکثر نثروں میں نظموں کا لطف حاصل ہو جاتا ہے۔"

عربی زبان کی ادبی عظمت کو تسلیم کرنے کے بعد ڈاکٹر اسکاٹ زمانۂ جاہلیت کے شعراء اور ادیبوں کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"اگرچہ عربوں کے پاس کوئی مستند تاریخ نہ تھی، نہ وہ ان علوم وفنون سے آشنا تھے جن سے کسی قوم کو شہرت دوام حاصل ہوتی ہے۔ مگر عرب علم وادب میں بہت ہی بڑھے ہوئے تھے یہ تھا وہ فن جس میں وحشی اقوام نے اپنے کمال کو انتہا پر پہونچا کر دکھلایا، شاعری ایسی چیز ہے کہ وہ اکثر وبیشتر ایسی صورتوں میں انتہائی عروج پاتی ہے کہ جب تہذیب کے علمی رجحانات اور اس کے درخشندہ عیوب سے کسی کو سروکار نہ رہا ہو، بادیہ نشینان عرب اس کو کمالات انسانی کا نہایت ہی بلند مرتبہ جوہر سمجھتے تھے، ان کے مزاج وطبیعت، ان کی حالت و عادات اور ان کے مشاغل نے ان کو خاص طور پر غور وفکر کا عادی اور دل دادہ بنا رکھا تھا، ان

مزاج میں حدت و شدت تھی، ان کی قابلیت اختراع کبھی ختم ہونے والی نہ تھی، ان کے
تخیلات بے قید آزاد تھے، اور ان کے جوش کی کوئی انتہا نہ تھی، خالق عالم نے ان کا
نظام عصبی ایسا بنایا تھا کہ جو بہت ہی جلد متاثر ہو جاتا تھا۔ اس لئے ایسے موقعوں پر
کہ جہاں ان کو وہ پر جوش کام کرنا پڑے کہ جس سے ان کے دماغ میں ہیجان پیدا ہو۔ تو
ان میں ایک قسم کا دیوانہ پن پیدا ہو جاتا تھا۔ بڑے بڑے شاعروں کا قول ہے کہ اس
کیفیت کے بغیر شاعری میں کمال حاصل نہیں ہو سکتا۔

لق و دق صحرا کے مناظر، اس کا موثر اور کامل سکوت، سراب کی سحر کاریاں، منطقہ حارہ کے افلاک
کے درخشندہ و تابندہ، شاندار ستارے، بہتا پانی، بیش زندگی، حسن و عشق کے بہادرانہ کارنامے،
شبخون، حملہ سحری، انتہائی کروفر، امداد اور طلب امداد، یہ تمام باتیں اہل عرب کی قوت متخیلہ میں
ہیجان پیدا کرتی تھیں، اسی میں وہ اپنا لیل و نہار گذارتے تھے، اسی لئے ان کو جو ذرائع میسر ہوتے تھے وہ ایک
شاعر کی حیثیت سے ان کے مفید مطلب تھے۔

عربوں کی قوت حافظہ فی نفسہ قدرت الٰہی کا ایک عجیب و غریب نمونہ تھی، ان میں یہ قوت کچھ اس
قدر عام تھی کہ کسی شخص کو دوسرے کے حافظہ کو دیکھکر تعجب نہ ہوتا تھا۔ اور چونکہ وہ ہر روز اپنے قصائد پڑھتے
اس لئے وہ محفوظ رہتے تھے۔ ان کی نظموں کی صورت عام طور پر ایک صحرائی ڈرامہ کی سی ہوتی تھی۔ بعض وقت
مرثیہ کہتے تھے، بعض اوقات قبیلہ کے کارنامے دکھائے جاتے تھے، ان کے قصائد بادیہ نشینوں کے شجاعانہ
کارنامے سنا کر سامعین کو مبہوت بنا دیتے تھے، ان کے غرور نے انھیں یہ سبق دیا تھا کہ شجاعت اور بہادری
ہی دنیا میں اعلیٰ درجہ کا جوہر ہے، یہی انسان کی قدر و منزلت کو بڑھاتا ہے، ایک طرف عربوں کا ناپسندیدہ تمدن
اور دوسری طرف شعر و شاعری میں بہادری کی نمود۔

عربوں کی استعداد

عربوں کی استعداد کا مظہر ان کی زبان تھی، اور زبان کا مظہر شعر و شاعری۔ ان کی خلقی قوت اور شاعرانہ صلاحیت صرف انہی کے ساتھ مخصوص تھی۔ چھوٹا ہو یا بڑا۔ ہر شخص میں شاعری کا مادہ موجود تھا، علم عروض کے قواعد حتٰی کہ اوزان کے قوانین بھی ان کو معلوم نہ تھے، مگر ان کے دماغ اوزان شعر کو سمجھنے اور پرکھنے کے لئے ایسے موزوں تھے کہ کوئی شخص غلطی نہ کر سکتا تھا، غریب سے غریب شاعر قصائد لکھتا تھا، اور اپنے لطائف اور بلند تخیل کی داد بڑے بڑے لوگوں سے حاصل کرتا تھا۔ اور یہی وہ چیز تھی جو جوش و خروش میں ہیجان، تخیل میں بلندی اور جذبات میں التہاب پیدا کرتی تھی، صحرائے عرب کے تمام قصائد میں یہ ساری باتیں بدرجہ اتم موجود ہیں بہت سے قصائد سلیمان علیہ السلام کی باترتیل صحیفوں کے مماثل ہیں، بہت سی نظمیں لطائف و ظرائف اور نکات میں اپنا ثانی نہیں رکھتیں، سبعہ معلقات (سات معیاری نظمیں) ہمیشہ سے اہل عرب کی صنعت شاعری کا نمونہ اور چوٹی کی نظمیں سمجھی جاتی ہیں۔ یہ نظمیں ایک ایسا ذریعہ ہیں جن سے ہمیں زمانہ جاہلیت کی عربی زبان کے نقش و نگار کا حال معلوم ہوتا ہے۔

انسانی ذہن و فکر نے زود اعتقادی کے ساتھ یہ یقین کر لیا ہے کہ یہ قصائد اس لئے معلقات کہلائے جاتے ہیں کہ وہ کعبہ کی دیوار پر معلق کئے جاتے تھے۔ اور یہ اس امر کی شہادت ہوتی تھی کہ کعبہ کی معلقہ نظم مشاعرہ کی تمام نظموں کے مقابلہ میں حاصل مشاعرہ سمجھی گئی ہے۔

معلقات کی اہمیت

عربوں کی تمام روایات کا ذخیرہ وہ تمام واقعات جو ہر ملک و ملت کے لوگوں نے جزیرۃ العرب کے متعلق جمع کئے ہیں، وہاں کے باشندوں کی خانگی اور خارجی زندگی، ان کے خیالات و جذبات، ان کے عادات و خصائل، اور رسم و رواج کو اس تفصیل کے ساتھ نہیں بیان کر سکے جس قدر سبعہ معلقات (قصائد) سے ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ نظمیں ہم میں ایک حد تک یہ قابلیت پیدا کرتی ہیں کہ ہم ابتدائی عربوں کے طور و

طریق کی حالت کا از سرِ نو جائزہ لے سکیں، اور ان سے مقابلہ کرکے مندرجہ مقامات میں ان کا وجود ثابت کرسکیں۔ یہ قصائد نہایت مؤثر طریقہ کے ساتھ صحرا کی خاموشی، یکسوئی، وہاں چندھیا دینے والے سورج بنسی آسمان۔ وہاں کے صعود بخارات، وہاں کے کبھی نہ ختم ہونے والے سلسلہ ریگستان کو آنکھوں کے سامنے لا بٹھاتے ہیں، وہ اس بادیہ نشینانہ زندگی کا مرقع پیش کرتے ہیں، جس کے تسلسل کو کوئی شبخون ہی توڑ سکتا ہے۔ وہ غزوات کے پرجوش مناظر کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ وہ تغزل کے شگفتہ رنگ میں بدوی حسن کی تصویر کھینچتے ہیں، وہ تاروں بھرے آسمان، یا ایشیا کی رنگین زبان میں جواہر سے مزین آسمانی ریشمی چادر کے نیچے شبینہ سفر کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔

ان قصائد کی خوبی کچھ اس پر موقوف نہیں کہ وہ اکثر باتوں کی شارح ہیں، مار دھاڑ کا فخر و ناز ــــ زمانہ شجاعت کا سرمایہ امتیاز ہوتا ہے، مگر شعرائے عرب اس کو اور بھی ابھارتے ہیں، مسرفانہ مہمان نوازی کا مقدس فریضہ، کسی عزیز گھوڑے یا صحیح النسل اونٹ کی خوبیاں ـ منہمک کر دینے والے عاشقانہ جذبات، عشق و محبت کے مصائب اور راہ محبت کے لطائف، انتہا درجے کے خطرناک مردانہ کھیل ــــ وہ مضامین تھے جو زمانہ جاہلیت میں عربی زبان کے ماہر عربوں کو نہایت عزیز تھے۔ وہ انہیں میدانوں میں اپنی جولانیاں دکھاتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عہد جاہلیت کے عربوں کی نظمیں اخلاقی مقولوں اور فلسفیانہ اصولوں سے بھری پڑی ہیں، اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ شعرائے عرب فطرت انسانی کو خوب سمجھتے تھے۔

خطیب اعظم رنگون کا بصیرت افزا پیغام

مولانا قاری عبداللہ رشید صاحب رشدی مکی ان غیور علماء اور با ہمت رجال عمل میں سے ایک ہیں جو علم اور تعلیم کو امت کی ترقی اور نشو ونما کے لئے لازمی عنصر سمجھتے ہیں، آپ نے عرصہ تک جزیرۂ مورشیس میں تعلیم و تعمیر کی راہ میں نوایجاد کاموں کی داغ بیل ڈالی، اور اب عرصہ سے برما میں اسلامی تعلیم کے جھٹے نوشتوں کو چلا دے رہے ہیں، برما میں علماء حق کے شیرازہ کو جمع کرنا اور جمعیۃ علماء کے ماتحت تعلیمی اسکیموں کو قابل قبول اسلوب پر زیر عمل لانا، آپ کے موجودہ عملی پروگرام کا جز ہے۔

ہندوستان کے مسلمان ایسی گرامی قدر شخصیت کے ذاتی اوصاف کا اندازہ کر سکتے ہیں، پھر ایسا شخص مکی ہونے کے بعد مکہ معظمہ کی تعلیمی ضرورتوں کے متعلق اگر کوئی پیغام پیش کرتا ہے، تو اس پیغام کی قدر و قیمت کا اندازہ کرنا ارباب بصیرت کیلئے کچھ مشکل نہیں،

مولانا نے مرکز اسلام کی اس مرکزی تحریک کے متعلق جو وقیع پیغام مسلمانان برما کو دیا ہے، اور وہاں کے مقامی اخبارات میں نشر ہو چکا ہے، "ندائے حرم" میں اشاعت کی غرض سے اپنا وہ قیمتی پیام ارسال فرمایا ہے، جو مسرت کے ساتھ امت اسلامیہ اور مسلمانان ہند کی معلومات عامہ کے لئے پیش کیا جاتا ہے

(مدیر)

"دارالعلوم حرم یعنی مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ مشہور ترین قدیم درسگاہ ہے، اس کے بانی حضرت مولانا محمد رحمت اللہ صاحب کیرانوی مہاجر نور اللہ مرقدہ شہرۂ آفاق مناظر اور بڑے نامور بزرگ تھے، دنیا کا شاید ہی کوئی خطہ ایسا ہو جو اس درسگاہ کے فیض سے محروم رہا ہو، مکہ معظمہ یوں بھی مسلمانوں کے لئے بین الاقوامی مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں تمام عالم اسلامی سے لوگ آکر جمع ہوتے رہتے ہیں، اور ان میں سے بعض یہاں ہمیشہ کے لئے ہجرت کر کے رہ جاتے ہیں، ابتدائے اسلام سے ان مہاجرین کا سلسلہ جاری ہے، چنانچہ مکہ معظمہ کی اکثر آبادی ان ہی مہاجرین کی اولاد پر مشتمل ہے، بڑے بڑے نامور بزرگوں نے اپنی زندگی کے آخری لمحے یہیں گذارے، اور یہیں سپرد خاک ہوئے، ضروری تھا کہ اس مرکز اسلام میں ایک ایسی درسگاہ تعمیر ہو، جو ندائے ابراہیمی کو اقصائے عالم میں پہونچاتی رہے، یہ شرف خداوند عالم نے ہندوستان ہی کی ایک بزرگ ہستی کے لئے خاص کر رکھا تھا۔ اللّٰھم برّد مضجعہ۔

مولانا مرحوم کے بعد انکے جانشینوں نے اس خدمت کو اپنے لئے باعث نجات سمجھکر انجام دیا، مولوی محمد سلیم صاحب اسی خاندان کے روشن چشم وچراغ ہیں، اور اپنے اسلاف کی روش پر قائم رہنے کے ساتھ دور جدید کی ناگزیر ضرورتوں سے بھی آگاہ ہیں، اسی نے انھیں اس امر پر آمادہ کیا کہ ہندوستان میں اس کے مقاصد کی نشر و تبلیغ کے لئے ایک ادارہ قائم کر کے مسلمانوں کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلائیں۔ عالم اسلام اس وقت جس دور سے گذر رہا ہے اس کا تقاضا بھی یہی تھا، اس وقت تک جو کچھ بھی اس تعمیری کام میں مسلمانان ہند نے حصہ لیا ہے وہ قابل صد فخر و مباہات ہے، مگر قوموں میں اپنی بقا کے لئے جو جدوجہد جاری ہے، اس کا تقاضا ہے کہ امت مسلمہ بھی اس میدان مقابلہ میں اترنے کے لئے نئے اسلحہ سے مسلح ہو، میری معلومات اس مرکزی تحریک کے متعلق سطحی نہیں بلکہ اس کی تاریخ کا کوئی گوشہ میری نظر سے اوجھل نہیں ہے کہ میں بھی اسی کا قدیم فیض یافتہ ہوں، اور اس کے نامور اساتذہ سے شرف تلمذ حاصل کر چکا ہوں مزید براں اس کے بانی مرحوم اور ان کے جانشینوں سے ایک گونہ صلہ قرابت بھی رکھتا اور صاحب

البیت ادری بما فیہ کا مصداق ہوں،

خداوند عالم مولوی محمد سلیم صاحب کے علم وحوصلہ کو اور بلند فرمائے، اور مسلمانان عالم کو مدرسہ کی امداد کی بیش از بیش توفیق بخشے۔"

از

مولانا عبداللہ رشید نواب رشد مکی۔

(خطیب سورتی جامع مسجد، رنگون)

رفیق حج

مؤلفہ مولوی احتشام الحسن صاحب کاندھلوی (مولوی فاضل)

اختصار کے باوجود حج وزیارت کے متعلق تمام ضروری اور اہم مسائل آپ کو اس میں ملیں گے وفاضل مؤلف چونکہ تین بار زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو چکے ہیں، اس لئے رفیق حج ان کے ذاتی تجربہ اور مشاہدات کا مجموعہ ہے، مقامات مقدسہ نیز ان کے فضائل وبرکات کا تذکرہ کتاب کا اہم حصہ ہے۔ اور تاریخی و مذہبی حیثیت سے یقیناً اس قابل ہے کہ ہر عازم حج کے مطالعہ میں رہے۔

حاضری حرمین شریفین کی سعادت جب کبھی مقدر ہو کم از کم ذکر حرم سے یاد حرم کو زندہ رکھنے کے لئے رفیق حج کا مطالعہ ایمان پرور ثابت ہوگا۔

ضخامت ۱۶۰ صفحات، قیمت ۱۰/، کتاب مقامات ذیل سے مل سکتی ہے:-

(۱) صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، قرول باغ نئی دہلی (۲) مرکزی دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، حجاز۔

مطبوعات جدیدہ

نقد و تبصرہ

السیف الاعظم مؤلفہ جناب مولانا غلام مصطفیٰ صاحب فخر سہسرامی۔

سائز ۲۰×۲۶، صفحات ۸۰، کتابت و طباعت موزوں، کاغذ معمولی۔ ملنے کا پتہ:۔

محمد فخر الدین صاحب، تاجر کتب۔ وکٹوریہ گنج، لکھنؤ۔

السیف الاعظم، سونگڑا دریا پور (کٹک) کے مشہور قادیانی سید عبد الرحیم صاحب کی کتاب الدلیل المحکم کا جواب ہے، قادیانیوں کے نوایجاد مذہب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کا مسئلہ ایک زبردست بحث کی بنیاد ہے، اس مسئلہ سے قادیانی مذہب کے باطل عقائد کو کوئی خاص فائدہ نہیں پہونچتا لیکن وہ عام عقلوں کو الجھانے اور ختم نبوت کے اہم مسئلہ سے بے پرواہ کرنے کے لئے اس کو اولین ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

مولانا غلام مصطفیٰ صاحب اس معاملہ میں مناظرہ چاہتے تھے، لیکن عبد الرحیم صاحب کی کمزوری نے اس کا موقعہ نہ آنے دیا، آخر مولوی صاحب نے قادیانی تصنیف الدلیل المحکم کو سامنے رکھکر جواب میں "السیف الاعظم" کو قلمبند کیا۔ کتاب مناظرانہ رنگ میں ہے، مگر بہت ہی قیمتی، صاف، سادہ، دلنشیں اور عام فہم جوابات سے بھرپور ہے، عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے مسئلہ میں ابتدائی اور عام معلومات کے لئے یہ کتاب اچھی ہے، اگرچہ قادیانیوں کی قوت ٹوٹ چکی ہے، پھر بھی جہاں ان کا اثر ہے، اس کتاب کو عوام کے ہاتھوں میں ہونا چاہیے۔

مسلمان بچیوں کی پہلی کتاب مؤلفہ جناب مولوی مقبول احمد صاحب سیہواروی، سائز مختصر، صفحات ۵۲، کتابت، طباعت،

کاغذ اعلیٰ، ملنے کا پتہ :-

مکتبہ برہان، قرول باغ، نئی دہلی -

یہ کتاب سلیس اور سمجھ میں آنے والی زبان میں، مسلمان بچیوں کے لئے لکھی گئی، بہت ہی غنیمت ہے اور تعلیم کی ضرورت کو پورا کرتی ہے، بچیوں کی تعلیم بچوں سے زیادہ ضروری ہے، اس کے لئے اہل ملک کو ہر کوشش کا استقبال کرنا چاہیئے، اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ لائق مؤلف نے بچیوں کی سمجھ اور فطرت کا اندازہ کرنے کے بعد لکھا ہے، کتاب کی بنیاد مذہبی معلومات ہیں، کتاب قابل قدر ہے آغاز کتاب پر نظر ثانی کر لی جائے تو بہتر ہے -

سبیل الرشاد (سرگذشت حج) مصنفہ جناب حاجی ڈاکٹر عبد المجید صاحب صدیقی - سائز ۲۰×۳۰/۸ صفحات ۲۷۲، کاغذ درجہ اول، کتابت وطباعت مناسب

قیمت ۸ر، ملنے کا پتہ :-

معتمد اعزازی انجمن مسلمانان پنجاب (دار السلام) نپئیر اسٹریٹ کراچی :

یہ کتاب ڈاکٹر عبد المجید صاحب صدیقی کے سفر حج کا بہت ہی مفید، مکمل اور مرتب روزنامچہ ہے، ہم اس کو خاص اصطلاح میں سفرنامہ حرمین کے پر شرف نام سے بھی موسوم کر سکتے ہیں، اس میں روانگی سے لیکر واپسی تک، اور گھر سے لیکر مدینہ منورہ تک تمام سفر کے حالات تاریخ وار دل پسند طریقہ پر جمع کر دئے گئے ہیں - جہاز کے سفر کا نشیب وفراز، سامان اور ضروریات زندگی کی سیر حاصل تفصیلات، جہاز کی زندگی، جہاز کا دن، جہاز کی رات، جہاز کی عبادت، کھانا پینا، مرنا اور جینا، فرائض وواجبات، کپتان کی ذمہ داریاں، علما کی تقریریں سب جمع کر دی گئی ہیں - مکہ معظمہ کی دینی درسگاہیں ہر جگہ، ہر مقام، اور ہر ادارے کے متعلق اتنی معلومات جمع کر دی گئی ہیں جن کا جاننا عازمین حج کی بہت سی مشکلات کو کم کرنیکیلئے ضروری ہے، کتاب کا انداز بیان عام مطالعہ کے لئے بھی بیحد اچھا ہے، خوبیوں کے مقابلہ میں قیمت کم ہے، ہر حاجی کو اس سے استفادہ کرنا چاہیئے :

صحیفۂ سعادت

معاونین کرام اور محسنوں کے اسماء گرامی

فہرست رقوم و عطیات وامداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، بذریعہ صدر دفتر مدرسہ دہلی

بابت ماہ رمضان ۱۳۶۰ھ

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ اس مہینے کی فہرست اسماء معاونین کرام کی اشاعت دوسرے ماہ کے نمبر میں ہوگی،

مندرجہ ذیل تفصیلات میں اگر کوئی غلطی ہو تو براہ کرم دفتر کو مطلع فرمائیے، باعث شکرگذاری ہوگا۔

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱	۹۶۰	۱۳	جناب مسٹر امجد علی صاحب نانپارہ	لعہ/	امداد عام (تعلیم)	بذریعہ منی آرڈر
۲	۹۶۱	"	" غلام حیدر صاحب ڈار شملہ	صہ/	" "	" "
۳	۹۶۲	"	" پیرزادہ مصباح الدین صاحب ریواڑی	؏۴/	" "	بذریعہ منی آرڈر مرسلہ شمشاد علی صاحب
۴	۹۶۳	"	" نسیمہ اختر صاحبہ منشی فاضل، قرول باغ دہلی	۸/	" "	بذریعہ سید محمد اظہر صاحب
۵	۹۶۴	"	" محترمہ بیگم صاحبہ[۱] مولوی فضل الحق صاحب کلکتہ	۲۰عہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذریعہ منی آرڈر
۶	۹۶۵	"	" خانبہادر سید احمد حسین صاحب رضوی رئیس لکھنؤ	۲۵صہ/	وظائف طلبہ	" "
۷	۹۶۶	"	" حکیم برکت علی صاحب رحمٰن پورہ لاہور	للعہ	"	" "

۱ بیگم صاحبہ کی دوسری رقم ۳۰ مکھلائے امدادی کی فہرست میں درج ہے۔

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۸	۹۶۷	۱۳ے	جناب ایس، ایم عبدالحق صاحب الہ آباد	للعہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذریعہ منی آرڈر
۹	۹۶۸	"	" شیخ اللہ بخش صاحب قصبہ محمدی	ہے ۵ر	امداد عام، وظائف ہے ۵ر	" "
۱۰	۹۶۹	"	" سید ضمیر حسن صاحب "	۱۱ر	امداد عام	" "
۱۱	۹۷۰	"	" حاجی غلام رسول صاحب رئیس کانپور	صہ	"	" "
۱۲	۹۷۱	"	" حاجی محمد اسمٰعیل صاحب سوداگر، شملہ	عہ	"	" "
۱۳	۹۷۲	"	" شاہ زمان صاحب بنارس	سے	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	" "
۱۴	۹۷۳	"	" ایس غلام وارث صاحب ایم اے ایس سی ہوشیارپور	عسہ	" "	" "
۱۵	۹۷۴	"	" چودھری خان بخش عبدالوحید صاحبان سہارنپور	عسہ	" "	" "
۱۶	۹۷۵	"	" مخدوم زادہ مسعود سلیم عثمانی، قرول باغ دہلی	عہ	امداد عام (تعلیم)	بذات خود
۱۷	۹۷۶	"	" نواب صدر یار جنگ بہادر حبیب گنج	۱۰	" "	از وقف بہاؤپور بابت سنہ ۶۰ھ
۱۸	۹۷۷	"	" منشی انعام الحق صاحب سہارنپور	۸ر	" "	بابت ماہ رجب ۶۰ھ
۱۹	۹۷۸	"	" سید اظہر حسن صاحب بجنور	عہ	وظائف طلبہ	بذریعہ منی آرڈر
۲۰	۹۷۹	"	" سید عبدالمجید صاحب، جودھپور	سے	امداد عام (تعلیم)	" "
۲۱	۹۸۰	"	" محمد رحمت اللہ صاحب احمد پور، الہ آباد	للعہ	" "	" "
۲۲	۹۸۱	"	" محمد عبدالمجید صاحب آگرہ	للعہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	" "
۲۳	۹۸۲	"	" مولوی حکیم محمد بہاء الدین صاحب ہردوئی	للعہ	" "	" "
۲۴	۹۸۳	"	" مولوی عبدالستار صاحب بارہ بنکی	للعہ	" "	" "
۲۵	۹۸۴	"	" ڈاکٹر ولی محمد صاحب انبالہ شہر	عسہ	" "	" "
۲۶	۹۸۵	"	" محترمہ بیگم صاحبہ نواب لیاقت علی خان صاحب نئی دہلی	صہ	امداد عام (تعلیم)	" "

شوال سنہ ۶۰ھ ندائے حرم

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۲۷	۹۸۶	۱۳	جناب سیٹھ محمد یوسف سیدات زکریا اسٹریٹ کلکتہ	؏ہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذریعہ منی آرڈر
۲۸	۹۸۷	″	″ حاجی رحیم الٰہی رحمت الٰہی صاحبان ہاپوڑ	للعہ	″	″
۲۹	۹۸۸	″	″ بشیر احمد خاں صاحب ایڈووکیٹ رام پور	؏ہ ۸	″	″
۳۰	۹۸۹	″	مسٹر ورحسن خاں صاحب شاہ جہاں پور	للعہ	امداد عام (تعلیم)	″
۳۱	۹۹۰	″	″ مولوی عبدالہادی خاں صاحب ″	عہ	تعمیر	″
۳۲	۹۹۱	″	″ عبدالرحمٰن خاں صاحب موضع کلجن	ے	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	″
۳۳	۹۹۲		محمد جعفر صاحب پنشنر مقیم حال بھوپال	للعہ	″	″
۳۴	۹۹۳	″	″ ظہر حسین صاحب موضع کبہری	؏ہ ۱۲	وظائف طلبہ	بغرض ایصال ثواب والد صاحب مرحوم
۳۵	۹۹۴	″	″ حاجی عبدالشکور صاحب دہلی ہاؤس لاہور	؏للعہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذریعہ منی آرڈر
۳۶	۹۹۵	″	″ سید عبدالرحیم شاہ صاحب رئیس سجاول	؏ہ	″	″
۳۷	۹۹۶	″	″ محمد اسمٰعیل عبدالعزیز صاحبان کلکتہ	؏ہ	″	″
۳۸	۹۹۷	″	″ میاں احمد الدین صاحب امرتسر	عہ	امداد عام (تعلیم)	″
۳۹	۹۹۸	″	″ انوار الحق صاحب صدیقی الموڑہ	صہ	″	″
۴۰	۹۹۹	″	″ ڈاکٹر مقبول عالم صاحب ظفروال	صہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	″
۴۱	۱۰۰۰	″	″ حاجی سیٹھ عبدالکریم صاحب رئیس بلاسپور	تار	″	″
۴۲	۱	۱۴	″ حاجی ولی الرحمٰن صاحب موضع بٹراری	تار	وظائف طلبہ	بغرض ایصال ثواب مولوی اقبال مرحوم
۴۳	۲	″	″ سر ابراہیم ہارون جعفر صاحب پونا	عہ	امداد عام (تعلیم)	بذریعہ منی آرڈر

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۴۴	۳	۱۴	جناب سید محمد تنظیم حسین صاحب جھانسی	[illegible]	امداد طلباء	کینوس کے ۴۲ جوڑے جوتے
۴۵	۴	"	ر مولوی فتح الدین صاحب گوجرانوالہ	صہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذریعہ چک
۴۶	۵	"	ر سیٹھ احمد حاجی موسیٰ جی سالوجی صاحب	[illegible]	"	۵ پونڈ فی [illegible]
۴۷	۶	"	ر حاجی محمد دین صاحب انبالے والے دہلی	عہ	"	بذات خود
۴۸	۷	"	ر سید منظور حسن صاحب جلگاؤں	[illegible]	"	بذریعہ منی آرڈر
۴۹	۸	"	ر منشی فضل حسین صاحب کانپور	عہ	امداد عام (تعلیم)	"
۵۰	۹	"	ر شیخ مشتاق احمد اشتیاق احمد صاحبان دہرہ دون	عہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۵۱	۱۰	"	ر محمد شریف صاحب فیض پور کلاں	عہ	"	"
۵۲	۱۱	"	ر مولوی حکیم اطہر حسین صاحب فرخ آباد	عہ	"	"
۵۳	۱۲	"	ر محمد شفیع صاحب، محمد شریف صاحب، قدیر احمد صاحب، دین محمد صاحب، محمد اکبر صاحب، عبدالشکور صاحب	رقم مجموعی [illegible]	امداد عام (تعلیم)	بذریعہ حاجی محمد اسحاق صاحب موضع کھونپا
۵۴	۱۳	"	ر قدرت علی صاحب، گلزار احمد صاحب، محرم علی صاحب، بقر عیدی صاحبہ، غلام رسول صاحب	رقم مجموعی عہ	"	"
۵۵	۱۴	"	ر قاضی محمد افضال الرحمن صاحب بی، اے برہانپور	سے	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۵۶	۱۵	"	ر والدہ صاحبہ مدثر میاں صاحب موضع نورگاؤں	پہ	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی
۵۷	۱۶	"	ر مولوی سید محمد صدیق صاحب موضع گوٹھاؤلی	للعہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذریعہ منی آرڈر

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۵۸	۱۷	۱۴۲	جناب خانبہادر حاجی عبدالقیوم صاحب رئیس کانپور	صہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذریعہ چک
۵۹	۱۸	"	حاجی محمد شفیع حاجی محمد رفیع حاجی محمد سمیع صاحبان کانپور	عسہ ر	امداد عام (تعلیم)	"
۶۰	۱۹	"	حاجی عبدالرشید منت اللہ صاحبان "	عمہ ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر
۶۱	۲۰	"	منشی محمود الحسن صاحب برادر حاجی محمد سعید صاحب ڈبائی	سے ۱۴ر	"	" "
۶[illegible]	۲۱	"	منشی محمد مسعود حسن صاحب پنشنر اوورسیر سہارنپور	صہ ر	وظائف طلباء	" "
۶[illegible]	۲۲	"	شیخ محمد عبدالغنی صاحب بہاولپور	عسہ	امداد عام (تعلیم)	" "
۶[illegible]	۲۳	"	مولوی محمد مصطفیٰ صاحب علی گڑھ	للعہ	وظائف طلباء	" "
۶[illegible]	۲۴	"	حاجی عبدالحمید صاحب قصبہ لار	صہ ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	" "
۶[illegible]	۲۵	"	مولوی محمد محمود علی صاحب وظیفہ یاب حیدرآباد دکن	ما ر	"	" "
۶[illegible]	۲۶	"	نواب حافظ محمد جمشید علی خانصاحب نواب باغپت	سہ ر	وظائف طلباء	منجانب والدہ صاحبہ محترمہ
[illegible]	۲۷	"	میاں محمد لطیف صاحب سوداگر لاہور	ما ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذریعہ حاجی نور دین محمد گلزار صاحبان دہلی
[illegible]	۲۸	"	ایک اہل خیر مسلمہ از لاہور	سے ر	"	بذریعہ ڈاک

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۷۰	۲۹	۱۷۴	چندہ مسلمانان ہاپوڑ بسعی جناب حافظ محمد غفران صاحب	عہ/ ۱/	زکوٰۃ، امداد عام ۱۴/ ۳عہ/	
۷۱	۳۰	"	جناب قاضی ایقان حسین صاحب مراد آباد	؏ہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذریعہ منی آرڈر
۷۲	۳۱	"	" بیگم صاحبہ قاضی شوکت حسین صاحب مرحوم	؏ہ/	" "	بذریعہ قاضی ایقان حسین صاحب
۷۳	۳۲	"	" حاجی میاں محمد اسمٰعیل صاحب تاجر کلکتہ	سہ	امداد عام (تعلیم)	بذریعہ منی آرڈر
۷۴	۳۳	"	" سیٹھ احمد گورا بھائی صاحب بمبئی	سے/	" "	" "
۷۵	۳۴	"	" محمد شریف صاحب انبالہ شہر	عہ/ ۱۴/	" "	" "
۷۶	۳۵	"	" حاجی امین الدین محمد بھائی صاحب اسلام پور والا کراڈ	؏ہ/	" "	" "
۷۷	۳۶	"	" والدہ صاحبہ مسٹر ممنون حسن خان صاحب بھوپال	؏ہ/	" "	" "
۷۸	۳۷	"	" ڈاکٹر محمد یٰسین خان صاحب کرنال	للعہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	" "
۷۹	۳۸	"	" چودھری محمد نظیر الحسن صاحب رئیس مونگیر	ضہ/	" "	" "
۸۰	۳۹	"	" عبد القدوس صاحب دریاپور	معہ/	امداد عام (تعلیم)	" "
۸۱	۴۰	"	" حافظ عبد الحفیظ صاحب ساکن سید سراوان	؏ہ/ ۱۰/	" "	" "
۸۲	۴۱	"	" اہلیہ صاحبہ جناب خواجہ غلام حیدر صاحب گونڈہ	للعہ/	" "	" "
۸۳	۴۲	"	" حاجی محمد حمید صاحب سوداگر گلبرگہ	للعہ/ ۱۴/	" "	" "
۸۴	۴۳	"	" مولانا محمد نبیہ واصل صاحب ٹانڈہ بادلی	للعہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	" "

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۸۵	۴۴	۱۱	جناب شیخ عنایت بھائی صاحب اٹاوہ	ے	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذریعہ منی آرڈر
۸۶	۴۵		ولی اللہ خانصاحب پنشنر سرونج	عـہ	وظائف طلبہ	" "
۸۷	۴۶	"	محمد ادریس صاحب مئوناتھ بھنجن	سـہ	امداد عام (تعلیم)	" "
۸۸	۴۷		حافظ عنایت علی صاحب لکھنؤ	ہے	" "	معرفت ڈاکٹر عبدالعلی صاحب لکھنؤ
۸۹	۴۸	"	...محمد شفیع صاحب ...	ہـہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر
۹۰	۴۹		... پنشنر قصبہ ...	ہـہ	" "	" "
۹۱	۵۰	"	حاجی شفیق محمد صاحب آگرہ	ہے	امداد عام (تعلیم)	" "
۹۲	۵۱	"	مولانا خواجہ عبدالحی صاحب ناظم جامعہ ہمدرد (جامعہ) دہلی	صہ	" "	بذریعہ ڈاکٹر شاہ زین العابدین صاحب عثمانی
۹۳	۵۲	"	شیخ علی احمد صاحب و اہلیہ صاحبہ شیخ علی احمد لاہور	عـہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ مولانا عبدالحی صاحب ماہ اگست و ستمبر ۱۹۳۷ء
۹۴	۵۳		میاں محمد امین صاحب لاہور	للعہ	" "	" "
۹۵	۵۴		اہلیہ صاحبہ جناب عبدالحمید صاحب "	عہ	" "	" "
۹۶	۵۵	"	مرزا عبدالعزیز بیگ صاحب نصیب آباد	ـے	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر
۹۷	۵۶		مرزا نصیر بیگ صاحب "	ـے	" "	ذریعہ مرزا عبدالعزیز بیگ صاحب
۹۸	۵۷	"	مولوی حافظ محمد حسین صاحب نجیب آباد	عـہ	" "	ذریعہ منی آرڈر
۹۹	۵۸	"	خدابخش صاحب دانشمند دہلی	عـہ	" "	" "
۱۰۰	۵۹	"	محمد صاحب خلف حاجی محمد اسمٰعیل صاحب سوداگر ...	ہـہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	" "
۱۰۱	۶۰		حاجی غلام محمد خوجہ صاحب خان گڈھ	ہـہ	" "	" "

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱۰۲	۶۱	۱۴۲	جناب حاجی منگو محمد مصطفیٰ صاحب سلطانپور	عہ ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر
۱۰۳	۶۲	〃	〃 حافظ عبدالاحد صاحب قصبہ محمدی	عاہر	〃 〃	ذریعہ مولانا حکیم رمضان علی صاحب
۱۰۴	۶۳	〃	〃 مولوی اقتدار الحق صاحب 〃	للعہ ر	امداد عام (تعلیم)	〃 〃
۱۰۵	۶۴	〃	〃 اہلیہ صاحبہ منشی نور محمد صاحب 〃	۶ ر	وظائف طلباء	〃 〃
۱۰۶	۶۵	〃	〃 منشی محمد صاحب 〃	عہر ۱۲	امداد عام (تعلیم)	〃 〃
۱۰۷	۶۶	〃	〃 حاجی طیب آل احمد صاحب بلرام پور	سے ر	〃 〃	ذریعہ منی آرڈر
۱۰۸	۶۷	〃	〃 حاجی ماسٹر محمد امین صاحب 〃	سے ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ حاجی طیب آل احمد صاحب
۱۰۹	۶۸	〃	〃 مولوی حاجی عنایت اللہ صاحب 〃	عا	〃 〃	〃 〃
۱۱۰	۶۹	〃	〃 محمد الدین صاحب ریٹائرڈ تحصیلدار لاہور	سے ر	〃 〃	ذریعہ منی آرڈر
۱۱۱	۷۰	〃	〃 کفایت اللہ قدرت اللہ صاحبان مراد آباد	سے ر	امداد عام (تعلیم)	〃 〃
۱۱۲	۷۱	〃	〃 جلال الدین اکبر صاحب لاہور	عاہر	〃 〃	ذریعہ حلقہ ہمدردان جامعہ دہلی
۱۱۳	۷۲	〃	〃 حاجی سلامت اللہ محمد صدیق صاحبان مبارکپور	۱۵۰ ملعہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بابت سنہ ۶۰ھ
۱۱۴	۷۳	〃	〃 سیٹھ عبدالرحیم عثمان صاحب کلکتہ	۲۵۰ مااعہ	امداد عام (تعلیم)	بابت سنہ ۶۰ھ
۱۱۵	۷۴	〃	〃 مسرز جیون بخش محمد جان صاحبان	۲۰۰ ماار	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بابت سنہ ۶۰ھ
۱۱۶	۷۵	〃	〃 مولوی غلام محی الدین صاحب کانپور	۱۰۰ ما ر	〃 〃	ذریعہ منی آرڈر
۱۱۷	۷۵۸	۹	〃 فریدی بی بی صاحبہ موضع انوایاں	عہ ر	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ مولوی ناظم حسین صاحب
۱۱۸	۷۵۹	〃	〃 تعلیم النساء صاحبہ بذریعہ مسیح احمد صاحب 〃	عہ ر	〃 〃	〃 〃

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱۱۹	۷۴۰	۹	جناب والدہ غلام محمد و والدہ ذاکر حسین صاحب موضع انوایان	عالعہ	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ مولوی ناظم حسین صاحب
۱۲۰	۷۴۱	"	" والدہ غلام محی الدین صاحب "	عمر	" "	" "
۱۲۱	۷۴۲	"	" والدہ صاحبہ ابو حامد محمد صلاح الدین صاحب رئیس — موضع انوایاں	سے	" "	" "
۱۲۲	۷۴۳	"	صفیہ خاتون صاحبہ دختر محامد حسین صاحب رئیس — موضع انوایاں	عمر	" "	" "
۱۲۳	۷۴۴	"	" اسد النساء صاحبہ دختر محامد حسین صاحب "	عاار	" "	" "
۱۲۴	۷۴۵	"	سید یاور حسین صاحب رئیس "	عمر	" "	" "
۱۲۵	۷۴۶	"	" عزت النساء بی بی صاحبہ "	عمر	" "	" "
۱۲۶	۷۴۷	"	" سید علی اختر صاحب "	عمر	" "	" "
۱۲۷	۷۴۸	"	منجانب رئیس زادہ شیخ محمد ابراہیم صاحب صدیقی مرحوم "	للعہ	" "	" "
۱۲۸	۷۴۹	"	جناب والدہ صاحبہ مسیح احمد صاحب "	عمر	" "	" "
۱۲۹	۷۷۰	"	" اصغر حسین صاحب جودھپور	عمر	" "	" "
۱۳۰	۷۷۱	"	" نور گل صاحب "	سے	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	" "
۱۳۱	۷۷۲	"	" عبدالوحید خان صاحب "	عمر	امداد عام (تعلیم)	" "
۱۳۲	۷۷۳	"	" نور محمد صاحب "	۸ر	" "	" "
۱۳۳	۷۷۴	"	" ڈاکٹر محمد عابد صاحب فاروقی "	عہر	" "	" "

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱۳۴	۷۷۵	۹ ے	جناب مولوی حاجی محمد صاحب جودھپور	عامر	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ مولوی ناظم حسین صاحب
۱۳۵	۷۷۶	〃	〃 سید برکت علی صاحب چوڑی والے 〃	عامر	〃 〃	〃 〃
۱۳۶	۷۷۷	〃	〃 لال محمد صاحب چوڑی گر 〃	عہر	〃 〃	〃 〃
۱۳۷	۷۷۸	〃	〃 حاجی محمد اسحٰق صاحب بسکٹ فیکٹری 〃	عامر	〃 〃	〃 〃
۱۳۸	۷۷۹	〃	〃 شیخ غلام رسول صاحب 〃	صہر	〃 〃	〃 〃
۱۳۹	۷۸۰	〃	〃 عبدالرحمٰن و عبدالمجید صاحبان 〃	عہر	〃 〃	〃 〃
۱۴۰	۷۸۱	〃	〃 نذیر احمد صاحب 〃	عہر	〃 〃	〃 〃
۱۴۱	۷۸۲	〃	〃 شیخ عبدالستار و عبدالرحمٰن صاحبان	صہر	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	〃 〃
۱۴۲	۷۸۳	〃	〃 شیخ حاجی حلیم الدین صاحب جودھپور	عامر	〃 〃	〃 〃
۱۴۳	۷۸۴	〃	〃 شیخ محمد لطیف صاحب قریشی انسپکٹر 〃	صہر	〃 〃	〃 〃
۱۴۴	۷۸۵	〃	〃 محمد خاں صاحب ٹھیکہ دار 〃	صہر	امداد عام (تعلیم)	〃 〃
۱۴۵	۷۸۶	〃	〃 حاجی پیر خاں صاحب سوداگر چرم 〃	عہر	〃 〃	〃 〃
۱۴۶	۷۸۷	〃	〃 سید حبیب احمد صاحب اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پریس — جودھپور	عہر	〃 〃	〃 〃
۱۴۷	۷۸۸	〃	〃 شیخ عبدالقادر صاحب جودھپور	عامر	〃 〃	〃 〃
۱۴۸	۷۸۹	〃	〃 فتح خاں جی صاحب جمعدار 〃	عہر	〃 〃	〃 〃
۱۴۹	۷۹۰	〃	〃 فیض محمد صاحب 〃	عہر	〃 〃	〃 〃
۱۵۰	۷۹۱	〃	〃 شیخ عبدالغنی ولد کریم بخش صاحب ورکشاپ والے	عہ	〃 〃	〃 〃

شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱۶	۷۹۲	۹/۷	جناب شہباز خاں و گبرو خاں صاحبان جودھپور	عہ/	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ مولوی ناظم حسین صاحب
۱۵	۷۹۳	"	" عبدالرحمن ولد کریم بخش صاحب امام مسجد "	۸/	" "	" "
۱۵	۷۹۴	"	" استاد نور محمد جی صاحب "	۲/	" "	" "
۱۵	۷۹۵	"	" حاجی عبدالحکیم ولد جیون خاں صاحب مرحوم "	عہ/	" "	" "
۱۵	۷۹۶	"	چندہ چھاپہ خانہ بتوسط محمد عثمان خاں صاحب "	سے ۱۲/	" "	" "
۱۶	۷۹۷	"	جناب بابو تاج الدین صاحب "	عہ ۵/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	" "
۱۷	۷۹۸	"	سید خدا بخش و برکت علی صاحبان " ۲/ " سید نبی بخش و سید مہر علی صاحبان " ۲/ " سید اکبر علی و نصیر الدین صاحبان " عہ/ " سید عباس علی و اصغر علی صاحبان " عہ " سید شمس الدین و امراؤ علی صاحبان " ۸/	رقم مجموعی سے ۳/	امداد عام (تعلیم)	" "
۱۵	۷۹۹	"	" حاجی عبدالغفور صاحب سائیکل مرچنٹ "	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	" "
۱۵	۸۰۰	"	" والدہ محمد ابراہیم صاحب منجانب شاہ محمد سمیع صاحب مرحوم بیرسٹر انوایاں	عہ/	امداد عام (تعلیم)	" "
۱۶	۱۰۱	۳۵	" مولانا عزیز گل صاحب رڑکی	۸/	"	ذریعہ حاجی عبدالرحمن و منشی طفیل احمد صاحبان
۱۶	۱۰۲	"	" مولوی غفران علی خاں صاحب "	۴/	" "	" " "
۱۶	۱۰۳	"	" بابو سعید الحسن صاحب "	۱/	" "	" " "
۱۶	۱۰۴	"	" بابو محمد احسان الحق صاحب "	۸/	" "	" " "

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱۶۴	۱۰۵	۳۵	جناب منشی محمد حیات صاحب رڑکی	عہ/	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ جناب عبدالرحمن و منشی طفیل احمد صاحبان
۱۶۵	۱۰۶	"	" ممنون احمد صاحب "	۱/	" "	" "
۱۶۶	۱۰۷	"	" قاری منظور احمد صاحب "	۲/	" "	" "
۱۶۷	۱۰۸	"	" مسماۃ رقیہ بیگم صاحبہ "	۳/	" "	" "
۱۶۸	۱۰۹	"	" مسماۃ محمود النساء بیگم صاحبہ "	۴/	" "	" "
۱۶۹	۱۱۰	"	" محمد عبد السلیم صاحب "	۱/	" "	" "
۱۷۰	۱۱۱	"	" ملا محمد حسین صاحب "	۲/	تعمیرات "	" "
۱۷۱	۱۱۲	"	" شیخ محمد معصوم صاحب امام مسجد "	۴/	صدقہ فطر (وظائف طلبہ)	" "
۱۷۲	۱۱۳	"	" والدہ صاحبہ شفاعت علی صاحب "	۴/	امداد عام (تعلیم)	" "
۱۷۳	۱۱۴	"	" ظہور حسن صاحب "	۱/	" "	" "
۱۷۴	۱۱۵	"	" ماسٹر غلام نبی صاحب "	۲/	" "	" "
۱۷۵	۱۱۶	"	" منشی محمد اصغر صاحب "	عہ/	صدقہ فطر (وظائف طلبہ)	" "
۱۷۶	۱۱۷	"	" ماسٹر عبد الشکور صاحب "	۴/	امداد عام (تعلیم)	" "
۱۷۷	۱۱۸	"	" شیخ محمد صدیق صاحب قصاب "	۸/	" "	" "
۱۷۸	۱۱۹	"	" شیخ اللہ رکھا صاحب قصاب "	۸/	" "	" "
۱۷۹	۱۲۰	"	" شیخ لیاقت حسین صاحب ٹھیکہ دار "	۸/	" "	" "
۱۸۰	۱۲۱	"	" شیخ رحمت اللہ صاحب قصاب "	۲/	" "	" "
۱۸۱	۱۲۲	"	" شیخ محمد اسحاق صاحب قصاب "	عہ/	" "	" "

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱۸۲	۱۲۳	۳۵	جناب ضیاء الدین احمد صاحب پان والے کی	۲ر	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ حاجی عبد الرحمن و منشی طفیل احمد صاحبان
۱۸۳	۱۲۴	"	" حاجی محمد اسمٰعیل صاحب "	۲ر	" "	" "
۱۸۴	۱۲۵	"	" ماسٹر عبد الشکور صاحب "	۴ر	صدقہ فطر (وظائف طلبہ)	" "
۱۸۵	۱۲۶	"	" شیخ چھوٹو صاحب معمار "	عہ ر	امداد عام (تعلیم)	" "
۱۸۶	۱۲۷	"	" منشی طفیل احمد صاحب "	ع۲ ر	صدقہ فطر (وظائف طلبہ)	" "
۱۸۷	۱۲۸	"	" محترمہ حافظہ بیگم صاحبہ "	۲ر	امداد عام (تعلیم)	" "
۱۸۸	۱۲۹	"	" محترمہ اہلیہ شیخ محمد فاضل صاحب مرحوم "	عہ ر	" "	" "
۱۸۹	۱۳۰	"	" ممنون احمد صاحب "	۱۰ر	صدقہ فطر (وظائف طلبہ)	" "
۱۹۰	۱۳۱	"	" منشی محمد مسعود علی خاں صاحب "	عہ ر	امداد عام (تعلیم)	" "
۱۹۱	۱۳۲	"	" بابو محمد قاسم صاحب گھڑی ساز "	۴ر	صدقہ فطر (وظائف طلبہ)	" "
۱۹۲	۱۳۳	"	" محمود حسن صاحب "	۸ر	امداد عام (تعلیم)	" "
۱۹۳	۱۳۴	"	" شیخ محمد ایوب صاحب قصاب "	عہ ر	" "	" "
۱۹۴	۱۳۵	"	" منشی اشفاق احمد صاحب نقشہ نویس "	عہ ر	" "	" "
۱۹۵	۱۳۶		" ایم اے قیوم خاں صاحب "	۴ر	" "	" "
۱۹۶	۱۳۷	"	" شیخ محمد صدیق و نور احمد صاحبان "	۸ر	" "	" "
۱۹۷	۱۳۸	"	" شیخ عبد العزیز صاحب قصاب "	عہ ر	" "	" "
۱۹۸	۱۳۹	"	" بابو حبیب الرحمن صاحب منیجر کارخانہ "	صہ ر	" "	" "
۱۹۹	۱۴۰	"	" محمد ایوب خاں صاحب کنٹریکٹر "	ع۲ ر	وظائف طلبہ	بغرض ایصال ثواب والد صاحب رحمہا اللہ

...ر	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱	۱۴۱	۳۵	جناب مسیح الزماں خانصاحب رڑکی	۴ر	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ حاجی عبدالرحمن و منشی طفیل احمد صاحبان

آمدنی مدرسہ از فروخت ٹکٹ ہائے امدادی

...مار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۲۰	۱۹۶	۲۰	جناب محترمہ وزیر بیگم صاحبہ ہوشیارپور	صر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر
۲۰	۱۹۷	"	" حاجی شمس الحق صاحب بنارس	صر	امداد عام (تعلیم)	"
۲۰	۱۹۸	"	" حاجی صدرالدین صاحب قلعہ دیدار سنگھ	سہ ر	" "	"
۲۰	۱۹۹	"	" کے شجاع الحسن صاحب منہاس آگرہ	صر	" "	"
۲۰	۲۰۰ / ۲۰۱	"	" حاجی ملک غلام خانصاحب رئیس حضرو	عہ ر	" "	"
۲۰	۲۰۲ / ۲۰۳	"	" عبدالشکور صاحب راولپنڈی	عہ ر	وظائف طلبہ	"
۲۰	۲۰۴ / ۲۰۵	"	" بیگم صاحبہ جناب مسٹر بشیر عالم صاحب کانپور	عہ	"	"
۲	۲۰۶ / ۲۰۷	"	" الحاج محمد شرف الحق صاحب برہ تبرہ	عہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۲۰	۲۰۸ تا ۲۱۱	"	" خانبہادر شیخ نبی بخش صاحب کراچی	عہ	" "	"
۲۱	۲۱۲ تا ۲۱۴	۲۲	" محمد عارف صاحب محمد آباد گوہنہ	عہ ر	" "	"
۲۱	۲۱۵	"	" عبدالسبحان صاحب کانپور	صر	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ خانبہادر حاجی عبدالقیوم صاحب
۲۱۱	۲۱۶ / ۲۱۷	"	" حافظ محمد حسین صاحب "	صر	وظائف طلبہ	" "
۲۱۱	۲۱۸	"	" حاجی اولاد علی صاحب "	صر	" "	"
۲۱۲	۲۱۹ تا ۲۲۴	۲۳	" بیگم صاحبہ مولوی فضل الحق صاحب کلکتہ	سہ	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۲۱۵	۲۲۵	۲۳	جناب بشیر احمد صاحب مدورا	صہ	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر
۲۱۶	۲۲۶	"	" خانبہادر ولی بخش آدم صاحب بروچ	صہ	" "	"
۲۱۷	۲۲۷	"	" ولی محمد صاحب ضلع سلطان پور	صہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۲۱۸	۲۲۸	"	" ڈاکٹر برکت علی صاحب سہارنپور	صہ	وظائف طلبہ	"
۲۱۹	۲۲۹	"	" ایس ایم سعید الرحمن صاحب پیلی بھیت	صہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۲۲۰	۲۳۰	"	" خانبہادر اشتیاق احمد صاحب موضع کھرہ؟	صہ	" "	"
۲۲۱	۲۳۱ / ۲۳۲	۲۴	" ایم امانت علی صاحب رڑکی	عہ	" "	"
۲۲۲	۲۳۳ / ۲۳۴	"	" سید جان عالم صاحب شاہجہان پور	عہ	وظائف طلبہ	"
۲۲۳	۲۳۵	"	" ایس ایم گلزار صاحب مدراس	صہ	امداد عام (تعلیم)	"
۲۲۴	۲۳۶	"	" حاجی ولی محمد صاحب امرتسر	صہ	" "	"
۲۲۵	۲۳۷ تا ۲۳۹	"	" شیخ غلام مصطفیٰ صاحب "	صـہ	" "	"
۲۲۶	۲۴۰	"	" غلام محی الدین صاحب دینانگر	سہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۲۲۷	۲۴۱	۲۵	" شیخ ناظر حسن صاحب جوالا پور	صہ	" "	"
۲۲۸	۲۴۲	"	" حاجی نور بخش صاحب سوداگر مظفرنگر	صہ	" "	"
۲۲۹	۲۴۳	"	" کرم احمد صاحب بدایوں	صہ	" "	"
۲۳۰	۲۴۴	"	" محمد اسحاق بیگ صاحب چنیوٹ	صہ	" "	"
۲۳۱	۲۴۵ / ۲۴۶	۲۵	" ایم امین برادرس صاحبان آگرہ	عہ	" "	"
۲۳۲	۲۴۷	"	" حاجی برکت علی صاحب اچھرہ	صہ	" "	"

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۲۲۳	۲۴۸	۲۵	جناب محمد اسمٰعیل صاحب تاجر کانپور	صہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر
۲۲۴	۲۴۹	"	" مولوی محمد ناصر الدین صاحب رامپور	صہ	امداد عام (تعلیم)	"
۲۲۵	۲۵۰	"	" حاجی عبد المجید صاحب صدیقی کراچی	صہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۲۲۶	۴۰۱	۳۲	" حاجی محمد سعید صاحب رئیس ڈبائی	صہ	" "	"
۲۲۷	۴۰۲ تا ۴۰۴	"	" خانصاحب ڈاکٹر مشرف علی صاحب نجیب آباد	عہ	" "	"
۲۲۸	۴۰۵ تا ۴۰۷	"	" حاجی امیر الدین صاحب انبالہ چھاؤنی	عہ	امداد عام (تعلیم)	"
۲۲۹	۴۰۸ / ۴۰۹	"	" محمد دین صاحب معرفت عبد الرشید صاحب کلکتہ	عہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۲۳۰	۴۱۰ / ۴۱۱	"	" حافظ دوست محمد صاحب ضلع پرتابگڑھ	عہ	" "	"
۲۳۱	۴۱۲ / ۴۱۳	"	" احسان الٰہی محمد آفاق صاحبان کانپور	عہ	" "	"
۲۳۲	۴۱۴ / ۴۱۵	"	" حاجی عزیز الحق صاحب وارثی "	عہ	امداد عام (تعلیم)	"
۲۳۳	۴۱۶ / ۴۱۷	"	" حاجی ولی محمد صاحب جھانسی	عہ	" "	"
۲۳۴	۴۱۸ / ۴۱۹	"	" مرتضیٰ خانصاحب خورجہ	عہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۲۳۵	۴۲۰ / ۴۲۱	"	" فتح محمد صاحب لکھنؤ	عہ	امداد عام (تعلیم)	"
۲۳۶	۴۲۲	"	" سید بشیر علی صاحب علی گڑھ	صہ	" "	"
۲۳۷	۴۲۳	"	" احمد شفیع ملک صاحب رانی کھیت	صہ	" "	"
۲۳۸	۴۲۴	"	" منشی محمد لطیف صاحب نینی تال	صہ	" "	"

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۲۴۹	۴۲۵	۳۲	جناب شیخ محمد تقی محمد طیب صاحبان جبار آئی کھیت	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر
۲۵۰	۴۲۶	۳۳	" شاہ زمان صاحب بنارس	صہ	وظائف طلبہ	"
۲۵۱	۴۲۷	"	" مولوی محمد عزیز اللہ صاحب گلبرگہ	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۲۵۲	۴۲۸ / ۴۲۹	"	" رشید احمد صاحب کانپور	عہ/	" "	"
۲۵۳	۴۳۰ / ۴۳۱	"	" حاجی عبدالرحمن صاحب مرادآباد	عہ/	" "	"
۲۵۴	۴۳۲ / ۴۳۳	"	" باقر علی صاحب بیتول	عہ/	" "	"
۲۵۵	۴۳۴ / ۴۳۵	"	" سید عزیز احمد صاحب روڑکی	عہ	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ حاجی منشی طفیل احمد صاحب
۲۵	۴۳۶	"	" لعل محمد صاحب بلرام پور	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر
۲۵	۴۳۷	"	" چودھری اعظم علی شاہ صاحب ڈھکولی	صہ/	امداد عام (تعلیم)	"
۲۶	۴۳۸	"	" حاجی عبدالحمید عبدالحسیب صاحبان سیوان	سہ/	" "	"
۲۶	۴۳۹	"	" قاضی غلام علی شاہ صاحب سرینگر	صہ/	" "	"
۲۶	۴۴۰	"	" الحاج کیپٹن مولوی غلام محمد صاحب بہاولپور	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	" بابت ماہ ستمبر ۱۹۴۱ء
۲۶	۴۴۱	"	" وصی الدین صاحب رنگون	صہ/	" "	"
۲۶	۴۴۲	"	" مہربان علی صاحب راجپور	صہ/	امداد عام (تعلیم)	"
۲۶	۴۴۳	"	" فضل الحق بیگ صاحب پٹیالہ	صہ/	" "	"
۲	۴۴۴ / ۴۴۵	"	" محمد حسین صاحب سائیکل مرچنٹ جودھپور	عہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
	۴۴۶ / ۴۴۷	"	" سید انوار الرحمن صاحب بسمل جے پور	عہ/	" "	"
	۴۴۸ / ۴۴۹	"	" حاجی ایم اے رؤف صاحب گنٹور	عہ/	" "	"

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۲۶۷	۵۵۰ / ۵۵۱	۳۲ / ۳۸	جناب اہلیہ صاحبہ حافظ محمد حبیب الحق صاحب مرحوم اٹاوہ	عہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذریعہ منی آرڈر
۲۶۸	۵۵۲ / ۵۵۳	۳۸	” دلاور خاں رحیم خاں صاحبان کلکتہ	عہ	”	”
۲۶۹	۵۵۴ / ۵۵۵	”	” عبدالستار خانصاحب نمبردار کھیڑو افغانان	عہ	امداد عام (تعلیم)	”
۲۷۰	۵۵۶ / ۵۵۷	”	” سید محمد منظور علی صاحب بسی سرہند	عہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	”
۲۷۱	۵۵۸ / ۵۵۹	”	” ڈاکٹر محمد اشرف حسین صاحب پانی پت	عہ	”	”
۲۷۲	۵۶۰ / ۵۶۱	”	” خانصاحب حاجی محمد وحید صاحب شاہ آباد	عہ	”	”
۲۷۳	۵۶۲ / ۵۶۳	”	” حاجی حافظ عبدالعلیم صاحب موضع کوٹھا	عہ	امداد عام (تعلیم)	”
۲۷۴	۵۶۴ / ۵۶۵	”	” حاجی حافظ عبدالحکیم صاحب ”	عہ	”	”
۲۷۵	۵۶۶	”	” ڈاکٹر محبوب ربانی صاحب لاہور	صر	”	”
۲۷۶	۵۶۷	”	” مسرور حسن خانصاحب شاہجہاں پور	صر	”	”
۲۷۷	۵۶۸	”	” خانصاحب ایس ایم اسحق صاحب اورنگ آباد	صر	”	”
۲۷۸	۵۶۹	”	” قاضی محمد یسین صاحب پلول	صر	”	”
۲۷۹	۵۷۰	”	” بابو عبدالحلیم صاحب کلرک گیا	صر	”	”
۲۸۰	۵۷۱	”	” پرنسز حمیدہ صدیقہ بیگم صاحبہ مانگرول	صر	”	”
۲۸۱	۵۷۲	”	” صفیہ خاتون بیگم صاحبہ امراؤتی	صر	”	”
۲۸۲	۵۷۳	”	” عبدالخالق صاحب رحیم یار خان	صر	متفرقات	”
۲۸۳	۵۷۴	”	” میر ایوب خانصاحب کراچی	صر	امداد عام (تعلیم)	”

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۲۸۴	۵۷۵/۵۷۶	۳ ج	جناب حاجی کریم بخش صاحب گھرونڈہ	عـو	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذریعہ منی آرڈر
۲۸۵	۵۷۷/۵۷۸	ج ۳۹	״ فقیر محمد صاحب جودھپور	عـو	امداد عام (تعلیم)	״
۲۸۶	۵۷۹/۵۸۰	״	״ ڈاکٹر فرزند حسین صاحب نئی دہلی	عـو	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	״
۲۸۷	۵۸۱/۵۸۲	״	״ ڈاکٹر سید رحمت علی صاحب پنشنر سوہاگپور	عـو	امداد عام (تعلیم)	״
۲۸۸	۵۸۳	״	״ ایچ محمد صدیق اینڈ سنز صاحب کلکتہ	صـر	״ ״	״
۲۸۹	۵۸۴	״	״ حافظ مطلوب الٰہی صاحب میرٹھ	صـر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	״
۲۹۰	۵۸۵	״	״ حاجی رکن الدین صاحب ٹھیکہ دار خانپور	صـر	״ ״	״
۲۹۱	۵۸۶	״	״ حاجی عبد القیوم محمد عمر صاحبان نگینہ	صـر	״ ״	״
۲۹۲	۵۸۷/۵۸۸	״	״ پروفیسر ہارون خان صاحب شروانی حیدرآباد	عـو	امداد عام (تعلیم)	״
۲۹۳	۵۸۹/۵۹۰	״	״ حاجی محمد یٰسین خان صاحب ضلع جون پور	عـو	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	״
۲۹۴	۵۹۱/۵۹۲	״	״ حاجی منشی جنگ باز خان صاحب میرٹھ	عـو	״ ״	״
۲۹۵	۵۹۳	״	״ مرزا جعفر بیگ صاحب پٹنہ	صـر	״ ״	״
۲۹۶	۵۹۴	״	״ محمد نصیر محمد سعید صاحبان نعمت پور	صـر	״ ״	״
۲۹۷	۵۹۵	״	״ محمد یعقوب عبد الرزاق صاحبان دھامپور	صـر	״ ״	״
۲۹۸	۵۹۶	״	״ شیخ غلام محمد صاحب نوری سیالکوٹ	صـر	امداد عام (تعلیم)	״
۲۹۹	۵۹۷	״	״ مقبول احمد صاحب من جانب پسران	صـر	(وظائف طلبہ)	״
			شیخ محمد یونس صاحب مرحوم لدھیانہ	صـر		
۳۰۰	۵۹۸	״	״ محمد شفیع محمد رفیع صاحبان نہٹور	صـر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	״

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۳۰۱	۵۹۹	۳۹	جناب عبدالسلیم خانصاحب جودھپور	صہ ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذریعہ منی آرڈر
۳۰۲	۶۰۰	؍	؍ قاری محمد شہاب الدین صاحب حیدرآباد	صہ ر	امداد عام (تعلیم)	؍
۳۰۳	۶۰۱	غ	؍ حاجی محمد زکریا صاحب بنگلور	صہ ر	؍ ؍	؍
۳۰۴	۶۰۲	؍	؍ حاجی عبدالرحمن صاحب اینڈ سنز کانپور	صہ ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	؍
۳۰۵	۶۰۳	؍	؍ بابو عنایت اللہ صاحب انبالہ	صہ ر	؍ ؍	؍
۳۰۶	۶۰۴	؍	؍ حاجی عبدالغفور صاحب نجیب آباد	صہ ر	؍ ؍	؍
۳۰۷	۶۰۵	؍	؍ سید منظور حسن صاحب جلگاؤں	صہ ر	؍ ؍	؍
۳۰۸	۶۰۶/۶۰۷	؍	؍ شیخ عبدالحمید صاحب دھولڑی	ے۵	وظائف طلبہ	؍
۳۰۹	۶۰۸	؍	؍ سید یوسف صاحب رائے پیٹ	صہ ر	امداد عام (تعلیم)	؍
۳۱	۶۰۹	؍	؍ حاجی عبدالحی صاحب تاجر چرم موتی ہارن	صہ ر	؍ ؍	؍
۳۱۱	۶۱۰	؍	؍ حاجی بلال ایچ ایم غوری صاحب ملاڈ	صہ ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	؍
۳۱۲	۶۱۱	؍	؍ حکیم الدین صاحب نجیب آباد	صہ ر	؍ ؍	؍
۳۱۳	۶۱۲	؍	؍ محمد عبدالغفور صاحب فیروزآباد	صہ ر	؍ ؍	؍
۳۱۴	۶۱۳	؍	؍ مولوی محمد یونس صاحب لائل پور	صہ ر	؍ ؍	؍
۳۱۵	۶۱۴	؍	؍ مرزا اسد اللہ بیگ صاحب حبیب نگر	صہ ر	؍ ؍	؍
۳۱۶	۶۱۵	؍	؍ ملک ولی محمد صاحب زئی رامپور	صہ ر	امداد عام (تعلیم)	؍
۳۱۷	۶۱۶	؍	؍ سید قمر الحسن صاحب سنی چھاؤنی راولپنڈی	صہ ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	؍
۳۱۸	۶۱۷	؍	؍ حاجی محمد الدین صاحب جالندھر شہر	صہ ر	؍ ؍	؍

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۳۱۹	۶۱۸	۱۴	جناب حافظ محمد حسین صاحب بھنگا	صہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذریعہ منی آرڈر
۳۲۰	۶۱۹	″	″ علی حسین صاحب مراد آباد	صہ	″	″
۳۲۱	۶۲۰	″	″ بیگم صاحبہ نواب حافظ جمشید علی خانصاحب باغپت	صہ	امداد عام (تعلیم)	″
۳۲۲	۶۲۱/۶۲۲	″	″ محمد قاسم و یوسف صاحبان برہانپور	عہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	″
۳۲۳	۶۲۳/۶۲۴	″	″ حاجی منیر الدین صاحب موذن گیا	عہ	امداد عام (تعلیم)	″
۳۲۴	۶۲۵	″	″ حاجی محمد شفیع صاحب سہارنپور	صہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	″
۳۲۵	۶۲۶/۶۲۷	۱۵	″ احمد خانصاحب آگرہ	عہ	امداد عام (تعلیم)	″
۳۲۶	۶۲۸/۶۲۹	″	″ حاجی مرزا محمد صدیق صاحب جھنگ	عہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	″
۳۲۷	۶۳۰	″	″ محمد الٰہی نور الٰہی صاحبان فیض آباد	صہ	″	″
۳۲۸	۶۳۱	″	″ مولوی نبی بخش صاحب مدرس عربی گورداسپور	صہ	″	″
۳۲۹	۶۳۲	″	″ قاضی محمد اشفاق حسین صاحب انصاری پٹیالہ	صہ	″	″
۳۳۰	۶۳۳	″	″ حکیم مولوی نور احمد صاحب معرفت حکیم سید غلام محمد صاحب کرنال	صہ	امداد عام (تعلیم)	″
۳۳۱	۶۳۴	″	″ شیخ ضیاء الدین صاحب سگرام پور	صہ	″	″
۳۳۲	۶۳۵/۶۳۶	″	″ محمد یعقوب صاحب موتی والے نارنول	عہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ جناب محمد حمید الدین صاحب
۳۳۳	۶۳۷/۶۳۸	″	″ حاجی شرف الدین صاحب سرمہ والے	عہ	″	″
۳۳۴	۶۳۹/۶۴۰	″	″ الحاج سراج احمد صاحب جبل پور	عہ	″	ذریعہ منی آرڈر
۳۳۵	۶۴۱/۶۴۲	″	″ حاجی مان خانصاحب کٹنی	عہ	امداد عام (تعلیم)	″

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۳۳۶	۴۴۳/۴۴۴	۱/۴۱	جناب علی حسن صاحب افسر مدرس گونڈہ	عـه ر	امداد عام (تعلیم)	بذریعہ منی آرڈر
۳۳۷	۴۴۵/۴۴۶	ر	ر ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب حیدرآباد دکن	عـه ر	ر ر	ر
۳۳۸	۴۴۷/۴۴۸	ر	ر خاتون بی بی صاحبہ بتوسط اللہ بخش صاحب ارڑ مقام	عـه ر	ر ر	ر
۳۳۹	۴۴۹/۴۵۰	ر	ر مولوی اللہ رکھا صاحب چک منڈی جھمرہ	عـه ر	ر ر	ر
۳۴۰	۴۵۱/۴۵۲	۱/۴۲	ر سید محمد ناصر صاحب لکھنؤ	عـه ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ر
۳۴۱	۴۵۳/۴۵۴	ر	ر حاجی عبدالرشید منت اللہ صاحبان کانپور	عـه ر	ر ر	ر
۳۴۲	۴۵۵/۴۵۶	ر	ر عبدالغنی صاحب گورنمنٹ پنشنر راولپنڈی	عـه ر	ر ر	ر
۳۴۳	۴۵۷/۴۵۸	ر	ر عبداللطیف صاحب فتح گڑھ	عـه ر	ر ر	ر
۳۴۴	۴۵۹/۴۶۰	ر	ر حاجی حبیب احمد مشتاق احمد صاحبان سہارنپور	عـه ر	امداد عام (تعلیم)	ر
۳۴۵	۴۶۱	ر	ر سید اشفاق علی صاحب خطیب ملتان	صہ ر	ر ر	ر
۳۴۶	۴۶۲	ر	ر حاجی گل محمد صاحب ر	صہ ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ سید اشفاق علی صاحب
۳۴۷	۴۶۳	ر	ر سید محمد منصور صاحب ریوال اسٹیٹ	صہ ر	ر ر	بذریعہ منی آرڈر
۳۴۸	۴۶۴	ر	ر حاجی محمد مظفر صاحب معرفت ڈاکٹر محمد یٰسین صاحب کرنال	صہ ر	ر ر	ر
۳۴۹	۴۶۵	ر	ر پروفیسر ایم آئی ملک صاحب لاہور	صہ ر	وظائف حفظ قرآن	ر
۳۵۰	۴۶۶	ر	ر محمد عبدالقیوم صاحب کرنال	صہ ر	ر ر	ر
۳۵۱	۴۶۷	ر	ر سید آفتاب علی صاحب مڈراک	صہ ر	امداد عام (تعلیم)	ر

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۳۵۲	۶۶۸	۲۲/۴	جناب سید متین احمد صاحب ناگپور	صہ/	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر
۳۵۳	۶۶۹	"	" مقبول احمد صاحب کانپور	سہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۳۵۴	۶۷۰	"	" اے اے بہام صاحب بمبئی	صہ/	" "	"
۳۵۵	۶۷۱	"	" شیخ تسلیم احمد صاحب شیرکوٹ	صہ/	امداد عام (تعلیم)	"
۳۵۶	۶۷۲	"	" ایس علیم الدین صاحب جے پور	صہ/	" "	"
۳۵۷	۶۷۳	"	" ایس ایم عبد الکریم صاحب کلکتہ	صہ/	" "	"
۳۵۸	۶۷۴	"	" اہلیہ صاحبہ سید محمد شفیع صاحب باغبت	صہ	وظائف طلبہ	"
۳۵۹	۶۷۵	"	عبد الوہاب ولد محمد صدیق صاحب مرحوم مئو	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۳۶۰	۶۷۶	۳/۴	" حاجی خدا بخش صاحب کھیڑا افغانان	صہ/	" "	"
۳۶۱	۶۷۷	"	" منشی ظفر علی خاں صاحب کرنال	سہ/	امداد عام (تعلیم)	"
۳۶۲	۶۷۸/۶۷۹	"	" شیخ نیاز احمد صاحب انصاری پھریندہ	عہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۳۶۳	۶۸۰/۶۸۱	"	" منشی عبد الاحد صاحب جلال پور	عہ	وظائف طلبہ	"
۳۶۴	۶۸۲/۶۸۳	"	" ایس اے حکیم اینڈ سنز صاحبان دھوڈون	عہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۳۶۵	۶۸۴/۶۸۵	"	" محمد مصطفےٰ خاں صاحب لکھنؤ	عہ	امداد عام (تعلیم)	"
۳۶۶	۶۸۶/۶۸۷	"	" حاجی محمد ہاشم ولد عبد الرحمن صاحب ٹانڈہ	عہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۳۶۷	۶۸۸	"	" قاضی محمد ظہور الحق صاحب بلال آباد	صہ/	" "	"
۳۶۸	۶۸۹	"	" مولوی حکیم محمد ثناء اللہ صاحب مئوناتھ بھنجن	صہ/	" "	"
۳۶۹	۶۹۰	"	" ظہور الحسن صاحب سرہند	صہ	وظائف طلبہ	"

ملاحظات	مد	رقم	نام نامی	نمبر جلد	نمبر ٹکٹ	نمبر شمار
ذریعہ منی آرڈر	امداد عام (تعلیم)	صہ	جناب الحاج ڈاکٹر محمد یوسف علی خانصاحب بریلی	عہ ۳۴	۶۹۱	۳۷۰
"	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	صہ	" شیخ محمد عمر ولد عبدالغنی صاحب دہام پور	"	۶۹۲	۳۷۱
"	" "	صہ	" حافظ ابوالحسن ولد نعمت علی خانصاحب سیکری	"	۶۹۳	۳۷۲
"	وظائف حفاظ	عہ	" محمد اکرام غنی صاحب لودھی پور	"	۶۹۴ / ۶۹۵	۳۷۳
"	امداد عام (تعلیم)	عہ	" بابو غنی محمد خانصاحب شیودیال گنج	"	۶۹۶ / ۶۹۷	۳۷۴
"	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	عہ	" سید منیر احمد صاحب کھتیا سرائے	"	۶۹۸ / ۶۹۹	۳۷۵
"	" "	عہ	" محترمہ بیگم ایچ محمد امین صاحب فیض آباد	۳۴ / ۴۴	۷۰۰ / ۷۰۱	۳۷۶
"	امداد عام (تعلیم)	صہ	" خانبہادر مولانا محمد مبارک کریم صاحب بہار شریف	۴۴	۷۰۲	۳۷۷
ذریعہ حافظ محمد یوسف صاحب جودھپور	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	۲عہ	" بہادر صاحب ٹھیکہ دار جودھپور	۴۵	از ۷۲۶ تا ۷۲۹	۳۷۸
ذریعہ منی آرڈر بابت ماہ رمضان ۶۰ھ	امداد عام (تعلیم)	عہ	" چودھری اللہ رکھی صاحب موضع کسیروہ	۱۳	۲۴ / ۲	۳۷۹
ذریعہ منشی شبیر حسین صاحب	" "	عہ	" عبداللطیف صاحب جودھپور	۱	۹۶	۳۸۰
بذات خود	وظائف طلبہ	عہ	" منشی شبیر حسین صاحب "	"	۹۷	۳۸۱
ذریعہ منشی شبیر حسین صاحب	امداد عام (تعلیم)	عہ	" اہلیہ صاحبہ مولوی مظفر الدین صاحب "	"	۹۸	۳۸۲
" "	" "	عہ	" عبدالعزیز صاحب "	"	۹۹	۳۸۳
بذات خود	" "	للعہ	" منشی شبیر حسین صاحب "	"	از ۱۰۰ تا ۱۰۳	۳۸۴
ذریعہ منشی شبیر حسین صاحب	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	سے	" اہلیہ شبیر حسین صاحب "	"	از ۱۰۴ تا ۱۰۶	۳۸۵

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۳۸۶	۶۸۲	۱۰۶	جناب مولوی حکیم محمود علی صاحب وکیل جے پور	عمہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذات خود
۳۸۷	۶۸۳	"	" اہلیہ صاحبہ " " "	عمہ	وظائف طلبہ	ذریعہ حکیم محمود علی صاحب
۳۸۸	از ۶۸۴ تا ۶۸۸	"	" حکیم مولوی سید نصیر علی صاحب ٹونکی "	صہ	وظائف طلبہ	" "
۳۸۹	۶۸۹	"	" عبدالکریم صاحب "	عمہ	"	" "
۳۹۰	۶۹۰	"	" حکیم محمود علی صاحب وکیل "	عمہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذات خود
۳۹۱	۶۹۱	"	" مولوی حافظ محمد اللہ صاحب "	عمہ	وظائف طلبہ	ذریعہ مولوی حکیم محمود علی صاحب
۳۹۲	۸	۱۳۱	" پیارے صاحب سوداگر کاغذ لکھنؤ	عہ	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ حاجی نواب علی صاحب
۳۹۳	۹	"	" حاجی نواب علی صاحب واچ میکر "	عمہ	" "	ذریعہ منی آرڈر
۳۹۴	۱۰	"	" ایچ ایچ محمد علی صاحب بڑاگاؤں	عمہ	وظائف طلبہ	"
۳۹۵	از ۱۱ تا ۱۳	۱۳۲	" ملک حاجی محمد حسین صاحب سوہارہ	سے	امداد عام (تعلیم)	"
۳۹۶	از ۱۴ تا ۱۶	"	" حاجی اولاد علی صاحب کانپور	سے	وظائف طلبہ	ذریعہ خانبہادر حاجی عبدالقیوم صاحب
۳۹۷	۱۷/۱۸	"	" شمس الدین صاحب تحصیل ٹیکم گڑھ	لعہ	امداد عام (تعلیم)	" " "
۳۹۸	۱۹/۲۰	"	" ایس ایم گلزار صاحب مدراس	لعہ	" "	ذریعہ منی آرڈر
۳۹۹	۲۱	۱۳۳	" محمد اسحٰق بیگ صاحب چنیوٹ	عمہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۴۰۰	۲۲/۲۳	"	" حکیم حاجی برکت علی صاحب رحمٰن پورہ	لعہ	" "	"
۴۰۱	۲۴	"	" رمضان الحق صاحب قصبہ محمدی	عمہ	امداد عام (تعلیم)	"
۴۰۲	۲۵/۲۶	"	" ڈاکٹر محمد اشفاق حسین صاحب گھاٹم پور	لعہ	" "	"
۴۰۳	از ۲۷ تا ۲۹	"	" حاجی محمد سعید صاحب ڈبائی	سے	" "	"

نمبرشمار	نمبرٹکٹ	نمبرجلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۴۰۴	نمبر ۳۰	نمبر ۱۳۳	جناب سید رشید احمد صاحب کراچی	عہ؍	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر
۴۰۵	۳۲۶ تا ۳۲۸	نمبر ۱۵۹	؍ اہلیہ صاحبہ جناب مولوی محمد عزیز اللہ صاحب گلبرگہ	سے؍	؍ ؍	؍
۴۰۶	۳۲۹	؍	ایک اہل خیر جزاہ اللہ معرفت مولوی محمد عزیز اللہ صاحب گلبرگہ	عہ؍	؍ ؍	؍
۴۰۷	۳۳۰	؍	جناب حاجی محمد اسمٰعیل محمد ابراہیم صاحبان نجیب آباد	عہ؍	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	؍
۴۰۸	۳۳۱ / ۳۳۲	؍	؍ سید مصباح الرحمٰن صاحب جے پور	عگ؍	؍ ؍	؍
۴۰۹	۳۳۳ / ۳۳۴	؍	؍ حکیم محمد علی صاحب امرتسر	عگ؍	امداد عام (تعلیم)	؍
۴۱۰	۳۳۵	نمبر ۱۵۹	؍ مولوی حکیم عبد الغنی خاں صاحب ؍	عہ؍	؍ ؍	؍
۴۱۱	۳۳۶ تا ۳۳۸	؍	؍ شفیق محمد خاں صاحب خورجہ	سے؍	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	؍
۴۱۲	۳۳۹ تا ۳۴۱	؍	؍ حاجی محمد احمد صاحب بی اے بابو پور	سے؍	وظائف طلبہ	؍
۴۱۳	۳۴۲ / ۳۴۳	؍	؍ پیر محمد صاحب وکیل فاضلکا - جالندھر	عگ؍	؍	؍
۴۱۴	۳۴۴ / ۳۴۵	؍	؍ قاضی حافظ خدا بخش صاحب امرتسر	عگ؍	؍	؍
۴۱۵	۳۴۶ / ۳۴۷	؍	؍ خانبہادر شیخ انعام علی صاحب لاہور	عگ؍	امداد عام (تعلیم)	؍
۴۱۶	۳۴۸ / ۳۴۹	؍	؍ حکیم سید عبد الحق صاحب سلطان پور	عگ؍	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	؍
۴۱۷	۳۵۰ / ۳۵۱	نمبر ۱۶۰	؍ حاجی کمال الدین صاحب سونی پت	عگ؍	امداد عام (تعلیم)	؍
۴۱۸	۳۵۲ / ۳۵۳	؍	؍ عبد اللہ صاحب ؍	عگ؍	؍ ؍	؍
۴۱۹	۳۵۴	؍	؍ عبد الحمید صاحب پلول	عہ؍	؍ ؍	؍
۴۲۰	۳۵۵ / ۳۵۶	؍	؍ بابو عبد الحمید صاحب گیا	عگ؍	؍ ؍	؍
۴۲۱	۳۵۷ / ۳۵۸	؍	؍ محمد عبد الہادی صاحب پورینی	عگ؍	؍ ؍	؍

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۴۲۲	۳۵۹	۱۶	جناب انور خاں محبوب گنج جبل پور	عہ/	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر
۴۲۳	۳۶۰ / ۳۶۱		〃 احمد حسن صاحب تیترون	عا/	〃 〃	〃
۴۲۴	۳۶۲ تا ۳۶۴		〃 حاجی حافظ عبداللہ صاحب مدراس	سے/	〃 〃	〃
۴۲۵	۳۶۵ / ۳۶۶	〃	〃 حاجی عبدالرحیم صاحب نگینہ	عا	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۴۲۶	۳۶۷ / ۳۶۸	〃	〃 محمد فضل خانصاحب فیض آباد	عا/	〃 〃	〃
۴۲۷	۳۶۹ / ۳۷۰	〃	〃 منشی بدرالدین صاحب تاجر منصوری	عا/	〃 〃	〃
۴۲۸	۳۷۱	〃	〃 خواجہ غلام حیدر صاحب گونڈہ	عہ/	امداد عام (تعلیم)	〃
۴۲۹	۳۷۲	〃	〃 خواجہ سہراب خانصاحب 〃	عہ	〃 〃	ذریعہ خواجہ غلام حیدر صاحب
۴۳۰	۳۷۳ / ۳۷۴	〃	〃 حاجی سخاوت حسین صاحب بھاگلپور	عا/	〃 〃	ذریعہ منی آرڈر
۴۳۱	۳۷۵	〃	منشی نور محمد صاحب موضع کھونیا	عہ/	〃 〃	ذریعہ حاجی محمد اسحاق صاحب
۴۳۳	۶۵۱	۱۷	〃 حکیم عبدالرحیم صاحب 〃	عہ/	〃 〃	〃 〃
۴۳۴	۶۵۲ / ۶۵۳	〃	〃 حکیم محمد صفی احمد صاحب 〃	عا/	〃 〃	〃 〃
۴۳۵	۶۵۴ / ۶۵۵	〃	〃 حاجی محمد اسحٰق صاحب 〃	عا/	〃 〃	ذریعہ منی آرڈر
۴۳۶	۶۵۶ / ۶۵۷	〃	〃 ایم صدیق صاحب بیلی گھاٹ کلکتہ	عا	〃 〃	〃
۴۳۷	۶۵۸	〃	〃 محمد یوسف صاحب پاکسی	عہ/	〃 〃	〃
۴۳۸	۶۵۹ / ۶۶۰	〃	〃 عین الحق صاحب تاجر اعظم گڑھ	عا/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۴۳۹	۶۶۱ / ۶۶۲	〃	〃 محمد رحمت الٰہی خانصاحب شاہپور	عا/	امداد عام (تعلیم)	〃
۴۴۰	۶۶۳	〃	〃 مستری عبدالعزیز صاحب امروہہ	عہ/	〃 〃	ذریعہ حافظ محمد یوسف صاحب جودھپور
۴۴۱	۶۶۴ / ۶۶۵	〃	〃 محمد عبدالقادر صاحب کھیری باڑی	عگا/	〃 〃	ذریعہ منی آرڈر
۴۴۲	۶۶۶ / ۶۶۷	〃	〃 حاجی نور احمد صاحب بجنور	عا/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۴۴۲	۶۶۸/۶۶۹	۱۲/۱۷	جناب ایس ایم رفیق صاحب منڈوا جودھپور	عگر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر
۴۴۳	۶۷۰/۶۷۱	"	" محمد عبداللہ صاحب صدیقی لاہور	عگر	امداد عام (تعلیم)	"
۴۴۴	۶۷۲/۶۷۳	"	" حافظ محمد ہاشم صاحب مجددی ٹنڈ سائن داد خان	عگر	وظائف طلبہ	"
۴۴۵	۶۷۴/۶۷۵	"	" مستری محمد اسمٰعیل صاحب نجیب آباد	عگر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۴۴۶	۶۷۶/۶۷۷	۱۲/۱۷	" حکیم حافظ محمد عتیق صاحب تجارہ	عگر	" "	"
۴۴۷	۶۷۸/۶۷۹	"	" حاجی عبدالکریم صاحب پلگاؤں	عگر	امداد عام (تعلیم)	"
۴۴۸	۶۸۰	"	" عبدالرحیم صاحب "	عہ/	" "	ذریعہ حاجی عبدالکریم صاحب
۴۴۹	۶۸۱	"	" عبدالواحد صاحب "	عہ/	" "	" "
۴۵۰	۶۸۲	"	" عبدالرحیم صاحب ہیڈ ماسٹر و " شیخ نظام الدین صاحب	عہ/	" "	" "
۴۵۱	۶۸۳	"	" احمد اللہ صاحب کانپور	عہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ حاجی عبدالرشید و منت اللہ احسان صاحبان
۴۵۲	۶۸۴	"	" اہلیہ احمد اللہ صاحب "	عہ/	" "	" "
۴۵۳	۶۸۵	"	" خلیل اللہ صاحب ہیڈ کلرک "	عہ/	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ حاجی محمد سمیع صاحب
۴۵۴	۶۸۶	"	" اہلیہ صاحبہ مسٹر منعم صاحب عباسی پانی پت	عہ/	" "	بابت ماہ اکتوبر سنہ ۴۱ء
۴۵۵	۶۸۷	"	" اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر نعمت خان صاحب لاہور	عہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ مولوی عبدالحی صاحب
۴۵۶	۶۸۸	"	" محمد عابد صاحب محمدی	عہ/	امداد عام و وظائف طلبہ	ذریعہ حکیم رمضان الحق صاحب
۴۵۷	۶۸۹	"	" مولوی محمد یٰسین صاحب "	عہ/	امداد عام (تعلیم)	" "
۴۵۸	۶۹۰	"	" ماسٹر محمد شفیع صاحب باغپت	عہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۴۵۵	۶۹۱/۶۹۲	۱۰۳-۱	جناب ابوالحکیم قاری محمد اسمٰعیل صاحب پانی پت	عالر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر
۴۶۰	۶۹۳/۶۹۴	〃	〃 حاجی علی بخش صاحب لکھنؤ	عالر	〃 〃	〃
۴۶۱	۶۹۵/۶۹۶	〃	〃 محمد عزیز الدین صاحب نرائن گڈھ	عالر	〃 〃	〃
۴۶۲	۶۹۷/۶۹۸	〃	〃 محمد خلیل صاحب رام پور اسٹیٹ	عالر	〃 〃	〃
۴۶۳	۶۹۹	〃	〃 محمد سلیم صاحب قریشی اجمیر	عہر	امداد عام (تعلیم)	〃
۴۶۴	۷۰۰	〃	〃 حافظ زین الدین صاحب گڈھی پختہ	عہر	〃 〃	〃
۴۶۵	۳۰۶	۶/۱	〃 حاجی نبی بخش صاحب سوداگر رڑکی	عہر	〃 〃	ذریعہ حاجی عبدالرحمٰن و منشی طفیل احمد صاحبان
۴۶۶	۳۰۷	〃	〃 شیخ محمد عمر صاحب سوداگر 〃	عہر	〃 〃	〃 〃 〃
۴۶۷	۳۷۸	〃	〃 محبوب علی خانصاحب 〃	عہر	〃 〃	〃 〃 〃
۴۶۸	۳۷۹	〃	〃 بابو محمد سعید صاحب 〃	عہر	〃 〃	〃 〃 〃
۴۶۹	۳۸۰	〃	〃 احمد حسن صاحب 〃	عہر	〃 〃	〃 〃 〃
۴۷۰	۳۸۱	〃	〃 سید محمد محسن صاحب 〃	عہر	〃 〃	〃 〃 〃
۴۷۱	۳۸۲	〃	〃 شیخ عبداللہ صاحب 〃	عہر	〃 〃	〃 〃 〃
۴۷۲	۳۸۳/۳۸۴	〃	〃 ڈاکٹر عبدالمجید صاحب محلہ ست سو 〃	عالر	〃 〃	〃 〃 〃
۴۷۳	۳۸۵	〃	〃 زبیدہ خاتون صاحبہ 〃	عہر	〃 〃	〃 〃 〃
۴۷۴	۳۸۶	〃	〃 ڈاکٹر عبدالمجید صاحب ۲ 〃	عہر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃 〃 〃
۴۷۵	۳۸۷	〃	〃 شیخ محمد معصوم صاحب خنجر پور	عہر	وظائف طلبہ	〃 〃 〃
۴۷۶	۳۸۸	〃	〃 منشی شفیق احمد صاحب رڑکی	عہر	امداد عام (تعلیم)	〃 〃 〃
۴۷۷	۳۸۹	〃	〃 مسماۃ کنیز فاطمہ صاحبہ 〃	عہر	〃 〃	〃 〃 〃
۴۷۸	۳۹۰	〃	〃 مستری عمر بخش صاحب 〃	عہر	〃 〃	〃 〃 〃

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۴۷۹	۳۹۱	۱۶۱	جناب بابو محمد واجد علی صاحب رڑکی	عہ/	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ حاجی عبدالرحمن و منشی طفیل احمد صاحبان
۴۸۰	۳۹۲	"	" احمد حسن صاحب قریشی	عہ/	"	" " "
۴۸۱	۳۹۳	"	" عبدالکریم صاحب حلوائی "	عہ/	"	" " "
۴۸۲	۳۹۴	"	" سید انفاس حسین صاحب "	عہ/	وظائف طلبہ	" " "
۴۸۳	۳۹۵	"	" حافظہ بیگم صاحبہ "	عہ/	امداد عام (تعلیم)	" " "
۴۸۴	۳۹۶	"	" مہر انور صاحبہ "	عہ/	وظائف طلبہ	" " "
۴۸۵	۳۹۷	"	" ساجدہ خاتون صاحبہ "	عہ/	"	" " "
۴۸۶	۳۹۸	"	" بابو محمد قاسم صاحب "	عہ/	امداد عام (تعلیم)	" " "
۴۸۷	۳۹۹/۴۰۰	"	" محمد یار خانصاحب "	عا/	" "	" " "
۴۸۸	۴۰۱	۱۷۴	" محمد عارف الاسلام صاحب جودھپور	عہ/	" "	ذریعہ مسٹر صمصام الحق صاحب
۴۸۹	۴۰۲/۴۰۳	"	" حاجی محمد اسمعیل صاحب گڈھی عبداللہ	عا/	وظائف طلبہ	ذریعہ منی آرڈر
۴۹۰	۴۰۴	"	" بشیر احمد خانصاحب کھیڑا افغانان	عہ/	امداد عام (تعلیم)	"
۴۹۱	۴۰۵	"	" حاجی خدا بخش صاحب من جانب " محمد یوسف صاحب مرحوم	عہ/	" "	"
۴۹۲	۴۰۶	"	" محمد حنیف صاحب کھیڑا افغانان	عہ/	" "	ذریعہ حاجی خدا بخش صاحب
۴۹۳	۴۰۷/۴۰۸	"	" مولوی محمد حفیظ الرحمن صاحب دفا علی گڈھ	عا/	" "	ذریعہ منی آرڈر
۴۹۴	۴۰۹/۴۱۰	"	" مولانا مبارک کریم صاحب بہار شریف	عا/	تعمیرات	"
۴۹۵	۴۱۱/۴۱۲	"	" " " "	عا/	کتب وقفیہ	"
۴۹۶	۴۱۳	"	" " " "	عہ/	وظائف طلبہ	"

شوال سنہ ۶۰ھ

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۴۹۷	۷۱۴/۷۱۵	۱۷۴	جناب لفٹنٹ کرنل بی اے غفار صاحب جوناگڈھ	عگار	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر
۴۹۸	۷۱۶/۷۱۷	"	" حیات محمد خانصاحب کانپور	عگار	" "	"
۴۹۹	۷۱۸/۷۱۹	"	" مولوی محمد قباد علی صاحب ضلع پٹنہ	عگار	" "	"
۵۰۰	۷۲۶/۷۲۷	۱۷۵	" مستری شہاب الدین صاحب جودھپور	عگار	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ حافظ محمد یوسف صاحب جودھپور
۵۰۱	۷۲۸/۷۲۹	"	" عبدالرحمن صاحب "	عگار	" "	" "
۵۰۲	۷۳۰	"	" اللہ دین صاحب "	عہ	" "	" "
۵۰۳	۷۳۱	"	" عبدالغنی صاحب "	عہ	امداد عام (تعلیم)	" "
۵۰۴	۵۰۱	۱۸۱	" چودھری یزدان بخش صاحب "	عہ	" "	" "
۵۰۵	۵۰۲	"	" عبدالحکیم صاحب	عہ	" "	" "
۵۰۶	۵۰۳		" منشی محمد اسمٰعیل صاحب "	عہ	" "	" "
۵۰۷	۵۰۴	"	" محمد بخش صاحب آئرن مرچنٹ "	عہ	" "	" "
۵۰۸	۵۰۵	"	" محمد عبداللہ صاحب "	عہ	" "	" "
۵۰۹	۵۰۶	۱۸۲	" حافظ محمد یوسف صاحب "	عہ	" "	" "
۵۱۰	۵۰۷	"	" مولا بخش صاحب ڈھلائی والے "	عہ	" "	" "
۵۱۱	۵۰۸	"	" پہلوان اللہ بخش صاحب "	عہ	" "	" "
۵۱۲	۵۰۹	"	" مستری عبدالشکور صاحب "	عہ	" "	" "
۵۱۳	۵۱۰	"	" مستری فیض بخش صاحب چشتی نظامی "	عہ	" "	" "

آمدنی بمد خریداری رسالانہ اشتراک ندائے حرم — [illegible]

کل میزان آمدنی بابت ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۶۰ھ — [illegible]

آمدنی از فروخت ٹکٹ ہائے امدادی ذریعہ مجلس امداد لکھنؤ

نمبر شمار	ٹکٹ نمبر	جلد نمبر	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۵۱۴	از ۲۴۲ تا ۲۴۶	۲۹ جلد	جناب مولوی سید احمد حسین صاحب لکھنؤ	صہ/	امداد عام (مد تعلیم)	از اکتوبر سنہ ۱۹۴۱ء تا فروری سنہ ۱۹۴۲ء بذریعہ سکریٹری صاحب مجلس امداد لکھنؤ
۵۱۵	۲۸۲ و ۲۸۳	۳۰	جناب شیخ ظہیر حسن صاحب لکھنؤ	عگہ/	״ (״)	بابت ماہ ستمبر و اکتوبر سنہ ۱۹۴۱ء
۵۱۶	۲۸۴	״	جناب خانبہادر حافظ محی الدین صاحب لکھنؤ	عہ/	״ ״	بابت ماہ اگست و ستمبر سنہ ۱۹۴۱ء
۵۱۷	۲۸۵	״	جناب نصیر الدین صاحب اینڈ کو ״	عہ/	״ ״	بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۴۱ء
۵۱۸	۲۸۶	״	جناب شیخ سلطان احمد صاحب ״	عہ/	״ ״	״ ״
۵۱۹	۲۸۸	۳۸	جناب شیخ مختار علی صاحب اینڈ کو ״	عہ/	״ ״	״ ״
۵۲۰	۲۸۹	״	جناب حافظ عبد الوہاب صاحب ״	عہ/	״ ״	״ ״
۵۲۱	۲۹۰	״	جناب منظور احمد صاحب تاجر چوب ״	عہ/	״ ״	״ ״
۵۲۲	۲۹۱	״	جناب سراج حسین صاحب ״	عہ/	״ ״	״ ״
۵۲۳	از ۹۳۷ تا ۹۴۱	۱۲۱	جناب علی حسن خانصاحب ״	صہ/	״ ״	
۵۲۴	۹۴۲ و ۹۴۳	״	جناب شیخ عاشق علی صاحب ״	عگہ/	״ ״	بابت ماہ جولائی و اگست
۵۲۵	۹۴۴	״	جناب عبد الوہاب صاحب ״	عہ/	״ ״	بابت ماہ اکتوبر
۵۲۶	۹۴۵ و ۹۴۶	״	جناب جمیل الدین حسین صاحب وکیل ״	عگہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبا)	״ ״
۵۲۷	۹۴۷	۱۲۲	جناب بنّن صاحب تاجر ״	عہ/	امداد عام (مد تعلیم)	
۵۲۸	۹۴۸	״	جناب شرف الدین صاحب ״	عہ	״ (״ ״)	
۵۲۹	۹۴۹	״	جناب قاری احمد علی صاحب ״	عہ/	״ (״)	
۵۳۰	۹۵۰	״	جناب شیخ سلطان حسین صاحب ״	عہ/	״ (״)	بابت ماہ ستمبر و اکتوبر سنہ ۱۹۴۱ء

نمبرشمار	ٹکٹ نمبر	جلد نمبر	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۵۳۰	۹۵۱	۲۹	جناب شیخ حاجی محمد ابراہیم صاحب لکھنؤ	عہ/	امداد عام (مد تعلیم)	بابت ماہ ستمبر
۵۳۲	۹۵۲	"	جناب شیخ عاشق علی صاحب "	عہ/	" (")	" "
۵۳۳	۹۵۳		جناب شفاء الملک مولوی حکیم عبدالحبیب صاحب لکھنؤ	عہ/	وظائف طلباء	بغرض ایصال ثواب حکیم محمد حیات صاحب رحمہ اللہ
۵۳۴	۹۵۴	"	جناب "خانصاحب" محمد ناصر خانصاحب "	عہ/	امداد عام (مد تعلیم)	بابت ماہ اکتوبر ۱۹۴۱ء
۵۳۵	۹۵۵ / ۹۵۶	"	جناب شیخ عاشق علی صاحب "	عاً	" (")	" "
۵۳۶	۲۴۷ و ۲۴۸	۳۰	جناب مولانا شاہ واثق الیقین صاحب "	عاً	مد تعمیرات	ذریعہ سکریٹری صاحب مجلس امداد لکھنؤ
۵۳۷	۲۴۹	"	جناب ضیاء الدین حسن صاحب "	عہ/	امداد عام (مد تعلیم)	" "
۵۳۸	۲۵۰	"	جناب مولانا عبد العزیز صاحب "	عہ/	" (")	" "
۵۳۹	۲۵۱ / ۲۵۲	۳۱	جناب سید عزیز احمد صاحب ہاشمی بلگرامی خیرآباد	عہ	" (")	" "
۵۴۰	۲۵۳ و ۲۵۴	"	جناب حاجی سرور احمد صاحب "	عاً	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	" "
۵۴۱	۲۵۵ و ۲۵۶	"	جنابہ والدہ صاحبہ فرید احمد صاحب "	عاً	امداد عام (مد تعلیم)	" "
۵۴۲	۲۵۷	۳۲	جنابہ والدہ صاحبہ ہمراہ جناب نثار احمد صاحب "	عہ/	" (")	" "
۵۴۳	۲۵۸	"	جنابہ اہلیہ صاحبہ " " "	عہ/	" (")	" "
۵۴۴	۲۵۹	"	جناب مولوی حافظ سید اخلاق الحسن خانصاحب "	عہ/	" (")	" "
۵۴۵	۲۶۰	"	جنابہ بیگم صاحبہ قاضی حبیب اشرف صاحب سیتاپور	عہ/	" (")	" "
۵۴۶	۲۶۱	"	جناب قاضی حبیب اشرف صاحب "	عہ/	" (")	" "
۵۴۷	۲۶۲	۳۳	جناب مولوی مشتاق علی صاحب ریاست محمود آباد	عہ/	" (")	" "
۵۴۸	۲۶۳	"	جناب مولوی محمد ایوب صاحب علوی جلال پور سوان	عہ/	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	" "

نمبر شمار	ٹکٹ نمبر	جلد نمبر	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۵۴۹	۲۶۴	سنہ ۳۳	جناب منشی امیر علی صاحب جلال پور لسوآں	بعہ ر	امداد عام (مد تعلیم)	بذریعہ حاجی محمد احمد صاحب سکریٹری مجلس امداد کلکتہ
۵۵۰	۲۶۵	"	جناب حاجی سید رمضان علی صاحب "	عہ ر	زکوٰۃ (وظائف طلباً)	" "
۵۵۱	۲۶۶	"	جناب حاجی عاشق صادق صاحب لکھنو	عہ ر	امداد عام (مد تعلیم)	ماہ ستمبر سنہ ۱۹۴۱ء
۵۵۲	۹۵۷	سنہ ۱۲۳	جناب شیخ رحیم اللہ صاحب تاجر "	عہ ر	" "	بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۴۱ء
۵۵۳	۹۵۸	"	جناب مصطفے علی صاحب " "	عصہ	زکوٰۃ (وظائف طلباً)	" "
۵۵۴	۹۵۹	"	جناب شیخ مختار علی صاحب اینڈ کو "	عہ ر	امداد عام (مد تعلیم)	بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۴۱ء
۵۵۵	۹۶۰	"	جناب نصیر الدین صاحب تاجر "	عہ ر	" (")	" "
۵۵۶	۹۶۱	"	جناب شیخ حاجی محمد ابراہیم صاحب "	عہ ر	" (")	" "
۵۵۷	۹۶۲	"	جناب عاشق علی صاحب تاجر "	عہ ر	" (")	" "
۵۵۸	از ۹۶۳ ۹۶۶	"	جناب متولی حاجی عاشق صادق صاحب "	للعہ ر	" (")	" "
۵۵۹	رسید ۱/۴۰	سنہ ۳۳	" شفاء الملک مولوی حکیم عبد الحسیب صاحب	للعہ ر	وظائف طلباء	بغرض ایصال ثواب حکیم محمد حیات صاحب رحمۃ اللہ
۵۶۰	" ۲/۴۰	"	" خانبہادر حافظ محی الدین صاحب	۸ ر	امداد عام (مد تعلیم)	بابت ماہ اکتوبر سنہ ۴۱ء
			میزان آمدنی از مجلس امداد لکھنؤ بابت ماہ رمضان سنہ ۶۰ھ للعہ ۹/۸ ر			

آمدنی از مجلس امداد کلکتہ بابت ماہ رمضان سنہ ۱۳۶۰ھ

نمبر شمار	ٹکٹ نمبر	جلد نمبر	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۵۶۱	۸۳۴	جلد ۱	جناب محمد الیاس صاحب کلکتہ	صہ	امداد عام (مد تعلیم)	بذریعہ حاجی محمد احمد صاحب
۵۶۲	۸۳۵	"	میسرز جاپان ہاؤس "	عنہ	زکوٰۃ (وظائف طلباً)	سکریٹری مجلس امداد کلکتہ
۵۶۳	۸۳۶	"	میسرز محمد رفیع صاحب اینڈ کو "	عنہ	" (")	" "
۵۶۴	۸۳۷	"	جناب حاجی شیخ انوار الحق صاحب کلکتہ	عنہ	" (")	" "

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۵۶۵	۸۳۸	″	جناب شیخ ممتاز العارفین صاحب اینڈ کو کلکتہ	عنہ	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	بذریعہ حاجی محمد احمد صاحب سکریٹری مجلس امداد کلکتہ
۵۶۶	۸۳۹	″	جناب محمد دین میدان صاحب ″	عہ	″ (″) ″	″
۵۶۷	۸۴۰	″	جناب شفیع یوسف صاحب ″	۲۵ مشہ	″ (″) ″	″
۵۶۸	۸۴۱	″	جناب سیٹھ عبدالرزاق عبدالستار صاحبان ″	۲۵ مشہ	″ (″) ″	″
۵۶۹	۸۴۲	″	جناب شیخ محمد کامل صاحب ″	عہ	″ (″) ″	″
۵۷۰	۸۴۳	″	جناب حاجی محمد یعقوب محمد یٰسین صاحبان ″	عہ	″ (″) ″	″
۵۷۱	۸۴۴	″	جناب این ایچ مہر الٰہی صاحب ″	صہ	امداد عام (مد تعلیم) ″	″
۵۷۲	۸۴۵	″	میڈیسن سپلائی کمپنی ″	صہ	زکوٰۃ (وظائف طلباء) ″	″
۵۷۳	۸۴۶	″	جناب حاجی اسرار احمد صاحب ″	صہ	″ (″) ″	″
۵۷۴	۸۴۷	″	جناب امین اسمٰعیل صاحب ″	صہ	″ (″) ″	″
۵۷۵	۸۴۸	″	جناب ایم ایس احمد اینڈ کو ″	عہ	″ (″) ″	″
۵۷۶	۸۴۹	″	جناب فیروز الدین محمد شفیع صاحبان ″	۵۰ فہ	″ (″) ″	″
۵۷۷	۸۵۰	″	جناب حافظ مقبول احمد صاحب ″	۲۵ مشہ	″ (″) ″	″
۵۷۸	۹۰۱	جلد ۱۲	جناب شیخ عبدالحمید صاحب تاجر حرم ″	۲۵ مشہ	امداد عام (مد تعلیم) ″	″
۵۷۹	۹۰۲	″	جناب محمد ادریس صاحب اینڈ کو ″	عہ	″ (″) ″	″
۵۸۰	۹۰۳	″	جناب حاجی علاء الدین صاحب شیرینی فروش ″	عہ	″ (″) ″	″
۵۸۱	۹۰۴	″	جناب شیخ سراج الدین صاحب ″	عہ	″ (″) ″	″
۵۸۲	۹۰۵	″	جناب محمد زکریا برادرس صاحبان ″	عہ	زکوٰۃ (وظائف طلباء) ″	″

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۵۸	۹۰۶	جلد ۱۲	جناب حاجی عبدالرحمٰن محمد اسمٰعیل صاحبان کلکتہ۔	عـہ	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	ذریعہ حاجی محمد احمد صاحب سکریٹری مجلس مدد کلکتہ
۵۸۴	۹۰۷	"	جناب ایچ ممتاز الدین صاحب اینڈ کو "	۲۵۰ للعہ	" (")	" "
۵۸۵	۹۰۸	"	جناب حاجی محمد اسمٰعیل صاحب "	لعہ	امداد عام (مد تعلیم)	" "
۵۸۶	۹۰۹	"	جناب شیخ محمد تقی صاحب اللہ والے "	صر	" (")	" "
۵۸۷	۹۱۰	"	جناب ایچ ایم احمد اینڈ کو "	للعہ	" (")	" "
۵۸۸	۹۱۱	"	جناب حاجی عزیز الرحمٰن صاحب فرم محمد یعقوب عزیز الرحمٰن صاحبان کلکتہ	۲۰ لعہ	زکوٰۃ (وظائف طلباء) "	-
۵۸۹	۹۱۲	"	جناب میاں حاجی محمد امین صاحب کلکتہ	عـہ	" (")	"
۵۹۰	۹۱۳	"	جناب میاں اللہ بخش مولا بخش صاحبان کلکتہ	عـہ	" (")	"
۵۹۱	۹۱۴	"	جناب حاجی میاں محمد صدیق صاحب فرم حاجی محمد صدیق محمد شفیق صاحبان "	عـہ	" (") "	"
۵۹۲	۹۱۵	"	جناب حاجی منور الدین صاحب یونائیٹڈ بروکرس "	معہ	" (") "	"
۵۹۳	۹۱۶	"	جناب ایس سراج الدین صاحب اینڈ سنز "	صہ	امداد عام (مد تعلیم) "	"
۵۹۴	۹۱۷	"	جناب میاں حاجی محمد دین صاحب چنیوٹی "	۱۱	زکوٰۃ (وظائف طلباء) "	" قسط اول
۵۹۵	۹۱۸	"	جناب محمد احمد صاحب سکریٹری مجلس امداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کلکتہ	۳۰۰ سار	امداد عام (مد تعلیم)	بابت ایک سال شعبان سنہ ۶۰ تا رجب سنہ ۶۱
۵۹۶	۹۱۹	"	جناب ایس اعجاز الدین صاحب اینڈ کو "	لعہ	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	ذریعہ حاجی محمد احمد صاحب سکریٹری مجلس امداد کلکتہ
۵۹۷	۹۲۰	"	جناب شیخ فضل احمد صاحب فرم شفیع کمپنی "	سہ	" (")	
۵۹۸	۹۲۱	"	جناب شیخ محمد مہر الٰہی صاحب فرم ایچ محمد صدیق اینڈ کمپنی "	صہ	امداد عام (مد تعلیم)	-

نمبر شمار	رسید نمبر	جلد نمبر	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۵۹۹	۹۲۰	بندت ۱۲	جناب ایس ایچ ممتاز الدین صاحب انگورا ایپ کمپنی کلکتہ	عہ/	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	بذریعہ حاجی محمد احمد صاحب سکریٹری مجلس امداد کلکتہ
۶۰۰	۹۲۳		جناب محمد تقی صاحب رادھا بازار کلکتہ	عہ	امداد عام (مد تعلیم)	"
۶۰۱	۹۲۴		میسرز الیاس ایپ کمپنی "	عہ/	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	"
۶۰۲	۹۲۵	"	جناب حاجی وزیر محمد فقیر محمد صاحبان "	عہ/	" (")	"
۶۰۳	۹۲۶	"	جناب حافظ عبدالکریم عبدالرحمٰن صاحبان "	صہ/	" (")	"
۶۰۴	۹۲۸	"	جناب ایس وزیر محمد صاحب فرٹ منڈی "	سہ	" (")	"
۶۰۵	۱۰۲	جلد ۱۱	ایک وکیل صاحب بتوسط صاحبزادے مولوی عبدالرشید صاحب باقی	صہ/	امداد عام (مد تعلیم)	"
۶۰۶	۲۳	جلد ۲۲	ایک اہل خیر " " "	عہ/	"	"
۶۰۷	بندت ۲۱	"	جناب والدہ صاحبہ عبدالمنان صاحب کلکتہ بتوسط حکیم صاحب حاجی محمد احمد صاحب	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	بذریعہ حاجی محمد احمد صاحب سکریٹری مجلس امداد کلکتہ
۶۰۸	۲۲	"	جناب اہلیہ صاحبہ آغا حسین صاحب	صہ/	" (")	"
۶۰۹	۴۱	"	جناب والدہ صاحبہ الطاف الرحمٰن صاحب "	صہ/	" (")	"
۶۱۰	۴۲	"	ایک اہل خیر جزاہ اللہ "	صہ/	" (")	"
۶۱۱	۴۳	"	" " "	صہ	امداد عام (مد تعلیم)	"
۶۱۲	۴۴	"	جناب والدہ صاحبہ طاہرہ خاتون "	صہ/	" (")	"
۶۱۳	۶۱	"	جناب اہلیہ صاحبہ عبدالمنان صاحب عزیز الرحمٰن صاحب "	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	"
۶۱۴	۵۰	"	جناب والدہ صاحبہ ایم ایم علیم الدین صاحب "	صہ/	امداد عام (مد تعلیم)	"
۶۱۵	۵۳	"	جناب اہلیہ صاحبہ ایم سعید صاحب "	صہ/	" (")	"
۶۱۶	۵۴	"	جناب والدہ سلطانہ بیگم "	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	"

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۶۱۷	۵۵	″	جناب والدہ صاحبہ نثار احمد صاحب بسی بیگم صاحبہ حاجی محمد احمد صاحب ″	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	ذریعہ حاجی محمد احمد صاحب سکریٹری مجلس امداد کلکتہ
۶۱۸	۵۶	″	بیگم صاحبہ جناب حاجی محمد احمد صاحب ″ ″	صہ/	″ (″)	″ ″
۶۱۹	۵۷	″	جناب اہلیہ صاحبہ عبدالرحیم عثمان صاحب کلکتہ ″ ″	صہ/	″ (″)	″ ″
۶۲۰	۵۸	″	جناب بیگم صاحبہ مسٹر زین الدین صاحب ″ ″	صہ/	″ (″)	″ ″
۶۲۱	۵۹	″	ایک اہل خیر جزاہ اللہ ″ ″	صہ/	امداد عام (مد تعلیم)	″ ″
۶۲۲	۶۰	″	″ ″ ″ ″	صہ/	″ (″)	″ ″
۶۲۳	۳۲۶	۲۹	جناب مسز رحمان الٰہی صاحب ″ ″	صہ/	″ (″)	″ ″
۶۲۴	۳۲۷	″	جناب والدہ صاحبہ فیروز الدین صاحب ″ ″	صہ/	″ (″)	″ ″
۶۲۵	۳۲۸	″	جناب والدہ صاحبہ شکیلہ خاتون صاحبہ ″	صہ/	″ (″)	″ ″
۶۲۶	۳۲۹	″	جناب حافظ احمد دین صاحب ″ ″	صہ/	″ (″)	″ ″
۶۲۷	۳۳۰	″	جناب اہلیہ صاحبہ محمد یوسف صاحب ″	صہ/	″ (″)	″ ″
۶۲۸	۳۳۱	″	جناب اہلیہ صاحبہ محمد سعید صاحب ″	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	″ ″
۶۲۹	۳۳۲	″	جناب اہلیہ محمد یعقوب صاحب ″	صہ/	″ (″)	″ ″
۶۳۰	۳۳۳	″	جناب والدہ صاحبہ محمد دین صاحب ″	صہ/	″ (″)	″
۶۳۱	۳۳۴	″	جناب اہلیہ صاحبہ عبدالسبحان صاحب ″	صہ/	″ (″)	″
۶۳۲	۳۳۵	″	جناب دختر نور الٰہی صاحب ″	صہ	امداد عام (مد تعلیم)	″
۶۳۳	۳۳۶	″	جناب والدہ صاحبہ صالحہ بیگم ″	صہ/	″ (″)	″ ″
۶۳۴	۳۳۷	″	جناب والدہ صاحبہ محمد احمد صاحب باڑی ″	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	″ ″

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر محلہ	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۶۳۵	۳۳۸	۲۹	جناب والدہ صاحبہ محمد ایوب صاحب کلکتہ نسبی بیگم صاحبہ حاجی محمد احمد صاحب	صہ	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	ذریعہ حاجی محمد احمد صاحب سکریٹری مجلس امداد کلکتہ
۶۳۶	۳۳۹	"	جناب والدہ صاحبہ محمد حنیف صاحب " "	صہ	" (") "	"
۶۳۷	۳۴۰	"	جناب والدہ محمد سعید صاحب " "	صہ	" (") "	"
۶۳۸	۳۴۱	"	جناب والدہ صاحبہ اخلاق احمد صاحب " "	صہ	" (") "	"
۶۳۹	۳۴۲	"	جناب شکیلہ خاتون صاحبہ " "	صہ	" (") "	"
۶۴۰	۳۴۳	"	جناب اہلیہ صاحبہ محمد کامل صاحب " "	صہ	" (") "	"
۶۴۱	۳۴۴ / ۳۴۵		جناب اہلیہ صاحبہ سراج الدین صاحب " "	عـہ	" (") "	"
۶۴۲	۳۴۶	"	جناب والدہ صاحبہ شرف الحق صاحب " "	صہ	" (") "	"
۶۴۳	۳۴۷		جناب والدہ صاحبہ فیروز الدین صاحب " "	صہ	" (") "	"
[illegible]	[illegible]		جناب والدہ صاحبہ سلطانہ بیگم صاحبہ " "	صہ	" (") "	"
[illegible]	[illegible]	"	جناب والدہ صاحبہ نسیمہ بیگم " "	صہ	" (") "	"
[illegible]	[illegible]	"	جناب والدہ صاحبہ بیگم " "	صہ	" (") "	"
[illegible]	[illegible]	[illegible]	جناب زینی بی بی صاحبہ " "	عہ	امداد عام (مد تعلیم) "	"
[illegible]	[illegible]		جناب خواجہ عبد الخالق صاحب " "	عہ	" (") "	"
۶۴۹	[illegible]		جناب اہل خیر حفظہ اللہ " "	عہ	" (") "	"
[illegible]	۱۰۵	"	جناب [illegible] الرحمن صاحب " "	عہ	" (") "	"
۶۵۱	۱۰۶	"	جناب شہزادی صاحبہ " "	عہ	" (") "	"
[illegible]	[illegible]	[illegible]	جناب منیر احمد صاحب "	عہ	زکوٰۃ (وظائف طلباء) "	"
۶۵۳	۳۱۳	"	جناب عزیز احمد صاحب " "	عہ	" (") "	"

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۶۵۴	۳۱۴	۴۳	جناب اخلاق احمد صاحب کلکتہ بسعی بیگم صاحبہ حاجی محمد احمد صاحب	عمر	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	بذریعہ حاجی محمد احمد صاحب سکریٹری مجلس امداد کلکتہ
۶۵۵	۳۱۵	"	جناب سعیدہ خاتون صاحبہ " " "	عمر	" (")	" " "
۶۵۶	۳۱۶	"	جناب آشفتہ بیگم صاحبہ " " "	عمر	" (")	" " "
۶۵۷	۳۵۲	۵۱	جناب حمیدہ خاتون صاحبہ " " "	عمر	" (")	" " "
۶۵۸	۳۵۳	"	جناب عابدہ خاتون صاحبہ " " "	عمر	" (")	" " "
۶۵۹	۳۵۴	"	جناب نثار احمد صاحب " " "	عمر	" (")	" " "
۶۶۰	۳۵۵	"	جناب اقبال احمد صاحب " " "	عمر	" (")	" " "
۶۶۱	۳۵۶	"	جناب سعید احمد صاحب " "	عمر	" (")	" " "
۶۶۲	۳۵۷	۵۲	جناب والدہ صاحبہ ظفر احمد صاحب " "	عمر	" (")	" " "
۶۶۳	۳۵۸ ۳۵۹	"	جناب والدہ صاحبہ مقبول الٰہی صاحب " "	عا؎	امداد عام (مد تعلیم)	" " "
۶۶۴	۳۶۰	"	والدہ سلطانہ بیگم صاحبہ کلکتہ " "	عمر	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	" " "
۶۶۵	۳۶۱	"	جناب مراد خان صاحب " " "	عمر	امداد عام (مد تعلیم)	" " "
۶۶۶	۴۱۲	۹۳	ایک خیر مسلمہ جزاہا اللہ کلکتہ " " "	عمر	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	" "
۶۶۷	۴۱۳	"	جناب رقیہ خاتون صاحبہ کلکتہ " " "	عمر	" (")	" " "
۶۶۸	۴۱۴	"	جناب قریشہ خاتون صاحبہ " " "	عمر	" (")	" " "
۶۶۹	۴۱۵	"	جناب عبدالرشید صاحب " " "	عمر	" (")	" " "
۶۷۰	۴۱۶	"	جناب خواجہ عبدالرزاق صاحب " " "	عمر	" (")	" " "
۶۷۱	۴۱۷	۹۴	جناب والدہ محمد زکریا صاحب " " "	عمر	" (")	" " "

ملاحظات	مد	رقم	نام نامی	نمبر حساب	نمبر رسید	نمبر شمار
بذریعہ حاجی محمد لحمد صاحب سکریٹری مجلس امداد کلکتہ	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	سے ؍	جناب اہلیہ صاحبہ محمد یوسف صاحب کلکتہ بنسبی بیگم صاحبہ حاجی محمد احمد صاحب	٦٤	۴۱۹ تا ۴۲۰	٦٠٢
" "	" (")	عہ ؍	جناب والدہ صاحبہ محمد سمیع صاحب " "	"	۴۲۱	٦٠٣
" "	امداد عام (مد تعلیم)	عہ ؍	جناب والدہ صاحبہ عزیز الرحمن صاحب " "	٦٥	۴۲۲	٦٠٤
" "	" "	عہ ؍	جناب حاجی محمد فیع صاحب دوائی والے " "	"	۴۲۳	٦٠٥
" "	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	عہ ؍	جناب والدہ صاحبہ آفتاب احمد صاحب " "		۴۲۴	٦٠٦
" "	" " "	عہ ؍	جناب مسز ظہوری بیگم صاحبہ " "	"	۴۲۵	٦٠٧
" "	" (")	عہ ؍	جناب والدہ ظفر احمد صاحب " "	"	۴۲۶	٦٠٨
" "	" (")	عہ ؍	جناب صائحہ خاتون صاحبہ " "	٦٦	۴۵۲	٦٠٩
" "	" (")	عما ؍	ایک اہل خیر صاحبہ جزاہ اللہ " "	"	۴۵۳ و ۴۵۴	٦١٠
" "	امداد عام (مد تعلیم)	عہ ؍	جناب فاطمہ بیگم صاحبہ " "	"	۴۵۵	٦١١
" "	" (")	عہ ؍	جناب والدہ صاحبہ محمد الٰہی صاحب " "	"	۴۵٦	٦١٢
" "	" (")	صہ ؍	ایک اہل خیر صاحبہ جزاہ اللہ " "	٦٧	۴۵۷ تا ۴٦١	٦١٣
" "	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	عہ ؍	جناب محمد سعید صاحب " "	"	۴٦٢	٦١٤
" "	" (")	عہ ؍	جناب والدہ محمد نسیم صاحب " "	"	۴٦٣	٦١٥
" "	" (")	عہ ؍	جناب سمیع احمد صاحب " "	"	۴٦۴	٦١٦
" "	امداد عام (مد تعلیم)	عا ؍	ایک اہل خیر جزاہ اللہ " "	٦٨	۴٦۵ و ۴٦٦	٦١٧
" "	وظائف طلباء	عہ ؍	جناب مسز محمد سعید صاحب " "		۴٦٧	٦٨
" "	"	عہ ؍	جناب والدہ صاحبہ محمد زکی صاحب " "	"	۴٦٨	٦٨
" "	"	عہ ؍	جناب والدہ صاحبہ احمد صاحب " "	"	۴٦٩	٦٩

	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۶۹۱	۴۷۰	۷۴	جناب رشیدہ خاتون صاحبہ بیسی بیگم صاحبہ حاجی محمد احمد صاحب	عہ/	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	ذریعہ حاجی محمد احمد صاحب سکریٹری مجلس امداد کلکتہ
۶۹۲	۴۷۱	″	جناب والدہ صاحبہ شفیع احمد صاحب ″ ″ ″	عہ/	″ (″ ″)	″ ″ ″
۶۹۳	۴۷۲	۷۵	جناب والدہ صاحبہ شمع بیگم صاحبہ ″ ″ ″	عہ/	″ (″ ″)	″ ″
۶۹۴	۴۷۳	″	جناب والدہ صاحبہ بیگم ″ ″ ″	عہ/	″ (″ ″)	″ ″ ″
۶۹۵	۴۷۴	″	جناب والدہ صاحبہ عثمان صاحب ″ ″ ″	عہ/	″ (″ ″)	″ ″ ″
۶۹۶	۴۷۵	″	جناب زہرہ بی صاحبہ ″ ″ ″	عہ/	″ (″ ″)	″ ″ ″
۶۹۷	۴۷۶	″	جناب والدہ کلو ″ ″ ″	عہ/	″ (″ ″)	″ ″
۶۹۸	۴۷۷	۷۶	جناب والدہ محمد انیس صاحب ″ ″ ″	عہ/	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	″ ″ ″
۶۹۹	۴۷۸	″	جناب والدہ صاحبہ محمد یوسف ″ ″ ″	عہ/	″ (″ ″)	″ ″
۷۰۰	۴۷۹	″	جناب اہلیہ صاحبہ محمد الیاس صاحب ″ ″ ″	عہ/	امداد عام (مد تعلیم)	″ ″
۷۰۱	۴۸۰	″	جناب والدہ صاحبہ محمد تقی صاحب ″ ″ ″	عہ/	″ ″ ″	″ ″
۷۰۲	۴۸۱	″	جناب والدہ صاحبہ صفوان صاحب ″ ″ ″	عہ/	″ ″ ″	″ ″ ″
۷۰۳	۴۸۲	۷۸	جناب والدہ صاحبہ سمیع احمد صاحب ″ ″ ″	عہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	″ ″ ″
۷۰۴	۴۸۸	″	جناب کریم جی الہٰی بائی صاحبہ ″ ″ ″	عہ/	وظائف طلبہ	″ ″ ″
۷۰۵	۴۸۹	″	جناب فضلو قصاب ″ ″ ″	عہ/	″	″ ″ ″
۷۰۶	۴۹۰	″	جناب والدہ صاحبہ خاتون بیگم ″ ″ ″	عہ/	″	″ ″ ″
۷۰۷	۴۹۱	″	جناب والدہ صاحبہ نور الہٰی ″ ″ ″	عہ/	″	″ ″ ″
۷۰۸	۴۹۲	۷۹	جناب والدہ صاحبہ اسرار احمد ″ ″ ″	عہ/	″	″ ″ ″

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۶۰۹	۴۹۳	۴۹	جناب آپا بیگم صاحبہ بیگم صاحبہ حاجی محمد احمد صاحب	عـہ/	وظائف طلباء	ذریعہ حاجی محمد احمد صاحب سکریٹری مجلس امداد کلکتہ
۶۱۰	۴۹۴	"	جناب انیس احمد صاحب بمبئی والے " "	عـہ/	"	" " "
۶۱۱	۴۹۵	"	جناب والدہ محمد شفیع صاحب " " "	عـہ/	"	" " "
۶۱۲	۴۹۶	"	جناب بیگم صاحبہ محمد عثمان صاحب "	عـہ	"	" " "
۶۱۳	۴۹۷ ۴۹۸	۵۰	جناب اہلیہ صاحبہ [illegible] لال صاحب " " "	عا/	"	" " "
۶۱۴	۴۹۹		جناب امۃ الحسین صاحب " "	عـہ	امداد عام (مد تعلیم)	" " "
۶۱۵	۵۰۰	"	جناب والدہ صاحبہ عبدالغفار صاحب "	عـہ/	" (")	" " "
۶۱۶	۵۰۱ ۴۹۲	"	جناب والدہ صاحبہ محمد الیاس صاحب " "	عا	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	" " "
۶۱۷	[illegible]	۵۱	جناب اہلیہ صاحبہ عبدالستار صاحب " "	للعہ	امداد عام (مد تعلیم)	" " "
۶۱۸	۶۰۰	"	جناب والدہ صاحبہ زہرہ بی " "	عـہ/	" (")	" " "
۶۱۹	[illegible]	"	ایک اہل خیر [illegible] چونا گلی کلکتہ " "	عا/	وظائف طلباء	" " "
۶۲۰	۶۰۰		جناب والدہ صاحبہ محمد تقی صاحب کلکتہ " "	عـہ/	"	" " "
۶۲۱	۶۰۱	"	جناب ہمشیرہ صاحبہ محمد الیاس " "	عـہ/	امداد عام (مد تعلیم)	" " "
۶۲۲	۶۰۲	"	جناب والدہ محمد عمر صاحب " "	عـہ/	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	" " "
۶۲۳	۶۰۳	"	جناب والدہ محمد عمر صاحب " "	عـہ/	امداد عام (مد تعلیم)	" " "
۶۲۴	۶۰۴	"	جناب والدہ صاحبہ عبدالغفار " "	عـہ/	" (")	" " "
۶۲۵	۶۰۵	"	جناب والدہ صاحبہ محمد میاں صاحب " "	عـہ/	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	" " "
۶۲۶	۶۰۶	۵۲	جناب والدہ صاحبہ عبدالخالق صاحب " "	عـہ/	امداد عام (مد تعلیم)	" " "

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام اسامی	رقم	مد	ملاحظات
۴۲۷	۷۰۷	۱۰۷	جناب والدہ صاحبہ سلطان احمد صاحب کلکتہ بسعی بیگم صاحبہ حاجی محمد احمد صاحب	عہ/	امداد عام (مد تعلیم)	ذریعہ حاجی محمد احمد صاحب سکریٹری مجلس امداد کلکتہ
۴۲۸	۷۰۸	"	جناب والدہ صاحب نواب میاں " " "	عہ/	" " (" ")	" " "
۴۲۹	۷۰۹	"	ایک اہل خیر جزاہ اللہ " " "	عہ/	" " (" ")	" " "
۴۳۰	از ۷۱۰ تا ۷۱۲	"	جناب نسیم الدین صاحب " " "	سے/	" " (" ")	" " "
۴۳۱	۷۱۳	"	جناب ماسٹر محبوب الہی صاحب " " "	عہ/	وظائف طلباء	" " "
۴۳۲	۷۱۴ ۷۱۵	"	جناب محمد اسمعیل صاحب نگیلہ " " "	عا/	"	" " "
۴۳۳	۷۱۶	"	جناب مساۃ جھمی جان صاحبہ " " "	عہ/	"	" " "
۴۳۴	۷۱۷	۱۰۸	جناب بیگم صاحبہ محمد عثمان " " "	عہ/	"	" " "
۴۳۵	۷۱۸ و ۷۱۹	"	جناب والدہ صاحبہ محمد تقی صاحب " " "	عا/	"	" " "
۴۳۶	۷۲۰	"	جناب بیگم صاحبہ سراج الدین صاحب باری " " "	عہ/	"	" " "
۴۳۷	۷۲۱	"	جناب اہلیہ صاحبہ عبد الستار صاحب " " "	عہ/	"	" " "
۴۳۸	۷۲۲	"	جناب والدہ محمد یوسف صاحب " " "	عہ/	"	" " "
۴۳۹	۷۲۳ ۷۲۴	"	جناب بیگم جمیلہ منظور صاحبہ " " "	عا/	"	" " "
۴۴۰	۷۲۵	"	جناب بیگم صاحبہ سراج الدین صاحب " " "	عہ/	"	" " "
۴۴۱	۷۲۶	"	جناب والدہ مختار احمد صاحب " " "	صہ/	"	" " "
۴۴۲	۷۲۷	"	جناب بیگم محمد جان صاحب " " "	عہ/	"	" " "
۴۴۳	۷۲۸ و ۷۲۹	"	جناب بیگم صاحبہ محمد اشفاق صاحب " " "	عا/	"	" " "
۴۴۴	۷۳۰	"	جناب بیگم صاحبہ محمد جان صاحب " " "	عہ/	"	" " "

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام و پتہ	رقم	مد	ملاحظات
۴۵	۳۱	"	جناب والدہ صاحبہ محمد انیس صاحب بسعی بیگم صاحبہ حاجی محمد احمد صاحب کلکتہ	عہ	امداد عام (مد تعلیم)	ذریعہ حاجی محمد احمد صاحب سکریٹری مجلس امداد کلکتہ
۴۶	۳۲	"	جناب والدہ صاحبہ طاہر احمد صاحب "	عہ	" (")	" " "
۴۷	۳۳	"	جناب والدہ صاحبہ محمد یوسف صاحب "	عہ	" (")	" " "
۴۸	۳۴	"	جناب خواجہ عبد الخالق صاحب "	عہ	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	" " "
۴۹	۳۵	"	جناب محمد [illegible] صاحب بنارس "	عہ	" (")	" " "
۵۰	۳۶	"	جناب شیخ محبوب الٰہی صاحب "	عہ	" (")	" " "
۵۱	۳۷	"	مسماۃ جمی جان صاحبہ "	عہ	" (")	" " "
۵۲	۳۸	"	جناب محمد یوسف "	عہ	" (")	" " "
۵۳	۳۹	"	جناب [illegible] بیگم صاحبہ "	عہ	" (")	" " "
۵۴	۴۰	"	جناب [illegible] احمد صاحب "	عہ	" (")	" " "
۵۵	۴۱	"	جناب طاہرہ بیگم صاحبہ "	عہ	امداد عام (مد تعلیم)	" " "
۵۶	۱۷	۱۱۲	جناب حمیدہ خاتون صاحبہ "	عہ	" (")	" " "
۵۷	۸۱۸	"	جناب بیگم محمد سعید احمد صاحب "	عہ	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	" " "
۵۸	۱۶۲	عشر	جناب حمید الرحمن صاحب "	عہ	" (")	" " "
۵۹	۱۶۳	"	جناب محمد یوسف صاحب "	عہ	امداد عام (مد تعلیم)	" " "
۶۰	۱۶۴	"	جناب جمیل احمد صاحب "	عہ	" (")	" " "
۶۱	۱۶۵	"	جناب والدہ محی ایوب صاحب "	عہ	" (")	" " "
۶۲	۱۶۶	"	جناب محمد اسمٰعیل صاحب "	عہ	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	" " "

	نمبر بلٹ	نمبر جلد		رقم	مد	ملاحظات
۷۶۳	۱۶۷	جلد نمبر ۲	جناب منشی عبدالحمید صاحب بسمی بیگم صاحبہ حاجی محمد احمد صاحب کلکتہ	عہ/	امداد عام (مد تعلیم)	ذریعہ حاجی محمد احمد صاحب سکریٹری مجلس امداد کلکتہ
۷۶۴	۱۶۸	"	جناب منشی عبدالرشید خانصاحب " "	عہ/	" " " "	" " "
۷۶۵	۱۶۹	"	جناب شفیق احمد صاحب " "	عہ/	" " " "	" " "
۷۶۶	۱۷۰	"	جناب محمد نبان صاحب " "	عہ/	" " " "	" " "
۷۶۷	۱۷۱	"	جناب ایس ایم نصیرالدین صاحب " "	عہ/	" " " "	" " "
۷۶۸	از ۳۲۷ تا ۳۴۱	۴۹ تا ۵۲	جناب والدہ صاحبہ حاجی محمد احمد صاحب " "	عـلـہ	زکوٰۃ (وظائف طلبا)	" " "
۷۶۹	۳۶۲	۵۳	ایک اہل خیر جزاہ اللہ " "	عہ/	امداد عام (مد تعلیم)	" " "
۷۷۰	۳۶۳	"	جناب محمد اسمٰعیل صاحب " "	عہ	" " "	" " "
۷۷۱	۳۶۴	"	جناب والدہ صاحبہ محمد زکی صاحب " "	عہ/	" " " "	" " "
۷۷۲	۳۶۵	"	جناب حسان صاحب برتن والے " "	عہ	زکوٰۃ (وظائف طلبا)	" " "
۷۷۳	۳۶۶	"	جناب والدہ صاحبہ ظفرالٰہی صاحب " "	عہ/	" " " "	" " "
۷۷۴	۳۶۷	۵۴	جناب شیخ کلو صاحب " کلکتہ	عہ/	وظائف طلبا	" " "
۷۷۵	از ۳۶۸ تا ۳۷۱	"	جناب منشی محمد اسحاق صاحب "	للعہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبا)	" " "
۷۸۶	از ۳۷۷ تا ۳۸۱	۵۶	جناب سید عبدالمجید صاحب "	عہ/	امداد عام (مد تعلیم)	" "
۷۷۷	۴۰۲	۶۱	جناب والدہ صاحبہ مخدوما بیگم "	عہ/	وظائف طلبا	" " "
۷۷۸	۴۰۳	"	جناب شیخ بشارت علی صاحب "	عہ	"	" " "
۷۷۹	۴۰۴ و ۴۰۵	"	جناب والدہ صاحبہ سمیر بیگم "	ٹاعہ/	"	" " "
۷۸۰	۴۰۶	"	جناب دادی صاحبہ محمد شفیع صاحب "	عہ/	"	" " "

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۴۸۱	۴۳۷	۶۸	جناب عبدالرحمن صاحب مستری کلکتہ	عمر	امداد عام (مد تعلیم)	ذریعہ حاجی محمد احمد صاحب سکریٹری مجلس امداد کلکتہ
۴۸۲	۴۳۸	"	جناب عبدالستار صاحب " "	عہ	" " (")	" " "
۴۸۳	۴۳۹	"	جناب کے عبداللہ صاحب " "	عمر	" " (")	" " "
۴۸۴	۴۴۰	"	جناب عبدالجبار صاحب " "	عمر	" " (")	" " "
۴۸۵	۴۴۱	"	جناب تبارک صاحب " "	عمر	" " (")	" " "
۴۸۶	۴۴۲	۶۹	جناب منیجر صاحب اسلامیہ ہوٹل کلکتہ	عمر	امداد عام (مد تعلیم)	" " "
۴۸۷	۴۴۳ و ۴۴۴	"	جناب محمد اسحاق صاحب "	عہ	" " (")	" " "
۴۸۸	۴۴۵	"	جناب خلیل الرحمن صاحب "	عمر	" " (")	" " "
۴۸۹	۴۴۶	"	جناب اے حسین صاحب "	عمر	" " (")	" " "
۴۹۰	۴۸۲	۷۰	جناب محمد حسین صاحب "	عمر	" " (")	" " "
۴۹۱	۴۸۳	"	جناب حاجی عبدالصمد صاحب "	عمر	" " (")	" " "
۴۹۲	۴۸۴	"	جناب محمد الیاس صاحب "	عمر	" " (")	" " "
۴۹۳	۴۸۵	"	جناب عبدالقدوس صاحب "	عمر	" " (")	" " "
۴۹۴	۴۸۶	"	جناب منیجر صاحب پیلس آف ٹون	عمر	" " (")	" " "

میزان آمدنی از مجلس کلکتہ بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۶۰ھ [illegible]

ندائے حرم

عدد ۱۱ مسئول، ضیاء الدین احمد جلد اوّل

ماہ ذوالقعدہ سنہ ۶۰ھ (مطابق دسمبر سنہ ۴۱ع)

صفحہ

طلباء سے بلا تخصیص سالانہ چندہ صرف ایک روپیہ (عہ)

سرزمین حرم کا غیر معمولی پیغام

ہندوستان کے راسخ الاعتقاد مسلمانوں کیلئے ایک لمحۂ فکریہ

اسلامی عقائد میں یہ عقیدہ غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے کہ مسلمانوں کے ابتدائی عروج کی طرح مستقبل کا عروج بھی مکہ معظمہ کی مرکزی عظمت سے وابستہ ہے، ہندوستان کے مسلمان صدیوں سے اس حقیقت سے غافل تھے، جب دارالعلوم حرم جامعہ عربیہ (صولتیہ) کا صدر دفتر دہلی میں قائم ہوا، تو اس کے شعبہ نشر واشاعت نے اس غفلت کو دور کرکے اس اہم عقیدہ کو حکمت عملی کی شکل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی، دو سال کی مساعی سے مکہ معظمہ اور ہندوستان کے درمیان بغیر کسی درمیانی واسطہ کے علمی رشتہ قائم ہوگیا۔ اور دونوں طرف ایمان کی لہر دوڑ گئی،

اشاعت حاضرہ میں مکہ معظمہ کے مستند علما کرام کا وہ پیغام شائع کیا جارہا ہے جو جامعہ صولتیہ کی مجلس انتظامیہ کی طرف سے دفتر نشر واشاعت کے نام موصول ہوا ہے، ذیل میں اس پیغام کا ترجمہ اور عام مفہوم پیش کیا جاتا ہے۔　　(مدیر)

مدرسہ عالیہ صولتیہ کی مجلس انتظامیہ، خلوص ومحبت سے بھرے ہوئے قلوب کے ساتھ دفتر نشر واشاعت کے رجال عمل کے لئے کلمہ شکر پیش کرتی ہے، تشکر وامتنان کا یہ پیغام گہوارۂ وحی الٰہی، معہد دینی اور اس درس گاہ مذہبی کی طرف سے پیش کیا جارہا ہے، جس کی بنا ام القریٰ (مکہ معظمہ) میں سنہ ۱۲۹۲ھ میں عمل میں آئی، اور جس کا وجود رحمت خداوندی کے آثار میں سے ایک مستقل اثر ہے، اس یادگار درسگاہ کا مقصد یہ تھا کہ بلدۂ معظمہ اور اس کے ہم جوار علاقوں کا اخلاق اور تہذیب ترقی پائے، یہاں کے قابل عزت باشندے خدائے برتر کے فضل اور اپنی سازگار جدوجہد سے ظلمات جہالت سے نکل کر علم صحیح کے نور سے بہرہ مند ہوں۔

یہ دارالعلوم ستّر سال کی طویل مدت میں ہزاروں طلبہ کو تکمیل علم کی دولت سے سرفراز کرچکا ہے یہاں سے کامیاب ہونے والے ارباب علم میں وہ اصحاب بھی ہیں جو حکومت اور انصاف کے اعلیٰ محکموں پر فائز ہیں۔ اور وہ بھی جو اطراف واکناف عالم میں مختلف عہدوں پر مقرر ہیں، وہ بھی ہیں جن کے

بسم الله الرحمن الرحيم

كلمة شكر وتقدير

يرفعها مجلس ادارة المدرسة الصولتية بمكة المكرمة الى رجال مكتب الدعاية الخاص بها بالهند

من أعماق قلوب مملوءة بالاخلاص والولاء والتقدير. من منزل الوحي. من معهد بني أسس بأم القرى في عام ١٢٩٢ هجرية من آثار رحمت الله. لتنقذ أبناء هذه البلدة المشرفة والمجاورين بها لأخراجهم من ظلمات الجهالة الى نور العلم الصحيح بفضل الله سبحانه وتعالى ثم بفضل الجهود الموفقة. أنجب هذا المعهد طيلة هذه المدة التي تناهز السبعين عاماً آلافاً من طلبة العلم. فازوا باكمال التحصيل. وتسنموا المراكز العالية القضائية وغيرها من مختلف المناصب في أنحاء المعمورة من أقصاها الى أقصاها يحملون أوسمة الشرف والفخار بما نالوه من علم جم وحكمة بالغة وآداب عالية. يخدمون أوطانهم وأمتهم رافعين راية العلم.

يرفع مجلس الادارة الرجاء الحار الى أمراء الهند الفخام والى الشخصيات البارزة والى الأعيان المشهود لهم بالايادي البيضاء على تعضيد المشاريع العلمية سيما بالحرمين الشريفين بالمساعدة ان الظروف الحاضرة قد استدعت التصريح بان موسم عام ١٣٥٩ هجرية كان كما لا يخفى على الجميع من قلة عدد الوافدين الى بلد الله الحرام من حجاج ذلك العام. وبهذه القطرات البسيطة ويا للأسف لا يمكن ان تقوم بها المدرسة مهما كان اقتصادها. ان المكاتبين والموازرين والمجاهدين لا يرضيهم ولن يرضيهم بعد كل هذا الجهاد المستمر أن تتأخر المدرسة وبتأخرها تضيع مجهوداتهم لا سمح الله.

تداركوها وفي أغصانها رمق * فلن يلين اخضرار العود ان يبسا

يرفع المجلس هذه الكلمة وكله ثقة بالله سبحانه وتعالى بان الخير لا يزال ولن يزال في النفوس الاسلامية باقياً بقاء الايمان في القلوب الى أن تقوم الساعة.

ان مجلس الادارة ورجاله يقدرون خدمات موظفي مكتب الدعاية الخاص بهذه المدرسة المؤسس "بقرول باغ دهلي" من أعمال الهند وفي مقدمتهم فضيلة الاستاذ ضياء الدين احمد رئيس المكتب. ولا ريب ان هذه الحركة المباركة التي هو قائم بها في هذه الظروف الحرجة مما يستدعي الاعجاب والتقدير والشكر والثناء الجزيل. وقل اعملوا فسيرى الله عملكم ورسوله والمؤمنون

نائب رئيس المجلس | عضو وسكرتير | الأعضاء

مختار مخدوم

محمد ...

سینوں پر علم و حکمت کے امتیازی نشان آویزاں ہیں، اور وہ بھی جو اپنے ملکوں اور قوموں کے درمیان علم کا پرچم بلند کئے ہوئے ہیں۔

ہندوستان میں عظیم القدر والیان ریاست بھی موجود ہیں، اور وہ بلند مرتبہ اعیان اور بلند حوصلہ ہستیاں بھی جن میں سے ہر ایک اپنے "ید بیضا" کے لئے مشہور ہیں، علمی اداروں کے متعلق ان کی یادگار فیاضیاں اور حرمین شریفین کی خدمت کے لئے ان کی خاص روایات ہمارے سامنے موجود ہیں، مجلس ایسے تمام اصحاب سے امداد کی درخواست کرتی ہے۔

۱۳۵۹ھ کے حج کا اجتماع جن حالات میں ہوا سب کو معلوم ہے، اس سال بیت اللہ الحرام کی زیارت کرنے والوں کی تعداد بے حد کم رہی، ہمیں دلی تاثر کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس صورت حال نے مدرسہ کی اقتصادی حالت پر جو اثر ڈالا، اس نے مالی توازن کو درہم برہم کر دیا، یہ حالت ناقابل برداشت ہے۔ وہ اصحاب جو اس امانت کے بارگراں کو اٹھائے ہوئے ہیں، اور وہ مجاہدین علم جو اس درس گاہ کے ساتھ کسی نہج سے وابستہ ہیں کسی طرح پسند نہ کریں گے، اور نہ انہیں پسند کرنا چاہئے کہ ایسی تاریخی تعلیم گاہ کی ترقی رک جائے، سالہا سال سے جو رفتار جاری ہے، خدا نہ کرے کہ اس کا سلسلہ بند ہو جائے، اور مدتوں کی محنتیں رائگاں چلی جائیں۔

"ابھی اس بارآور شجر کی ٹہنیوں میں جان باقی ہے، ضرورت ہے کہ اس کا تدارک کیا جائے۔ سرسبز درخت کی ٹہنی جب سوکھ جاتی ہے تو اس کی سبزی اور وہ نرمی باقی نہیں رہتی جو زندگی کی نشانی سمجھی جاتی ہے"۔

مجلس اس یادداشت کو اعتماد کے ساتھ پیش کرتی ہے اور اسے یقین ہے کہ مسلمانوں کے نفوس میں اپنی عام بہتری کے لئے ہمیشہ سے احساس ہے، اور وہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ مجلس کی نظر خداوند بزرگ و برتر پر ہے۔

مجلس اور اس کے ارکان اس مدرسہ کے دفتر نشر و اشاعت واقع (دہلی قرول باغ) اور اس کے رکن اعلیٰ فضیلۃ الاستاذ حافظ ضیاء الدین احمد صاحب کی خدمات کے معترف ہیں اور ان کی قدر کرتے ہیں۔

مسلمانوں سے ہماری استدعا، ہے کہ وہ اس تحریک کے لئے میدان عمل میں آئیں، خدا اور اس کا رسول ان کو اس کی جزا دے گا"۔

دستخط ارکان مجلس انتظامیہ (علماء جامعہ حرم)

حسن محمد المشاط (نائب صدر مجلس)، محمد علی الیاس (سکریٹری)

اراکین

عبداللہ خوجہ، محمد عبداللہ، مختار مخدوم، محمد داؤد ربانی۔

اثرات

اسلام دنیا کی سب سے بڑی اجتماعی طاقت ہے، مسلمان کمزور ہو جائیں، یا طاقتور، اسلام کے مضبوط اور محکم اصولوں میں کبھی کوئی کمزوری واقع نہیں ہو سکتی، اسلام کا مقصد خدائے واحد کا عرفان ہے، اور اس مقصد کے لئے تمام اجتماعی قوتوں کو بروئے کار لانا امت اسلامیہ کے فرائض میں ایک بڑا فرض اور ذمہ داریوں میں ایک ایسی عظیم ذمہ داری ہے جس کا ظاہری درجہ عبادات سے بھی بلند ہے۔

اسلام نے عرفان حق کے لئے خدا کی اطاعت، وفاداری اور حکم برداری کو لازمی قرار دیا ہے۔ اور عبادات و اطاعت کے جو طریقے متعین کئے ہیں، ان میں انسانی فطرت کے اس اعلیٰ رجحان کا لحاظ رکھا ہے۔ جس کا نام "اجتماعی وحدت" ہے۔ یعنی عقائد کا اتحاد، اور اعمال کی توحید

اسلام نماز کا حکم دیتا ہے۔ نماز کسی وقت کی ہو اور کسی نوعیت سے ادا کی جائے، اس میں اجتماعی شان نمایاں رہے گی، تمام مسجدوں میں روزانہ کا اجتماع، پانچ وقت، ہفتہ میں مسجد جامع میں تمام بستی کے مسلمانوں کا ایک وقت، ایک جگہ، ایک مقصد سے اجتماع، سالانہ عید کے موقع پر دو مرتبہ شہر سے باہر خدا کے آزاد آسمان کے نیچے آزاد فضا میں، دوگانہ عید کے لئے اجتماع، رمضان کے مبارک مہینہ میں قرآن کی ترتیل کے سایہ میں تراویح کے لئے عشاء کے وقت اجتماع، مسلمانوں کی اجتماعی فطرت کے ایسے دل کش مظاہر ہیں، جن کو دوسری قومیں دیکھکر دنگ اور تھوڑی دیر کیلئے دل ہی دل میں اسلام قبول کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔

رمضان مبارک کے روزوں کی حقیقت پر نگاہ بصیرت کو متوجہ کیجئے، اجتماعی برکات سے معمور پائیے گا۔ زکوٰۃ کے اصول و حِکَم پر غور فرمائیے، عام اجتماعی مفاد کے لئے عدیم النظیر نظر آئیں گے۔ آخر میں دماغ کی توجہ اور دل کے التفات کے ساتھ حج کے سالانہ بین الاقوامی دربار کا تصور کیجئے، آپ اوّلین لمحہ میں یہ فیصلہ کر سکیں گے کہ اسلام ایک ایسے عظیم الشان اجتماع کو بروئے کار لانا چاہتا ہے جو خدائے واحد کے لئے ساری دنیا کے دلوں اور روحوں کو فتح کر سکے۔

قرآن عظیم نے ہم کو جو صحیح عرفان عطا کیا ہے وہ ہماری اس طرف رہنمائی کرتا ہے کہ حج کا مقصد خدا کی حکومت کے پائیہ تخت میں دنیا بھر کے ان مطیع و وفا شعار انسانوں کا اجتماع ہے، جو خدا ترسی کے قانون محکم کو قبول کر کے ساری دنیا کے لئے ایک اجتماعی مرکز پر جمع ہونے کو اپنے مقاصد میں بڑا مقصد اور نصب العینوں میں بڑا نصب العین تصور کر سکیں۔

سردار دو عالم حضرت پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نہایت نازک موقع پر مستقبل کے اجتماعی وقائع کے متعلق یہ فرمایا تھا۔

"کیا میں وہ بات نہ کہوں جو عرب کا سربلند کر دے گی اور عجم (عرب کے علاوہ ساری دنیا) کو وفادار بنا دے گی۔" ہم اس فرمان کو بھول نہیں سکتے، کیونکہ ہم اپنے مذہبی دائرہ اختیار میں ان تمام الفاظ کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں مکہ کو فتح کیا، صرف اس لئے کہ یہ شہر جو ہمیشہ سے خدا کا ایوان اور اسلام کی ملی روایات کا علم بردار رہا ہے۔ پھر مسلمانوں کی وحدت کا مرکز بن سکے۔

وفات سے پہلے نویں ذی الحجہ کو میدان عرفات میں ایک لاکھ مسلمانوں کو حج اکبر کے دن جو وصیت کی وہ بھی یہ تھی کہ تمام مسلمان جامعہ اسلامیہ کے مرکزی نظم اور قانون الٰہی کے وفادار رہیں، اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ میدان عرفات میں حج کے مراسم کی حقیقی روح جامعہ اسلامیہ (اسلامی سوسائٹی) کا اتحاد ہے۔

حج خدا کے مقبول و مطیع بندوں کی اجتماعی شان کا سب سے بڑا مظاہرہ ہے۔ حج پایۂ تخت امن میں حرم امین کی دینی عظمت کا اعلان ہے۔ اور یہ حج ہی ہے جو انسانیت عامہ کے افراد کو ان کے اتحاد اور واجبات کو یاد دلاتا ہے۔

دنیا پہلے بھی ندائی امن سے محروم تھی اور آج بھی محروم ہے۔ حج، فتح مکہ کے پُرامن تاریخی انقلاب کے زمانہ سے آج تک دنیا کو خدائی امن کی طرف بلا رہا ہے، آج بھی ہزاروں آدمی تڑپتے ہوئے دل اور لرزتے ہوئے جسموں کے ساتھ نہیں بلکہ سکون و اطمینان کی فضا میں ایوان کعبہ کے سامنے کھڑے ہو کر یہ الفاظ کہتے ہیں۔

اللّٰھم اِنَّ ھٰذا امنک	اے اللہ! یہ تیرے امن کی جگہ ہے اور تیرا ایسا
وحرمک الذی من دخلہٗ	حرم ہے کہ جو اس میں داخل ہو گیا امن کے
کان اٰمنا۔	سایہ میں آگیا۔

ہر سال کی طرح امسال بھی زائرین حرم کعبۃ اللہ کے گرد جمع ہیں، دنیا کے موجودہ حالات میں راسخ الاعتقاد مسلمانوں کا یہ حوصلہ اور ولولہ خوش نصیبی کا آئینہ دار ہے۔ "ندائے حرم" اسلامی ذمہ داریوں کا لحاظ کرتے ہوئے چند ماہ سے مسلمانوں کو جو پیغام دے رہا تھا، خدا کے فضل نے اس کو درجہ قبول عطا فرمایا۔ اس سال پچھلے سال سے زیادہ مسلمان حج کے مقدس اجتماع میں شرکت کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، اس کی وجہ سے دنیا کی قوموں میں ہمارا سر نیچا نہیں ہے۔ اگر دنیا کی قومیں اپنی حکومتوں کے مرکزوں میں تمام خطرات کے باوجود نفس انسانی کی شدید مقاومت کا نمونہ پیش کر رہی ہیں۔ تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں

"الٰہی ہم نے تمام خطرات کے باوجود تیرے گھر، تیرے حرم، تیرے پایۂ عرش، اور تیری حکومت کے دارالسلطنت میں حاضری سے پہلوتہی نہیں کی۔"

امسال کے حج میں مسلمانوں کی نسبتاً زیادہ شرکت اسی ذات واحد اور وجود برتر کا فیضان ہے جو انسانوں کو توفیق عطا کرتا ہے، اور انسانی ارادوں میں عمل کی صلاحیت پیدا کرتا ہے، لہ الحمد والشکر وھو علی کل شئ قدیر۔

دنیا میں بہت سے کام مشکل ہیں لیکن اس زمانہ میں سب سے مشکل کام مسلمانوں کی بے لوث خدمت ہے، ویسے تو ہر خدمت کی راہ سنگلاخ ہے، مگر مذہبی علوم کی خدمت کا راستہ سنگین چٹانوں سے بھرا ہوا ہے، اسلامی اقتدار ۵۷ء کے انقلاب کے ساتھ مجبوری کی نیند سو گیا، حکومت کیا گئی۔ مسلمانوں کا علم گیا۔ عقل گئی، تدبّر گیا، تدبیر گئی، جوش مٹ گیا، ہوش فنا ہو گیا، دولت کا نام نہ رہا، تجارت نام کی باقی رہ گئی، دین اپنی اصلی حالت پر باقی نہ رہا، دنیا سر سے ختم ہو گئی، زندگی و بیداری کے تمام قلعے، بے خبری، بے کاری اور بے تدبیری کی فوج سے بھر گئے۔

حکومت آتی ہے اور جاتی ہے۔ سلطنت عظمت حاصل کرتی ہے، اور عظمت کے بعد پستی بھی قبول کر لیتی ہے، حکومت کا کیا رونا، دنیا کا آئین مسلّم یہی ہے کہ ایک کے بعد ایک قوم حکومت کرتی ہے مگر کیا ہماری پامالی کی جاں گداز اور جاں گسل داستان میں ہمارے تدبر کے وہ تمام نقشے مٹ گئے تھے جن میں ہمارے علم و حکمت کی بقا، اور ہمارے فنون کے نشوونما کا ذکر درج تھا۔

ہمارے علم و فن کی تاریخی حکایتوں میں یہ حکایت کتنی دردناک ہے کہ ہندوستان میں ہمارے سیاسی سقوط کے بعد ہمارا علمی سقوط خود ہمارے ہاتھوں اور ہماری غفلتوں کے نتیجہ میں رونما ہوا۔ ہندوستان میں اور ہندوستان سے باہر ہم کو علمی ترقی سے روکنے والا کوئی طاقتور ہاتھ نہ تھا، اس پر بھی ہم نے اپنے علوم و فنون کی ترقی، پرانی درس گاہوں کی بقا، اور نئی درس گاہوں کے قیام، اپنے عظیم الشان علمی ذخیروں کی حفاظت، اور اپنے نادر و نایاب مخطوطات (قلمی کتابوں) کی نگہداشت

کے لئے کچھ نہ کیا۔ ہندوستان میں ہمارا اختیار نہ تھا نہ سہی، یہ تاریخ کا ایک فیصلہ تھا جس کو ہماری ناکامیوں نے مجبوریوں کے بعد رضاکارانہ طور پر قبول کر لیا تھا۔ لیکن ہمارے پاس دل تو تھا، دماغ تو موجود تھا، حال کا غم اور مستقبل کا فکر تو تھا، اپنے زوال کو روکنے کی ہمت، اور مشکلات میں زندہ رہنے اور اپنے مذہب اور مذہبی علوم کو زندہ رکھنے کا حوصلہ تو تھا، پھر یہ کیا قیامت ہے کہ ہم نے وقت پر کرنے کا کام وقت گزر جانے پر بھی نہیں کیا، اور آج اسّی سال کی طویل مدت کے بعد بھی اس کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ۵۷ء کی تہ سے جو مذہبی رہنما اسلامی علوم کے پرچم لہراتے ہوئے اٹھے تھے، ہم نے ان کو ناکام کر کے چھوڑا۔ اور اب جو لوگ ان کے جانشینوں کی حیثیت سے مشکلات کے طوفانوں میں اپنے جہازوں کو چلا رہے ہیں، ہماری تائید کا رخ ان کے بھی خلاف ہے، وہ ارادوں کی کتاب کھولے بیٹھے ہیں، لیکن کوئی پڑھنے والا نہیں، وہ اپنی ہمت سے آگے بڑھ کر مسلمانوں کے درمیان یہ نعرہ بلند کر رہے ہیں کہ "ہمیں علم وعمل اور ضبط و نظم کی ضرورت ہے نہ کہ موت کی"۔ مگر کوئی نہیں کہ اس نعرہ کی قیمت ادا کرے، انہوں نے سب چیزوں کو فراموش کر کے اس ایک سبق کو یاد رکھا کہ "علم، عمل کی دنیا میں قوموں کی تقدیر ہے، اور تعلیم گاہیں اقوام و امم کے عروج و ترقی کے وہ سنہری قلعے ہیں جو راستے کی پہلی منزل پر پڑتے ہیں"۔ مگر ہماری قوم نے اس سبق کا ایک لفظ سن کر نہ دیا۔

قومیں علم ہی کی قوت سے عزت حاصل کرتی ہیں۔ دنیا کی حکمرانی علم کی حکمرانی ہے، کیا ہم نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اب ہمیں نہ علم کی ضرورت ہے نہ قوت کی۔ نہ عزت کی نہ ترقی کی، نہ زندہ قوموں کے درمیان زندہ رہنے کی۔

ہم سوچتے ہیں، اور حیران ہو کر سوچتے ہیں کہ ہندوستان میں ہماری علمی کوششوں کے

نقشے کس کس طرح ہماری غفلت سے مٹے، پھر کس طرح ایک مقدس اور برگزیدہ ہستی نے ہندوستان کی علمی تحریک کے لئے مکہ معظمہ کو مرکز بنایا۔ اللہ اللہ وہ دن اسلامی تاریخ میں انسانی عزمیت اور اسلامی حوصلہ کے اعتبار سے کس قدر عظیم الشان تھا جب حضرت حجۃ اللہ مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی (رحمۃ اللہ علیہ) نے قصر سلطانی کے بڑھے ہوئے ہاتھوں اور حد و قیاس سے بڑھ کر سلطان المعظم کی دولت کی بدلینے سے صرف اس لئے پہلوتہی کی کہ مکہ میں دنیائے اسلام کا سب سے بڑا علمی مرکز قائم اور اس کے قیام کا سہرا تنہا مسلمانان ہند کے سر نظر آئے۔

سنہ ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء میں جزیرۃ العرب کے سب سے بڑے جامعہ کا سنگ بنیاد قائم ہوا، سنہ ۱۳۰۸ھ میں دنیائے اسلام کے محسن اعظم اور جامعۂ حرم (صولتیہ) کے مؤسس اول کا انتقال ہوا۔ اور یہ امانت حضرت مولانا محمد سعید صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے سپرد ہوئی، اس خاموش مجاہد علم نے پچاس سال تک اس علمی قلعہ کی حفاظت کی۔ مسلمانوں کی غفلت سے سخت وقت بھی آئے مگر بانی مدرسہ کے جانشین کے حوصلوں میں ذرا فرق نہ آیا۔ سنہ ۱۳۵۷ھ کے بعد حضرت مولانا محمد سلیم صاحب اس منصب امانت پر ناظم درس گاہ کی حیثیت سے فائز ہوئے، اور ہر قسم کی مشکلات کے باوجود ایک ایسے جامعہ کی ضرورتوں کا انتظام فرماتے رہے، جو اپنے نظام علمی کے اعتبار سے اب بھی اسلامی ایشیاء کے لئے ایک مثال ہے۔ اسلامی ہند کو براہ راست اس درس گاہ سے ایمانی تعلق ظاہر کرنے کا بہت کم موقعہ ملا، البتہ سفر حج کے زمانہ میں، ہندوستان کے زائرین جب اس کے سالانہ اجتماع میں شرکت کا شرف حاصل کرتے تو اس کی تعلیم کے سامنے ان کی نگاہ عقیدت جھک جاتی، اور یہ ان کی فیاضی اور فرض شناسی کا بہترین موقع ہوتا تھا۔

زمانہ کی نزاکتوں نے اس موقع پر اپنی چادر ڈال دی، اور ایک بڑی درسگاہ مسلمانوں کی چھوٹی اور بڑی امدادوں سے محروم ہوگئی، آخر مجبوریوں نے نئی راہ دکھائی، اب مکہ معظمہ سے

سے ـــــــ دہلی تک ایک خط عمل قائم کیا گیا، جس کا مقصد ہندوستان کے مسلمانوں کو ان کا فرض یاد دلانا تھا۔ منزل مقصود تک پہونچنے کے لئے جامعہ حرم کا دفتر مغلوں کی دلّی میں قائم کیا گیا، گویا اسلامی علوم مکہ سے چل کر مسلمانان ہند کی نئی بیداری اور جدید شعور ملّی کے مہمان ہوئے، اس عرصہ میں تبلیغ و تعارف کی جو مخلصانہ مہم جناب مولانا محمد سلیم صاحب کی مدبرانہ نگرانی میں جاری رہی، اس سے فرض شناس مسلمان باخبر ہیں۔ صدر دفتر کی دردمندانہ جدوجہد جاری ہے۔ اور ہمیشہ جاری رہے گی۔ یہاں تک کہ ہندوستان کے مسلمان "مکہ یونیورسٹی" کے مقدس تخیل کو اسی طرح نگاہِ عظمت سے دیکھیں گے جس طرح ایک انگریز اکسفورڈ، اور کیمبرج کی یونیورسٹیوں کو دیکھتا ہے۔

حضرت مولانا محمد سلیم صاحب ناظم جامعہ صولتیہ دو سال سے صدر دفتر دہلی کی تنظیم و تشکیل کے سلسلہ میں مکہ معظمہ سے ہندوستان تشریف لائے ہوئے تھے۔ اور دہلی میں قیام فرما تھے، مکہ میں مولانا کی ذمہ داریاں عظیم کام زیادہ، اور فرائض بے حد و بے نہایت اہم ہیں لیکن مولانا کا قیام دہلی بھی انہی فرائض وواجبات کے سلسلہ میں تھا، دن کا اطمینان اور رات کا آرام سب مدرسہ عالیہ صولتیہ کیلئے وقف تھا، مگر آپ نے یکایک حج کا ارادہ ظاہر فرمایا، دو دن میں تیاری کی اور ایمان و یقین کے حوصلے کے ساتھ بیت اللہ کے مقدس سفر کے لئے ۲۰ شوال ۱۳۸۶ھ (۲۰ نومبر ۱۹۶۶ء) کو روانہ ہوگئے، ظاہر ہے کہ یہ سفر جامعہ صولتیہ کی انتظامی ذمہ داریوں کے لحاظ سے غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے، اور ہمیں یقین ہے کہ یہ سفر مدرسہ کے انتظامات کے لئے نیک فال ہوگا۔ کیونکہ اس میں ابتدا سے انتہا تک اسلامی جذبہ اور ایمانی حوصلہ کارفرما نظر آتا ہے۔ مولانا نے عزم سفر کے بعد خود ہم سے فرمایا کہ "ندائے حرم" مسلسل کئی ماہ سے مسلمانوں کو تمام خطرات سے گذرنے اور حج بیت اللہ کا حج کرنے کا مشورہ دے رہا تھا، اور مسلمانوں کے سامنے دنیا کی ان قوموں کی

مثال پیش کر رہا تھا، جو دنیاوی نقطۂ نگاہ سے اپنے مرکزی شہروں کے لئے حوصلہ مندی کا اظہار کر کے جان سے گذر رہے ہیں۔ بہت سے مسلمانوں نے خدا کی توفیق سے اس دعوت کو قبول کیا، اور تمام خطرات کے باوجود قبول کیا میرا پہلا فرض تھا کہ میں اس مخلصانہ دعوت پر لبیک کہتا۔

خدا سے ہماری دعا ہے کہ یہ سفر تمام مسلمانوں کے لئے نمونۂ رحمت باعث برکت اور وجہ صلاح ہو۔ حج کے زمانہ میں مولانا کی موجودگی سے ہندوستان کے مسلمانوں کو حجاز کی علمی تحریک اور درسگاہوں سے آگاہی حاصل ہو سکے گی۔ اور اس پریشان کن دور میں دارالعلوم کے اسلامیہ شعار اساتذہ، طلبہ اور منتظمین کو بھی دلجمعی حاصل ہو گی۔ صدر دفتر دہلی اب بھی حرم کی علمی تحریک کے نقوش کو نمایاں کرتا رہے گا۔ یہ تحریک دنیائے اسلام کے اول درجہ کے ارباب علم مجاہدوں کی یادگار ہے، مسلمان خدا کو نہیں بھول سکتے، ان ذمہ داریوں کو کیسے بھول سکتے ہیں جو اسلام و ایمان کے مرکز اور خدا کے مقدس شہر سے ابھر ابھر کر دلوں کے مطلع پر چمک رہی ہیں۔

اشاعت گذشتہ میں علیگڈھ کے ایک بزرگ نے مدرسہ عالیہ صولتیہ اور اپنی عمر کی مطابقت پر ۷۶ روپے ارسال فرما کر اپنے جذبہ ایمانی کا اظہار کیا تھا۔ پہلا حسن اتفاق تھا، حسن اتفاق کا دوسرا نمونہ اس ماہ سامنے آیا، الحاج جناب محمد سعید صاحب کوتوال چھاؤنی کانپور کی عمر بھی مدرسہ عالیہ صولتیہ کی عمر کے برابر ہے۔ اس لئے انہوں نے بھی اپنی عمر کے ۷۶ روپے (ہر سال کا ایک روپیہ) ارسال فرما کر اپنے جذبہ دینی کو ظاہر کیا ہے۔ حاجی صاحب محترم ہمیشہ سے حرم محترم کی درسگاہ عالیہ کے ہمدرد ہیں، کیا عجب ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی قائم کی ہوئی یہ نیک روایت "حسن اتفاق" اور نمونے بھی ہمارے سامنے لائے۔ حق تعالیٰ ان حضرات کے ارادوں، کارناموں اور زندگی کی نیک مصروفیتوں میں برکت عطا فرمائے، آمین۔

کلکتہ کے مسلمانوں نے امسال جامعہ حرم کی امداد کی ابتداء کی ہے، مرحومہ صولت النساء بیگم کی بابرکت امداد کے بعد بنگال کے اسلامی شعور کی بیداری؛ بیحد غنیمت ہے، اس سلسلہ میں جناب محترم حاجی موسیٰ حسن صاحب ۲۸۹ لوئر بازار کلکتہ ہمارے دلی شکریہ کے مستحق ہیں۔ ممدوح نے ازراہ لطف و کرم وفد حرم کی میزبانی میں فراخدلی سے حصہ لیا۔ ارکان وفد کو جو دلجمعی حاصل ہوئی وہ آپ ہی کی حد سے زیادہ مہمان نوازی کا ثمرہ تھا۔

بصائر

ہارون رشید اور ابو العتاہیہ ___

ہارون رشید نے اپنے زمانے کے مشہور ادیب اور فلسفی ابو العتاہیہ سے کہا کہ کوئی پُر نصیحت بات کہو۔

ابو العتاہیہ نے عرض کیا، مجھے ڈر ہے کہ میری نصیحت آپ کے لئے موجب تکلیف ہوگی، اور میری جان کے لئے خطرناک، ہارون نے کہا میری طرف سے تم کو پناہ دی جاتی ہے۔

ابو العتاہیہ نے فوراً کہا

امیر المومنین! میری جان کو امان ہے، لیکن آپ اس کو نہ بھولیں کہ آپ کی جان کو موت سے امان حاصل نہیں ہے، محل کے ہزار ہا پاسباں، اور سینکڑوں پردے، موت کو نہیں روک سکتے، جب اس کے آنے کا وقت آئیگا تو وہ ضرور آئے گی، اور کوئی روکنے والا اس کو نہیں روک سکے گا۔"

ہارون نے گداز قلب کے ساتھ اس نصیحت کو سنا، اپنے فلسفی شاعر کو داد کے طور پر جو ہدیہ دیا وہ اس کے مسلسل آنسو تھے، جس سے جیب و آستین کا ایک ایک تار، تر تھا۔

یہ اگلے زمانہ کی باتیں ہیں، اس زمانہ میں ابو العتاہیہ ایسا ناصح، کہنے والا اور ہارون جیسا گوش قلب سے نصیحت سننے والا کہاں ___؟

انگلستان میں اسلام ___

اسلام دین فطرت ہے، اس نے دنیا میں اپنے فطری قوانین سے کامیابی حاصل کی، اور اپنی فطر

طاقت ہی سے ہزاروں میل دور پہونچکر انگلستان تک اپنا اثر و رسوخ پیدا کیا ہے، ہندوستان کی بعض خودنمائی جماعتیں پندار کے ساتھ یہ دعویٰ کرتی ہیں کہ انہوں نے انگلستان میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا اور کامیابی حاصل کی، یہ دعویٰ سرتاپا مجروح ہے۔

انگلستان میں اسلام کا آغاز اسلامی تاریخ کے انگریز محققین کی تحقیقات سے ہوا ہے، اوّل اوّل کچھ لوگوں نے اسلام کے اعلیٰ اوصاف کا اعتراف کیا، اس کے بعد، اسلامی تاریخ کے صحیح واقعات سامنے آئے۔ رفتہ رفتہ قبول اسلام کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

ہندوستان کے دعویداران تبلیغ سے پہلے متعدد انگریز مسلمان ہوچکے تھے، ان کا نظام ووکنگ کے نظام سے علٰحدہ تھا، اور وہ اہل سنت والجماعت کے فقہی طریقوں کے پوری طرح پابند تھے۔

اس سلسلہ میں مشہور نومسلم انگریز مسٹر عبداللہ کوئلم سالسٹر عدالت لورپول انگلستان کا بیان خاص طور پر فیصلہ کن ہے (یہ بیان آج سے گیارہ سال پہلے مصر میں شائع کیا گیا تھا۔

مسٹر کوئلم کہتے ہیں

مجھے آج سے ۶۰ سال قبل جبل الطارق سے طنجہ جانے کا موقعہ ملا۔

دوران سفر میں میں نے چند حجاج کرام کو دیکھا کہ وہ دن بھر پاکیزہ رہنے اور پانی سے منہ ہاتھ دھونے (وضو کرنے) میں مصروف ہیں، جہاز جاری ہے اور ان کی خوبصورت صفیں قائم ہیں، طوفان آیا، ہوا چلی، کشتی ڈگمگائی، مگر اس نمازی فوج کی صفوں میں ذرا فرق نہ آیا، میں نے ان کی پیشانیوں پر جن حقائق کو ثبت پایا۔ انہوں نے میرے دل کو اپنی مٹھی میں لے لیا،

مجھے جلد ہی ایک مسلمان دوست مل گیا، اور اس نے بتایا کہ آسمانی مذاہب میں اسلام کی کیا حیثیت ہے، میں نے سیل کے ترجمہ قرآن اور کارلائل کی کتاب

سے اسلام کے متعلق معلومات حاصل کیں، مجھے لنجہ نے اس وقت تک جانے کی اجازت نہ دی جب تک کہ میں مسلمان نہ ہوگیا۔ میں نے انگلستان لوٹ کر اسلام کا تعارف کرایا، خدا کی امداد سے ایک جماعت اسلام کا کلمہ پڑھنے کے لئے تیار ہوگئی، پہلے میں تنہا تھا اب مجھے ایک جماعت مل گئی، ہم کو ہنسا گیا، تکلیف پہونچائی گئی، مگر ہم اپنی جگہ قائم رہے،

آخر کار لیورپول میں ایک مقام ایسا متعین ہوگیا جہاں ہم اسلامی شعائر ادا کرنے لگے۔

بعض اصحاب کا خیال ہے کہ لارڈ ہیڈلے انگریز اسلام قبول کرنے والے انگریزوں میں پہلے لارڈ ہیں یہ بات صحیح نہیں ہے، حقیقت یہ ہے کہ لارڈ ہیڈلے سے پہلے لارڈ سٹینلے الڈرلی (STANLEY ALDERLY) مسلمان ہوچکے تھے، ہماری اسلامی جماعت میں ان کا نام عبد الرحمٰن افندی تھا، وہ ہماری مسجد میں آتے ہمارے ساتھ نماز میں شریک ہوتے، ان کی شخصیت بڑی تھی، مگر اسلام قبول کرنے کے بعد ان میں اور عام مسلمانوں میں کوئی فرق باقی نہیں رہا تھا۔

رفتہ رفتہ ایک دن وہ آیا جب مسلمان ہونے والے انگریزوں کی تعداد سیکڑوں تک پہونچ گئی، ایک بات قابل ذکر ہے، مسجد میں ہماری صفوں کی ترتیب مسجد ووکنگ سے مختلف تھی، ہمارے یہاں مرد آگے اور عورتوں کی صف پیچھے ہوتی تھی، اور مسجد ووکنگ میں عورتیں اور مرد خلط ملط نماز پڑھتے تھے، ہم نے اپنی جماعت کی مسلم خواتین کو سمجھا دیا تھا، اس جماعت بندی سے عورت کی توہین مقصود نہیں ہے۔

اس ہمارے حلقہ میں اسلام لانے والی خواتین بجائے خود مطمئن ہوگئیں،
اور انہیں اس صحیح ترتیب پر کوئی اعتراض نہ رہا۔

ہماری زندگی کا حکیمانہ تجزیہ —

امیر المومنین عبداللہ بن المعتز عباسی نے کتاب الآداب کے نام سے عربی زبان کے جواہر پاروں کو جمع کیا تھا، اس قیمتی کتاب کا ایک نادر و نایاب نسخہ لندن میوزیم (عجائب خانہ لندن) میں بھی محفوظ تھا، ہمیں روس کے فاضل مستشرق پروفیسر، اے، کراتشکوفسکی کا ممنون ہونا چاہیے کہ انہوں نے برطانوی نسخہ سے امداد لیکر کتاب الآداب کی تصحیح کی اور اس کو مجلہ "العالم الشرقی" (دنیائے مشرق (Le monde Oriental) میں شائع کر دیا۔

اس کتاب میں بہت سے حکیمانہ جملے درج ہیں، کیا اچھا ہو اگر ہم ان جواہر پاروں کی روشنی میں اپنی زندگی کی مصروفیتوں کا تجزیہ کریں۔ اور دیکھیں کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے، اور ہم کیا کر رہے ہیں۔

(۱) "نیت عمل کا سنگ بنیاد ہے" یہ مقولہ کس قدر نتیجہ خیز ہے، ہم بہت سے کام کرتے ہیں بے قصد و ارادہ، اور بغیر کسی خاص نیت کے اگر پہلے ہماری نیت متعین ہو جائے اور پھر کام شروع کیا جائے، تو ہمارے کاموں کے نتائج بدل سکتے ہیں۔

(۲) "نفس انسان کا قریبی دشمن ہے" اس دنیا میں انسان کی ناکامی کی وجہ نفس انسانی کی سازشی سرگرمیاں ہیں، انسان جب دھوکہ کھاتا ہے اپنے نفس سے، جب شکست پاتا ہے اپنے نفس سے، جب غم اٹھاتا ہے تو اپنے نفس کے لائے ہوئے مصائب سے قرآن نے اسی لئے ہدایت کی ہو کہ تم اپنے نفس کے نگراں کار کیوں نہیں رہتے، نفس کی اصلاح، انسان کی اصلاح ہے، اور انسان کی اصلاح ساری دنیا کی اصلاح ہے، نفس نیک کاموں سے روکے اور ہم نہ رکیں، نفس خیرات و حسنات سے باز رکھے اور ہم خدا

کی راہ میں زیادہ خرچ کریں ، نفس ، ہمیں راہ حق سے دور رکھے اور ہم حق بات کو کر کے چھوڑیں . تو یقیناً ہم دنیا میں تمام برائیوں پر غالب آ جائیں گے ۔ اور تمام بھلائیوں کو اپنا بنالیں گے ۔

(۳۰) "عقل ایک نازک پودا ہے جو تجربات سے نشوونما پاتا ہے" ہمارا تمام سائنس اور جملہ ایجادات اس قول کی حقیقت پر گواہ ہیں ۔ یورپ کی قوموں نے عقلی تجربات سے نازک عقل کو فولاد بنا دیا ہے ۔ ہم مسلمان ہیں کہ ابھی جواز و عدم جواز کے مناظروں میں مبتلا ہیں اور دوسری قومیں ہیں جو ہم کو فتح کرنے کے لئے ہمارے ہتھیاروں سے مسلح ہو رہی ہے۔

عرب اور عرب کی درسگاہیں —

لسان الدین الخطیب نے کس قدر بلند پایہ خیال ظاہر کیا ہے . کہ سونے کے ذخیرے ، اور سر بلند محلات ، عرب کے لئے کبھی باعث فخر نہیں رہے ، عرب کا فخر وہ حکایات ہیں جو یادگار ہیں ، وہ سخاوت ہے جو فاقہ کے دن بھی جاری رہتی ہے ، وہ فیاضی ہے جو آخر تک باقی رہتی ہے ۔

ابن المقفع کا قول ہے کہ

"عربوں نے سخاوت و حکمت کا ایک ایسا طرز قائم کیا ہے جس کی مثال لانا ناممکن ہے"

عرب کے متعلق عربوں کے ان جذبات کو دل و دماغ میں جگہ دیجئے ، عرب کیا تھا اور اب کیا ہو گیا ۔

آج نہ اس کی وہ حکایتیں ہیں ، نہ سخاوتیں ، نہ فیاضی ، نہ بے مثال تمدن ، دور جدید کے عرب زندگی کی تجدید کے لئے ایک نئی مثال قائم کرنا چاہتے ہیں ، یہ امر بہت ہی خوش آئند ہے ، عربی حکومتیں ، عربی اقوام ، عربی رہنما ، بڑا کام کر رہے ہیں ، عرب سے ہمارا ابھی کچھ واسطہ ہے ؟ یہاں

ہمارا قبلہ ہے، یہاں ہماری روح آباد ہے، یہاں ہمارے علوم کا سرچشمہ بہتا ہے، ہمارے بچے ساری دنیا سے جمع ہو کر تعلیم کے منبع سے سیراب ہوتے ہیں، کیا ہم یہ نہ سوچیں کہ عرب قوم، عربی زبان، عربی علوم اور عرب کی درسگاہوں کے متعلق ہمارے کیا فرائض ہیں۔

اسلامی صنّاعی کا اثر یوروپ پر

چھٹی صدی عیسوی میں تمام یورپ پر جہالت کا عام غلبہ تھا، نہ علم تھا، نہ صنّاعی نہ سائنس کی ایجادات تھیں، نہ تجارت کی نفع اندوزی، دفعتہً امّت اسلامیہ کا ظہور ہوا، جس نے وحشی یوروپ کو مہذب بنایا، جاہل یوروپ کو علم کی روشنی عطا کی، بے دست و پا یوروپ کی سائنس، صنّاعی اور فنون سے آشنا کیا، آج یوروپ مہذب اور برسرِ اقتدار ہے، اس لئے امت اسلامیہ کی قابلیتوں کا وارث اور امّت اسلامیہ غیر متمدّن ہے، تو یوروپ کی جہالتوں، بدکاریوں اور تمام برائیوں کی وارث سمجھی جاتی ہے۔

میڈم دی ونچیر یوروپ کی ان خواتین میں سے ہیں جن کو اسلام کے علمی آثار پر دسترس حاصل ہے۔ انہوں نے مندرجہ بالا عنوان پر رائل جغرافی اکاڈمی لندن کے سامنے جو تقریر کی ہے اس سے مسلمانوں کے فنون اور صناعی کا حال معلوم ہوتا ہے۔ میڈم صاحبہ فرماتی ہیں۔

"ہم مدت دراز سے یہ دیکھ رہے ہیں کہ جنوبی فرانس میں جو مسلمان صنّاع ہو چکے تھے ان کے آثار اب تک موجود ہیں، یہ آثار جنوب سے شمال تک پائے جاتے ہیں۔

یوروپ کی ایجادات کیا ہیں، یہ مسلمانوں ہی کے سائنس کا نمونہ ہیں، صنعت پارچہ بافی میں جو یوروپ نے عہد حاضر میں ظاہری ترقی کا ریکارڈ مات کر دیا ہے، اسلامی کارخانوں کی ہو بہو نقالی ہے، یا وہ مطابقت ہے جو دونوں کے درمیان پیدا ہو گئی ہے، یوروپ کے وہ نو ایجاد کپڑے جن کی آج شہرت

ہے۔ موصل، دمیاط وغیرہ شہروں کی صناعی کی نقل ہوا ہی نہیں بلکہ ابتداءمیں یورپین سلاطین کے پاس اسلامی مالک سے جو ہدایا آتے تھے ہمارے یہاں مدتوں یہ کوشش ہوتی تھی کہ ان کے نمونہ کے کپڑے تیار کئے جائیں۔

کہاں ہیں نئی روشنی کے وہ اصحاب جو اپنے لباس پر نظر ڈالنے سے پہلے ہمیشہ یورپ کی صناعی اور ایجاد پر تقریر کرنے کے عادی ہیں، کیا ہم صرف اپنی تقلید کرکے دنیا میں ترقی نہیں کر سکتے؟

اتحاد کی طاقت —

"اتحاد ایک اعلیٰ طاقت ہے اور اختلاف ایک بڑی کمزوری۔"

اتحاد ایک قانون ہے جس کا اثر آنکھ کو نظر آتا ہے، اور دل کو محسوس ہوتا ہے، ایک بٹی ہوئی ڈور کو توڑنا مشکل ہے، لیکن ایک کچے دھاگے کو دو سال کا بچہ بھی توڑ سکتا ہے، پانی کا ایک قطرہ زمین میں جذب ہو جاتا ہے، لیکن جب لاتعداد قطرے مل کر سیل آب بن جاتے ہیں تو زمین بہ نکلتی ہے۔ مکان گر جاتے ہیں، درخت زمین پر آرہتے ہیں، سورج کی ایک کرن آنکھ کے نقطہ کو بھی گرم نہیں کرتی، لیکن بہت سی کرنیں مل کر دھوپ کا جہنم تیار کر دیتی ہیں۔

مشہور واقعہ ہے کہ مہلب بن ابی صفرہ نے اپنی موت سے کچھ پہلے اپنے نیزے طلب کئے، اپنی تمام اولاد کو جمع کیا، نیزوں کو یکجا بستہ کرکے یکے بعد دیگرے ایک لڑکے سے کہا کہ اس کو توڑو، سب ناکام رہے، اس نے نیزوں کا شیرازہ کھول دیا اور ایک ایک نیزہ ایک ایک لڑکے کو دیا، ہر ایک نے نیزے کو توڑ دیا، مہلب نے کہا ان نیزوں کی طرح متحد رہو، تمہاری قوت کو کوئی شخص نہیں توڑ سکے گا۔"

ملک کے علمی ادارے، کار خیر کی انجمنیں، تعمیری کام کرنے والی سوسائٹیاں، بہت سے انسانوں کے اتحاد کا نمونہ ہیں، ایک شخص مسلم یونیورسٹی، مدرسہ عالیہ صولتیہ، دارالعلوم دیوبند، جامعہ ملیہ، جماعت اسلام،

قائم نہیں کر سکتا تھا، جب بہت سے کام کرنے والے متحد ہو جاتے ہیں، تب ایک مقصد کی کامیابی کا دروازہ کھلتا ہے۔

ہمارے آثار میں سے ایک اثر ہے یَدُ اللہِ علی الجماعۃِ، جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے، یہ بات درحقیقت بالکل صحیح ہے کیونکہ مذہب اتحاد کا داعی ہے، عقل اتحاد کی حامی ہے، تاریخ اتحاد پر زور دیتی ہے، دنیا کی کوئی قوم، کوئی مجلس، کوئی ادارہ، کوئی سوسائٹی، کوئی خاندان، اتحاد کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کیا مسلمان اس نقطۂ فکر کو تسلیم کئے بغیر اپنے اعلیٰ مقاصد اور بلند آرزوؤں میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

رفیق حج

(مولفہ مولوی احتشام الحسن صاحب کاندھلوی (مولوی فاضل)

اختصار کے باوجود حج وزیارت کے متعلق تمام ضروری اور اہم مسائل آپ کو اس میں ملیں گے، فاضل مؤلف چونکہ تین بار زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو چکے ہیں، اس لئے "رفیق حج" ان کے ذاتی تجربہ اور مشاہدات کا مجموعہ ہے، مقامات مقدسہ نیز ان کے فضائل و برکات کا تذکرہ کتاب کا اہم حصہ ہے، اور تاریخی و مذہبی حیثیت سے یقیناً اس قابل ہے کہ ہر عازم حج کے مطالعہ میں رہے۔

حاضری حرمین شریفین کی سعادت جب کبھی مقدر ہو کم از کم "ذکر حرم" سے "یاد حرم" کو زندہ رکھنے کے لئے "رفیق حج" کا مطالعہ ایمان پرور ثابت ہوگا۔

ضخامت ۲۰۰ صفحات، قیمت ۱۰؍ آنے (۱۰؍) کتاب مقامات ذیل سے مل سکتی ہے:-

(۱) صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، دہلی قرول باغ (۲) مرکزی دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، حجاز۔

جامعہ حرم یا مکہ یونیورسٹی

مسلمانوں کے تنزل و شکستہ حالی کے اسباب کی تلاش اس حقیقت کی طرف رہنمائی کرتی ہے کہ ہماری موجودہ پراگندگی اور انحطاط کا راز اسی حد تک لامرکزیت میں مضمر ہے، مسلمانوں کی ابتری اور تمام خرابیوں کی اصلاح اس لئے نہیں ہوتی کہ ان کا کوئی مرکز نہ رہا۔

دنیائے اسلام کے جسم میں مکہ معظمہ کو جو اسلام کا مرکز اول ہے، قلب کی حیثیت حاصل ہے، جس طرح قلب سے شریانیں صاف و تازہ خون لیکر دوڑتی ہیں اور ہر رگ و ریشہ کو غذا پہونچاتی ہیں، ٹھیک اسی طرح وہ تحریک جس کا آغاز عالم اسلام کے قلب (مکہ معظمہ) سے ہوگا تمام اسلامی دنیا میں حرارت پیدا کر سکے گی، جسم سے زیادہ قلب اسلام کی خبر لیجئے، آپ کی یہ ڈوبتی ہوئی نبضیں ابھر آئیں گی، علامہ شبلی مرحوم نے اسی نظریہ کی تائید میں جامعہ حرم کی اہم اسکیم ملک کے سامنے پیش کی تھی، اور اس کے لئے ان کی اپیل ۱۹۱۳ء کے روزنامہ "زمیندار" کے صفحات کہ پرانے فائلوں میں محفوظ ہوگی، مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی، یاد ش بخیر، "الہلال" کے کسی نمبر میں ملت اسلامیہ کو "مکہ یونیورسٹی" کی اشد ضرورت پر توجہ دلا کر اس کے قیام کی دعوت دی تھی،

کارکنان مدرسہ صولتیہ کے پیش نظر یہ عظیم الشان تخیل ہمیشہ سے ہے لیکن ظاہر ہے کہ اس اعلیٰ مقصد کی تکمیل اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک مسلمانان عالم بالخصوص مسلمانان ہند پوری ہمت و قوت کے ساتھ اس بلند ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے سرگرم کار نہوں۔

مسلمانوں کی بے حسی اور غفلت شعاری کا ثبوت اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ تیرہ سو برس کی طویل مدت میں وہ اپنے مرکز اول میں علوم اسلامیہ کی حفاظت و اشاعت کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کی یونیورسٹی بھی قائم نہ کر سکے۔ اور مشترکہ جدوجہد کا کوئی عملی ثبوت نہ دے سکے۔ ع

بگذر از لامرکزی پایندہ شو — اقبال

مکہ یونیورسٹی
ایک عظیم الشان تعلیمی نصب العین

مکہ معظمہ، کروڑوں مسلمانوں کا قبلہ ہے، امن کا پایۂ تخت اور حرم امن ہے، ہماری حقیقی زندگی کا مرکز، اور سبھی عقیدتوں کا مسکن ہے، ہمارے ایمان کی گہرائیوں میں اس کی جگہ ہے، اور ہماری اسلامی روایات میں اس کا ایک مقام ہے، بلند اور برتر مقام!

مسلمانوں کی تباہ کن بے حسی اور رب کعبہ کے عتاب وعقاب سے بے پرواہ کر دینے والی غفلت شعاری کا اس سے زیادہ ثبوت اور کیا ہوگا کہ ہم مسلمان تیرہ سو سال کی طویل مدت میں اپنے مرکز اول میں خدا کے دین اور اپنی دنیا کے علوم کی حفاظت واشاعت کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کی یونیورسٹی بھی نہ قائم کر سکے۔

آج سے اڑسٹھ سال قبل مکہ معظمہ میں ایک علمی تحریک اٹھی، اور اس نے اپنا ایک نقش چند منتخب مسلمانوں کے قلب پر قائم بھی کیا، یہ وہ زمانہ ہے، جب ہندوستان کے فرزندان حرم پیران کلیسا کے مقابلہ میں اپنی حیات نو اور اپنے مذہب کے تحفظ کے لئے شدید مقاومت کر رہے تھے، اسی زمانہ میں سلطان معظم نے درسعادت قسطنطنیہ سے باب عالی میں حاضری کے لئے حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کو حاضری کا فرمان بھیجا، مولانا مرحوم اس وقت اس علمی تحریک کے روح رواں تھے، چنانچہ جب وہ حاضر ہوئے تو باب عالی

سے پایۂ حرمین کا خطاب ملا، سنہری تمغے عطا ہوئے، خلعت سے سرفراز کیا گیا، اور شاہی مہمان ہونے کا اعزاز عطا کیا گیا،

سلطان کی ان مہربانیوں میں سرمایہ و دولت کے نہ ختم ہونے والے خزانے صاف نظر آرہے تھے، لیکن تحریک کے میر کارواں نے فیصلہ کیا کہ مرکز اسلام میں مرکزی درسگاہ (دیامکہ یونیورسٹی) کا قیام امت کے عام سرمایہ سے ہونا چاہئے۔ آخرالامر مولانا نے یہ ذمہ داری خود اپنے ہاتھوں میں لی اور فیصلہ کیا کہ یہ سعادت تنہا مسلمانان ہند کے حصہ میں آنی چاہئے۔

اس واقعہ کو نصف صدی سے زیادہ زمانہ ہو چکا ہے، مگر ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں نے اپنی اس ذمہ داری کو محسوس نہیں کیا، جو ان پر سب سے پہلے عائد ہوتی ہے۔

حال ہی میں اس موضوع پر بنگالی زبان کے اخبار "مدینہ" کلکتہ میں ایک مضمون نظر سے گذرا، اسمبلی کے لائق ممبر جناب محمد احباب چودھری صاحب ایم، ایل، اے، نے نہایت ہی مناسب وقت اور موزوں انداز میں "عالم اسلام کی یونیورسٹی" کے عنوان سے یہ مضمون قلمبند فرمایا ہے، انہوں نے ہندوستان اور بنگال کے ارباب علم و نظر کی طرف سے ایک اہم فرض ادا کیا ہے، جس کے لئے ہر مسلمان کو ان کا سپاس گذار ہونا چاہئے۔ ذیل میں یہ مضمون بنگالی زبان سے اردو میں منتقل کر کے درج کیا جاتا ہے۔

عالم اسلام کی یونیورسٹی کا تخیل

مکہ معظمہ عالم اسلام کا مرکز ہے۔ بیت اللہ کی وجہ سے اس کو ساری دنیا میں عظمت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ مسلمان حج کے زمانہ میں عشق و محبت کے مقامات طے کر کے لبیک، اللھم لبیک کہتے ہوئے دعوت الٰہی پر ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوتے ہیں، ہم کو ایسی مقدس اور مبارک سرزمین پر د و

مسلمان خواتین کی دو یادگاریں نظر آتی ہیں۔

پہلی یادگار "نہر زبیدہ" ہے، جو امیر المومنین خلیفہ بغداد ہارون رشید کی ملکہ زبیدہ خاتون نے تعمیر کرائی ہے۔

دوسری یادگار، (حجاز کی سب سے بڑی درسگاہ) جامعہ حرم مدرسہ عالیہ صولتیہ، جو کلکتہ (صوبہ بنگال) کی نیک دل خاتون صولت النساء بیگم کے عطیہ سے تیار ہوئی ہے، ایک یادگار ہزاروں انسانوں کی پیاس بجھاتی، اور دوسری دنیائے اسلام کے ہر خطہ کے مسلمانوں کو علم کے رسیلے چشمہ تک رہنمائی کرتی ہے۔ یہ درسگاہ مسلمانوں کے لئے ایک اعلیٰ مثال ہے، چونکہ یہ خاتون خلوص اور خدمت کے جذبے سے معمور تھیں اس لئے انہوں نے اپنا نام اخباروں میں نہیں دیا، یہی وجہ ہے اس نیک سرشت خاتون کی سوانح عمری کہیں دستیاب نہیں ہوتی۔

یہ ان کے خلوص کا نتیجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس درسگاہ کو تمام بلاد اسلامیہ میں عظمت عطا کی، اور اپنے پاک شہر مکہ میں ان کے نام نیک کو روشن کر کے لاتعداد انسانوں کو ہدایت کا راستہ دکھایا، اگر صولت النساء بیگم کی زندگی کے حالات مل سکیں تو یہ بڑی بات ہوگی، اور ہم سب پر احسان ہوگا۔

۱۸۵۷ء کا انقلاب ہندوستان کی تاریخ میں "زمانہ غدر" کے نام سے مشہور ہے۔ اس زمانہ میں اسلامی سلطنت کا روشن چراغ گل ہوا، مسلمانوں کی حکومت کی آخری نشانی مٹ گئی، تمام ملک میں نیا نظام اور نیا انقلاب رونما ہوا۔ ایسے وقت میں تباہ کن ہنگاموں کی تہ سے کچھ بزرگ اٹھے، ابھرے، اور اہم مقاصد کو لیکر کھڑے ہوئے۔ ان میں سے حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب ہندوستان سے چلے اور ہجرت کر کے مکہ معظمہ پہونچ گئے، حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے لئے

یہ سفر اسلامی خدمت کا ایک اہم ذریعہ تھا، مولانا اپنی زندگی کو کسی بڑے مقصد کے لئے وقف کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے اور سازگار حالات اور ماحول کی تلاش میں تھے کہ بنگال کی مذکورہ بالا نیک دل اور فیاض خاتون صولت النساء بیگم نے بسلسلہ حج مکہ معظمہ میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کیا۔ انہوں نے ایک منتخب مقصد کے لئے حضرت مولانا کی خدمت میں ۳۵ ہزار روپیہ کی رقم پیش کی۔ جنانچہ مولانا نے اس رقم سے ۱۲۹۲ھ میں ایک درسگاہ کی بنیاد قائم کی۔ اور اس فیاض کی یادگار کے طور پر اس کا نام مدرسہ صولتیہ رکھا۔ یہ ہے اس مدرسہ کی مختصر تاریخ ــــ!

گیانیدہ بابو نے اپنے مضمون۔ "خارج بنگال بنگالی" ہیں۔ یہ لکھا ہے کہ بنگال سے باہر بنگالی مسلمانوں کے کارناموں کا کوئی نقش موجود نہیں ہے، جو لوگ اس مضمون کو اپنی عزت نفس کے لئے ایک تکلیف دہ عنصر سمجھ رہے تھے، ان کو یہ معلوم کر کے دلی مسرت ہوگی کہ مدرسہ صولتیہ بنگال کی ایک مسلم خاتون کا کارنامہ ہے، ہم میں سے جو لوگ خود اس مدرسہ کو دیکھ سکتے ہیں وہ اور بھی زیادہ مطمئن اور مسرور ہوں گے۔

صولتیہ مدرسہ کے علاوہ مدرسہ اسلامیہ کے نام سے محلہ مسفلہ میں خاص بنگالی مسلمانوں کے زیر سرپرستی ایک اور مدرسہ موجود ہے، بلکہ محلہ مسفلہ و محلہ جیاد کو بنگالی مسلمانوں کی ایک اہم نوآبادی کہا جا سکتا ہے۔ صنعت و حرفت و تجارت کا ایک بہت بڑا حصہ ان کے ہاتھ میں ہے، شیخ عقیل برخیم جو جلالۃ الملک سلطان ابن سعود کی حکومت میں تیسخ المُخَرِّجِیْن (نسترباتوں کے با اختیار نگراں) کے عہدہ پر مامور ہیں۔ مولانا محمد اکرم خان صاحب کے قریبی رشتہ دار ہیں، حضرت مولانا عبدالحق صاحب مرحوم (شیخ الدلائل) کے جانشین مولانا بدرالدین صاحب مکہ معظمہ میں مستقل قیام فرما ہیں، جو نیک اور گوشہ نشین ہیں۔

مدرسہ صولتیہ کے بہت سے شاگرد ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ بنگال و آسام کے

معلمین اصحاب میں سے شیخ عبدالمنان چودھری (سلہٹ) مولوی عبدالسلام (میمن سنگھ) اور شیخ حبیب سلطان (ڈھاکہ) کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں۔ چودھری عبدالمنان صاحب کی خاص کوشش وتحریک کی بدولت ہندوستان کے شیخ المعلمین کا علیحدہ دفتر قائم ہوا ہے۔

مختصر یہ کہ، مکہ معظمہ میں مدرسہ صولتیہ صرف بنگال وآسام ہی کا نہیں، بلکہ ہندوستان کے تمام مسلمانوں کے فخر کی چیز ہے، یہ مدرسہ سنہ ۱۲۹۲ھ (سنہ ۱۸۷۵ء) سے قائم ہے۔ اور ۸۵ سال سے بیحد خوش اسلوبی وبہترین انتظام کے ساتھ کام انجام دے رہا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ عالم اسلام کی بین الاقوامی نوآبادی (International College) ہے۔ اس میں ہندوستانی، افغانی، بخاری، چینی، عربی، مصری، جاوی، جزائری، مختلف مقامات کے طالب علموں کے نمائندے موجود ہیں، مکہ معظمہ میں عالم اسلامی کی ایک یونیورسٹی کا قیام مولانا محمد علی مرحوم کا ایک خواب تھا، انہوں نے اس کے لئے ایک تحریک بھی شروع کی تھی۔ اب مدرسہ صولتیہ کو جامعہ حرم (مکہ یونیورسٹی) بنانے کی تحریک کی جارہی ہے، اراکین مدرسہ اس تحریک کو چلارہے ہیں۔

مکہ معظمہ میں حضرت آدم علیہ السلام نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے لئے مسجد کی بنا رکھی تھی، ان کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دوبارہ حرم امین کو تعمیر کیا، خوش قسمتی سے اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کے لئے اس کو کعبہ وقبلہ بنادیا۔ وہ سرزمین مقدس جہاں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی، اور جہاں سب سے پہلے کفروشرک کے خلاف اعلان جہاد کرکے ساری دنیا میں پیغام توحید کی اشاعت کی گئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ سرزمین پھر اسلامی علوم وفنون اور اسلامی تمدن کی روشنی سے ساری دنیا میں اجالا کرے۔ آمین۔

چند سال پہلے حج کے موسم میں اسلامی ہند کے مشہور لیڈر الحاج حضرت مولانا محمد اکرم خان صاحب، ایم، ایل، سی نے مذکورہ بالا مدرسے کے تقسیم انعام کے سالانہ جلسہ کی صدارت کی تھی آپ نے اپنے بصیرت افروز خطبہ صدارت میں اس درس گاہ کے متعلق اعلیٰ خیالات کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانان ہند کی اس عظیم خدمت کا اعتراف کیا تھا۔

ایک معیاری تعلیم گاہ ـــــ

اس درس گاہ کا طریقہ تعلیم بہت بہتر اور ترقی یافتہ ہے، علم تجوید، علوم قرآن، علم حدیث اور اصول اسلام کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس کی عمارتوں کا مقابلہ ہندوستان کے اعلیٰ سے اعلیٰ کالجوں کی بلڈنگوں کے ساتھ کیا جاسکتا ہے، اس کے متصل ایک شاندار مسجد ہے، اور بورڈنگ ہاؤس بھی موجود ہے۔

اس درس گاہ کا سرمایۂ عزت و امتیاز یہ ہے کہ یہ خانہ کعبہ سے قریب ہے، اور اس کے زیر سایہ دنیائے اسلام کے طلبہ کو علم و معرفت کی دولت سے مالا مال کر رہی ہے، یقیناً یہ ایک ایک ایسا نقش ہے جس کے آثار عمر بھر باقی رہیں گے۔ اور اس کا فیض کبھی ختم نہ ہوگا۔

جو اصحاب کعبہ شریف کا طواف کرکے اور آب زمزم پی کر حرم شریف کے زیر سایہ اپنی زندگی تیار کرنا چاہتے ہیں، ان کو اس مدرسہ عالیہ کے فیضان علمی سے محروم نہ رہنا چاہیئے۔

یہ مدرسہ خالص اسلامی تمدن و تہذیب کا نمونہ ہے۔ حج کے موسم میں حاجیوں کی امداد اس کے اخراجات کی بڑی کفالت کرتی ہے، اب اس کے اغراض و مقاصد کی اشاعت کے لئے قرول باغ دہلی سے "ندائے حرم" کے نام سے ایک اعلیٰ درجہ کا ماہوار رسالہ جاری کیا گیا ہے سالانہ چندہ تین روپے (سے) ہے، ماہنامہ "ندائے حرم" میں۔ عہد نبوی میں نفقتہ کا لم

(Fifth Column) کے عنوان سے ایک مناسب وقت اور بہت ہی بہترین مضمون چند ماہ سے سلسلہ وار شائع ہو رہا ہے، میں جناب اڈیٹر صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا، کہ اس مضمون کو کتابی شکل میں شائع کر دیں، مذکورہ بالا مضمون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے واقعات اور ہندوستانی مسلمانوں کے موجودہ سیاسی حالات کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے ہماری عبرت کی آنکھیں کھل جائیں گی، سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تین گروہ تھے۔ ایک مومن، دوسرا کافر، تیسرا منافق۔ جو لوگ اللہ اور رسول پر ایمان لاکر سعادت ابدی حاصل کر چکے تھے، وہ مومن تھے، جو منکر و مخالف تھے وہ کافر تھے، ایک گروہ تھا جو ظاہری طور پر مسلمان تھا، اس کے افراد ایمان لاکر نماز، روزہ ادا کرتے تھے، حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کے محاذ پر موجود رہتے تھے، لیکن دل میں اسلام اور مسلمانوں کی بربادی اور برائی چاہتے تھے، اور کفار کی بالادستی، یہی لوگ جاسوس کے طور پر جنگ کی خفیہ خبریں دشمن کو پہونچاتے تھے اور غلط در غلط پروپاگنڈہ کر کے مسلم اتحاد کو توڑنے کی کوشش کرتے تھے، یہ لوگ کفار سے بھی زیادہ خطرناک و خوفناک دشمن تھے، ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں منافق کے لفظ سے یاد کیا ہے! "ندائے حرم" کے ایڈیٹر صاحب نے ان منافقوں کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ففتھ کالم کے لقب سے نوازا ہے، ہمیں ضرورت ہے کہ اس زمانہ میں بھی اس گروہ کے اثر سے اپنی حفاظت کریں۔ اور اس قسم کے مضامین سے سبق حاصل کریں۔

مدرسہ عالیہ صولتیہ کا ترجمان اس درسگاہ کے مقاصد کی اشاعت کا ذریعہ ہے (جو صدر دفتر دہلی سے شائع ہوتا ہے)

فی الحال دہلی، لکھنؤ، وغیرہ میں مدرسہ عالیہ صولتیہ کی امداد کے لئے مختلف دفاتر قائم کئے گئے ہیں، اس وقت اس مدرسہ کا ایک وفد کلکتہ میں آیا ہے، جس کو ہمارے

متھو ... مولانا حکیم عبدالرؤف صاحب دانا پوری کی پشت پناہی اور سرپرستی حاصل ہے، میں بنگال و آسام ہی نہیں تمام ہندوستان کے فرزندان اسلام کی خدمت میں اس درس گاہ کی امداد کے لئے اپیل کرتا ہوں، کیونکہ ضرورت ہے کہ اس کی بنیادوں کو مضبوط کر دیا جائے، اعلیٰحضرت سلطان العلوم تاجدار دکن نے اراکین مدرسہ کو ۲۵۰۰۰ ہزار کی شاہانہ رقم عنایت فرمائی تھی جس سے "سلطان العلوم ہال" تعمیر کیا گیا ہے۔

میں جانتا ہوں، مخیر مسلمان خیرات وحسنات سے امداد فرما رہے ہیں، اور جن کو اس درس گاہ کے متعلق تازہ علم ہوگا وہ بھی دست اعانت بڑھائیں گے، اور اپنے ایک قابل قدر ادارہ کو یاد رکھیں گے، میں ایسے اصحاب کا ذاتی طور پر ممنون ہوں گا۔

امداد ارسال کرنے کا پتہ یہ ہے

معتمد صدر دفتر مدرسہ صولتیہ۔ مکہ معظمہ۔

دہلی قرول باغ۔

ہم اس کار خیر کی طرف اسلامی ہند کے مشہور و معروف لیڈر الحاج مولانا محمد اکرم خان صاحب، ایم، ایل، سی۔ اور مجلس مرکزی خدام حجاج کے صدر مخلص قوم جناب ڈاکٹر ایم، ایس علی صاحب۔ (۳۸ ویلسلی اسٹریٹ کلکتہ) ہمکو اس عظیم مقصد کی طرف متوجہ کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

عربی زبان

عربی زبان کی تاریخی قدامت تحقیق کی روشنی میں

(۵)

از مولانا حامد الانصاری صاحب غازی
(مدیر شعبہ نشر و تحریر، صدر دفتر مدرسہ صولتیہ، مکہ معظمہ)

زمانہ جاہلیت

اسلام کے نمود و ظہور سے پہلے عرب کا زمانہ، زمانۂ جاہلیت کے نام سے مشہور ہے علمی اور لسانی اعتبار سے جاہلیت کے ادوار کو متعین کرنا ایک مشکل کام ہے، ہم جس زمانہ کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں اس کے متعلق علم و آگاہی کے ساتھ کچھ کہنا سہل نہیں ہے، زمانہ بدلتا رہتا ہے، تاریخ بدلتی سدلتی رہتی ہے، قومیں ترقی سے تنزل اور تنزل سے ترقی کرتی رہتی ہیں، ہم ماضی کی تمام تاریخی داستانوں میں صرف اس داستان کی حکایت بیان کر سکتے ہیں جو ہمارے علم میں ہے، اور جس کے واقعات زیادہ نہ سہی کم سے کم ہمارے سامنے ہیں۔

زمانہ جاہلیت کے متعلق ہم کو جو علم پہونچا ہے، اس کو مدنظر رکھتے ہوئے اس زمانہ کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے

جاہلیت اولیٰ (پہلا دور)

اس دور کے آغاز کے متعلق جدید تاریخ کی زبان خاموش ہے، البتہ اس کا خاتمہ میلاد مسیح کے پانچسو سال (سنہ ۵۰۰ء) بعد ہوتا ہے۔

اس دور کے متعلق ہم اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اس میں عربی زبان موجود تھی، زمانہ حال کی اثری تحقیقات سے بھی اس دعوی کی صحت کو یقینی امداد ملتی ہے، ماہرین آثار قدیمہ نے امرءالقیس (متوفی ۳۲۸ء) کی قبر کا کتبہ دریافت کیا ہے، یہ کتبہ عربی زبان اور نبطی رسم الخط میں ہے، اس سے کم از کم یہ ظاہر ہو گیا کہ سولہ سو سال قبل عربی زبان یقینی طور پر موجود تھی، دریافت شدہ کتبہ کی پہلی سطر حسب ذیل ہے۔

(نبطی رسم الخط میں) تی نفس مرء القیس بن عمرو ملك العرب كله ذو اسر التاج۔

(موجودہ عربی میں اس عبارت کا مفہوم یہ ہے) هذا قبر امرئ القیس بن عمرو ملك العرب كلهم

الذی تقلد التاج۔

جاہلیت ثانیہ (دوسرا دور) ——

یہ دور ۵۰۰ء سے شروع ہوتا ہے، اس کی مدت دو سو سال سے کم اور ڈیڑھ سو سال سے زیادہ ہے، یہ دور اپنے خرافات الاصنام اور اوہام کی وجہ سے مشہور ہے، اس زمانہ میں عرب اجتماعی شیرازہ بندی سے محروم تھے، اپنی جہالت پر قانع اور زندگی کی تمام برائیوں کے تحفظ پر مصر تھے، اخلاق و معاشرت، سیاست و تمدن، مذہب و اجتماع کا کوئی شعبہ ایسا نہیں تھا جس میں بہتری کے آثار موجود ہوں، اور ان کو بروئے کار لایا جا سکے، حمیت موجود تھی، وہ بھی حمیت جاہلیہ ان کا مذہب بت پرستی کی خرافات، اور ستارہ پرستی کے اوہام کا مرکب تھا، ان کا اخلاق شخصیت پرستی، ناروا پندار، ناجائز تکبر، اور نامناسب تمکنت کا نمونہ تھا، ان کی معاشرت غیر متوازن تھی، اور نظام اہلی درہم برہم تھا، ہر شخص پر اعلیٰ انسانی اوصاف کی جگہ سوسائٹی کے خارجی عوامل کا اثر تھا، جو تمدن کی وحدت جامعہ کو جنگ و جدال کے ارضی جہنم میں جھونکتی رہتی تھی۔

سیاہ بختی کے اس تمام دور جہالت میں صرف ایک عربی زبان ہی ایسی چیز تھی، جو آب حیات کی طرح رسیلی صاف اور پاکیزہ تھی، اور بڑی حد تک سرمایہ فخر و افتخار۔

ڈاکٹر اسکاٹ نے صحیح لکھا ہے کہ

"عرب کے صحرانشینوں کی زندگی تنگ احاطہ میں محدود تھی، بادیہ ہی ان کی دنیا تھی، تکبر ان کی کریہہ خصوصیت تھی، جو تعلقات کے قیام میں مانع اور جنگوں کا موجب بن جاتی تھی۔ اس کے باوجود ان کی شاعری میں (جس پر عربی زبان کا انحصار تھا) کسی چیز کا میل نہیں تھا۔ وہ ایسی صاف ہے جیسے مینہ کا پانی، اس میں تصنع نام کو نہیں، بالکل فطرتی ہی، ان کی زندگی کی معمولی معمولی کیفیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض شاعری کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔"

زمانہ جاہلیت میں نظم اور نثر دونوں عربی زبان کا سرمایۂ خاص تھیں، دارالندوہ کے فرامین جن کا تعلق کمزور قبائلی حکومت کے منتشر احکام سے تھا نثر میں ہوتے تھے، لیکن جاہلیت کے دور میں ان کو مرتب کر کے محفوظ کر دینا ناممکن تھا، عربوں کا دارومدار حافظہ پر تھا، شاعری کے آثار کا یاد کرنا اور یاد رکھنا آسان تھا، اس لئے عربی زبان کا تمام قدیم سرمایہ صرف شاعری کی صورت میں موجود ہے، جو سینہ بسینہ ہم تک پہونچا، نثر اگر کچھ موجود ہے تو وہ بھی امثال و حِکَم کی صورت میں، چونکہ کہاوتوں اور حکیمانہ مقولوں کا یاد کرنا آسان ہے، اس لئے جاہلیت کا اثر ان کو فنا نہ کر سکا، درحقیقت عربوں کا قطعہ حافظہ ان کی شاعری سے بھی اچھا تھا، کسی مجلس میں ایک نظم کہی گئی یا کوئی حکیمانہ مقولہ زبان پر آیا، ہر سننے والے نے اس کو یاد کر لیا، الجار قبل الدار۔ گھر سے پہلے پڑوسی۔ العتاب قبل العقاب۔ سزا سے پہلے تنبیہ۔ الحرب خدعۃ۔ جنگ دھوکہ ہے۔ یہ اور اسی قسم کی امثال آج تک عہد جاہلیت کے حکیمانہ میلان پر گواہ ہیں۔

عربی شاعری اور عربی ناموس

زمانہ جاہلیت کے عرب ہر چیز سے محروم تھے، لیکن قبائلی ناموس ان کے خالی خزانہ میں ہیرے کی طرح موجود تھا، ان کی شاعری کے لئے حمیت اور یہ ناموس پہلا اور آخری محرک تھا ان کے ناموس کے عناصر ترکیبی تھے

(۱) ذھانت کا احساس ۔ یہ ممتاز عرب کو اپنی ذہانت کا احساس تھا، عزت نفس کے لئے یہ احساس ایک ضروری چیز سمجھا جاتا تھا، عربی شاعری، عربوں کے نسبی تحفظات، عربوں کی معرکہ آرائیوں میں اسی ذہانت کا زبردست مظاہرہ پایا جاتا ہے ۔

(۲) شجاعت ۔ عربوں کو اپنی بہادری پر ناز تھا، ان کی بہادری زمانہ جاہلیت کے بعد بھی دنیا کے لئے ایک مثال رہی، ان کی جنگیں بہادری کے مقابلہ کے میدان تھے، اور ان کے شعرا شجاعت کے ترجمان ۔

(۳) عھد کی پابندی ۔ عربوں کے لئے وفاءِ عہد کی زبردست اہمیت تھی، وہ سب کچھ قربان کرنے پر آمادہ ہوجاتے تھے، مگر عہد شکنی کو گوارا نہ کرتے تھے ۔

(۴) جود و سخا اور مہمان نوازی ۔ عربی ناموس کا بڑا عنصر سخاوت تھی، غریب سے غریب بھی سخاوت کے وقت کیریکٹر کا مظاہرہ کرتا تھا ۔ بات بات میں مہمانوں کے لئے قیمتی اونٹ ذبح کردئے جاتے تھے ۔

حاتم طائی اسی عہد کا سخی ہے، جس نے گھر اور صحرا میں ہر موقع پر دست سخاوت دراز رکھا ۔

انتقام اور دشمنی ۔ دشمنوں کے مقابلہ میں شدت اور انتقام کا جذبہ عربوں کے دل کا جوہر تھا ۔ اور وہ اس راہ میں شکست قبول کرنا کبھی گوارا نہ کرتے تھے ۔

اولاد نرینہ ۔ عربوں کے لئے اولاد نرینہ سرمایۂ فخر تھی، عورتوں کو بُرا سمجھتے تھے اور لڑکیوں کو زندہ درگور کردیتے تھے ۔

شراب اور قمار ۔ عرب شراب پیتے تھے، اور جوا کھیلتے تھے اور ان کاموں پر بیحد فخر کرتے تھے ۔

عہد جاہلیت میں عربی شاعری کا سرچشمہ، عربی ناموس کے یہی عناصر تھے ۔ جن کا ذکر کیا گیا

ہر شاعر کے کلام میں پایا جاتا ہے اگر عربی زبان کا گہوارہ عربی شاعری تھی، تو عربی شاعری کا محور و مصدر عربی ناموس۔

سوق عکاظ

عہد جاہلیت میں عربی ادب کا معاشرت سے خاص تعلق تھا، زندگی کے اکثر واقعات کی تعبیر میں معاشرتی ماحول کا بڑا دخل تھا، عربوں کی اجتماعی حیات کا پرجوش مظاہرہ اکثر سالانہ میلوں اور تجارتی نمائشوں میں ہوتا تھا جن میں "عکاظ" کے تجارتی میلے کو تاریخی شہرت حاصل ہے۔

عکاظ میں یکم ذیقعدہ سے ۲۰ دن تک بڑا میلہ لگتا تھا۔ قبائل کے سردار اور شعراء آتے تھے اور شعر و شاعری کے زبردست معرکے گرم ہوتے تھے۔

ذی قعدہ کے آخری ہفتہ میں لجنہ میں۔ ۸ ذی الحجہ کو ذومجاز میں، اور اس کے بعد میدان عرفات میں نمائشیں ہوتی تھیں۔

مستشرقین یورپ کی شدید تنقید کے باوجود عرب کی تاریخ "سوق عکاظ" کی واقعیت کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔ عربی تاریخ کو یہ بیان کرنے کا حق ہے کہ عکاظ میں شعراء عرب کا سالانہ مشاعرہ ہوتا تھا۔ اور حاصل مشاعرہ نظم کو خانہ کعبہ کے دروازہ پر لٹکا دیا جاتا تھا۔ جو مقابلہ عکاظ کی کامیاب غزل سمجھی جاتی تھی۔

سبعہ معلقات (سات لٹکائی ہوئی نظمیں) عربی زبان کی تاریخ میں "سوق عکاظ" ہی کی وجہ سے مشہور ہیں۔

ڈاکٹر زبید احمد ایم لیکچرار الٰہ آباد یونیورسٹی اپنی تصنیف ادب العرب میں لکھتے ہیں کہ "اس قسم کے مواقع پر زبان کا بڑا فائدہ ہوتا تھا، بہت سی غلطیاں نکل جاتی تھیں، زبان صاف ہو جاتی تھی، قریش چونکہ حرم کے متولی تھے، اس لئے ان کا سوق عکاظ میں بڑا اثر تھا۔ یہ تمام قبائل کی گفتگو سنتے تھے

اور اس میں سے جو پسند کرتے تھے، اس کو اپنی زبان میں داخل کر لیتے تھے، اور جو نقص اپنی زبان میں پاتے اُسے دور کر دیتے، اس طرح ان کی زبان غلطیوں سے پاک اور نہایت صاف و شستہ ہو گئی۔"

سبعہ معلّقات ۔

چونکہ معلقات کو عربی زبان کے ماہرین کی سند حاصل ہو جاتی تھی، اس لئے ان کا ادبی مرتبہ قدرتاً بلند ہو گیا۔ ڈاکٹر اسکاٹ اپنی کتاب (اخبار الاندلس) میں معلقات کے متعلق لکھتے ہیں۔

"وہ سات نظمیں جو معلقات کے نام سے موسوم ہیں، ہمیشہ سے اہل عرب کی صنعت انیقہ اور چوٹی کی نظمیں سمجھی جاتی ہیں، ہمارے پاس وہی ایک ذریعہ ہے کہ جس سے ہم ان کی شاعری کا کچھ اندازہ لگا سکتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تمام روایات کا ذخیرہ اور تمام واقعات جو ہر ملک و ملت کے لوگوں نے جزیرہ نماء عرب کے متعلق جمع کئے ہیں، وہاں کے باشندوں کی خانگی اور بیرونی زندگی، ان کے خیالات وجذبات، ان کی عادات وخصائل، اور رسم ورواج اس تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کر سکے کہ جتنے قصائد معلقات سے ظاہر ہوتے ہیں، وہ ہم میں ایک حد تک یہ قابلیت پیدا کرتے ہیں کہ ہم ابتدائی عربوں کے سیاسی اور دینی طور و طریق کی حالت کو از سرِ نو منظم کر سکیں، قصائد عرب کی خوبی کچھ اس بات پر موقوف نہیں کہ وہ عربی تمدن کے شارح ہیں، بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ شعراء عرب انسانی فطرت کو خوب سمجھتے تھے، اور ایسے ایسے سبق دیتے تھے جن سے انسان زندگی میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے، ان کی نظمیں، اخلاقی مقولوں، اور فلسفی اصولوں سے بھری پڑی ہیں۔"

اسلام کا نظام دعوت و اصلاح

(۴)

حضرت عمرؓ پر اسلام کی دعوت کا اثر

حضرت عمرؓ بن الخطاب اسلام اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے، قرآن مجید کی چند آیات سُنکر دل کی دنیا بدلتی ہی، حق کا نور چمکتا ہے، تو باطل کی ظلمتیں دور ہوتی ہیں، کلمہ حق سُنکر حق پر جمتے ہیں، اور اتنے جمتے ہیں کہ پہلی آرزو یہ ہوتی ہے کہ حق کو دوسروں تک پہونچائیں، اور اسلام لانے کے بعد فوراً حضور اقدس کی خدمت میں عرض کرتے ہیں، "یا رسول اللہ جب ہم حق پر ہیں تو دعوتِ حق کا اعلان کیوں نہ کریں؟ حالانکہ گمراہ لوگ سب کچھ کھلم کھلا کر رہے ہیں"، حضور اقدس نے ارشاد فرمایا۔ "عمر ہم تعداد میں کم ہیں، تم دیکھتے نہیں ابوبکر پر کیا گذری؟" حضرت عمرؓ "اس ذات پاک کی قسم جس نے دین حق دیکر آپ کو بھیجا جس جس مجلس میں کفر کی حالت میں بیٹھا تھا، ان مجالس میں اپنی ایمان کی حالت کو بھی ظاہر کروں گا" یہ کہا اور سیدھے حرم میں پہونچے، اوّل بیت اللہ کا طواف کیا، پھر قریش کے مجمع میں پہونچے جو آپ کا منتظر تھا، ابوجہل نے دیکھتے ہی کہا، "فلاں شخص کا خیال ہے کہ تو بے دین ہو گیا" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بآواز بلند کہا اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمداً عبده ورسوله، یہ کہنا تھا کہ مشرکین آپ پر ٹوٹ پڑے، آپ نے بڑی دلیری سے سب کا مقابلہ کیا، اور عتبہ کو پچھاڑ کر اس کی آنکھوں

---

[۱] سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو ندائے حرم ماہ رمضان ۱۳۸۶ھ

میں انگلیاں گاڑدیں۔ اور خوب اچھی طرح اس کی مرمت کی، عتبہ برابر چیخ رہا تھا، چلا رہا تھا، مگر جو اس کی حمایت میں حضرت عمرؓ کے مقابلہ میں آتا، اس کی اچھی طرح خبر لیتے تھے، لوگ تھک کر الگ ہٹ گئے، اور حضرت عمر رضوان تمام مجلسوں میں گئے، جہاں اسلام سے پہلے آپ کی نشست تھی، اور اسی طرح ہر جگہ اپنے ایمان کو ظاہر کیا، کامیاب و کامران اور غالب و فاتح حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہونے اور عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کے لئے کوئی خطرہ نہیں، واللہ میری حالت کفر کی کوئی نشست گاہ ایسی نہیں رہی، جہاں بلا خوف و خطر میں نے اپنے ایمان کو ظاہر نہ کر دیا ہو" پھر حضرت عمرؓ کے اصرار پر مسلمان نماز کے لئے مسجد میں جانے لگے[۱]

حضرت ابوذر غفاری دائرہ اسلام میں —

حضرت ابوذر غفاری رضؓ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا حال معلوم ہوا، تو تحقیق حال کے لئے اپنے بھائی انیس کو مکہ بھیجا، اور کہا وہاں ایک شخص ہے جو اپنے کو نبی خیال کر رہا ہے، اس کے حالات کی تحقیق کرنا، اور اس کی باتوں کو سنکر مجھے ہر بات کی اطلاع دینا، انیس مکہ مکرمہ پہونچے، اور حضور اقدس کے ارشادات سنے، انہوں نے واپس ہو کر ابوذر سے کہا" یہ شخص مکارم اخلاق پھیلا رہا ہے اور ایسا عمدہ کلام پیش کرتا ہے جو شعر ہرگز نہیں" حضرت ابوذر نے کہا" میرے دل کو تشفی نہیں ہوئی" کچھ زادِ راہ اور ایک مشکیزہ پانی کا لیکر مکہ کی جانب روانہ ہوئے، مسجد میں پہونچے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنا شروع کیا، خود ناواقف تھے اور کسی سے دریافت کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے، اسی جستجو میں رات ہوگئی، تو مسجد کے ایک گوشہ میں پڑ گئے، حضرت علی رضؓ نے ان کو اس حال میں دیکھا، تو غریب پردیسی سمجھکر اپنے ساتھ لے گئے، دونوں

---

[۱] تاریخ ابن کثیر

نے رات ایک جگہ بسر کی، مگر کوئی بات چیت نہ ہوئی۔ صبح ہوتے ہی پھر مسجد میں پہونچ گئے، اور تمام دن حضور اقدس کی جستجو میں رہے، بالآخر ناکام رات کو پھر اسی کل والی جگہ پر پڑ گئے، حضرت علی رض کا اس طرف گذر ہوا۔ سمجھے کہ غریب کو کوئی ٹھکانہ نہیں ملا، اپنے ساتھ لے گئے، آج بھی کوئی بات نہ ہوئی، تیسرا دن بھی اسی طرح گذر گیا، رات کو حضرت علی رض پھر اپنے ساتھ لے گئے اور کہا "مجھ سے بیان تو کرو آخر کس غرض سے یہاں آئے ہوئے ہو" حضرت ابوذر رض نے کہا پہلے تم وعدہ کرو کہ میری رہنمائی کروگے، حضرت علی رض نے جب وعدہ کرلیا، تو حضرت ابوذر رض نے اپنا مقصد ظاہر کیا۔

حضرت علی رض نے فرمایا

"یہ دین حق ہے اور بلا شک و شبہہ یہ شخص اللہ کا رسول اور پیامبر ہے، صبح کو جب میں جاؤں، تو تم میرے پیچھے پیچھے ہولینا اگر کوئی خطرہ محسوس ہوا تو میں پیشاب کرنے کے لئے کھڑا ہوجاؤں گا اور تم آگے نکل جانا، ورنہ میرے پیچھے چلے آنا، اور جس گھر میں جاؤں تم بھی اسی میں داخل ہوجانا"

صبح کو ایسا ہی کیا گیا، اور حضرت علی رض اور حضرت ابوذر رض بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے، حضرت ابوذر رض نے جب کلمات طیبات سُنے تو فوراً اسلام لے آئے۔

حضور اقدس نے ارشاد فرمایا

"اپنی قوم میں جاؤ اور دین حق کی تبلیغ کرو"

حضرت ابوذر نے عرض کیا۔ قسم اس ذات پاک کی جس نے آپ کو دین حق دیکر بھیجا، میں کفار کے مجمع میں بآواز بلند اس حق بات کا اعلان کروں گا" یہ کہا اور مسجد میں پہونچے اور بآواز بلند اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً رسول اللہ۔ کہا اور نتائج کا انتظار کرنے لگے، کفار کی آتش غضب بھڑک اٹھی، بہت سے بدباطن اشخاص آپ پر حملہ آور ہوئے، اور آپ کو اس قدر مارا کہ نیم جان ہوکر

زمین پر گر پڑے۔ عباس بن عبدالمطلب، وہاں پہونچ گئے۔ اور ان کو بچایا۔ اور مارنے والوں سے کہا "کمبختو! تمہیں معلوم نہیں یہ قبیلۂ غفار سے ہے اور تمہاری شام کی تجارت کے قافلے وہاں سے ہو کر گذرتے ہیں" اگلے دن پھر یہی جرأت دکھائی، اور عباس بن عبدالمطلب نے بمشکل کفار کے جبر و تشدد سے نجات دلائی؛ یہاں سے رخصت ہو کر حضرت ابوذر اپنے بھائی انیس کے پاس پہونچے، اس نے دریافت کیا، تم نے کیا کیا؟ حضرت ابوذر رض نے فرمایا۔ "میں نے یہ کیا کہ اسلام لے آیا، اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کی تصدیق کی"۔ حضرت انیس رض نے کہا "مجھے تمہارے دین کو چھوڑنا منظور نہیں میں بھی اسلام لاتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتا ہوں"۔ پھر دونوں ماں کے پاس پہونچے، اور دین حق کو اس کے سامنے پیش کیا، ماں نے کہا۔ "مجھے تمہارے دین کو چھوڑنا منظور نہیں، میں بھی اسلام لاتی ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتی ہوں"؛

پھر دونوں اپنی قوم غفار میں پہونچے، اور تبلیغ کا کام شروع کیا، ان کی جد وجہد سے قبیلۂ غفار کی ایک بڑی جماعت اسلام کے دائرہ میں داخل ہو گئی۔[1]

طفیل بن عمرو کا قبول اسلام

قبیلہ دوس کے سردار حضرت طفیل بن عمرو رض اپنا قصہ اس طرح بیان کرتے ہیں "میں مکہ میں آیا تو اشراف قریش میرے گرد جمع ہو گئے، اور مجھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے احتراز کی ہدایت کی اور کہا "نہ ان کے پاس جانا اور نہ ان کی بات سننا"۔ وہ میرے اتنے سر ہوئے کہ میں نے بھی عہد کر لیا کہ نہ رسول اللہ کے پاس

---

[1] تاریخ ابن کثیر۔

جاؤں گا اور نہ ان کی بات سنوں گا، حتیٰ کہ جب میں مسجد میں جانے لگا تو اس خوف سے کہ کبھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کوئی بات بلاارادہ کان میں پڑ جائے، اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی، جب مسجد میں پہونچا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے قریب کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، میں بھی قریب ہی کھڑا ہو گیا۔ مشیت ایزدی نے کچھ جملے میرے کانوں تک پہونچا دئے۔ میں اس قدر عمدہ کلام سُنکر پھڑک اُٹھا، اور دل میں کہا، میں ایک تیز فہم شاعر ہوں، اچھی بری بات کی پرکھ بھی رکھتا ہوں، پھر کیا حرج ہے اگر میں اس شخص کی باتوں کو سُن لوں، اگر اچھی بات ہوگی تو اس کا اتباع کروں گا، اور بری بات ہوگی تو اس سے پرہیز کرونگا یہ سوچ کر میں ٹھیر گیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہو کر گھر تشریف لے گئے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ "یا رسول اللہ آپ کی قوم نے مجھ سے آپ کے بارے میں ایسا ایسا کہا، اور اس قدر آپ سے ڈرایا کہ میں نے کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تاکہ آپ کی بات نہ سن سکوں، مگر خدا کو یہ منظور نہ تھا، آپ کے چند کلمات میرے کانوں میں پڑے اور مجھے بھلے معلوم ہوئے، اب آپ اپنی بات کو میرے سامنے پیش فرماویں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سامنے اسلام کی حقیقت بیان فرمائی، اور چند آیات قرآنی کی تلاوت فرمائی، واللہ میں نے اس سے پہلے اتنا عمدہ کلام کبھی نہ سنا تھا، اور اتنی صاف بات کبھی نہ سنی تھی میں فوراً مسلمان ہو گیا۔"

گھر واپس ہوئے تو پہلے بوڑھے باپ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت طفیل رضؓ نے فرمایا۔ "ابا جان مجھ سے دور رہئے نہ میں آپ کا ہوں اور نہ آپ میرے ہیں۔"

باپ نے کہا۔ "بیٹا تم ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟"
حضرت طفیل۔ "میں اسلام لے آیا اور دین محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تابع فرمان بن گیا۔"
باپ۔ "جو تمہارا دین ہے وہی میرا بھی دین ہے۔"
حضرت طفیل۔ "پہلے غسل کیجئے، اور کپڑے پاک کیجئے، پھر میرے پاس آئیے، تاکہ آپ کو دین کی حقیقت سے آگاہ کردوں، باپ نے غسل کیا، کپڑے پاک کئے جب واپس آئے تو حضرت طفیل نے اسلام پیش کیا، وہ مسلمان ہو گئے، پھر بیوی ملاقات کو آئی تو فرمایا، "مجھ سے دور رہو، نہ میں تمہارا ہوں نہ تم میری ہو۔"
بیوی نے کہا۔ "آخر کیوں؟"
حضرت طفیل۔ "مذہب اسلام نے میرے تمہارے درمیان تفریق کر دی، میں دین محمدیؐ کا پیرو بن چکا ہوں۔"
بیوی۔ "جو تمہارا دین ہے وہی میرا دین ہے۔"
حضرت طفیل۔ "جاؤ اور غسل کر کے میرے پاس آؤ تاکہ تمہیں دین سکھاؤں۔"
بیوی گئی اور پاک وصاف ہو کر واپس آئی، حضرت طفیل نے اس پر اسلام پیش کیا، اور وہ بھی مسلمان بن گئی۔

پھر حضرت طفیل نے قبیلہ دوس کو اسلام کی دعوت دی، مگر ان میں سے کسی نے دعوت حق کو قبول نہ کیا۔ پوری جدوجہد کے بعد بھی جب کامیابی کی جھلک دکھلائی نہ دی تو حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ "یا رسول اللہ قبیلہ دوس میرے قابو سے باہر ہے، آپ ان کی ہدایت کے لئے دعا فرمائیے" حضور اقدس نے دوس کی ہدایت کے لئے دعا فرمائی۔ اور حضرت طفیل کو ارشاد فرمایا۔
"تم اپنی قوم میں واپس جاؤ۔ اور نرمی کے ساتھ ان کو اسلام کی طرف بلاؤ۔"
حضرت طفیل اپنی قوم میں واپس آئے، اور برابر اسلام کی تبلیغ کرتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

حضور اقدس کی ہجرت کے بعد مسلمانوں کے اسی گھرانوں کو لیکر بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ منورہ) حاضر ہوئے۔[۵۱]

حضرت عبداللہ بن مسعود کا تبلیغی جذبہ ___

صحابہ کرام میں باہم مشورہ ہوا کہ کسی طرح کفار قریش کو آیات قرآنی سنائی جائیں، تاکہ شاید ان کے قلوب نرم ہو کر اسلام کی طرف مائل ہو جائیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی نے کہا۔ "میں اس کام کو کروں گا"۔ سب نے کہا "تمہاری جان کا خطرہ ہے، کوئی ایسا شخص ہونا چاہیے جس کے کنبہ والے اس کو کفار سے بچالیں"۔ حضرت ابن مسعود نے کہا تم مجھ کو اجازت دو، خدا میری حفاظت کرے گا۔

اگلے دن چاشت کے وقت حضرت ابن مسعود رضی مسجد میں پہونچے، کفار اپنی نشستگاہوں پر بیٹھے ہوئے تھے، مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر باآواز بلند پڑھنا شروع کیا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الرَّحْمٰن عَلَّمَ الْقُرْاٰن۔ یہ آواز سنکر اس طرف متوجہ ہو گئے اور کہنے لگے یہ شخص کیا کہہ رہا ہے، پھر کچھ سوچ کر بولے یہ تو وہ کلام پڑھ رہا ہے جس کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لے کر آئے ہیں۔ یہ کہکر سب کے سب کھڑے ہو گئے اور حضرت ابن مسعود رضی کو مارنا شروع کیا، چاروں طرف سے مار پڑ رہی تھی اور یہ برابر کلام ربانی سنا رہے تھے، جب اپنا کام ختم ہو گیا، تو شاداں و فرحاں ساتھیوں کے پاس آئے، ساتھیوں نے سخت زخمی دیکھکر کہا۔ "ہمیں اسی کا خطرہ تھا"۔

حضرت ابن مسعود نے فرمایا۔ اب تو یہ اللہ کے دشمن اور بھی بزدل معلوم ہونے لگے، اگر تم اجازت دو تو کل کو پھر ایسا ہی کروں، سب نے کہا۔ بس یہ کافی ہے، تم نے سب کو کلام حق سنا دیا جس کو وہ سننا نہ چاہتے تھے۔[۵۲]

---

[۵۱] تاریخ ابن کثیر۔ [۵۲] سیرت ابن ہشام۔

چند صحابہ کرام کے یہ چند واقعات ہیں، اگر تاریخ وسیر کی ورق گردانی کی جائے تو اس قسم کے ہزاروں واقعات ملیں گے، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس دور میں جو شخص بھی اللہ اور رسول کی اطاعت اور فرماں برداری کا عہد کرتا تھا، اور اسلام کے حلقہ میں داخل ہوتا تھا، اس کا مطمع نظر اور مقصد حیات صرف یہ ہوتا تھا کہ دوسروں کو بھی اللہ اور رسول کی اطاعت کی دعوت دے، اس مقصد کی کامیابی کے لئے وہ ہر قسم کی جانبازی، جاں فروشی کے لئے تیار رہتا، اور صرف اس ایک مقصد کے حصول کے لئے نہ یہ کہ محض اپنی جان کو مصائب و مشکلات کا شکار بناتا، بلکہ اپنا سب کچھ مال و متاع عزیز و اقارب اور بیوی بچوں تک کو اس پر قربان کرنا اپنا ایک فرض منصبی سمجھتا تھا، اس فرض شناسی و جانبازی کا یہ ثمرہ نکلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا پیام الٰہی تھوڑے عرصہ میں دور دور پہونچ گیا جگہ جگہ اسلام کی اشاعت ہونے لگی، اور قبیلے کے قبیلے حلقۂ اسلام میں داخل ہوگئے۔

یہ ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کا دوسرا دور، جو درحقیقت نبوت ورسالت کا پہلا دور ہے۔ اس دور کے مختصر حالات پیش نظر ہیں، جن سے مقصد تاریخ کا دہرانا نہیں بلکہ اس دور کی جدوجہد اور مساعی کا اجمالی نقشہ سامنے لانا ہے۔ جب اس تیرہ سالہ دور نبوت پر نظر ڈالی جاتی ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ اس عرصہ میں سردارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا نصب العین صرف ایک کام تھا اور صرف ایک مقصد پیش نظر تھا، اور وہ مخلوق کے قلوب میں خالق کی معرفت وعظمت پیدا کر کے دلوں کو خالق کی اطاعت و فرماں برداری پر آمادہ کرنا، اور یہی وہ اعلیٰ مقصد ہے جس کی خاطر انسان کو وجود بخشا گیا، اور پھر اس غرض کی یاددہانی کے لئے ہزاروں رسول اور نبی آئے، مگر اس مقصد کی تکمیل اس مقدس ہستی کے ذریعہ کرنی مقصود تھی جو سب سے نرالا، سب سے ممتاز، سب سے بعد میں آنے والا، روزِ اول سے سب کا سردار بنا دیا گیا تھا، اس آنے والے نے آکر اس مقصد عظیم کو اس حد تک واضح کر دیا کہ عقل انسانی کے لئے انکار کی کوئی راہ باقی نہ چھوڑی، اور جس قدر دلائل اور براہین خدا کی خدائی، خدا کی یکتائی، خدا کی وحدانیت اور رسول کی صداقت

کے لئے ممکن ہو سکتے تھے، مختلف اسلوب کے ساتھ نرالے انداز اور دلنشین طرز پر مخلوق کے سامنے پیش کر دئے گئے۔ تاکہ حجت خداوندی تمام ہو جائے، اور عقل سلیم کو گریز کا موقعہ نہ ملے، جس قدر کلام ربانی اس مدت میں نازل ہوا، وہ اس دعوی کی واضح دلائل اور آیات بینات ہیں۔

قادر مطلق اگر چاہتا تو پہلی آواز پر قریش کے دلوں کو حق کے لئے نرم کر دیتا، اور اگر وہ نرم ہونے والے دل نہیں تھے، تو اپنے حبیب کو ابتدا، سے ان لوگوں میں بھیجتا جو جاں نثاری کے ساتھ رسول کی بات کا استقبال کرتے، مگر مشیت ایزدی نے دونوں باتوں کو نامنظور کیا، جس سے مقصد اپنے حبیب کو مشقت میں مبتلا کرنا نہ تھا۔ بلکہ دعوت حق کے طریقوں، اور صورتوں کو واضح کرنا تھا، منصب رسالت کو منتہاء کمال پر پہونچانا تھا، رسول کا حق رسالت یہی ہے کہ اس پیامبری کی خاطر ہر قسم کے خطرات اور مصائب کو بطیب خاطر برداشت کرے، ہر قسم کے خطرات کا مقابلہ کرتے ہوئے نہایت حسن وخوبی کے ساتھ خالق کے پیام کو مخلوق تک پہنچائے، اور مخلوق کو خالق کے ساتھ وابستہ کرے چنانچہ اس قلیل عرصہ میں رسولوں کے سردار (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جس حسن وخوبی وجانفشانی کے ساتھ مخلوق کو خالق کی طرف بلایا وہ آپ ہی کے شایان شان تھا، اس راہ میں آپ کو ان خطرات ومصائب کا مقابلہ کرنا پڑا جن سے تمام انبیاء کرام بیگانہ رہے۔

ارشاد نبوی ہے

اُوْذِیْتُ فِی اللّٰہِ مَا اُوْذِیَ احدٌ۔　　اللہ کے راستہ میں مجھے وہ تکلیف پہنچائی گئی جو کسی کو نہیں پہونچی۔

اِدھر سے حق کی طرف بلایا جاتا تھا، اُدھر سے انکار تھا، انکار پر اصرار تھا، اصرار کے ساتھ ساتھ پُرزور مخالفت تھی، جس قدر مخالفت شدید ہوتی جاتی تھی، اسی طرح دعوت حق میں زور اور قوت نمایاں ہوتا تھا۔ اس کشاکش میں حق بھی ہر طرح کے دلائل اور براہین کے ذریعہ بالکل نمایاں اور صاف

ہوگیا اور رسالت کا حق بھی پوری پوری طرح ادا ہوگیا۔

جب اس دور کا کام ہر طرح سے کمال کو پہونچ گیا، تو نبوت کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے، نہ ماننے والوں سے بچا کر ماننے والوں میں پہونچا یا جاتا ہے۔ تاکہ ان باتوں کو بھی واضح کردیا جائے جو ماننے والوں کے کمال کے لئے ضروری ہیں اور جن پر ماننے والوں کی صلاح وفلاح موقوف ہے اور [illegible] طور پر خلق کو منوانے جائیں جو کمال بندگی کے لئے ضروری ہیں، تاکہ زندگی کے [illegible] شعبہ [illegible] کی صحیح طرح رہنمائی کردی جائے، اور ایسا دستور العمل بتادیا جائے جو انسان کو کمال بندگی کے اعلیٰ معیار پر لاسکے۔

نبوت و رسالت کا دوسرا دور اس وقت شروع ہوتا ہے جب آپ مکہ کی مقدس زمین کو چھوڑ کر مدینہ کی پاک زمین پر قدم رکھتے ہیں، ایک جگہ سے جلا وطن کیا جا رہا تھا، تو دوسری طرف آپ کا انتظار ہو رہا تھا، مکہ میں ہر شخص خون کا پیاسا نظر آتا تھا، مگر مدینہ کا ہر شخص بات بات پر جان قربان کرنے کے لئے آمادہ نظر آتا ہے۔ جو کام وہاں کیا گیا وہ ان جان نثاروں میں ہرگز کمال کو نہ پہنچتا، اور جو کام یہاں کیا جانے والا ہے اس کے لئے وہ پہلی زمین کسی طرح سازگار نہ تھی، البتہ وہاں مخالفوں کی مخالفت کا زور تھا، اور یہاں کام کی ذمہ داری اور مقصد کی تکمیل کا بوجھ ہے۔

اطلاع

آئندہ سے [illegible] منطقہ دہلی اور ماہنامہ "ندائے حرم" سے خط و کتابت کرتے وقت [illegible] دہلی کے "دہلی قرول باغ" لکھا جائے، ورنہ ڈاک [illegible] دفتر کو ملے گی۔ (ادارہ)

صحیفۂ سعادت

معاونین کرام اور محسنوں کے اسماء گرامی

فہرست رقوم عطیات و امداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ بذریعہ صدر دفتر مدرسہ دہلی

بابت ماہ شوال سنہ ۱۳۶۰ھ

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ہر مہینہ کی فہرست اسماء معاونین کرام کی اشاعت دوسرے ماہ کے نمبر میں ہوا کرے گی۔ مندرجہ ذیل تفصیلات میں اگر کوئی غلطی ہو تو براہ کرم دفتر کو مطلع فرمائیے۔ باعث تشکر گذاری ہوگا۔

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱	۷۶	۱۲	جناب عارف الاسلام صاحب عثمانی جودھپور	۴	امداد عام (تعلیم)	بوساطت صدر دفتر دہلی
۲	۷۷	″	″ حاجی محمد عنایت حسین صاحب چھپرا	[illegible]	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر
۳	۷۸	″	″ سراج الدین صاحب، جناب شیخ محمد حرمت علی صاحب مد عصرہ، شیخ عبد الباری صاحب بتوسط محمد حرمت علی صاحب مد عصرہ پھلواری شریف	مجموعی رقم ۱۴ روپے	″	″
۴	۷۹	″	″ ماسٹر رحمت علی صاحب کوٹ بادل خان ضلع جالندھر	[illegible]	″	″
۵	۸۰	″	″ محمد اسحٰق صاحب بھاگلپور	[illegible]	امداد عام تعلیم	″

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۶	۸۱	[illegible]	جناب عبدالغفور صاحب جودھپور	۸ر	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر
۷	۸۲	"	" رسالدار میجر سردار خان، لاہور چھاؤنی	[illegible]	وظائف طلبہ	" (رقم فطرہ)
۸	۸۳	"	" الحاج محمد یٰسین خان صاحب پٹنہ	[illegible]	امداد عام (تعلیم)	"
۹	۸۴		" محترمہ وزیر بیگم صاحبہ ہوشیارپور	[illegible]	"	"
۱۰	۸۵	"	" شیخ محمد یامین صاحب پلیڈر شملہ	[illegible]	"	"
۱۱	۸۶	"	بندۂ مسلمانان [illegible] جزاہم اللہ بتوسط مولوی قاری حافظ محمد [illegible] اللہ صاحب عثمانی پانی پتی	[illegible]	"	"
۱۲	۸۷	"	جناب نواب علی صاحب اسسٹنٹ مکن پور ضلع کانپور	[illegible]	وظائف طلبہ	(رقم فطرہ) ذریعہ منی آرڈر معرفت جناب مولوی سید سلطان احمد صاحب فاضل دیوبند
۱۳	۸۸		" شیخ سعید محمد صاحب معمار	[illegible]	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۱۴	۸۹		" شیخ [illegible] اللہ صاحب معمار	[illegible]	رقم فطرہ	"
۱۵	۹۰		" شیخ محمد منظور صاحب معمار	[illegible]	"	"
۱۶	۹۱	"	" سید بدر عالم صاحب	[illegible]	زکوٰۃ فطرہ	"
۱۷	۹۲	"	بندۂ مسلمانان مکن پور، جزاہم اللہ	[illegible]	امداد عام (تعلیم)	"
۱۸	۹۳	"	جناب مولوی سید سلطان احمد صاحب جعفری، فاضل دیوبند	[illegible]	زکوٰۃ و فطرہ (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر
۱۹	۹۴	"	" شیخ عید ابخش صاحب تاجر چرم	[illegible]	رقم فطرہ (")	معرفت جناب مولوی سید سلطان احمد صاحب جعفری فاضل دیوبند
۲۰	۹۵	"	مسلمانان مکن پور، جزاہم اللہ	[illegible]	امداد عام (تعلیم)	"
۲۱	۹۶	"	"	[illegible]	فطرہ (وظائف طلبہ)	"
۲۲	۹۷	"	جناب مولوی محمد عبدالحی صاحب لاہور	[illegible]	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۲۳	۹۸	[illegible]	جناب بابو عبدالوہاب خانصاحب لاہور	عا	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر معرفت مولوی محمد عبدالحی صاحب
۲۴	۹۹	"	چندہ بعض اہل خیر حضرات، جزاہم اللہ، معرفت جناب مولوی ابوالمعین سعید بخت صاحب مجمعدار سلہٹ	۳۱	" "	بتوسط حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی فیوضہ
۲۵	۱۰۰	"	" مقدس علی صاحب تاجر "	۶	" "	" " "
۲۶	۱۰۱	۱۵	" شیخ رمضانی صاحب ہاپوڑ ضلع میرٹھ	عہ	" "	بتوسط جناب قاضی ظفر احسن صاحب
۲۷	۱۰۲	"	" بابو فراست علی صاحب " " "	۸	" "	ذریعہ منی آرڈر
۲۸	۱۰۳	"	منشی شیخ لایق علی صاحب، حافظ عبدالرحمن صاحب (۰۳، ۹ زکوٰۃ)، محمد یونس صاحب، حافظ غیاث صاحب (۱۴، ۰۳)، فرزند خانصاحب، حاجی اللہ بندہ صاحب (۳، ۷)، ملا نور محمد صاحب، مستری مسیت اللہ صاحب (۴، ۵)، عبدالکریم صاحب، کنور راؤ یوسف علی خانصاحب (۲، ۱۳) جوالاپور ضلع سہارنپور	مجموعی رقم للعہ	رقم فطرہ (وظائف طلبہ)	بتوسط جناب حاجی شیخ ناظر حسن صاحب
۲۹	۱۰۴	"	چندہ مسلمانان عیدگاہ " "	للعہ ۱۵	امداد عام (تعلیم)	" " "
۳۰	۱۰۵	"	میسرز نیو ایم، واچ کمپنی کلکتہ	عسہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر
۳۱	۱۰۶	"	جناب حافظ برکت اللہ نعمت اللہ صاحبان منڈی صادق آباد	للعہ ۲	رقم فطرہ	" "
۳۲	۱۰۷	"	" لفٹنٹ احمد خانصاحب و دیگر مسلمانان عہدہ داران ایس، ٹی، سی جبل پور	عسہ ۷	" "	مرسلہ لفٹنٹ احمد خانصاحب
۳۳	۱۰۸	"	" شاہ محمد خانصاحب ریاست رام پور	عا	امداد عام (تعلیم)	پوا پتہ لکھا نہیں گیا، مفصل پتہ موصول ہونے پر رسید ارسال کی جائے گی۔
۳۴	۱۰۹	"	" ایچ، ڈی، ایم حسین صاحب رنگون	صہ	" "	"

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۳۵	۱۱۰	۵/۱	جناب سید مظہر علی صاحب رام پور	۵ع/	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر
۳۶	۱۱۱		مستاق حسین سلطان حسین صاحبان مراد آباد	للعہ	"	"
۳۷	۱۱۲		یک اہل خیر جزاہ اللہ بتوسط جناب مولوی حکیم محمد یامین صاحب مظفر نگر	؎/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۳۸	۱۱۳		جناب صوبیدار میجر قمر زمان صاحب ایس بی آر بی آئی کراچی	سعہ/	امداد عام (تعلیم)	"
۳۹	۱۱۴	"	منشی محمد صدیق صاحب جوالاپور ضلع سہارنپور	۷ع/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بتوسط جناب حاجی شیخ ناظر حسن صاحب
۴۰	۱۱۵		احمد حاجی موسیٰ جی سالوجی، کروگرس ڈراپ (افریقہ)	[illegible]	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	۵ پونڈ = فی پونڈ [illegible] = [illegible]
۴۱	۱۱۶		غلام مصطفےٰ صاحب سلہٹ	عہ	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر بتوسط حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی مدفیضہ
۴۲	۱۱۷		فضل حق صاحب شیلانگ	[illegible]	"	"
۴۳	۱۱۸		محترمہ بیوی بشیر النساء بیگم صاحبہ اہلیہ کنور یوسف علی خاں صاحب علیگڈھ	۵ع/	"	ذریعہ منی آرڈر
۴۴	۱۱۹	"	والدہ ماجدہ صاحبہ نواب محمد اکرم علی خاں صاحب رئیس بہاسو	عہ/	"	"
۴۵	۱۲۰	"	جناب امداد علی خانصاحب اوجین	صہ/	وظائف طلبہ	"
۴۶	۱۲۱	"	اولیان مسجد کاکناڑا ضلع ۲۴ پرگنہ جزاہم اللہ	معہ/	رقم فطرہ (وظائف طلبہ)	بتوسط جناب مولانا محمد یعقوب صاحب امام جامع مسجد
۴۷	۱۲۲	"	جناب مرزا محمود بیگ صاحب موضع دھورہ	عیصہ/ ۱۳	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر
۴۸	۱۲۳	"	قدرت اللہ خانصاحب "	۸/	"	بتوسط مرزا محمود بیگ صاحب ذریعہ منی آرڈر
۴۹	۱۲۴	"	ولایت خان و محمد یار خان صاحبان "	عیصہ/ ۷	"	" " "
۵۰	۱۲۵	"	عبدالواحد صاحب ۴/ تحمل حسین صاحب ۴/، عبدالستار صاحب ۴/، عزیز الدین صاحب ۴/، حبیب اللہ صاحب ۴/			

نمبرشمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
			عبدالمجید صاحب، عبدالغفور صاحب محمد یوسف صاحب موضع کھونیا ضلع الہ آباد (بعد وضع فیس منی آرڈر)	مجموعی رقم عہ/	امداد عام (تعلیم)	بتوسط حاجی محمد اسحاق صاحب ذریعہ منی آرڈر
۵۱	۱۲۶	ع ۱۵	جناب ایس محمد رفیق صاحب پوسٹماسٹر مارواڑ مونڈوا، راجپوتانہ	عصہ/	امداد عام (تعلیم)	″
۵۲	۱۲۷	″	″ ڈاکٹر شاہ زین العابدین صاحب، جامعہ نگر، دہلی	صہ/	″	بذات خود
۵۳	۱۲۸	″	″ محمد ہادی صاحب کان پور	عہ/	″	ذریعہ منی آرڈر
۵۴	۱۲۹	″	″ عبدالرشید صاحب کلکتہ	تے/	″	بتوسط مولوی عبدالغنی صاحب
۵۵	۱۳۰	″	″ مسٹر سلام الدین خانصاحب بہادر بھوپال	عسہ/	″	ذریعہ منی آرڈر
۵۶	۱۳۱	″	″ محمد الطاف حسین خانصاحب، چلا تارا ضلع باندا	عہ/	وظائف طلبہ	″
۵۷	۱۳۲	″	″ محمد قاسم صاحب فتح گڑھ	سے/	″	″
۵۸	۱۳۳	″	″ الحاج منشی انعام الحق صاحب، سہارنپور	۸/	″	″ بابت ماہ رجب سنہ ۶۰ھ
۵۹	۱۳۴	″	″ الحاج مولوی کپتن غلام محمد خانصاحب بہاولپور	صہ/	زکوۃ (وظائف طلبہ)	″ بابت ماہ نومبر سنہ ۶۰ھ
۶۰	۱۳۵	″	″ الحاج قاضی سید نثار حسین صاحب، مہاراج گنج ضلع ہزاری باغ	سے ۱۴/	رقم فطرہ (″)	ذریعہ منی آرڈر
۶۱	۱۳۶	″	چندہ اہالیان چھاؤنی وشہر جالندھر، جزاہم اللہ	مسہ/	امداد عام (تعلیم)	بتوسط جناب مولانا حمید الدین صاحب خطیب جامع مسجد
۶۲	۱۳۷	″	جناب کیو۔ بہاء الدین صاحب، کلائی ضلع بوگرا	عہ/	″	ذریعہ منی آرڈر
۶۳	۱۳۸	″	″ حاجی سید عبدالرشید صاحب، ہزاری باغ	ہے/	″	″
۶۴	۱۳۹	″	″ عبدالغفار صاحب نئی دہلی	لعہ/	″	″
۶۵	۱۴۰	″	″ مولوی عبدالحق صاحب کرسیانگ ضلع دارجلنگ	عسہ/	رقم فطرہ (وظائف طلبہ)	″
۶۶	۱۴۱	″	″ پروپرائیٹر صاحب بمبئی ہوٹل کولمبو	عسہ/	امداد عام (تعلیم)	بتوسط اے، ایچ، بی نور محمد اینڈ کمپنی
۶۷	۱۴۲	″	″ اے، ایچ، بی نور محمد اینڈ کمپنی ″	عسہ/	″	ذریعہ منی آرڈر
۶۸	۱۴۳	″	″ بیگم صاحبہ سید ضمانت علی صاحب دہلی	عہ/	″	″
۶۹	۱۴۴	″	″ قاری حافظ حاجی محمد علی صاحب برگاؤں	عصہ ۱۴/	رقم فطرہ (وظائف طلبہ)	″

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۷۰	۱۴۵	۱۵	جناب حکیم تصدق حسین صاحب گونڈہ	للعہ	زکوۃ، امداد، وظائف طلبہ	ذریعہ منی آرڈر
۷۱	۱۴۶	″	″ علامہ غوث صمدانی صاحب، رحیم یارخان	صہ	زکوۃ (وظائف طلبہ)	″
۷۲	۱۴۷	″	″ محترمہ ہمشیرہ صاحبہ مسٹر نظام الحق صاحب نئی دہلی	للعہ	امداد عام (تعلیم)	بذات خود
۷۳	۱۴۸	″	″ شیخ محمد و برکت علی صاحبان لاہور	عہ	″	ذریعہ شیخ الحدیث صاحب مظاہر العلوم
۷۴	۱۴۹	″	″ محمد سرور خان صاحب ہم کنڈہ دکن	۱ ۱	زکوۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ بیمہ
۷۵	۱۵۰	″	″ مولوی سید حفیظ الرحمن صاحب سید پور ضلع سلہٹ	صہ	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر
۷۶	۱۵۱	″	″ مولانا ابو نصر محمد عبد الحی صاحب فرفرہ شریف ضلع ہوگلی	لعہ	″	″
۷۷	۱۵۲		″ چودھری ... الدین صاحب ... ڈویژن ضلع میانوالی	صہ	″	″
[illegible]	۱۵۳	″	″ مولوی نبی بخش صاحب گورداسپور	صہ	وظائف طلبہ	″
۷۹	۱۵۴	″	″ دلاور حسین خان صاحب شاہجہاں پور	عہ	امداد عام (تعلیم)	″
۸۰	۱۵۵	″	″ حکیم عماد الدین احمد صاحب انصاری لکھنؤ	سے	زکوۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر
۸۱	۱۵۶	″	″ احمد حاجی موسیٰ جی سالوجی، کروگرس ڈراپ (افریقہ)	۵/۴	″ ″	ذریعہ برٹش پوسٹل آرڈرس
۸۲	۱۴۲	۳۵	″ حافظ سعید احمد صاحب روڑکی	۸	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر، بتوسط حاجی عبد الرحمن و منشی طفیل احمد صاحبان
۸۳	۱۴۳	″	″ محترمہ اہلیہ احمد حسن صاحب ″	۴	″ ″	″ ″ ″
۸۴	۱۴۴	″	″ اللہ بندی صاحبہ معرفت مسماۃ رقیہ صاحبہ	۱	″ ″	″ ″ ″
۸۵	۱۴۵	″	″ مسماۃ جوا صاحبہ ″ ″ ″	۱	″ ″	″ ″ ″
۸۶	۱۴۶	″	″ مسماۃ نصیبن صاحبہ ″ ″ ″	۲	″ ″	″ ″ ″
۸۷	۱۴۷	″	″ شیخ نسیم احمد صاحب ″	۴	″ ″	″ ″ ″
۸۸	۱۴۸	″	″ منشی اظہر حسین صاحب ″	۸	″ ″	″ ″ ″

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۸۹	۱۴۹	۳۵	جناب عبداللہ عرف پنٹو صاحب روڑکی	۲/	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر بتوسط حاجی عبدالرحمن ومنشی طفیل احمد صاحبان
۹۰	۱۵۰	״	״ شیخ کریم اللہ عرف بندو صاحب ״	۲/	״	״ ״ ״
۹۱	۱۵۱	۳۶	״ مسٹر محمد احمد صاحب بی، ایس، سی ״	۴/	״	״ ״ ״
۹۲	۱۵۲	״	״ سید رفاقت حسین صاحب ״	عصہ/	״	״ ״ ״
۹۳	۱۵۳	״	״ منشی عبدالحمید خانصاحب ״	۱/	״	״ ״ ״
۹۴	۱۵۴	״	״ مستری عبدالرحمن عرف جبل صاحب ״	۱/	״	״ ״ ״
۹۵	۱۵۵	״	״ مستری محمد ابراہیم صاحب ״	۲/	״	״ ״ ״
۹۶	۱۵۶	״	״ امین سعید احمد صاحب کیرانوی ״	۸/	״	״ ״ ״
۹۷	۱۵۷	״	״ محترمہ اخلاصی بیگم صاحبہ ״	عصہ/	״	״ ״ ״
۹۸	۱۵۸	״	״ میاں محمد احمد صاحب معرفت شیخ محمد معصوم صاحب روڑکی	۲/	״	״ ״ ״
۹۹	۲۰۱	۳۷	جناب عبدالغفور و عبدالرحمن جی صاحبان ״ حاجی چاندجی و احمد جی صاحبان، گھسو جی صاحب ״ حسین بخش صاحب۔ پالی ریاست جودھپور	مجموعی رقم عصہ/	امداد عام (تعلیم)	بتوسط مولوی ناظم حسین صاحب جودھپور بذریعہ منی آرڈر۔
۱۰۰	۲۰۲	״	״ نور محمد و حاجی اللہ بخش صاحبان پالی ״	عہ/	״	״ ״
۱۰۱	۲۰۳	״	״ قادر بخش صاحب ״ ״	صہ/	״	״
۱۰۲	۲۰۴	״	״ محمد اکرم خانصاحب جودھپور	عصہ/	״	״ ״
۱۰۳	۲۰۵	״	״ بابو محمد ابراہیم صاحب ״	عصہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	״ ״
۱۰۴	۲۰۶	״	״ چاند خاں و حسین بخش خان صاحبان ״	عصہ/	امداد عام (تعلیم)	״ ״
۱۰۵	۲۰۷	״	״ خدا بخش صاحب ״	عہ/	״	״ ״
۱۰۶	۲۰۸	״	״ حکیم کبیر احمد صاحب ״	صہ/	وظائف طلبہ	״ ״
۱۰۷	۲۰۹	״	״ محمد عظیم خانصاحب ״	عصہ/	امداد عام (تعلیم)	״ ״
۱۰۸	۲۱۰	״	״ قاسم و عبدالستار صاحبان چڑوا	صہ/	״ ״	״ ״

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱۰۹	۲۱۱	۳۷	جناب نثار احمد صاحب چڑاوا۔ جودھپور	عگر/	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر بتوسط مولوی ناظم حسین صاحب۔
۱۱۰	۲۱۲	〃	〃 حاجی عبدل و محمد حسین صاحبان 〃	عصہ/	〃 〃	〃 〃
۱۱۱	۲۱۳	〃	〃 عیسیٰ جی پیر محمد صاحبان 〃	عصہ/	〃 〃	〃 〃
۱۱۲	۲۱۴	〃	〃 عبدالمجید صاحب 〃	عصہ/	〃 〃	〃 〃
۱۱۳	۲۱۵		〃 محمد ہاشم صاحب 〃	عصہ/	〃 〃	〃 〃
۱۱۴	۲۱۶	〃	〃 خواجو خانصاحب 〃	عـہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃 〃
۱۱۵	۲۱۷	〃	〃 رمضان علی صاحب جاگیردار 〃	عصہ/	امداد عام (تعلیم)	〃 〃
۱۱۶	۲۱۸	〃	〃 حیدر بخش خانصاحب 〃	عصہ/	〃 〃	〃 〃
۱۱۷	۲۱۹	〃	〃 عباس صاحب ولد کریم بخش صاحب 〃	عصہ/	〃 〃	〃 〃
۱۱۸	۲۲۰	〃	〃 عبداللہ صاحب، اللہ دین صاحب باغبان، مدد علی صاحب، محمد یوسف صاحب، جودھپور	عصہ/	〃 〃	〃 〃
۱۱۹	۲۲۱	〃	〃 شیخ عبدالحمید صاحب 〃	صہ/	〃 〃	〃 〃
۱۲۰	۲۲۲	〃	〃 حاجی محمد مقیم خاں و کریم بخش جی صاحبان 〃 (عصہ/ ۲)	عصہ/ ۲	〃 〃	〃 〃
۱۲۱	۲۲۳	〃	〃 رستم خانصاحب 〃	عصہ/	〃 〃	〃 〃
۱۲۲	۲۲۴	〃	〃 بشیر خاں صاحب 〃	عصہ/	〃 〃	〃 〃
۱۲۳	۲۲۵	〃	〃 جمعدار رحمن خاں، کالے خانصاحبان 〃 (عصہ/ ۲)	عصہ/ ۲	〃 〃	〃 〃
۱۲۴	۲۲۶	〃	〃 حاجی محمد جی و خدا بخش جی صاحبان 〃	عـہ	زکوٰۃ خیرات (نصف وظائف طلبہ)	〃 〃
۱۲۵	۲۲۷	〃	〃 سردار صاحب و استاد صاحب 〃	عصہ/	امداد عام (تعلیم)	〃 〃
۱۲۶	۲۲۸	〃	〃 اکبر جی و پیر جی صاحبان 〃	عصہ/	〃 〃	〃 〃
۱۲۷	۲۲۹	〃	〃 جمال الدین و کریم بخش جی صاحبان 〃	عصہ/	〃 〃	〃 〃
۱۲۸	۲۳۰	〃	〃 نتھو خانصاحب 〃	عصہ/	〃 〃	〃 〃
۱۲۹	۲۳۱	〃	〃 حاجی جمال الدین و لال محمد جی صاحبان 〃	عگر/	〃 〃	〃 〃
۱۳۰	۲۳۲	〃	〃 نظام الدین و عبدالرحمن صاحبان 〃	صہ/	〃 〃	〃 〃

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱۳۱	۲۳۳	۳۷	جناب حاجی شیخ بدرالدین والفوجی صاحبان جودھپور	عـہ ۵/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعۂ منی آرڈر۔ بتوسط مولوی ناظم حسین صاحب
۱۳۲	۲۳۴	"	" حاجی سید رمضان علی صاحب "	صہ/	" "	" "
۱۳۳	۲۳۵	"	" ڈاکٹر عبدالغفور صاحب "	صہ/	امداد عام (تعلیم)	" "
۱۳۴	۲۳۶	"	" حاجی محمد حنیف صاحب "	صہ/	" "	" "
۱۳۵	۲۳۷	"	" سیٹھ عبدالغنی و عبدالکریم صاحبان "	۸/	" "	" "
۱۳۶	۲۳۸	"	" ماسٹر رشید احمد صاحب "	۸/	" "	" "
۱۳۷	۲۳۹	"	منجانب جناب شاہ حسین صاحب مرحوم و محمد ابراہیم صاحب مرحوم، جودھپور	عصہ/	" "	" "
۱۳۸	۲۴۰	"	" غلام مصطفیٰ صاحب "	صہ/	" "	" "
۱۳۹	۲۴۱	"	" بابو قدرت اللہ و بابو مستری مصطفیٰ جی و بابو حاجی رمضان صاحبان جودھپور	ـــے/	" "	" "
۱۴۰	۲۴۲	"	جناب بابو عبدالرحمٰن و بابو عبدالمصطفیٰ و بابو عبداللہ صاحبان جودھپور	عیہ/	" "	" "
۱۴۱	۲۴۳	"	" حاجی بابو محمد جی صاحب "	عـہ ۵/	" "	" "
۱۴۲	۲۴۴	"	" مستری بابو نور محمد جی و بابو محمد حنیف صاحب جودھپور	عاہ/	" "	" "
۱۴۳	۲۴۵	"	" بابو عبدالقدیر صاحب "	عصہ/	" "	" "
۱۴۴	۲۴۶	"	" بابو عبدالغنی و بابو عبدالکریم صاحبان "	عصہ/	" "	معرفت بابو قدرت اللہ صاحب
۱۴۵	۲۴۷	"	" بابو رمضان جی صاحب ٹھیکہ دار "	عصہ/	" "	بتوسط مولوی ناظم حسین صاحب ذریعۂ منی آرڈر
۱۴۶	۲۴۸	"	" بابو محمد بخش جی صاحب "	عصہ/	" "	"
۱۴۷	۲۴۹	"	" ٹھیکہ دار بابو عبدالغنی صاحب	عاہ/	" "	"
۱۴۸	۲۵۰	"	" بابو انوار ہاشمی صاحب	عاہ/	" "	"

آمدنی از فروخت ٹکٹ ہائے امدادی

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱۴۹	۲۰۳/۲۰۴	۴۴	جناب محترمہ بانی صاحبہ والدہ حقیقی نواب زادہ فخرالملک ملک خضر حیات خانصاحب ٹوانہ لاہور	عـہ/	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر
۱۵۰	۲۰۵/۲۰۶	؍	جناب ایم تنزیل الرحمٰن صاحب مرادآباد	عـہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	؍
۱۵۱	۲۰۷/۲۰۸		؍ حاجی ابراہیم لطیف صاحب بمبئی	عـہ/	امداد عام (تعلیم)	؍
۱۵۲	۲۰۹	؍	؍ شیخ ظہور احمد و منظور احمد صاحبان امروہہ مرادآباد	صہ/	؍	؍
۱۵۳	۲۱۰	؍	؍ محمود احمد و مقصود احمد صاحبان نانپارہ	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	؍
۱۵۴	۲۱۱	؍	؍ حاجی عبدالرحیم خانصاحب خرجہ بلند شہر	صہ/	؍	؍
۱۵۵	۲۱۲	؍	؍ خانبہادر شیخ عبدالرحمٰن صاحب علی گڑھ	صہ/	امداد عام (تعلیم)	؍
۱۵۶	۲۱۳/۲۱۴	۴۵	محمد ایوب و حافظ محمد زکریا صاحبان جونپور	عـہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	؍
۱۵۷	۲۱۵/۲۱۶	؍	؍ مرزا اصغر علی بیگ صاحب چنیوٹ ضلع جھنگ	عـہ/	؍	؍
۱۵۸	۲۱۷/۲۱۸	؍	؍ گلاب حسین صاحب رنگون	عـہ/	امداد عام (تعلیم)	؍
۱۵۹	۲۱۹	؍	؍ عبدالرحمٰن صاحب فضا بھٹنڈہ	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	؍
۱۶۰	۲۲۰	؍	؍ مولوی عالم علی صاحب بہاولپور	صہ/	؍	؍
۱۶۱	۲۲۱	؍	؍ الیف، حق صاحب پیلی بھیت	صہ/	؍	؍
۱۶۲	۲۲۲	؍	؍ مولوی محمد انوار الحق صاحب نینی تال	صہ/	؍	؍
۱۶۳	۲۲۳	؍	؍ ایک اہل خیر جزاہ اللہ، معرفت جناب مولوی ابوالمعین سعید بخت صاحب سلہٹ	صہ/	امداد عام (تعلیم)	بتوسط حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی ذریعہ منی آرڈر۔
۱۶۴	۲۲۴	؍	حضرت بیگم رئیس صاحبہ بذریعہ ایچ عبدالقیوم کمپنی ۔ فیض آباد	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	؍
۱۶۵	۲۲۵	۴۴	جناب حبیب اللہ میاں صاحب سلہٹ	صہ/	وظائف طلبہ	بتوسط حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی
	۲۳۰	۴۵	؍ ؍ ؍	صہ/	خرید کتب وقفیہ	؍ ؍

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱۶۶	۷۳۱	۲۵	محترمہ والدہ صاحبہ محمد تسمیم عثمانی کرانوی دہلی۔	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذات خود
۱۶۷	۷۳۲	″	″ والدہ صاحبہ صبیحہ خاتون عثمانیہ ″	صہ/	″ ″	″
۱۶۸	۷۳۳/۷۳۴	″	جناب مستو میاں صاحب سلہٹ	عـہ/	″ ″	ذریعہ منی آرڈر
۱۶۹	۷۳۵/۷۳۶	″	″ مولانا شکراللہ صاحب مبارکپور ضلع اعظم گڑھ	عـہ/	″ ″	″
۱۷۰	۷۳۷/۷۳۸	″	″ مولانا محمد عبدالغنی صاحب شملہ	عـہ/	امداد عام (تعلیم)	″
۱۷۱	۷۳۹/۷۴۰	″	منجانب رسالہ ۱۹ لانسرز بتوسط حافظ محمد شریف صاحب ورسالدار رسلک محمد خان صاحب چھاونی سیالکوٹ۔	عـہ/	فطرہ (وظائف طلبہ)	″
۱۷۲	۷۴۱	″	جناب مولوی ممتاز علی صاحب نگینہ، بجنور	صہ/	امداد عام (تعلیم)	″
۱۷۳	۷۴۲	″	″ اللہ بندہ صاحب دہلی	صہ/	کتب خانہ	″
۱۷۴	۷۴۳	″	″ مولوی محمد عبدالغفور صاحب حیدرآباد، دکن	صہ/	امداد عام (تعلیم)	″
۱۷۵	۷۴۴	″	″ حاجی فتح محمد خانصاحب، ڈیرہ غازیخان	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	″
۱۷۶	۷۴۵	″	″ محمد حنیف صاحب محمدی ہوٹل، جودھپور	صہ/	امداد عام (تعلیم)	″
۱۷۷	۷۴۶ تا ۷۴۹	″	″ ڈپٹی عبدالصمد خانصاحب، شیرکوٹ، بجنور	عـہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	″
۱۷۸	۷۵۰	″	″ محترمہ بیگم رئیس صاحبہ بذریعہ ایچ عبدالقیوم کمپنی۔ فیض آباد۔	صہ/	″ ″	″
۱۷۹	۷۵۱	۲۶	جناب حبیب اللہ میانصاحب سلہٹ	صہ/	امداد عام (تعلیم)	″
۱۸۰	۷۵۲	″	″ سید محمد عارف صاحب سہارنپور	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	″
۱۸۱	۷۵۳	″	″ ایچ محمد، ایچ ڈی محمد صاحب رنگون	صہ/	امداد عام (تعلیم)	″
۱۸۲	۷۵۴	″	″ خانصاحب محمد قمر علی خان صاحب سہسرام	صہ/	″ ″	″
۱۸۳	۷۵۵	″	″ محمد قمرالدین صاحب کانکی نارا ضلع ۲۴ پرگنہ	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	″
۱۸۴	۷۵۶	″	″ حکیم سید محمد شفیع صاحب ″	صہ/	″ ″	″
۱۸۵	۷۵۷	″	″ خانصاحب سید احمد شاہ صاحب پشاور	صہ/	امداد عام (تعلیم)	″
۱۸۶	۷۵۸	″	″ شیخ عمرالدین صاحب لودھیانہ	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	″

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱۸۷	۷۵۹/۷۶۰	۴۶	جناب الحاج ڈاکٹر محمد خلیل الرحمٰن صاحب آرہ	عہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر
۱۸۸	۷۶۱	″	″ محمد اسمٰعیل صاحب جگدل ضلع ۲۴ پرگنہ	صہ	″ ″	″ معرفت مولانا محمد یعقوب صاحب
۱۸۹	۷۶۲		″ عبدالمتین صاحب کانکی نارا ″	صہ	″ ″	″ امام جامع مسجد ″
۱۹۰	۷۶۳	″	″ محترمہ والدہ صاحبہ محمد حنیف صاحب ″	صہ	″ ″	″ ″
۱۹۱	۷۶۴	″	″ حاجی عبدالشکور صاحب ″ ″	صہ	″ ″	″ ″
۱۹۲	۷۶۵	″	″ ایم محمد حیات خانصاحب مالیرکوٹلہ	صہ	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر
۱۹۳	۷۶۶	″	″ صدیق محمد صاحب چشتی ڈیرہ غازیخان	صہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ) امداد قحط	″
۱۹۴	۷۶۷	″	″ سیٹھ یوسف حاجی احمد صاحب رنگون	صہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	″
۱۹۵	۷۶۸	″	″ ایم مائیت صاحب مولمین (برما)	صہ	″ ″	″
۱۹۶	۷۶۹	″	″ حکیم مسیح الرحمٰن صاحب کلکتہ	صہ	امداد عام (تعلیم)	″
۱۹۷	۷۷۰		″ حافظ نذیر احمد صاحب علوی دھامپور بجنور	صہ	″ ″	″
۱۹۸	۷۷۱		″ حاجی سید تبارک حسین صاحب مونگیر	صہ	″ ″	″
۱۹۹	۷۷۲	″	″ راؤ محمد اسمٰعیل خانصاحب حمیدپورہ انبالہ	صہ	″ ″	″
۲۰۰	۷۷۳	″	″ عبدالصمد صاحب کولمبو	صہ	″ ″	بتوسط اے، ایچ، پی، نور محمد لمیٹڈ کمپنی
۲۰۱	۷۷۴	″	″ آدم شریف صاحب ″	صہ	″ ″	″ ″
۲۰۲	۷۷۵		″ مولوی شفیق محمد خانصاحب آبھا، سہارنپور	صہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ شیخ الحدیث صاحب مدرسہ مظاہر العلوم
۲۰۳	۲۳	۳	″ حاجی محمد احمد صاحب کلامی بنگلور سٹی	صہ	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر
۲۰۴	۲۴		″ چودھری حسن زمان خانصاحب ″	صہ	″ ″	ذریعہ منی آرڈر بتوسط حاجی محمد صاحب کلامی
۲۰۵	۲۵/۲۶	″	″ تجمل حسین صاحب بمبئی ۸	عہ	″ ″	ذریعہ منی آرڈر
۲۰۶	۲۷	″	″ ایم شریف صاحب سنگاپور	صہ	″ ″	″
۲۰۷	۷۲۰/۷۲۱	۱۷۷	″ منشی عبدالعزیز خانصاحب جودھپور	[illegible]	کتب وقفیہ	″
۲۰۸	۷۲۲/۷۲۳	″	″ مولوی سید اخلاص حسین صاحب بردوئی	عہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	″ بتوسط جناب حکیم محمد بہاءالدین صاحب
۲۰۹	۷۰۴	″	″ منشی منظور حسن صاحب ″	عصہ	وظائف طلبہ	″
۲۱۰	۷۲۵	″	″ مولانا عبدالقیوم صاحب ″	عصہ	امداد عام (تعلیم)	″

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۲۱۱	۴۳۲/۴۳۳	۱۷۵	جناب محمد منیر الدین حیدر صاحب بھاگل پور سٹی	عالر	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر
۲۱۲	۴۳۴/۴۳۵	〃	〃 سید حسن احمد شاہ صاحب وکیل کان پور	عالر	〃 〃	〃
۲۱۳	۴۳۶/۴۳۷	〃	〃 محترمہ بیگم صاحبہ بشیر احمد صاحب لاہور	عالر	〃 〃	〃
۲۱۴	۴۳۸	〃	〃 مولوی محمد نعمان صاحب مانسہرہ (سرحد)	عصر	وظائف طلبہ	〃
۲۱۵	۴۳۹	〃	〃 مولوی حافظ قاری ضیاء اللہ صاحب عثمانی پانی پتی ۔ شملہ	عصر	امداد عام (تعلیم)	〃
۲۱۶	۴۴۰	〃	جناب منشی سید حسن صاحب مکن پور ضلع کانپور	عصر	وظائف طلبہ	ذریعہ منی آرڈر بتوسط مولوی سید سلطان احمد صاحب جعفری فاضل دیوبند
۲۱۷	۴۴۱	〃	〃 شیخ جان اللہ صاحب معمار 〃	عصر	〃	〃 〃
۲۱۸	۴۴۲	〃	〃 شیخ اللہ رکھو صاحب معمار 〃	عصر	〃	〃 〃
۲۱۹	۴۴۳	〃	〃 منشی عنایت حسین صاحب 〃	عصر	〃	〃 〃
۲۲۰	۴۴۴	〃	〃 مولوی کلب علی صاحب 〃	عصر	〃	〃 〃
۲۲۱	۴۴۵	〃	〃 نصیر خاں صاحب 〃	عصر	〃	〃 〃
۲۲۲	۴۴۶	〃	〃 سید نذیر احمد صاحب 〃	عصر	〃	〃 〃
۲۲۳	۴۴۷	〃	〃 سید بانگی میاں صاحب 〃	عصر	〃	〃 〃
۲۲۴	۴۴۸	〃	〃 حافظ حاجی غوث محمد صاحب 〃	عصر	〃	〃 〃
۲۲۵	۴۴۹	〃	〃 سید خلیل حیدر صاحب 〃	عصر	〃	〃 〃
۲۲۶	۴۵۰	〃	〃 اللہ دیا صاحب کوزہ گر ملپور	عصر	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر بتوسط قاضی ظفر احسن صاحب
۲۲۷	۱۰۱	۱۱	〃 محمد حیات صاحب کلکتہ	صر	〃 〃	ذریعہ مولوی سعید الحسن صاحب سفیر مدرسہ
۲۲۸	۲۰۲	۲۳	〃 عبد الخالق صاحب 〃	عصر	〃 〃	〃 〃
۲۲۹	۲۵/۲	۱۳	〃 چودھری اللہ راضی صاحب موضع کسیرہ ضلع مظفر نگر	عصر	〃 〃	ذریعہ منی آرڈر - بابت ماہ شوال سنہ ۶۰ھ
۲۳۰	۴۵۱	۱۷۶	〃 مفتی مسعود بن اسمعیل صاحب ماپور ضلع میرٹھ	عصر	〃 〃	〃 بتوسط قاضی ظفر احسن صاحب

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۲۳۱	۵۲	۱۷۶	جناب میاں جان خان صاحب کانکی نارا ضلع ۲۴ پرگنہ	عصر	زکوۃ (وظائف طلبا)	بتوسط جناب مولانا محمد یعقوب صاحب امام مسجد جامع ذریعہ ڈاک
۲۳۲	۵۳/۵۴	"	" صدر خان صاحب کانکی نارا "	عا ر	"	" "
۲۳۳	۵۵	"	" نبی اصغر پسر عبد الشکور صاحب "	عصر	"	" "
۲۳۴	۵۶	"	" محمد رضا خان صاحب دھورہ	عصر	"	ذریعہ منی آرڈر بتوسط مرزا محمود احمد بیگ صاحب
۲۳۵	۵۷/۵۸		" عبد الرحیم صاحب گارڈ کلکتہ	عا ر	امداد عام (تعلیم)	" بتوسط حکیم مسیح الرحمن صاحب
۲۳۶	۵۹	"	" محترمہ اہلیہ صاحبہ مسٹر محمد منعم صاحب عباسی پانی پت	عصر	"	بتوسط معتمد صدر دفتر بابت ماہ نومبر
۲۳۷	۶۰ تا ۶۲	"	" اہلیہ صاحبہ عبد الرحمن صاحب چودھری اجودھیاپور	سے ر	"	ذریعہ منی آرڈر بتوسط محمد عثمان حافظ فضل الرحمن صاحبان
۲۳۸	۶۳	"	سکینہ بائی صاحبہ "	عصر	"	" "
۲۳۹	۶۴	"	" محمد عثمان حافظ فضل الرحمن صاحبان "	عصر	"	" "
۲۴۰	۶۵/۶۶	"	" حاجی محمد یعقوب صاحب شولپوری	للعہ ر	زکوۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر
۲۴۱	۶۷/۶۸	"	" چودھری نظیر احمد صاحب سہارنپور	للعہ ر	"	" بتوسط شیخ الحدیث صاحب مدرسہ مظاہر العلوم، سہارنپور
۲۴۲	۶۹	"	" محترمہ اہلیہ صاحبہ سید عبد الخالق صاحب سیدپور سلہٹ	عصر	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر
۲۴۳	۷۰	"	" عبد الوہاب صاحب مہو	عصر	"	"

میزان آمدنی بذریعہ صدر دفتر ماہ شوال سنہ ۶۰ھ الصہ ر ۲ /

آمدنی از فروخت ٹکٹ ہائے امدادی ذریعہ مجلس امداد لکھنؤ

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۲۴۴	۶۱/۴۲	۷	محترمہ والدہ صاحبہ خانصاحب چودھری محمد مسعود صاحب، بارہ بنکی بسعی مولانا محمد کامل صاحب بحر العلومی	عہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذریعہ سید احمد شفیع صاحب سکرٹری مجلس امداد لکھنؤ۔ نوٹ :-
۲۴۵	۴۵۱	۳۴	جناب الحاج ظہیر احمد صاحب خیرآباد ″	صہ	امداد عام (تعلیم)	″ یہ رقوم مجلس امداد
۲۴۶	۴۵۲	″	″ الحاج مولانا حکیم محمد بشیر خانصاحب ″	صہ	″ ″	″ لکھنؤ کی آخر ماہ رمضان ۶۰ھ
۲۴۷	۴۵۳	″	″ مولانا سید نجم الحسن صاحب ″	صہ	″ ″	″ میں وصول ہوگئی تھیں لیکن
۲۴۸	۴۵۴	″	″ قاضی حبیب اشرف صاحب سیتاپور ″	صہ	″ ″	″ صدر دفتر دہلی کو منی آرڈر جات
			میزان آمدنی مجلس امداد لکھنؤ۔	سہ		تاخیر سے وصول ہوئے، اس لئے گذشتہ ماہ میں شائع نہ ہوسکیں۔

ضروری تصحیح

"ندائے حرم" بابت ماہ شوال ۶۰ھ میں جو "صحیفہ سعادت" بابت ماہ رمضان المبارک ۶۰ھ شائع ہوا ہے، ناظرین کرام و معطیان عظام اس میں مندرجہ ذیل تصحیح فرمائیں۔

صـ۵۱ نمبر شمار ۲۱۲ پر حافظ محمد حسین صاحب کی رقم بجائے پانچ روپیہ صہ کے، دس روپیہ عہ ہے

صـ۶۳ نمبر شمار ۲۰۴ پر بابو عبد الحمید صاحب کی بجائے بابو عبد الحلیم صاحب ہونا چاہیئے۔

صـ۶۷ نمبر شمار ۴۰۰ پر احمد حسن صاحب قریشی کی سکونت رڑکی کی بجائے الٰہ آباد ہونی چاہیئے

احقر ضیاء الدین احمد عفی عنہ

معتمد صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ۔ دہلی قرول باغ

عازمانِ حج ضرور پڑھیں ان کے کام کی بات

دارالعلوم حرم مدرسہ صولتیہ ھند یہ مسلمانانِ ہندوستان کا حجاز مقدس میں واحد قومی ادارہ اور مشترکہ مذہبی تحریک ہے۔ اس لئے ہر سال زمانۂ حج میں با خبر حجاج کرام کی ایک بڑی تعداد اپنی ڈاک اور خطوط از مانۂ قیام حجاز میں مرکزی دفتر مدرسہ کے ذریعہ منگاتے ہیں، کیونکہ ان کو اس امر کا پورا اطمینان ہے کہ مدرسہ صولتیہ کے پتہ پر آمدہ خطوط ضائع نہ ہوں گے، اور وقت پر ملیں گے۔

ڈاک کی قدر و قیمت اور اس مبارک سفر میں احباب و اعزہ کے پُر مسرت خطوط کی خوشی ان کے دلوں سے پوچھئے جو باقاعدہ زندگی کے عادی ہیں، اور جو اس قدر طویل سفر میں وقت پر ضروری حالات اور متعلقین کی خیریت سے مطمئن رہنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہمیشہ کارکنان مرکزی دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ نہایت احتیاط اور اہتمام کے ساتھ خدا کے مہمانوں اور زائرین حرم کی اس خدمت کو اپنا فرض منصبی سمجھ کر ادا کرتے ہیں، اور وقت پر بلاتردد ان حضرات کو اپنی ڈاک مل جاتی ہے، نہ صرف یہ بلکہ مکہ معظمہ سے حجاج کی روانگی کے بعد بھی معتبر ذرائع سے ان کی ڈاک مدینہ منورہ اور جدہ تک بھیجنے کا انتظام کیا جاتا ہے، مگر اکثر حالات میں جو دشواریاں پیدا ہوتی ہیں ان کے متعلق ان حضرات کو امور ذیل کی طرف توجہ کرنی چاہئے، جن کی قیمتی ڈاک اپنے اس قومی ادارہ کے ذریعہ زمانہ حج میں آتی ہے۔

۱۔ مرسل الیہ کے نام کے ساتھ لفافہ پر صرف اس قدر پتہ لکھنا کافی ہے

بتوسط ناظم صاحب مدرسہ صولتیہ، پوسٹ بکس ۱۱۴ مکہ مشرفہ، حجاز۔

(P. Box No. 114. Mecca-Arabia)

۲۔ حجاز کے خطوط کا محصول حسب ذیل ہے:۔

(۱) کارڈ کا محصول ۲ ر (ب) معمولی خطوط کا محصول ۳۰ ر (ج) رجسٹرڈ کا محصول ۰۶ ر

۳۔ مکہ معظمہ پہونچنے کے بعد دفتر مدرسہ کو اپنے جائے قیام سے مطلع فرماویں تاکہ ڈاک کے بھیجنے میں دقت نہ ہو۔ ورنہ ہنگامۂ حج کے زمانہ میں ایسے حضرات کو تلاش کرنا جن کی مکہ میں جائے قیام معلوم نہ ہو، یا ان کی طرف سے دفتر مدرسہ میں کوئی اطلاع نہ ہو، دشواری کا باعث ہے۔

الملتمس محمد عبداللہ سر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ

ندائے حرم

عدد ۱۲ — مسئول ضیاء الدین احمد — جلد اوّل

سنہ ۶۰ھ — سنہ ۴۲ء

ماہ ذوالحجہ (مطابق جنوری)

صفحہ

طلباء سے بلا تخصیص سالانہ چندہ صرف ایک روپیہ (عہ)

پیامِ عمل

آؤ۔ اے دوستو مل جُل کے کوئی کام کریں

آؤ کچھ کام کریں، خدمتِ اسلام کریں　　آؤ۔ پھر کام کریں، صبح سے تا شام کریں
آؤ۔ اے دوستو مل جُل کے کوئی کام کریں

آؤ۔ سب مل کے کریں سجدۂ اخلاص و وفا　　آؤ۔ پھر عشق کو فرخندۂ و فرجام کریں
آؤ۔ اے دوستو مل جُل کے کوئی کام کریں

آؤ۔ پھر دولتِ دنیا کو لٹا دیں دیں پر　　آؤ۔ اک کام پئے مرکزِ اسلام کریں
آؤ۔ اے دوستو مل جُل کے کوئی کام کریں

آؤ پھر نعرۂ تکبیر لگائیں مل کر　　اپنے اللہ کا دنیا میں بڑا نام کریں ۳

آؤ۔ اے دوستو مل جُل کے کوئی کام کریں

آؤ۔ پھر علم سے تقدیر بنائیں اپنی آؤ۔ قرآن کی تعلیم کو پھر عام کریں

آؤ۔ اے دوستو مل جُل کے کوئی کام کریں

آؤ۔ پھر آج سے اسلام کا پرچم لہرائیں آؤ۔ پھر آج سے پابندی احکام کریں

آؤ۔ اے دوستو مل جُل کے کوئی کام کریں

آؤ۔ پھر حق کی حمایت کیلئے پھر سب اٹھیں آؤ۔ شیطان کو سب مل کے تہ دام کریں

آؤ۔ اے دوستو مل جُل کے کوئی کام کریں

سب اُٹھیں وقت پہ اور وقت کی قیمت سمجھیں کچھ نہ کچھ کام بہر رنگ و بہر گام کریں

آؤ۔ اے دوستو مل جُل کے کوئی کام کریں

ہم مسلمان ہیں، ہمیں شکوہ شکایت سے غرض؟ ہم مسلمان ہیں کیوں شکوۂ ایام کریں

آؤ۔ اے دوستو مل جُل کے کوئی کام کریں

غازی

حرمین شریفین میں وابستگان دولت آصفیہ کے لئے

اعلیٰحضرت تاجدار دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ سے استدعائے کرم

حرم محترم مکہ معظمہ دنیا کا وہ پہلا بابرکت مقام ہے جس کی تقدیس وعظمت کی شہادت قرآن عظیم اور صاحب قرآن سردار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ یہ خدا کا وہ پاک گھر ہے جس میں داخل ہونے والا مصیبت اور بلا سے محفوظ و مامون رہتا ہے اور اس در سے وابستگی عزت و نیک نامی کا سبب ہے۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام حرم پاک کو دیکھ کر بارگاہ الٰہی میں دعا مانگتے

اللّٰھمّ زِدْ بیتک ھٰذا شرفًا وتعظیمًا وتکریمًا وبرًّا ومھابۃً (طبرانی)　　　اے اللہ اپنے اس گھر کو ہر قسم کی عزت، برتری، قبولیت اور رعب وہیبت عطا فرما۔

یہی وہ مرکز رحمت ہے جو قرآن اور وہ رحمۃ للعالمین ہونے کا شرف حاصل ہے۔

حرم مدنی ... کی مثال نہیں ... جو شہر مدینۃ النبی اور آرام گاہ سید العالمین ... تو وہ آقائے مدینہ کے حق میں ظالم ہے۔"

مکہ اور مدینہ کا نام ہر مسلمان کی زبان پر ہے، مگر کتنے معلوم ہیں کہ یہاں کے باشندے زمانہ جنگ کے ہولناک اثرات سے کس قدر معاشی مجبوریوں میں گرفتار ہیں ... ممالک کی حالت سامنے ہو۔ بے آب وگیاہ اور بے زر ... ملک کی حالت کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں۔

اہل حرمین شریفین کے نام سے اس درد مندانہ اپیل کے لئے ہماری نگاہ عقیدت **اعلیٰحضرت تاجدار دکن** خلد اللہ ملکہ کے ... جود و عطا کی طرف متوجہ ہوتی ہے، حرمین شریفین میں وابستگان دولت آصفیہ ابدہا اللہ کی جانب سے بندگان **اعلیٰ حضرت** اقدس واعلیٰ کے حضور میں پر امید دل سے نکلی ہوئی "پر درد ندا" ایک معروضہ کی صورت میں پیش کر چکا ہوں کہ ساکنان حرمین کے حال زار پر نظر کرم فرمائی جائے، اور ان دعاگویان سرکار عالی کو ان کے وظائف کے ساتھ زمانہ جنگ کا "الاؤنس" دئے جانے کا حکم محکم صادر فرما کر اہل حرمین کو یک گونہ سکون واطمینان کی دولت سے مالا مال کیا جائے۔

اس وقت دولت آصفیہ نصرہا اللہ کی روایات خیر وبرکت ہی ان باشندگان حرمین دعاگویان ذات والا صفات کی موجودہ معاشی مشکلات اور تنگدستی کو دور کر سکتی ہیں جن کی نظر خدا کے سوا کسی پر نہیں۔

دعاگو۔ محمد سلیم۔ ناظم۔ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ۔

فردوس مکان علیا نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ کی یاد

اہل حرمین شریفین کیلئے حکومت بھوپال ایدہا اللہ سے اپیل

آج دنیا میں جو ہوش ربا جنگ بپا ہے، اس نے کس طرح دوارب انسانوں کے لئے دیکھتے ہی دیکھتے ایک قیامت کی شکل اختیار کرلی، آنکھیں حیران، دل ہراساں، دماغ پریشان ہیں جنگی میدانوں میں انسانوں کے سر پر جو کچھ گذر رہی ہے اس کا تصور کرنا مشکل ہے، امن کے دارالسلطنتوں میں بھی دلوں کے چراغ گل ہوچکے ہیں۔

دنیا کی موجودہ حالت کو سامنے رکھکر حجاز مقدس کے باشندوں کی مشکلات اور پریشان کن حالات کا اندازہ کیا جائے، تو سنگ وفولاد سے بنے ہوئے دل بھی پگھل جائیں گے یہاں کی حکومت دوسری حکومتوں کی طرح بھرپور خزانوں کی مالک نہیں، یہاں کے باشندے دوسرے ممالک کے باشندوں کی طرح بادشاہ بے ملک نہیں، جنگ نے حج کے مراسم پر جو اثر ڈالا اس سے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے غریب الحال باشندوں کی روزی اور معاش کے اکثر وسائل ان کے ہاتھ سے نکل گئے۔ آج سے پچاس برس پہلے دنیائے اسلام کے مسلمانوں کے دل میں اہل حرمین کا جو درد تھا اس کو زمانہ کی کج رفتاری اور نئی تہذیب کے اثر نے کم کردیا۔

گذشتہ عالمگیر جنگ میں علیا حضرت نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ مرحومہ حیات تھیں اہل حرمین کی پریشان کن حالت کا اندازہ فرمایا، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں دعاگویان ونمک خواران ریاست کے وظائف میں "جنگ کے الاونس" کا اضافہ کرکے درجۂ احسان پایا۔

آج مرحومہ کے جانشین جوان بخت، سکندر صولت نواب محمد حمید اللہ خان ادامہ اللہ تعالیٰ فرمانروائے بھوپال ہیں، ہم دل کے درد اور جذبات کے خلوص کے ساتھ حکومت بھوپال کو ساکنان حرمین شریفین کے حال پر توجہ دلاتے ہیں، یہ کسی ایک شخص کی ذات یا دنیا کی ایک قوم کا مسئلہ نہیں بلکہ اسلامی دنیا کے تمام مسلمانوں کا فرض ہے جس کو انجام دینے کے لئے تاریخ حاضر کی بڑی اور ممتاز شخصیتوں اور خدا پرست قلوب اور حساس دماغوں کی ضرورت ہے۔

حرمین شریفین میں دعاگویان اعلیٰ حضرت فرمانروائے بھوپال دام اقبالہ کو امداد جنگ دئے جانے کے لئے جو درخواست پیش کرچکا ہوں یقین ہے کہ یہ کمزور آواز بے اثر نہ رہی ہوگی۔ اور اعلیحضرت سکندر صولت خلدہ اللہ کے مراحم عالیہ سے سعی فی الخیر کی یہ حقیر کوشش ناکام نہ رہے گی۔

دعاگو، محمد سلیم۔ ناظم۔ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ۔

اثرات

قوم کی زندگی میں مرکز کا درجہ

علامہ اقبال مرحوم نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو پیغام دیا تھا۔ "بگذر از لامرکزی پائندہ شو" نالہ ائے حرم ابتدا کار سے مرکز کا کلمہ بلند کر رہا ہے۔ دنیا کی کوئی قوم اپنے مرکز حیات سے علاحدہ ہو کر اپنی حیات کو باقی نہیں رکھ سکتی، اسلام کے حکم بردار بندے اپنے مرکز اقدس اور حرم مقدس سے علاحدہ ہو کر کیسے زندہ و پائندہ رہ سکتے ہیں۔

بارے اب مسلمانوں میں یہ احساس ابھر رہا ہے، مولوی عبدالحمید صاحب نے نظارت دینیات اسلامیہ کالج لاہور کے زیر اہتمام ایک خطبہ ارشاد فرمایا ہے، فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مکہ کے بعد مدینہ میں سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ایک جماعت تیار فرمائی، اور سب سے اول مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ جو مسلمانوں کی تمام ضروریات حیات کا مرکز بن گئی۔ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے پاس صرف ایک مسجد تھی۔ ۹ کروڑ مسلمانان ہند کے پاس ۶ لاکھ مسجدیں ہیں، لیکن پھر بھی جو نتائج اس ایک مسجد کے مرکز سے پیدا ہوئے، ہم ۶ لاکھ مرکزوں کے ہوتے ہوئے بھی ان سے محروم ہیں۔"

آخر یہ کیوں ہے؟ اس محرومی کا سبب، اس کی وجہ، ظاہری یا حقیقی علت؟ ۹ کروڑ مسلمانوں پر نہ جائیے، پورے ستر کروڑ مسلمانوں کے تصور سے دل کی دنیا کو بھر لیجئے۔ اور لاکھوں کروڑوں مسجدوں کا تصور فرمائیے، سب جگہ حالت ایک ہی پائیے گا۔

وجہ ظاہر ہے، مکہ معظمہ ہماری روحانی زندگی کا دارالسلطنت تھا، اور مدینہ منورہ ہماری اجتماعی حیات کا پایہ تخت، ایک حرم امن تھا، دوسرا حرم سلام، دو کا کیا ذکر کیجئے، دونوں ایک تھے، اور دونوں کا مرکز خدا کا گھر (بیت اللہ) تھا، جب سلامی ترقی کی رفتار نے مکہ کو چھوڑ کر دمشق اور بغداد کو مرکز بنایا، حقیقی ترقی نے تنزل کا رنگ قبول کر لیا، جب تک حکومت باقی رہی تنزل کا راز نہ کھلا، حکومت کے بعد تنزل کا راز کھلا۔ تو ہمارا تصور اتنا باغی ہوگیا کہ اصل مرکز پر نہیں آتا، قوم کے مصلح، امت کے رہنما، جب تک اس نکتہ کو نہیں سمجھیں گے تمام کوششیں بے کار رہیں گی۔

"من یطع اللہ و رسولہ فقد رشد و من یعصہما فقد غویٰ وضل ضلالا بعیدا۔" صدیق اکبرؓ

مسافرانِ حرم

وہ "خوش قسمت انسان جو اللہ اور اس کے رسول کا ہو رہا، اچھی طرح بن گیا اور سیدھی راہ لگا، اور وہ بدنصیب جس نے اللہ اور رسول سے بغاوت کی جرأت کی یقیناً کھویا گیا اور راہ حق سے دور جا پڑا"

ہماری دنیا میں دو قسم کے انسان کارفرما ہیں، ایک ربّانی، جو خدا کے لئے پیدا ہوئے، خدا کے لئے زندہ رہے اور ہمیشہ کے لئے خدا کے ہو رہے۔ دوسرے شیطانی۔ جو خدا کے فضل سے دنیا میں آئے اور شیطان کے مکر سے خدا سے کٹ کر علیحدہ ہو گئے، خداوند برتر آج اپنے بندوں کو کھلی نشانیاں دکھا رہا ہے، اس کی آیتیں ہر قوم کی پیشانی پر لکھی ہوئی ہیں اور ہر ایک نظر آنکھوں کی راہ دل میں اتر سکتی ہیں۔

خدا کے وہ قوانین جن کے ہر نقش کو سرکش انسانوں نے لوح قلب سے مٹا دیا تھا، آج منکروں کے دل پر بھی پتھر کا نقش بنے ہوئے ہیں، اس زمانہ میں وہ انسان بھی ہیں جو صبح کو اپنے ارادوں کی کتاب کھول کر بیٹھتے ہیں تو شام تک خدا کا نام نہیں لیتے۔ "دنیا اور دنیا" یہ ہے ان کا نصب العین جس کے لئے ان کا جینا اور مرنا ہے، اور وہ بھی ہیں جو آفتاب سے پہلے بیدار ہوتے ہیں اور خدا کے دربار سے اجازت پاکر صبح کی جدوجہد کو شام کی زندگی سے ملا دیتے ہیں۔ ان کی زندگی اور زندگی کا ہر دن، ہر ساعت

بہ لمحہ خدا کی مرضی کی تعمیل، خدائی فرائض و واجبات کی ادائیگی، اور احکام کی پیروی میں گذرتا ہے۔

انہی ربانی انسانوں میں وہ اصحاب ہیں جو امسال حج کے مبارک و مسعود روحانی اجتماع میں شرکت کے لئے اطراف عالم سے مرکز اسلام میں وارد ہوئے ہیں، ان کو واقعات نے ڈرایا مگر وہ ڈر نہ جا سکے، ان کو سال بھر کے حادثوں نے ہراساں کرنا چاہا، مگر وہ ہراس سے شکست نہ کھا سکے، ان میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی، سن رسیدہ بھی ہیں اور ضعیف بیمار بھی، ان میں جوان رعنا بھی ہیں اور بچے بھی، حق تعالیٰ ان کو امن و سلامتی کے ساحل سے فضل و رحمت کے ساحل تک پہونچا چکا ہے، بعافیت تمام واپس لائے۔

الحمد للہ ہمیں اخباری اطلاعات حاجیوں کے بعافیت پہونچنے کی اطلاع مل چکی ہے، حضرت مولانا محمد سلیم صاحب ناظم مدرسہ عالیہ صولتیہ کا تار ہمیں موصول ہوا ہے کہ ان کا جہاز بھی اطمینان کے ساتھ حجاز کے مقدس ساحل پر پہونچ گیا۔ مولانائے محترم، امت کی تقدیر کو درست کرنے والے اصحاب میں ایک قیمتی وجود ہیں۔ ان کی ذات میں دل کا سوز، روح کا گداز، نصب العین کی تڑپ علم کا ولولہ، عمل کی خلش موجود، مرکز اسلام کے علم و فن کی ذمہ داریوں کے باوجود انہوں نے اپنی مرکزی ہستی کو نمود و نمائش کی آلائشوں سے اتنا دور رکھا کہ آج بھی ہمارا فکر اظہار حقیقت کی جرأت سے محروم ہے۔ ذمہ داری کا صحیح احساس، مطمع نظر کا سچا عشق خدمت کی راہ میں خطروں اور صعوبتوں سے بے پرواہ ہو کر، ہر آن اپنے کام میں مصروف رہنا۔ ایک امتیاز ہے جس کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ یہی عشق مولانا کو کشاں کشاں حجاز لے گیا ہے، ایک شخصیت ہے جو تمام مسلمانوں کی امید پرور نگاہوں میں جگہ پانے کی مستحق ہے۔ مسلمان اگر ایسی سچی ذمہ داریوں میں رفیق و معاون بن جائیں تو کام کتنا سہل ہو جائے۔

مولانا مرکز میں پہونچکر اپنی فرض شناسی کے دائرہ میں سرگرم کار ہو چکے ہیں۔ ہم سب کو دور بیٹھکر مرکز سے علاقہ پیدا کرنا چاہئے۔ اور مکمل خود شناسی کے ساتھ اپنی ذمہ داری کو پورا کرنا چاہئے۔

احساس ملّی کی ایک تازہ مثال

عالی جناب الشیخ سرعبدالقادر دنیائے علم وادب کے جلیل القدر محسن، اور صف اوّل کے جمیل الشان بزرگ ہیں، آپ کی برگزیدہ شخصیت کے واسطے سے جامعہ حرم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے لئے مبلغ پانچ سو ۵۰۰ روپیہ کا چیک وصول ہوا ہے۔ معطی صاحب دنیا میں وجاہت مند ہستی ہیں، لیکن اپنے جذبۂ ایمانی کو ظاہرداری سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ ہم صمیم قلب سے شکر وسپاس کے قوی احساس کا اظہار تو کرسکتے ہیں، اس سے زیادہ کچھ کہنا امانت کے خلاف ہوگا، امّت کی ایک نیک نہاد خاتون بھی اس عطیہ کے سلسلہ میں ایک مبارک واسطہ ہیں، دینے والے دردمندی نہیں ارجمند بھی ہیں، دنیا میں وجاہت مند اور دین میں سربلند واسطہ بننے والے دونوں بزرگ ہیں۔ ایک وہ جن کی ذات گرامی پایہ زندگی کے ہر دور میں اسلامی علم وحکمت کا مخزن رہی ہے، دوسری ہستی وہ جن کے نیک آثار میں صولت النسا بیگم مرحومہ کی مثالی عزیمت موجود ہے۔

ہم مدرسہ کے خدام کی طرف اس رقم کے لئے اور اس سے زیادہ اس احساس کے لئے جو اس کی تہ میں نظر آتا ہے، تینوں بزرگوں کے لئے جناب الٰہی میں دل کے خلوص اور روح کی پاکیزگی کے ساتھ دعاگذار ہیں، اصل دعا تو کعبۃ اللہ کے زیر سایہ عین موسم حج میں ہوگی۔ جب مدرسہ کے سالانہ اجتماع میں دنیائے اسلام کے برگزیدہ صحابہ کے سامنے صدہا معصوم بچے، نیکوکار جوان اور نیک نہاد بزرگ مل کر بطور خاص محسنین مدرسہ کے لئے دعا کریں گے، یا پھر غلاف کعبہ کی پناہ میں ہوگی۔ جب خاصان خدا ہاتھ اٹھا کر جامعہ حرم کے معاونین کے لئے دعاگذار ہوں گے۔

ہم ہندوستان میں ایک ایسی دینی درس گاہ کی نمائندگی کرتے ہیں جو بیت اللہ کے عرش بزرگی کا پایا تھامے ہوئے ہے، اور حرم پاک سے متصل ہونے کا شرف رکھتی ہے جس کی زندگی کی قابل اعتماد

تاریخ درجس کی بنا سیدنا و مولانا محمد رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیرانوی (مہاجر مکہ) ایسی صالح وصلاحیت مند ہستی نے رکھی اور جس کے لئے ایک باخدا خاتون (صولت النساء بیگم) نے نہایت اہم موقع پر ۳۵ ہزار روپیہ کی رقم وقف کر کے دنیا اور دین کی عزت حاصل کی ہے۔

آج تمام دنیا بحران کے عالم میں ہے، قومیں شاندار مستقبل کی تعمیر کے لئے حال کی عمارتوں کو ڈھا رہی ہیں۔ ہماری پامال دنیا کے بدحال انسان تہذیب و تمدن، اور علم و فن کے لئے ماتم گسار ہیں۔ حکومتیں، ریاستیں، امارتیں خدا کی طرف دیکھ رہی ہیں۔ اور محض اس کے فضل و کرم پر تکیہ کئے ہوئے ہیں۔ ایسے زمانہ میں وادی خلیل علیہ السلام کے بے آب و گیاہ میدان میں علوم و فنون کی زندگی کا انحصار خدا کے علاوہ اور کس پر ہو سکتا ہے، ہمیں قدرۃً موجودہ نازک حالات میں جامعہ حرم کی زندگی کے لئے اپنی خداداد ذمہ داریوں کو احترام تصور کے ساتھ پورا کرتا ہے۔ خدا نے برتر نیک بندوں کے دل میں احساس پیدا کر دیتا ہے۔ و ہمیں اطمینان کا ایک سانس میسر آجاتا ہے، ہم صرف مدرسہ کے بیت المال ہی کے امین نہیں ہیں بلکہ بڑی امانت تو وہ پیغام ہے جس کا مظہر یہ درس گاہ ہے۔

مکہ معظمہ اسلام کا مرکز، ہماری روح کا مہبط اور ہمارے ایمان کا مرجع ہے، دل کی تڑپ یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمان اس بات سے آگاہ ہو جائیں: "ہم آج اس لئے بے گھر ہیں کہ ہم نے خدا کے گھر سے تعلق کم کر دیا" ہمیں صدیوں کی غفلت کے بعد یہ سبق یاد کر لینا چاہئے۔ "مسلمان اسلام سے زندہ ہیں اور اسلام مرکز اسلام سے پائندہ ہے" اگر خدا کا ایک بندہ بھی مرکز اسلام سے علمی ربط ظاہر کرتا ہے تو ہم اس روز دل سے سجدۂ شکر ادا کرتے ہیں کیونکہ ہمارے لئے یہ تعلق اس احساس دینی کا آئینہ دار ہوتا ہے جس کو اسلام نے پسند کیا ہے۔

ایک اہم تجویز خدا کی دنیا میں ذوق و شوق کا عالم ہی نرالا ہے، جب خدا کے نیک دل بندے اسلامی خدمت کی راہ میں دوسروں کے لئے ایک نمونہ بننے کا فیصلہ کر لیتے ہیں تو پھر ان کا

خداداد ذوق وشوق ہی ان کا رہنما ہوتا ہے، خیال ہوتا ہے تو خدمت کا داعیہ ہوتا ہے تو خدمت اسلام کے نئے نئے طریقے اختیار کرنے کا، تائید ہوتی ہے تو اسلام کی، توفیق ہوتی ہے تو خدمت اسلام کی۔

ایسے ہی معیاری بزرگوں میں جناب محترم حاجی طفیل احمد صاحب ہیں آپ رڑکی میں مرکز اسلام کے مرکزی تصور کے نمائندہ ہیں، یہ بے غرضی کا سلسلہ ہے جو جامعہ حرم کے لئے مدت سے جاری ہے، آپکا دل، دولت، زبان، بیان، سعی اور عمل سب مدرسہ کے لئے وقف ہے، اور مدت سے وقف ہے۔

آپنے مسلسل مدرسہ سے علاقہ ظاہر کرنے کے علاوہ ہمدردانہ مشوروں سے بھی ہماری رہنمائی کی ہے، آپکا تازہ مشورہ ایک تجویز کی صورت میں ہے، اور کامل الایمان مسلمانوں کی بہی خواہی پر مبنی ہے۔ تجویز یہ ہے کہ اس ملک کے مرحومین کے لئے حرم کعبہ کے زیر سایہ **ایصال ثواب** کا اہتمام کیا جائے، ہندوستان میں ایصال ثواب پر مسلمانوں کا روپیہ بے حد خرچ ہوتا ہے، اکثر مسلمان لاعلمی سے صحیح طریقہ اختیار نہیں کرتے صحیح طریقہ بھی اختیار کیا جائے تو حرم اقدس کا ثواب کہاں میسر ہو سکتا ہے۔ ہمیں اس تجویز سے اتفاق ہے۔ یقیناً مرحومین کے بعد ان کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ اللہ کے گھر کے زیر سایہ ان کیلئے ثواب کا سامان ہو۔

اس وقت تعامل یہ ہے کہ جو اصحاب اس اعلیٰ مقصد کے لئے مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کو روپیہ اور سامان دیتے ہیں اس کو مناسب اہتمام کے ساتھ "ایصال ثواب" کے لئے ہدایات کے مطابق خرچ کر دیا جاتا ہے۔ اب اس تجویز کے ماتحت جو اس قسم کی رقوم اور سامان آئیگا اس کو قبول کر کے شائع کر دیا جائیگا۔ یقیناً اس سے ایصال ثواب کا مقصد بہترین صورت میں پورا ہو جائیگا۔ یہ امر ارواح مومنین کی بے حد و بے نہایت خوشی کا باعث ہوگا۔

جناب حاجی طفیل احمد صاحب کے مشورہ خیر کے نتیجہ میں۔ جناب سید عزیز احمد صاحب [illegible] مجسٹریٹ رڑکی محسنین مدرسہ میں داخل ہوئے ہیں، آپ ابتدا ہی سے توفیق الٰہی کی بدولت سے [illegible]

جب آپ نے ہمیں جو مکتوب لکھا ہے وہ دردمند مسلمانوں کے لئے دینی خدمت کا مستقل درس ہے۔ چندہ ماہانہ عام تجارتی خدمت کے ماتحت ارسال فرماتے ہیں، پھر اس کو اپنے خاص الفاظ سے مستقل ماہانہ بنا دیتے ہیں، اس کے بعد زمانہ کے نازک حالات اور مالیات مدرسہ کی کمی کے خیال سے مزید چندہ ارسال فرماتے ہیں، اور آخر میں لکھتے ہیں جنازہ کی ایک کتاب بھیج دیجئے، میں اپنے حلقہ احباب میں کوشش کروں گا۔ مقام شکر ہے کہ آہستہ آہستہ خدا کے بندے خدا کے کام کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں، حق تعالیٰ نیتوں کو خلوص اور اعمال میں صلاحیت عطا فرمائے۔ آمین۔

ایک صالح مسلمان کی وفات

گوجرانوالہ شہر کے نیک دل، نیک نہاد، مخیر اور صالح مسلمان جناب مولوی حاجی سید احمد صاحب نے حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے رحلت فرمائی۔ إنا لله وإنا إليه راجعون۔ مرحوم دل اور دولت دونوں اعتبارات سے غنی تھے، معقول تنخواہ کے بعد پنشن پاتے تھے۔ زندگی ہمیشہ سے زیادہ تر بلکہ کل دین کی خدمت کیلئے وقف تھی، مسجد میں عام طالبعلموں کیطرح قرآن و حدیث کا سبق پڑھتے تھے، خدا کے اتنے مقبول بندوں میں سے تھے کہ پانچ مرتبہ حرمین شریفین کے حج اور زیارت سے بہرہ اندوز ہوئے۔ اپنی زندگی سادہ تھی، حاصل عمر جو بھی تھا اپنے لئے نہیں خدا کیلئے تھا، معقول رقمیں اسلام کی راہ میں خرچ کرتے رہتے تھے۔ آپ نے سنہ ۱۳۵۹ھ میں مدرسہ صولتیہ کی مسجد کے فرش کی مرمت کیلئے ۱۲۵۰ روپیہ دیا اور سنہ ۵۶ میں بمد تعمیرات پانچ سو روپیہ کی گرانقدر رقم عنایت فرمائی، حرم اور درسگاہ حرم سے تعلق کو جزو ایمان سمجھتے تھے۔ آج ایسی ہستیاں بہت کم ہیں۔ بے شبہ ان کی وفات ایک بڑا اسلامی نقصان ہے، مگر اطمینان یہ ہے کہ ان کی زندگی اپنے حقیقی درجہ پر فائز ہو چکی ہے۔ حق تعالیٰ اپنے دامن رحمت میں ہمیشہ کے لئے جگہ دے۔ آمین۔ ہم ان کے دونوں فرزندوں بابو محمد حسین صاحب کلرک پوسٹل ڈپارٹمنٹ، اور ڈاکٹر فضل حق صاحب اسسٹنٹ سرجن مقیم افریقہ، اور دوسرے پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تاریخی احکام

مکہ معظمہ میں پہلا خطبہ۔ مدینہ منوّرہ میں آخری خطبہ

انسانیت عامہ اپنے سب سے بڑے محسن اور اس آخری زمانہ کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کو چھوڑ کر دنیا کی خرابیوں کے جال سے نہیں نکل سکتی، رہنما کے بغیر انسان زندگی کا اہم سفر طے نہیں کر سکتا، انسانوں کی بڑی آبادی آج تک صحیح رہنمائی سے محروم ہے، یہی اس کی ہلاکت ہے، مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ملٹن، نیوٹن، گوئیٹے، کارل مارکس، روسو اور لینن کے شاگردوں کو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سنائیں۔ لیکن دوسروں کو پیغام سنانے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ امت کا ہر فرد ازسرِنو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک فرمان کو یاد کرے، یاد رکھے، خود سنے، دوسروں کو سنائے، آپ سیکھے اوروں کو سکھائے، یہاں تک کہ ہر زبان پر "کلمۃ اللہ ھی العلیا" کا نعرہ ہو۔ خدا کا نام بلند ہو جائے، خدا کے بندے ارجمند ہو جائیں، تمام تفرقے ایک خدا کے نام پر مٹ جائیں اور شیطان اپنی اسکیموں میں ناکام ہو جائے، قدرت کے قوانین پھر بحال ہو جائیں رومی اور کسروی دور کی جہالت کا خاتمہ ہو جائے، ظلم کا امکان جاتا رہے، اور خدا کا حکم ہر سمت جاری و ساری نظر آئے، آج اسی سلسلہ میں دل کی بھرپور عقیدت کے ساتھ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے دو فرمان ہدیۂ مومنین ہیں۔

پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا اہم خطبہ

سردار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام منیٰ (مکہ معظمہ) میں اہل عرب کے مجمع اجتماع میں جو پہلا تبلیغی خطبہ دیا تھا اس کا ترجمہ بہ نظر دعوت وتبلیغ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

"میں تمہاری دنیا میں خدا کا رسول ہوں (خدا کا نمائندہ، سفیر اور پیغمبر ہوں) میں تم کو اس کا حکم کرتا ہوں کہ تم خدا کے سوا کسی کی اطاعت اور پرستش نہ کرو۔ بتوں کا مقاطعہ کردو، اور میرے ساتھ ایمان لاکر میری تصدیق کرو اور احکام الٰہی کے اجراء میں میرے ساتھ رہو"۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری اہم خطبہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ البلاغ کے موقعہ پر میدان عرفات میں ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کی موجودگی میں آخری حج کے زمانہ میں جو اہم خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ وہ اسلامی تاریخ میں یادگار حیثیت رکھتا ہے، اور اپنے احکام کے اعتبار سے بے حد اہم ہے۔

خطبہ نبوی کے خاص خاص حصّوں کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

"اے افراد نسل انسانی، میں جو کچھ کہنے والا ہوں اس کو غور سے سنو۔ شاید یہ میری آخری ملاقات ہو۔ لوگو! تمہارے خون، اور تمہارے مال آپس میں ایک دوسرے پر حرام ہیں ہمیشہ کے لئے، جیسا کہ آج کل کے دن اور یہ مہینہ حرمت کا ہے اس میں ذرا شک نہیں کہ تم اپنے پروردگار کے دربار میں حاضر ہوگے، اور تم کو اپنے اعمال کا جواب دینا ہوگا۔

میں تمام باتیں تم کو بتا چکا ہوں، اب جس شخص کے پاس کسی کی امانت ہو وہ اس کو ادا کردے کوئی شخص کسی قرضدار سے اپنے اصل مال کے علاوہ سود نہ لے، کیونکہ سود کو ختم کردیا گیا ہے، اور خدا

نے اس کا فیصلہ کر دیا ہے۔ زمانہ جاہلیت کے جتنے خون ہیں سب نظر انداز کر دئے گئے ـــــ جاہلیت کے خون معاف کرنے کی میں ابتدا کرتا ہوں، اے انسانو! تمہارے علاقے میں شیطان اپنی پرستش کئے جانے سے مایوس ہو چکا ہے۔ مگر معمولی معمولی باتوں پر وہ مطمئن ہو گیا ہے۔ جن کو تم کبیرہ گناہوں میں شمار نہ کروگے۔ اب تم کو لازم ہے کہ شیطان سے اپنے مذہب کی حفاظت کرو۔ ـــــ اے لوگو! تمہاری عورتوں پر تمہارا حق ہے اور تمہاری عورتوں کا بھی تم پر حق ہے ـــــ عورتوں کے ساتھ بھلائی کرو، وہ تمہاری مددگار ہیں ـــــ اے لوگو! میرے ان احکام کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو، میں تمہارے درمیان ایک چیز چھوڑ چلا ہوں اگر مضبوطی سے اس پر قائم رہے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ یہ اللہ کی کتاب (قرآن) اور اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قانون سنت ہے۔"

خطبۂ نبوی کے یہ اہم ٹکڑے جواہر پاروں کی صورت میں ہر مسلمان کے سامنے ہیں، موسم بھی حج کا ہے۔ مہینہ اور دن بھی حج کے ہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ انسان جو ان میں سے ہر لفظ کو اپنا دستور بنائیں، اور ان کو اپنی زندگی کا قانون سمجھیں۔

اطلاع

آیندہ صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ دھلی اور ماہنامہ ندائے حرم سے خط وکتابت کرتے وقت بجائے قرول باغ نئی دہلی کے دہلی قرول باغ لکھا جائے، ورنہ ڈاک ایک روز کی تاخیر سے دفتر کو ملے گی۔

(ادارہ)

بصائر

ہمارا مذہبی جنون

"جب ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی سے اسلامی ربط وضبط ظاہر کرتا ہے تو یورپ کے دماغ میں حشر بپا ہو جاتا ہے۔ آوازیں بلند ہوتی ہیں کہ یہ مذہبی جنون ہے، شاید اس لئے کہ اسلامی اتحاد یورپ کے بدترین مقاصد کے لئے راستہ کا پتھر ہے۔ مجھ سے دریافت کیا جائے تو میں کہوں گا کہ ہمارا یہ مذہبی جنون وہ دل پسند چیز ہے جس کو ہم سب سے زیادہ اچھا سمجھتے ہیں، ہم اس جنون کا بے حد احترام کرتے ہیں، اب یورپ ہم پر غضبناک ہو یا ہم سے خوش۔"

یہ قیمتی الفاظ تیونس کے شیخ سعید ابوبکر التونسی کے بیان میں شائع ہوئے ہیں، مغرب کے فاسد المزاج مدبر پورے سو سال سے اسلامی عقائد کے صاف وشفاف چشمے کو مکدر کرنے کے لئے نو ایجاد حربوں سے کام لے رہے ہیں، ہم مسلمان خدا کے نام پر جان دیتے تھے، لیکن یورپ نے غیر اسلامی اخلاق کا سیلاب ہمارے خون کی رگوں میں داخل کر دیا، ہم نے خدا کو فراموش کر دیا، خدا کے عتاب وعقاب سے آنکھیں بند کر لیں، بلکہ خود اپنے آپ کو اپنے دین کو، اپنے بھائی مسلمانوں کو اور اپنے مقاصد کو بھلا دیا۔

اسلامی ضبط ونظم پر ہماری شیرازہ بندگی کا مدار تھا، یورپ کے طعنوں نے وہ کام کیا کہ ہمارے اتحاد کا قلعہ چند حملوں میں کھیل کھیل ہو گیا، ہمیں اپنے مذہب کی قوت اور عطا کردہ اقتدار پر فخر تھا مگر۔ مذہب وسیاست۔"

کی علٰحدگی کے مناظروں نے ہمیں الگ الگ پارٹیوں میں تقسیم کر دیا، کبھی تمام مسلمان جسم واحد کے مانند تھے، آج مسلمانوں کا ایک خاندان اور دو بھائی ایک نہیں، جب ہم اپنے خدا کو ناراض کر چکے، اپنے مذہب سے اپنے ربط کو کمزور کر چکے اور دنیائے اسلام کے ایک حصہ کے مسلمان دوسرے حصّے کے مسلمانوں سے پوری طرح بے پرواہ ہوگئے تو آج یورپ کے سینہ سے خدا کی آواز بلند ہو رہی ہے۔

مغربی تہذیب کے دارالسلطنتوں کا ہر بڑا مدبر قوم کے نام سے تقریر شروع کرتا ہے، یورپین اقوام کے اتحاد پر زور دیتا ہے اور خدا کے نام پر ختم کرتا ہے۔ گرجے دعاؤں سے گونج رہے ہیں، اور پادری مدبروں سے زیادہ مصروف ہیں۔

اگلے دن گئے، نیا زمانہ آگیا، کیا ہم مسلمان اب بھی اس جہنم سے نکلنے کی کوشش نہ کریں گے، جو نئی روشنی نے ہمارے لئے تیار کیا تھا، آج جبکہ یوروپ کے دماغ میں خدا کا تخت بچھا ہوا ہے، اتحاد کی طاقت کو مضبوط کہا جا رہا ہے، اور گیا ہوا مذہب روس کے بے آباد گرجاؤں میں بھی پہونچ گیا ہے، اور مذہب مذہبی جنون کی حد تک پہونچکر انسانیت کے ناکام قلعہ پر حملہ پر حملہ کر رہا ہے، ہم مسلمانوں کے لئے یہ موقع نہیں ہے کہ پچھلی صفوں سے اگلی صفوں میں پہونچ جائیں۔ اب تو نئی تہذیب سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، اب تو خدا کا نام لینے میں کوئی حرج نہ ہونا چاہئے، اور آج تو مذہبی جنون کو بھی انسانی عقل کے سامنے شرمانے کی ضرورت نہیں۔ جنہوں نے پہلے خدا اور مذہب کو چھوڑا تھا وہی اپنی جگہ چھوڑ چکے ہیں۔ ہم نے تو بہرحال بعد میں مذہب سے توبہ کی تھی، اسی لئے اسے پہلے ٹوٹنا چاہئے۔

جادو کا کھیل

اندلس میں امیر عبدالرحمٰن کی فرمانروائی کا عہد ہے، عیسائی لوگ خلافت عظمٰی کی قوت کو توڑنے کے لئے غداروں سے سازباز کر رہے ہیں، فرانس میں شارلیمان کی حکمرانی نے دلوں پر سکون جما رکھا ہے، بغداد میں امیرالمومنین ہارون رشید سطوت و شوکت کے ساتھ تخت شاہی پر متمکن ہیں۔

فرانس اور عباسی حکومت کے درمیان معاہدہ ہو چکا ہے۔ اس تاریخی دور میں ہارون رشید نے تحفہ میں ایک گھڑی بھیجی۔ اس گھڑی نے یورپ کے دماغ کو حیرت میں ڈال دیا، یہ کیا چیز ہے۔ کیسے چلتی ہے۔ کس طرح ٹھیک وقت پر اپنا فیصلہ سناتی ہے، درباریوں کی حیرانی سے "زمانہ جاہلیت کا یورپ" ... چنانچہ یورپ میں گھڑی کو جادو کا کھیل سمجھا گیا۔

یہ بھی کیا زمانہ تھا، مسلمانوں کا ہر کام مذہبی عقائد پر مبنی تھا حکمت تھی تو دین کے ماتحت، سیاست تھی تو دین کے زیر سایہ، صنعت و ایجاد تھی تو دین کی اجازت سے، تجارت و زراعت تھی تو محض دین کو قوت دینے کے لئے۔

علماء وہ تھے کہ دین و دنیا کے علوم سے باخبر، دین کے امام اور دنیا کے قائد، لامذہبوں کے مقابلہ میں سنگ و فولاد اور راہبانہ فلاکتوں کے مقابلہ میں دنیا کے معاملات سے پوری طرح بہرہ ور۔

ایک یہ زمانہ ہے کہ مسلمان اعتدال مزاج کی دولت سے محروم ہیں، اسلامی علوم کو کیا کہئے! ان کی حقیقت ہی دلوں سے اٹھ گئی۔ دنیا کے علوم و فنون کا یہ حال ہے کہ یورپ کی ہر نئی ایجاد ہمارے لئے "جادو کا کھیل" ہے۔ امت وسطیٰ کی تخلیق کا مقصد تھا قانون الٰہی کے ماتحت انسانیت عامہ کے لئے نمونہ بن کر دکھانا۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم نہ دین سے آگاہ نہ دنیا سے باخبر۔ نہ دین کے علوم میں ہماری دلچسپی ہے اور نہ دنیا کی ایجادات میں ہمارا حصہ، نہ ہم (نزلنا القرآن)[1] کے فرمان کی قدر و قیمت کو جان سکے اور نہ (انزلنا الحدید)[2] کے منشور سے سبق لے سکے، وجدان صحیح ہم کو عطا ہوا تھا، ہم بار امانت نہ اٹھا سکے۔ بار امانت جن لوگوں نے اٹھایا وہ وجدان صحیح کے فقدان سے اپنے ساتھ دنیا کو لے ڈوبے۔

---

[1] ہم نے قرآن نازل کیا [2] ہم نے فولاد نازل کیا۔

اسلامی علوم اور مسلمان ــــ

ایک مشہور اطالوی عالم ڈاکٹر انسپاٹو نے اپنی کتاب "اسلام اور سیاست خلفاء" میں یہ لکھا ہے کہ "علمی فیاضی اور فکری سخاوت، اسلام کی دو ایسی امتیازی خصوصیات ہیں جو قوموں کی تقدیر بن چکی ہیں، اگر ایک قوم اس مذہب کی ان دونوں خصوصیات سے فیض یاب ہونے کے لئے تیار ہو جائے، تو تہذیب و تمدن کے سر بفلک پہاڑ کی چوٹی پر پہونچ جائے"۔

اسلام نے علم و فراست کے جو چشمے جاری کئے تھے یورپ نے چار سو سال تک ان کا آب شیریں پیا، آج بھی انصاف کی زبان اس فیضان علمی کا اعتراف کرتی ہے۔ دنیا کہتی ہے مسلمان سنتے ہیں اور سر دھنتے ہیں۔ مگر کتنی المناک ہے یہ حقیقت کہ علمی ترقی کے متعلق جب کبھی اسلامی مرکز سے آواز بلند ہوتی ہے تو کان نہ سننے کا عہد کر لیتے ہیں، اور دل ایمان نہ لانے کا۔

ایک مسلمان کے لئے قرآن کافی ہے، قانون سنت کافی و وافی ہے۔ اسلامی تاریخ نے صدیوں تک جو کارنامے پیش کئے ہیں ان کا سبق کافی سے زیادہ ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ مسلمانوں کو علم و فن کی صحیح راہ پر لانے کے لئے اب کس چیز کی ضرورت ہے، قرآن حکیم بجائے خود علم ہے، مرقع مذہب ہے، مجموعہ قانون ہے، صحیفہ تمدن ہے۔ مگر ہماری لاعلمی کے کمالات میں کمال کتنا عظیم الشان ہے کہ ہم نے اس کو بھی اپنی جہالت کی وجہ سے اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیا ہے۔

اسلامی زندگی کے تیرہ سو سالہ عصر میں کبھی ایسا زمانہ نہ آیا تھا کہ مسئلہ کے دل سے علم [illegible] کی حمایت میں آواز بلند ہو اور مسلمان اس کو قبول کرنے کے لئے آج کے بعد کل کا اور کل کے بعد برسوں کا انتظار کریں، ہندوستان میں کتنے ادارے ہیں جو پچاس سال سے، یا چند سال سے مسلمانوں کو علمی او فکری تحریک کی طرف بلا رہے ہیں، مگر آنے والوں کی رفتار اس بگڑے ہوئے انجن سے بھی ہلکی ہے جو سیدھی لائن پر آہستہ آہستہ چلتا ہے اور کبھی نہ چلنے پر مجبور ہوتا ہے۔

اسلام اور بنیادی تمدن —

اسلام حقیقی معنی میں ایک دین ہے لیکن دین ہونے کا مقصد و منشا یہ نہیں ہے کہ وہ ہم کو دنیا کی زندگی میں اپنی تمدنی ذمہ داریوں کی ادائیگی سے روکتا ہے، اگر آج ہم دنیا کی بزم میں اپنی مسند صدارت پر موجود نہیں ہیں تو یہ ہمارا قصور ہے۔ قرآن کے مدنی احکام دنیا والوں ہی کے لئے ہیں، حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد ہے:

اَنْتُمْ اَعْلَمُ بِاُمُوْرِ دُنْیَاکُمْ　　تم اپنے دنیاوی امور سے خود واقف ہو۔

یعنی اپنے دنیا کے معاملوں میں باخبری کے ساتھ فیصلہ کرسکتے ہو۔ اگر ترک دنیا کے متعلق ہماری زندہ رہبانیت کی کوئی اصل ہوتی تو زبان سنت پر یہ الفاظ جاری نہ ہوتے، دنیا بدترین شے ہے اگر اسلام کے قوانین کے ماتحت نہ ہو، دنیا بہترین چیز ہے، اگر اسلام کے حکم کے مطابق، اس کے تمدن کو بلند کیا جائے۔

دنیا کی برائیوں کو شکست دینا اسلام کا فرض ہے۔ لیکن دنیا کی بھلائیوں سے روگردانی کرنا مذہب سے بغاوت ہے، خلافت راشدہ میں اور اس کے بعد اچھے زمانوں میں مسلمانوں نے دنیا کے معاملات میں حصہ لیا، اور دنیا کو بنا سنوار کر اہل دنیا کے سامنے پیش کیا۔

قرآنی علوم کے مشہور و مستند ماہر امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں، انسان کی ذمہ داریوں میں ایک ذمہ داری تو یہ ہو کہ مکارم شریعت (شرعی اخلاق) میں کمال پیدا کیا جائے، اور دوسری یہ ہے کہ روئے زمین پر ایک انسانی تمدن کو بر روئے کار لایا جائے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری مذہبی دنیا میں پہلا فرض تو یاد ہے، دوسرا کام نظروں سے اوجھل ہو چکا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ ہم نے علم کی آبشاریں انسانیت کے قلب پر گرائیں۔ اور علم سے تمدن کے گھر کو رونق دی، آج یہ دور ہے کہ ہم اپنی مذہبیت کی نمائش کے باوجود علم سے بے بہرہ اور تمدن سے دور ہیں، یہی وجہ ہے کہ ایک ہولناک تمدن نے اصلی تمدن کی جگہ لے لی ہے۔ اور آج ہر طرف انسانیت کا دل مجروح اور دماغ مختل نظر آتا ہے۔

ہم مسلمانوں کو ایک بار پھر اسلامی عزیمت اور ایمانی قوت کے ساتھ اٹھنا چاہئے۔ ہمارے

علم کے باغ میں پھر بہار آنی چاہئے۔ اور ہمارے تمدن کے ایوان میں پھر مذہب کے فانوس کو روشن ہونا چاہئے

مسلمان اور عیسائیت ——

اسلام ایک ازلی اور ابدی مذہب ہے، حضرت آدم علیہ السلام کے عہد سے خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم تک جس قدر بھی پیغمبر (علیہم السلام) ہماری دنیا میں آئے وہ اسلام ہی کے مبلغ تھے، ہم مسلمان اپنے وجدان صحیح کو اس عقیدہ کا قائل پاتے ہیں کہ انبیاء نے ایک خاندان کے برگزیدہ افراد کی طرح اسلام کے لئے کام کیا ہے، حضرت نوح علیہ السلام کا جو پیغام تھا وہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا جو کام تھا وہی حضرت موسٰی علیہ السلام کا تھا۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے خدائی بادشاہت کا اعلان کیا تو حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بے مثال پیغمبرانہ قوت سے اس کو قائم کر کے دکھا دیا۔

اسلام کے معنٰی یہ ہیں کہ تمام انسانیت ہزار قسم کے اختلافات سے دستبردار ہو کر خدائے واحد کے عرفان پر جمع ہو جائے، ہر قسم کے دیوتاؤں، بتوں، پتھروں، دریاؤں، جانوروں اور انسانوں کے سامنے جھکنے کے بجائے صرف ایک اللہ کی حکم بردار بن جائے۔ یہ مان لیا جائے کہ انسان ہر چیز سے افضل اور اعلٰی ہے، دنیا کی ہر چیز اس کے لئے ہے اور وہ خود خدا کے لئے، قدرت کے قوانین معلوم و متعین ہیں، فطری اخلاق ہمیشہ سے مقرر ہیں۔ ان کی پابندی اس طرح کی جائے کہ خدا کی مرضی انسان کی سرپرست ہو جائے اور انسان دنیا میں اس طرح رہے کہ دنیا ہی میں اس کا دین بن جائے۔

یہ ہے اسلام! گوئٹے نے اسلام کی تعریف سنکر کہا تھا "کیا ہم سب حلقہ بگوش اسلام نہیں ہیں" ہم کہتے ہیں ایسا ہونا چاہئے، اس لئے کہ اسلام کا انکار انسانیت اور انسانی فطرت کا انکار ہے، اسلام کا نام جہاں آجائے وہاں کسی قوم اور مذہب کا سوال باقی نہیں رہتا۔ نہ یہودیت باقی رہتی ہے نہ عیسائیت بلکہ اسلامیت باقی رہ جاتی ہے۔

چونکہ اسلام کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی، اس لئے انسانی جہالت نے علم و آگاہی کے چہرہ کو رونمائی کا موقع نہیں دیا، یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا، اور عیسائیوں نے پیغمبر اعظم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے سے انکار کردیا، انسانی ذہن و فکر کی اس بغاوت نے انسانیت کے ٹکڑے ٹکڑے کردئے۔

دنیا کے موجودہ آشوب سے یہ ظاہر ہے کہ عیسائیت اپنی اصل اسلامی خصوصیت کو گم کرچکی ہے آج نہ حضرت عیسیٰ کا قانون باقی ہے۔ نہ اسوۂ حسنہ، ہم مسلمان ایک کے بعد ایک پیغمبر کو مانتے ہیں، اور دینکو نحن لہ مسلمون کے نعرہ پر جمع کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارا یہ فعل ایک حقیقی شے ہے، لیکن تعجب اس پر ہے کہ عیسائیت بھی مسلمانوں کو اپنی طرف بلاتی ہے۔ روم، انگلستان، امریکہ کا کروڑوں روپیہ اس نامناسب مقصد کے لئے صرف کیا جارہا ہے، اور بار بار کی ناکامی کے بعد تازہ کامیابی کے لئے اسکیمیں جاری کی جارہی ہیں۔

مسلم ورلڈ نیویارک امریکہ کے مذہبی مسیحیوں کا مشہور سہ ماہی رسالہ ہے، ایڈورڈ کیمبن صاحب نے اس کے جولائی نمبر میں ص ۲۳۳ پر مسلمانوں کے درمیان تبلیغ کے عنوان سے لکھا ہے کہ

"اب پرانے ناکام مناظرانہ طریقہ کو چھوڑ کر مسلمانوں میں کامیاب طریقہ تبلیغ جاری کیا جائے یعنی ذاتی دوستی اور خدمت کے ذریعے کامیابی حاصل کی جائے۔ (بحوالہ صدق)

اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اب عیسائیت کھلی تلوار کی جگہ گپتی استعمال کرنا چاہتی ہے، وہ طریقہ ناکام تھا تو یہ حملہ کونسا کامیاب ہوسکتا ہے۔

ایک زمانہ تھا کہ ہندوستان میں پادریوں نے مسلمانوں میں تبلیغ شروع کی، اس وقت حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیرانوی میدان مقابلہ میں آئے، عیسائیت

کو آج ہندوستان سے امریکہ تک جس شکست کا اعتراف ہے، وہ حضرت مرحوم کے جہاد تبلیغ ہی کا کامیاب نتیجہ ہے، عیسائیت کا دل اور دماغ دونوں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے فاتح آثار سے واقف ہیں حضرت مولاناؒ کی نظر دور رس کو علم تھا کہ عیسائیت نئے زمانہ میں نئے طریقے اختیار کرے گی۔ اس لئے انہوں نے اسلام کے قلب اور مرکز میں بیٹھ کر ایک ایسے دارالعلوم کی بنیاد ڈالی جو مدرسہ عالیہ صولتیہ کے نام سے آج تک اپنی اسلامی بنیادوں پر قائم و باقی ہے۔ مدرسہ کے علماء دنیائے اسلام کے اہم حصوں میں عیسائیت کے "پیغام" کا جواب "پیغام حق" سے دینے اور دنیا جہاں کے آخری پیغمبر علیہ الصلوٰۃ و السلام کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کے لئے تیار ہیں، زور کے بعد زور کا طریقہ بھی ناکام رہے گا۔ اور عیسائیت کے لئے وہ دن ضرور آئے گا جب وہ حضرت عیسیٰ کے حقیقی مطمح نظر اسلام کے حلقۂ اطاعت میں نظر آئے گی۔

اس سلسلہ میں ضرورت مسلمانوں کے احساس کی ہے۔ اگر مسلمانوں کا احساس زندہ ہو جائے تو برسوں کا کام دنوں میں ہو سکتا ہے۔

رفیق حج | مؤلفہ مولوی احتشام الحسن صاحب کاندھلوی (مولوی فاضل)

اختصار کے باوجود حج و زیارت کے متعلق تمام ضروری اور اہم مسائل آپ کو اس میں ملیں گے، فاضل مؤلف چونکہ تین بار زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہو چکے ہیں، اس لئے "رفیق حج" ان کے ذاتی تجربہ اور مشاہدات کا مجموعہ ہے، مقامات مقدسہ نیز ان کے فضائل و برکات کا تذکرہ کتاب کا اہم حصہ ہے، اور تاریخی و مذہبی حیثیت سے یقیناً اس قابل ہے کہ ہر عازم حج کے مطالعہ میں رہے۔

حاضری حرمین شریفین کی سعادت جب کبھی مقدر ہو کم از کم "ذکر حرم" سے "یاد حرم" کو زندہ رکھنے کے لئے رفیق حج کا مطالعہ ایمان پرور ثابت ہوگا۔

ضخامت ۱۶۰ صفحات، قیمت ۱؍، کتاب مقامات ذیل سے مل سکتی ہے:۔

(۱) صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، دہلی قرول باغ۔

(۲) مرکزی دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ، حجاز

ایک اہم تعلیمی اصول

امام حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ دہلوی کا ایک اثر

حضرت سلمان فارسی نے بالکل بجا فرمایا ہے کہ "علم ایک شفاف چشمہ ہے جس پر لوگ آتے ہیں، آنے والے اس چشمہ سے چھوٹی چھوٹی کاریزیں، کولیں اور نہریں نکالتے ہیں، اور خدا ان سے بے حد و بے شمار لوگوں کو سیراب کرتا ہے۔" علم ایک قصر محکم ہے، اور علمی درسگاہیں اس کے ستون ہیں۔ علم ایک سرسبز درخت ہے، تعلیم گاہیں اس کی شاخیں ہیں، اساتذہ اس کے سدا بہار پھول، اور ہماری نئی نسل کے تعلیم یافتہ نوجوان اس کے ثمرات، علم سے تعلیم گاہیں زندہ ہیں، تعلیم گاہوں سے استاذوں کا کمال قائم ہے۔ استاذوں کی محنت کا پھل ہماری نئی نسل ہے۔ علم اور تعلیم کی لاتعداد شاخیں ہیں، اور ان میں ہر شاخ بارآور ہے۔ یہ وہ جوہر ہے جس سے ہزار جوہر تیار ہوتے ہیں، اور وہ گوہر ہے جس کی روشنی بے نور پتھروں کے جوہر کو روشن کر دیتی ہے، انسان کی روح علم کے بغیر اپنی مشعل حیات کو چند سال بھی روشن نہیں رکھ سکتی، انسانی اخلاق کا تمام سرمایہ علم ہے، تہذیب و تمدن کے آسمان پر جن قوموں کی قسمتیں ستارہ بن کر چمک چکی ہیں وہ علم ہی کے آفتاب سے مستنیر رہی ہیں۔ حضرت سلمان رضؓ کے قول کے مطابق علم کے چشمے سے جو نہریں نکلتی ہیں وہ اپنی خداداد صلاحیت سے دنیا کی رگوں کو اس درجہ سیراب کرتی ہیں کہ اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔

ایک بے کمال قوم کا پہلا کمال یہ ہے کہ وہ جہل کی دردناک مصیبتوں کا صحیح احساس کرے، اور علم کی تحصیل اور تعمیم کے لئے تیار ہو جائے، اس طرح کہ آج پیدا ہونے والے بچے کے متعلق کل یعنی گنتی کے بارہ گھنٹوں

میں) یہ فیصلہ کرلیا جائے کہ اس کو علم کی روح سے زندگی عطا کی جائے گی۔ خواہ مشکلات کتنی ہی کیوں نہ ہوں، لیکن اس کے متعلق تحصیل علم کا جو پروگرام طے کیا جائے گا اس کی تکمیل ضرور کی جائے گی۔

اس فیصلہ کے بعد ایک اور فیصلہ کرنا ضروری ہے، کیونکہ یہی فیصلہ تعلیم کی بنیاد ہوگا، اور وہ یہ کہ بچہ کی استعداد کا صحیح جائزہ لیکر اس کی تعلیم کا پروگرام بنایا جائے گا، اور اس کے رجحان کو دیکھ کر مناسب حال تعلیم دی جائے گی۔ ہمارے کالجوں کا بڑا نقص یہ ہے کہ وہاں اس اصول کا لحاظ کئے بغیر ہر نوجوان کلرکی، تحصیلداری، ڈپٹی کلکٹری کے لئے تعلیم حاصل کرتا ہے، اور ہماری دینی درسگاہوں کی زبردست کمی یہ ہے کہ ہر عمر اور ہر مقام کے طلبہ صرف درس نظامی پر زندگی قربان کرنے کے لئے تعلیم حاصل کرتے ہیں، اور اس طرح دین اور اصول دین کی مفید اور ضروری تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اصول شریعت، کلیات دین اور عام ضروری مذہبی تعلیم ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ زبان کوئی ہو، یہ تعلیم حالات کی مناسبت سے ہر مسلمان پر وقت کا فرض اور اسلام کی عائد کردہ ذمہ داری ہے، اس کے بعد ہر طالب علم کی استعداد، رجحان، اور صلاحیت کی نوعیت کو دیکھنا ہوگا۔ کیونکہ اگر یہ نہیں دیکھا جائے گا تو ہماری نئی نسل علم کے کمالات سے اسی طرح بے بہرہ رہے گی جس طرح آج ہے۔ اور دوسری قومیں اسی طرح تمام علوم و فنون کی اجارہ دار رہیں گی جس طرح گذشتہ دو صدی سے ہزار تمدنی خرابیوں کے باوجود، اب تک اجارہ دار نظر آرہی ہیں۔

حجۃ الاسلام حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب "قطرات" میں اسی حقیقت کو حسب ذیل الفاظ میں پیش کرتے ہیں

"انسان میں مختلف قسم کی استعدادیں پیدا کی گئی ہیں، ہر انسان اپنی استعداد کے مطابق کمال پیدا کرتا ہے۔ کوئی شخص اس استعداد سے زیادہ حاصل نہیں کرسکتا جو اس کے واسطے مقرر ہے

ذٰلک تقدیر العزیز العلیم۔　　کیونکہ یہ خدائے عزیز و علیم کا قطعی قانون ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قانون کو علم اخلاق کا ایک ضابطہ قرار دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

اذا سمعتم بجبلٍ زال عن مكانه فصدقوه واذا سمعتم برجلٍ تغيّر عن خلقه فلا تصدقوا فانه يصير الى ما جبل عليه۔

اگر تم یہ آواز سنو کہ ایک پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا تو کہو بیشک یہ صحیح ہوسکتا ہی، اور اگر تمہارے کانوں میں یہ آواز آئے کہ ایک شخص اپنی خلقی استعداد سے ہٹ گیا ہے، تو اس کو ہرگز تسلیم نہ کرو۔ کیونکہ آخرالامر وہ یقیناً اپنی خلقی صلاحیت کیطرف بازگشت کریگا۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں اگر کوئی شخص ایک روش اور ایک استعداد پر پیدا ہوا ہے اور وہ دوسری روش اختیار کرنا چاہتا ہے تو ساری جدوجہد کے باوجود مقصود حاصل نہ ہوگا۔ اگر کوئی ایک کمال پیدا کرنا چاہتا ہے اور اس کی خلقی استعداد دوسرا کمال چاہتی ہے، تو اس کی سعی بے نیل و بے مرام رہے گی۔"

مسلمان اگر علم و ہنر کے لئے ترقی دینا چاہتے ہیں اور اپنی قوم کو علم و کمال کی معراج پر دیکھنا پسند کرتے ہیں تو ان کو اندازہ کرنے کے لئے اس اصول کی پیروی کرنی پڑیگی اگر اس کی خلاف ورزی کی گئی علم کا نتیجہ جہل، ترقی کا نتیجہ پستی اور تمدن کا نتیجہ تخریب نہ بھی ہوا، تب بھی حقیقی ترقی رک جائے گی۔

عربی زبان

عربی زبان کی تاریخی قدامت تحقیق کی روشنی میں

(از مولانا حامد الانصاری صاحب غازی، مدیر شعبہ نشر و تحریر)

(۶)

معلقات کی تاریخی واقعیت ـــــ

ڈاکٹر اسکاٹ عربی شاعری کی انفرادیت کو تسلیم کرتے ہیں، اشاعت گذشتہ سے معلوم ہوچکا ہے کہ وہ زمانہ جاہلیت کی شاعری میں بھی انسانی فطرت کو موجود پاتے ہیں، لیکن اس کے باوجود انہیں سبعہ معلقات کی اس حیثیت پر اعتراض ہے جس کا ذکر آج تک تاریخ میں کیا گیا، وہ سوق عکاظ کے سالانہ مشاعرے کے انعقاد حاصل مشاعرہ نظم کے انتخاب اور خانہ کعبہ پر اس کے لٹکائے جانے کو تسلیم نہیں کرتے، ان کے خیال میں یہ روایات یونانیوں کے اثر سے عربوں تک پہونچکر رائج ہوگئیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

جہاں تک لفظ معلق کا تعلق ان نظموں سے ہے اس لفظ کے معنی ابھی تک مبہم ہیں۔ سریع الاعتقادی کے اثر نے یہ فرض کرادیا ہے کہ یہ قصائد اس لئے معلقات کہلاتے ہیں کہ وہ کعبہ کے دروازہ پر لٹکائے گئے، اور یہ اس امر کی شہادت ہوتی تھی کہ مشاعرہ میں جتنے شعراء کی نظمیں تھیں، سب پر اس خاص نظم کو فوقیت حاصل ہے، لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ معلقات کے معنی ہیں وہ زیور جو گلے میں لٹکایا جائے۔"

"اب تو یہ بھی مسلمۂ عام ہے کہ عکاظ میں ہر سال ایک مشاعرہ ہونا، اور بہترین قصیدہ کا کعبہ پر لٹکانا ایک مشکوک بات ہے، آوارہ گرد لٹیروں کا اوّل تو ایک جگہ جمع ہونا مشکل، پھر ایسے ادبی فیصلے کرنا بعید

اس کے لئے قابلیت کی ضرورت ہے۔ جو عربوں میں نہ تھی، اس میں کچھ شبہہ نہیں کہ اس بے سروپا قصہ میں یونانیوں کے اولمپین کھیلوں (اولمپیا یونان کی دل کش وادی ہے جس میں ہر پانچ سال بعد مردانہ کھیلوں کا میلا لگتا تھا) اور میلوں کا دخل ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے یہ اعتراضات تاریخی موضوع سے متعلق ہیں۔ لیکن ان کے لئے کمزور منطقی زبان استعمال کی گئی۔ اعتراضات کو رد کرنے کے لئے تو اتنی بات بھی کافی ہے، عکاظ کا مشاعرہ عربی تاریخ کی چیز ہے، اس مشاعرہ کے بعد دو سو سال کے اندر جو تاریخی روایتیں بیان کی گئی ہیں، وہ اس کی تصدیق کرتی ہیں، ڈاکٹر صاحب ڈیڑھ ہزار سال بعد کسی محکم تاریخی دلیل کے بغیر عکاظ کے مسلمہ مشاعرہ کی واقعیت سے انکار کرنے میں حق بجانب نہیں ہو سکتے۔

معلقات کے معنی کے متعلق جو تشریح کی گئی ہے، اس کے لئے بھی تاریخی دلیل کی ضرورت ہے۔ عکاظ میں یونانیوں کی اولمپین کھیلوں کا دخل بتانا واقعیت سے بہت دور ہے۔ اس کی تردید کے لئے خود ڈاکٹر صاحب کے مندرجہ ذیل الفاظ کافی ہیں۔

"یہ امر قابل توجہ ہے کہ عربی کی کوئی نظم ایسی نہیں ہے کہ جس میں یونانیوں یا توریت یا تالمود کے اثرات کا ذرا سا بھی شائبہ ہو۔ یہودیوں کی دولت، سیاسی طاقت، مراسم اور زبان نے بھی صحرانشین عربوں کے زمانہ قبل مسیح کے لٹریچر پر کوئی اثر نہیں ڈالا۔ عربوں کے اشعار میں تھوڑا اور بہادری تو ہوتی تھی۔ لیکن یونانیوں کی طرح بت پرستی کی خرافات کا شاعری میں کوئی حصہ نہ تھا۔ بدیہہ گوئی پر شعرائے عرب کو بڑی قدرت تھی، مسلمانوں نے اس فن کو یورپ میں پہونچایا۔"[1]

ڈاکٹر صاحب کے ان الفاظ کے بعد ان کے اعتراضات کے جواب میں کسی نئی دلیل کے پیش کرنے

---

[1] اخبار الاندلس جلد ۱ صفحہ ۴۷ و ۴۹۔

کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ عرب اپنے صحرا میں محصور اپنی زندگی پر قانع تھے، اور اپنی معرکہ آرائیوں میں خارجی اثرات سے بے پرواہ تھے۔ ان کی شاعری کو امن اور جنگ دونوں زمانے ملتے تھے، اور دورِ جاہلیت کے باوجود ان کو ہر زمانے سے استفادہ کرنا آتا تھا۔

زمانہ جاہلیت کے شعراء ——

زمانہ جاہلیت کے متعلق ہم بہت کم جانتے ہیں، اور جو کچھ جانتے ہیں وہ بھی نہ جاننے کے برابر۔ گویا وہ باتیں جن کی ہم کو ضرورت تھی ہم نہیں جانتے۔ اور بہت سی باتیں جن کا علم ہمارے لئے خوش آئند نہیں ہے ہمارے حافظہ کے لئے موجود ہیں۔

زمانہ جاہلیت کے متعلق یہ تمام سرگذشت اپنی جگہ درست، اس پر بھی ہم کو اس بات کا اعتراف کرنا چاہئے کہ اس دور کے عربوں نے عربی زبان کے خزانہ کو بربادی سے بچالیا، فن ادب میں ان کے خوب جوہر کھلے۔ ان کی نظم ایک ادبی کمال کا مظہر تھی، ان کی فی البدیہہ شاعری اس کمال کی بلندی کا نشان تھی، نسب ناموں کا یاد رکھنا ایک بڑی بات تھی۔ قبیلوں کے نام اور افراد کے ناموں کی فہرست کو یاد رکھنے کا یہ جذبہ عربی زبان کے لئے بھی اہم تھا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت تک یہ حالت تھی کہ بے شمار گم نام اور افلاس زدہ لوگوں کو بھی اپنی اپنی پرانی رسمیں نسلی روایتیں حفظ تھیں اور اپنے چھ سو برس پیشتر کے اجداد کے نام یاد تھے۔ اور اس یاد کا تھوڑا بہت تعلق زبان سے تھا۔

ڈاکٹر اسکاٹ موثر پیرایہ بیان اختیار کر کے اس خاص موقع پر لکھتے ہیں۔

عربوں کی زبان عجیب بھی ہے اور سنجیدہ بھی، مگر اس میں حیران کردینے والا لوچ ہے۔ وہ اپنی صنعت اور نہ ختم ہونے والے صنائع و بدائع کی وجہ سے شاعر اور لیکچرار کے لئے بہت کارآمد اور نعمت عظمیٰ ہے۔ خیالات اس میں خوب ادا ہوتے ہیں۔ دلوں کو خوب گرما سکتی ہے، طبیعتوں پر اپنا پورا اثر ڈال سکتی ہے۔ فصاحت و بلاغت کے دریا بہا سکتی ہے، باوجود اس کے آسان اتنی کہ اس کو

بچے بھی بآسانی اور بے تکان اس طرح بول سکتے ہیں کہ صرف ونحو کا ناخن اعتراض اس کو چھو بھی نہیں سکتا۔
ان کا یہ دعویٰ اور یہ فخر بالکل بجا تھا کہ ان کی جیسی مکمل زبان کا اختراع کرنا بنی نوع انسان کی طاقت سے باہر ہے " ان کے اقوال میں جب کبھی خودی کی جھلک نظر آتی ہے تو اس وقت ان کی زبان کی قدرت اور ندرت ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ دیکھئے عربوں کا یہ عقیدہ تھا کہ خدا نے ان کے لئے یہ فرمایا ہے۔ "ان کے عمامے ان کے تاج ہیں، ان کے خیمے ان کے قلعے ہیں۔ ان کی کھلی تلواریں ان کے مورچے ہیں، اور ان کے اشعار ان کے قوانین ہیں" ایک عقیدے کے اظہار کے لئے زبان نے یہاں جو قوت دکھائی ہے یہ عربی زبان ہی کا حصہ ہے۔

اہم بات یہ ہے کہ عربی زبان اپنی آزاد تاریخ کے لئے کسی دوسرے تمدن کی مرہون منت نہیں ہے۔ یونان و روم کے اثر کی یہ حالت رہی ہے کہ جہاں کہیں ان اقوام کی تیغ براں پہونچی یا جہاں ان کے اہل علم نے قدم رکھا وہیں وہ اپنے ذوق، اپنی صناعی اور اپنے طرز حکومت کے آثار چھوڑ گئے، مگر عرب کی ملکی یا خانگی تاریخ میں ان کے نقش قدم کا کہیں پتہ نہیں چلتا، جو بات نہایت تیقن کے ساتھ یہ ظاہر کرتی ہے کہ عرب پر کسی غیر ملک کا اقتدار نہیں رہا وہ یہ ہے کہ ان خالص عربی آبادیوں کی زبان میں بھی جن کے تعلقات صدیوں تک یوروپ سے رہے ہیں کوئی لفظ ایسا نہیں ملتا جس میں یونانی اور لاطینی کی جھلک ہو[1]
یہ ایک ایسا امتیاز ہے جس کا دعویٰ موجودہ علمی دور کی کوئی قوم نہیں کرسکتی، جاہلیت کے باوجود عربوں کا یہ لسانی تفوق عربی زبان کی تاریخ کے لئے مایۂ ناز ہے۔ اور سرمایۂ فخر ہے۔ سبعہ معلقات کے اشعار کی روش، ان کا ماحول، متعلقات، مضامین سب ایسے ہیں جس سے قدیم عربی کا دامن دوسروں کی غلامی سے آزاد معلوم ہوتا ہے۔

---

[1] اخبار الاندلس۔ اسکاٹ (مقدمہ) ص۱۱

شعراء جاہلیت کے طبقات —

اب ہم زمانہ جاہلیت کے شعراء کے تاریخی حالات اور ان کے ادبی آثار کا ذکر کرتے ہیں، کیونکہ اس زمانہ کے لسانی کمال کا اسی ایک بات سے اندازہ ہو سکتا ہے ان میں سات شاعر وہ ہیں جن کی وجہ سے سبعہ معلقات کو شہرت دوام حاصل ہے

زمانہ جاہلیت کے شعراء کے متعلق ہمارے پاس کوئی ایسا پیمانہ نہیں ہے جس سے ہم ان کی تعداد کا اندازہ کر سکیں۔ عربوں کا حافظہ شعر کی زندگی کا مدار تھا۔ جن شاعروں کا کلام حافظہ میں موجود رہا ان کا نام زندہ ہے، باقی وہ ہیں جن سے دنیا کا کوئی انسان واقف نہیں، جن کا نام معلوم ہے وہ بہت ہی کم ہیں، مگر اس کے باوجود سیکڑوں ہیں۔ مشہور شعراء کو مختلف حیثیتوں سے پیش کیا گیا ہے۔

قبائلی تقسیم

قیس ۳۰، یمن ۲۳، ربیعہ ۲۱، مضر ۱۶، تمیم ۱۲، قریش ۱۰، قضاعہ ۴، یہود ۴، آبا ۲، موالی غیر عرب ۱،

اسکندر ابی قورس نے اپنی کتاب طبقات الشعراء میں شعراء جاہلیت کو طبقاتی طور پر تقسیم کیا ہے

طبقہ اولیٰ ۱۴   طبقہ دوم ۳۴   طبقہ سوم ۱۸

جرجی زیدان نے شعراء جاہلیت کو ان کے موضوع شاعری کے اعتبار سے تقسیم کیا ہے۔

اصحاب معلقات ۱۰، رزم نواز شعراء ۲۸، فلسفی شعراء ۴، عشاق شعراء ۸، سرمایہ دار ۱۴، یہود ۴، محنت کش غریب ۲۶، موسیقی نواز ۱، خواتین ۴، ہجو طراز ۴، گھوڑوں کے ثنا خواں ۴، غیر عرب ۱، متفرق

قبائلی تقسیم اور اس تقسیم کی رو سے عرب کے مشہور شعراء کی تعداد ایک سو چھبیس ہوتی ہے۔

ابوزید القرشی نے اپنی کتاب "جمہرۃ البلاغۃ" میں سات ابواب کے ماتحت مشہور شعراء عرب کا تذکرہ کیا ہے، جس کو ڈاکٹر زبیر احمد نے اپنی تالیف "ادب العرب" میں درج کیا ہے۔

ہم ذیل میں صرف ممتاز اصحاب کا ذکر کرتے ہیں، سبعہ معلقہ کے شعراء کا تذکرہ بھی اس میں شامل ہے

(۱) الشنفری - نام ثابت بن الاوس الازدی (سنہ ۵۱۰ء) عربی ادب کی تاریخ میں جن شاعروں کا نام آتا ہے ان میں الشنفری پہلا شخص ہے جس کو زمانے کے لحاظ سے سبقت حاصل ہے۔ چونکہ اس کے ہونٹ بڑے تھے اس لئے اس کو شنفری کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

شنفری کی موت اور زندگی کے واقعات میں جو واقعہ بہت مشہور ہے وہ مزاج شعر و شاعری کے لئے ایک بار معلوم ہوتا ہے۔ شنفری یمن کے عدائین میں سے ازد قبیلہ کا رکن تھا، شنفری نے زمانہ جاہلیت کی قبائلی غیرت سے مجبور ہو کر یہ قسم کھائی کہ میں بنی سلامان کے سو آدمی قتل کروں گا، اس نے قسم کو پورا کرنے کے لئے اپنے حملوں کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کا قاعدہ تھا کہ جب وہ اپنے شکار کو دیکھتا تو وہ کہتا "لے اپنی آنکھ پر تیر لیتا جا" یہ کہکر تیر مارتا جو آنکھ سے دماغ تک اپنا کام کر جاتا۔ شنفری نے اسی طرح ۹۹ آدمی قتل کر دئے آخر کار اس کی موت کا بھی سامان ہوگیا۔ اس کو پانی کے ایک تنگ گھاٹ پر پکڑ لیا گیا اور قتل کر دیا گیا، اس کی لاش لوگوں کی عبرت کے لئے پڑی تھی کہ اس کے دشمن قبیلہ کا ایک شخص ادھر سے گذرا، گذرنے والے نے جوش انتقام سے مجبور ہو کر شنفری کی کھوپڑی میں ایک ٹھوکر رسید کی۔ پاؤں تیزی سے کھوپڑی کی نچلی ہڈیوں میں گھس گیا۔ مگر اس بری طرح زخمی ہوا کہ غریب جاں بر نہ ہو سکا۔ الشنفری نے اپنی موت کے بعد بھی ایک شخص کو قتل کر دیا، اب اس کے مقتولین کی تعداد سو ہوگئی، شنفری نے اپنی قسم پوری کر دکھائی۔

شنفری کی بہادری کو ظاہر کرنے کے لئے یہ واقعہ کافی ہے، ایک ایسے شاعر کے کلام خصوصیات میں شجاعت اور تہوّر کا سراغ ملنا بہت آسان ہے۔ اس کا کلام فخر اور بسالت سے بھرپور ہے۔ اس کی نظم لامیۃ العرب اسی خصوصیت میں مشہور ہے۔

اسلام کا نظام دعوت واصلاح

(۵)

مکہ کی زندگی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدس کا ایک صبر آزما باب ہے، مکہ کے بعد مدینہ کی تاریخ حیات مرتب ہوتی ہے، کامیابی، مشکلات و مصائب کے ابر سیاہ کو چھانٹ دیتی ہے، منزل اپنے راستے کی چٹانوں کو خود اٹھا دیتی ہے، مقاصد بند راہ سے شاہ راہ پر آجاتے ہیں، اول درجہ کے عقائد اول درجہ کی جدوجہد سے ربط پیدا کر لیتے ہیں، مدتوں کے سفر کے بعد قیام کے لئے وہ مقام ملا جہاں کے بے گانے یگانے، دشمن دوست اور منکر، مسلمان ہو چکے تھے۔

مکہ وطن پاک تھا، اپنا خاندان، عمر بھر کے ساتھی۔ گھر والے، گھر کے علاوہ قبیلے والے سب ہی موجود تھے۔ مگر سب قوتیں ایک ایک کر کے اٹھائی گئیں، مدینہ میں کون تھا، مگر کوئی نہ تھا کہ جمال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا شیدا نہ ہو گیا ہو۔ خدا کی قدرت دو جگہ اس طرح ظاہر ہوئی کہ جہاں سب کچھ تھا وہاں کچھ نہ ہوا، اور جہاں خدا کے سوا کوئی ساتھی نہ تھا وہاں ہر شخص معاون ہو کر انصار کے زمرہ میں داخل ہو گیا۔

مدینہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی توفیق اور نصرت کے بعد کام شروع کیا، اب حضور اقدس کی ذات معلّٰی کے ذریعہ تین اہم کاموں کی تکمیل مقصود تھی۔

(۱) جو لوگ اطاعت اور فرماں برداری کو قبول کر چکے تھے، ان کو کمال اطاعت کے اطوار بتانا زندگی کے ہر ہر شعبہ میں ان کی رہنمائی کرنا، اور دین خداوندی کے تفصیلی اصول اور فروع کو بیان کر کے ان کو عملی جامہ پہنانا۔

(۲) جن لوگوں کے قلوب اس دعوت حق کو تسلیم کر چکے تھے، مگر عناد اور سرکشی کی وجہ سے اسلام کو پامال کرنے اور دعوت و اصلاح کے نظام کی مخالفت پر آمادہ تھے، ان کو حق کی قوت سے مطیع اور خدا کے لئے حکم بردار بنانا۔

(۳) دعوت حق کی اس صدا کو جو مرکز اسلام سے بلند کی گئی تھی ان لوگوں تک پہونچانا جن کے کان اب تک اس آواز سے ناآشنا تھے۔

پہلا مقصد۔ "تکمیل انسانیت"

یہ پیکر انسانی چند متضاد اوصاف کا مجموعہ ہے۔ جہاں اس میں انسانیت کے جواہر پنہاں ہیں وہاں حیوانیت کے جذبات بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔ انسانیت اور حیوانیت ہمیشہ برسرپیکار رہتی ہے، انسانیت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ انسان انسان رہے، اور حیوانیت کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ انسانیت کی دولت کو برباد کردے، اگر انسان حیوانی جذبات پر قابو پاکر انسانیت کے کمالات سے آراستہ ہوجائے، تو یقیناً یہ اشرف مخلوقات ہے، اور اگر حیوانیت سے مغلوب ہوکر انسانیت کو کھو بیٹھے تو ایک حیوان متکلم ہے مگر بدترین!

معلوم ہوا کہ انسان کی تہذیب و تربیت کا طریقہ یہ ہے کہ انسانی جذبات کی نگہداشت کی جائے۔ اور حیوانی جذبات کو نیست و نابود کیا جائے، یا مغلوب و مقہور کیا جائے، لیکن یہ دونوں باتیں دشوار اور خلاف عقل وفہم ہیں۔ جب حیوانی جذبات فطرت انسانی میں ودیعت کئے جا چکے ہیں تو فطرت کو ملیامیٹ کرنا ناممکن بھی ہے، اور نامناسب بھی، اور اگر ان جذبات کو عارضی طور پر مغلوب بھی کردیا جائے تو ہر وقت ان کے ابھرنے اور نشوونما پانے کا خطرہ ہے۔ اس لئے انسان کی تربیت کی اصل صورت جو عقل وفہم کے موافق ہے۔ یہ ہے کہ ان حیوانی جذبات کی اس حد تک اصلاح کردی جائے کہ وہ انسانیت سے ٹکرانے کے بجائے انسانیت کی پرورش میں معین و مددگار بن جائیں، اور یہ قدرت کے عطا کئے ہوئے

جذبات بے کار نہ جائیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نوع انسان کی تربیت اور اصلاح کے لئے یہی طریقہ اختیار فرمایا، اور انسانی کمالات کو نمایاں کر کے حیوانی جذبات کی اس حد تک اصلاح فرمائی ہے کہ یہ انسانیت کو مٹانے والے جذبات انسانیت کے لئے مستقل کمالات بن گئے۔

جب آفتاب رسالت افق عالم پر لامع ہوا تو دنیا تمدن سے خالی نہ تھی، جگہ بجگہ متمدن شہر آباد تھے، بڑی بڑی سلطنتیں قائم تھیں۔ ہر جگہ عیش و عشرت کے سامان نگاہوں کو چکا چوند بنا رہے تھے۔ اور دنیا ایک عشرت کدہ بنی ہوئی تھی، مگر ان سب کو نظر انداز کر کے بنی نوع انسان کے مصلح اعظم کو ان صحرا نورد وحشیوں میں بھیجا گیا جو تہذیب و تمدن سے یکسر خالی تھے، اور متمدن اقوام کی نظروں میں حیوانوں سے کمتر نہیں تو مساوی ضرور شمار ہوتے تھے۔

ایسا کیوں کیا گیا؟ اس لئے کہ ہر تہذیب و تمدن کو بے کار و بدنما ثابت کر کے اس تہذیب و تمدن کا نمونہ دکھلانا تھا جس کی بنیاد خدا وند عالم کی غلامی اور محکومی ہو، اور انسان نما وحشیوں میں اس کی تخم ریزی کر کے دنیا والوں پر یہ ثابت کرنا تھا کہ تہذیب کی اصل اور تمدن کی حقیقت کیا ہے۔

آفتاب رسالت کے طلوع ہونے سے قبل تمام جزیرۂ عرب جہالت و ضلالت کی تاریکی میں گھرا ہوا تھا۔ انسانیت سے یکسر خالی، اور حیوانیت اور بربریت کے جذبات میں ڈوبا ہوا۔ اسلام سے قبل اہل عرب کی جو حالت تھی اس کا صحیح نقشہ حضرت جعفر بن ابی طالب نے نجاشی شاہ حبشہ کے دربار میں ان الفاظ میں پیش کیا۔

ایھا الملک کنا قوما علی الشرک	اے بادشاہ ہماری ساری قوم شرک میں مبتلا تھی
نعبد الاوثان و ناکل المیتۃ و نسیء	ہم بتوں کی پرستش کرتے تھے اور مردار کھاتے تھے
الجوار۔ یستحل المحارم بعضنا	اور پڑوس کے ساتھ برا برتاؤ کرتے تھے ناحق خون کرنے

من بعض فی سفک الدماء وغیرھا	میں، اور دیگر کاموں میں حرام کو حلال سمجھتے
لانحل شیئًا ولا نحرمہ، فبعث اللہ الینا	تھے، نہ حلال کو جانتے تھے اور نہ حرام کو، اللہ نے ہمارے
نبیًا من انفسنا نعرف وفاءہ وصدقہ	پاس ہم میں سے ایک نبی بھیجا، جس کے وفاء عہد اور
وامانتہ فدعانا الی ان نعبد اللہ وحدہ	صدق وامانت کے ہم معترف تھے، اس نے ہمیں اس
لا شریک لہ ونصل الارحام ونحمی	بات کی دعوت دی کہ ہم اللہ وحدہ لاشریک لہٗ کی بندگی
الجوار ونصلی للہ عزوجل ونصوم	کریں اور رشتوں کو جوڑیں اور پڑوس کی حمایت کریں۔
لہ ولا نعبد غیرہ	اور اللہ عزوجل کی نماز پڑھیں اور اسی کے لئے روزہ رکھیں
(ابن کثیر ج ۳ ص ۲۷)	اور اس کے علاوہ کسی کی بندگی نہ کریں۔

ان مختصر، جامع الفاظ میں زندگی کے دونوں رخ سامنے آ گئے۔

جو قوم اس قدر خود سری اور سرکشی میں مبتلا تھی اس کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا جاتا ہے۔ اور اس سیدھی سادھی تعلیم کے ذریعے صدیوں میں نہیں برسوں میں نہیں بلکہ صرف چند سال کے عرصہ میں تمام قوم کی قوم ان کمالات انسانیت سے اس طرح آراستہ ہو جاتی ہے کہ ہر تہذیب و تمدن اس کے سامنے سرنگوں ہو جاتا ہے، تمام علوم و معارف اس کی تعلیم کے سامنے ماند پڑ جاتے ہیں۔ جو سلطنتیں ان بادیہ نشینوں کو خاطر میں بھی نہ لاتی تھی وہ ان کے حشمت و دبدبہ سے مرعوب ہو جاتی ہیں اور جاہ و جلال رکھنے والی بڑی بڑی متمدن قومیں اس سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی ہیں۔

یہ اسلامی تعلیم و تربیت کا کرشمہ نہیں تو کیا ہے؟

یہ اجتماعی ترقی تھی اور جماعتی اثر تھا لیکن اجتماعی اصلاح اور ترقی کا اصل معیار افراد کی اعلیٰ تربیت اور مکمل اصلاح ہے، قوم افراد سے بنتی ہے، جب افراد کا معیار زندگی اعلیٰ ہوگا تو قوم بھی سربلند ہوگی، اور جب افراد کا معیار زندگی پست ہوگا تو تمام قوم پست شمار ہوگی۔ ـــ ۵

چو از قومے یکے بے دانشی کرد　　　نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت اور تعلیم و تربیت کے بعد صحابہ کرام کی حالت کیا سے کیا ہوگئی تھی، اس کا اندازہ ان حالات سے ہو سکتا ہے۔

عدل اور انصاف

(۱) ربیعہ اسلمی کہتے ہیں، ایک مرتبہ کسی بات پر مجھ میں اور حضرت ابوبکرؓ میں نزاع ہوا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک ایسا لفظ کہا جو مجھے ناگوار گذرا، پھر فوراً ہی مجھ سے فرمایا تو بھی یہ لفظ مجھے کہہ لے تاکہ بدلہ ہو جائے۔ میں نے عذر کیا، انہوں نے اصرار کیا اور کہا اگر تم اپنا بدلہ نہ لو گے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کروں گا۔ بنو اسلم کے لوگوں نے کہا کیا خوب خود ہی زیادتی کریں اور خود ہی شکایت بھی کریں۔ میں نے کہا تم لوگ جانتے نہیں، یہ ابوبکر صدیقؓ ہیں، اگر یہ رنجیدہ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوگا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنج سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا اندیشہ ہے، تو پھر بتلاؤ کہ ربیعہ کی ہلاکت میں کیا تردد ہے؟ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور یہ واقعہ عرض کیا، حضور اقدس نے فرمایا ٹھیک ہے، تمہیں ابوبکرؓ سے بدلہ لینا مناسب نہ تھا، البتہ اس کے عوض یہ کہہ دیتے "ابوبکر اللہ تمہیں معاف فرمائے"۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ کسی باغ میں تشریف لے گئے، ایک جانور کو بیٹھا ہوا دیکھکر ٹھنڈا سانس لیا اور فرمایا تو کس قدر لطف میں ہے کھاتا، پیتا ہے، چلتا پھرتا ہے، اور تجھ سے کوئی حساب اور باز پرس نہیں۔ کاش ابوبکر بھی تجھ جیسا ہوتا۔[۱]

(۲) حضرت عمر بن الخطاب اپنے زمانۂ خلافت میں کسی کام میں مشغول تھے، ایک شخص آیا

---

[۱] حکایات صحابہ۔

اور کہا۔ فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے اس سے بدلہ دلوائیے"۔ حضرت عمرؓ نے اس کے ایک درہ مارا اور فرمایا "جب میں فیصلہ کرنے بیٹھتا ہوں اس وقت آتے نہیں، جب دوسرے کاموں میں مشغول ہو جاتا ہوں تو پریشان کرتے ہیں"۔ وہ شخص چلا گیا، آپ نے آدمی بھیجکر اس کو بلوایا، اور درہ اس کے ہاتھ میں دیکر فرمایا مجھ سے بدلہ لے لو، اس شخص نے عرض کیا "میں نے اللہ کے واسطے معاف کیا"۔ حضرت عمرؓ گھر پہونچے، اول دو رکعت نماز پڑھی، پھر اپنے نفس سے کہا "عمر تو حقیر تھا، اللہ نے تجکو بلند کیا، تو گمراہ تھا اللہ نے تجھکو راہ راست دکھلائی۔ تو ذلیل تھا اللہ نے تجھکو عزت دی اور لوگوں کا تجھکو بادشاہ بنایا، اب ایک شخص آکر کہتا ہے مجھ پر ظلم ہوا۔ اس کا بدلہ دلواؤ، تو اس کو مارتا ہے، کل قیامت کے دن اپنے رب کو کیا جواب دے گا"۔ اور دیر تک اپنے نفس کو ملامت کرتے رہے۔ یہ وہی عمر ہیں جو بہن اور بہنوئی کے اسلام کی خبر سنکر ان کو قتل کرنے کے لئے گھر سے نکلے تھے، یا تو پہلے خون ناحق سے بھی دریغ نہ تھا، یا اب ایک درہ کی بازپرس سے لرزاں ہیں۔

حضرت عمرؓ کے غلام حضرت اسلم لکھتے ہیں "میں ایک مرتبہ آپ کے ہمراہ حرّہ (جگہ کا نام) کی طرف جارہا تھا، جنگل میں آگ جلتی ہوئی نظر آئی۔ آپ نے فرمایا "شاید کوئی قافلہ ہے جو رات ہو جانے کی وجہ سے یہاں ٹھیر گیا ہے۔ چلو تحقیق حال کریں۔ اور ان کی حفاظت کا انتظام کریں۔ وہاں پہونچکر کیا دیکھتے ہیں، ایک عورت چولھے پر دیگچی رکھے ہوئے بیٹھی ہے۔ اور چند معصوم بچے اس کی آغوش میں رو رہے ہیں اور بلبلا رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے سلام کیا اور اجازت لیکر قریب پہونچے۔ اور دریافت فرمایا "بچے کیوں رہے ہیں"۔

عورت نے کہا "بھوک کی شدت سے رو رہے ہیں"۔

حضرت عمرؓ۔ "اس دیگچی میں کیا ہے"۔

عورت، "پانی بھر کر آگ پر رکھدیا تھا تاکہ ان کو تسلی ہو جائے اور سو جائیں۔ امیرالمومنین عمر میری اس تنگ حالی

کی خبر نہیں لیتے، میرا اور ان کا خدا کے یہاں فیصلہ ہوگا۔"

حضرت عمرؓ رونے لگے اور فرمایا "خدا تم پر رحم کرے، عمرؓ کو تمہارے حال کی کیا خبر۔"

عورت۔ "وہ ہمارے امیر کیوں بنے جب ہمارے حال کی خبر نہیں رکھتے۔"

حضرت اسلمؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ مجھے ساتھ لیکر واپس ہوئے۔ بیت المال سے کچھ دراہم لئے اور ایک بوری میں آٹا، کھجور، چربی اور کچھ کپڑے لئے، اور خوب اچھی طرح بھر کر فرمایا اس کو میری کمر پر رکھدو۔ میں نے عرض کیا۔ "میں لے چلوں گا۔" فرمایا۔ "نہیں میری کمر پر رکھدو۔" میرے بار بار اصرار پر فرمایا۔ کیا قیامت میں بھی میرا بوجھ تم اٹھاؤ گے، اس کو میں ہی اٹھاؤں گا۔" میں نے مجبور ہوکر بوری آپ کی کمر پر رکھدی، اور آپ نہایت تیز قدم وہاں پہونچے۔ اور کچھ آٹا اور چربی اور کھجور دیگچی میں ڈال کر اس کو چلانا شروع کیا۔ خود ہی چولھے میں پھونک مار رہے تھے اور ڈاڑھی مبارک میں ہوکر دھواں نکل رہا تھا، جب حریرہ تیار ہوگیا تو اپنے ہاتھ سے نکالکر بچوں کو کھلایا۔ جب وہ خوب سیر ہوکر ہنسی کھیل میں مشغول ہوگئے تو باقی بچا ہوا عورت کے حوالہ کیا وہ بہت خوش ہوئی اور کہا "عمرؓ کے بجائے تم خلافت کے مستحق تھے" حضرت عمرؓ نے اس کو تسلی دی اور فرمایا۔ جب تم خلیفہ کے پاس جاؤ گی مجھکو وہاں موجود پاؤ گی۔" اور آپ کچھ فاصلہ پر زمین پر بیٹھ گئے۔ پھر واپس ہوئے اور مجھ سے فرمایا۔ "میں نے ان بچوں کو روتا ہوا دیکھا تھا میرا دل چاہا کہ ان کو ہنستا ہوا بھی دیکھوں[۱]۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ بیمار ہوئے، دوا میں شہد کی ضرورت تھی اور بیت المال میں شہد موجود بھی تھا۔ مگر از خود بیت المال سے لینے کی ہمت نہ ہوئی، اسی بیماری اور تکلیف کی حالت میں مسجد گئے، مسلمانوں کو جمع کیا اور ان سے دوا کے لئے شہد لینے کی اجازت لی۔

---

[۱] حکایات صحابہ

ایک مرتبہ رات کو بیت المال کا حساب کر رہے تھے، ایک دوست نے آکر گفتگو شروع کر دی۔ فاروق اعظم نے فوراً چراغ گل کر دیا اور فرمایا "ذاتی گفتگو میں بیت المال کا تیل کیوں خرچ ہو؟

یہ مسلمانوں کے اس جلیل القدر قائد و امام اور امیر و خلیفہ راشد کے واقعات ہیں جس کے نام سے روئے زمین کے نامور سلاطین کانپتے تھے

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنے زمانہ خلافت میں ایک یہودی سے جھگڑا ہوا شریح قاضی کی عدالت میں معاملہ پیش ہوا، حضرت شریح نے امیرالمومنین حضرت علی رض سے گواہ طلب کئے آپ نے اپنے صاحبزادے اور غلام کو گواہی کے لئے پیش کیا، قاضی شریح کے نزدیک چونکہ بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں معتبر نہ تھی اس کو رد کر دیا۔ اور یہودی کے حق میں فیصلہ کیا۔ باوجودیکہ امیرالمؤمنین کے نزدیک بیٹے کی گواہی معتبر تھی مگر وہ قاضی کے فیصلہ کو رد نہ کر سکے۔ یہودی یہ عدل وانصاف دیکھکر مسلمان ہو گیا۔

ایثار و ہمدردی

(۱) جنگ یرموک ختم ہونے کے بعد حضرت ابوجہم بن حذیفہ اپنے چچازاد بھائی کی تلاش میں نکلے، اور ایک مشکیزہ پانی ساتھ لیا، مجروحین میں ان کے چچازاد بھائی پڑے تھے اور جان بلب تھے، ابوجہم نے پانی کے لئے دریافت کیا، انہوں نے اشارہ سے پانی کی خواہش ظاہر کی، قریب ہی ایک صحابی جان بلب تھے۔ ان کی آہ سنائی دی، بھائی نے ان کے پاس پانی لیجانے کا اشارہ کیا، ابوجہم ان کے پاس پہونچے۔ یہ ہشام بن ابی العاص تھے، ان کے قریب ہی ایک صحابی اسی حال میں تھے ان کی آہ سنکر ہشام نے ان کی طرف پانی لے جانے کا اشارہ کیا، ابوجہم ان کے پاس پہونچے۔ تو وہ جان بحق ہو چکے تھے۔ واپس ہشام کے پاس لوٹے تو وہ بھی واصل بحق ہو چکے تھے۔ لپک کر اپنے بھائی کے پاس پہونچے کہ آخر وقت میں ایک گھونٹ پانی ان کو پلا دیں۔ مگر وہ بھی اپنی منزل مقصود کو پہنچ چکے تھے (حکایات صحابہ)

(۲) حضرت ابن عمر فرماتے ہیں۔ ایک صحابی کے پاس کسی نے ایک بکرے کی سری ہدیہ بھیجی وہ خود بھی ضرورتمند تھے، مگر اس خیال سے کہ فلاں شخص مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے ان کے پاس بھیجدی، انہیں ایک تیسرے شخص کا خیال آیا اور ان کے پاس بھیجدی، اسی طرح سات جگہ گئی اور آخر میں انہی صحابی کے یہاں پہنچی، جنہوں نے ابتدا کی تھی۔[۱]

(۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی حاضر ہوئے اور بھوک کی شدت کا حال بیان کیا، حضور اقدس نے اپنے گھروں میں تلاش کرایا، مگر کوئی چیز کھانے کو نہ ملی، ناچار حاضرین سے فرمایا کون شخص ان کی مہمان داری کرسکتا ہے؟

ایک انصاری صحابی نے عرض کیا " یارسول اللہ میں ان کی مہمانی کروں گا "۔ اور ان کو اپنے گھر لے گئے بیوی سے کہا یہ حضور اقدس کے مہمان ہیں۔ ان کے اکرام اور اعزاز میں کمی نہ کرنا، اور جو کچھ موجود ہو سب ان کے سامنے رکھدینا۔ بیوی۔ "صرف بچوں کی بقدر کھانا موجود ہے"۔

خاوند۔ بچوں کو بہلاکر سلادو، جب وہ سوجائیں تو کھانا مہمان کے سامنے رکھکر کسی بہانے سے چراغ گل کردینا۔ تاکہ انہیں ہمارے نہ کھانے کا احساس نہو، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، اور مہمان کی خاطر سارے گھر والے بھوکے رہے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی

یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ وَلَوْ کَانَ بِہِمْ خَصَاصَۃٌ۔		اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ خود ان پر تنگی ہو۔

---

[۱] حکایات صحابہ

صحیفہ سعادت

معاونین کرام اور محسنوں کے اسمائے گرامی

فہرست رقوم عطیات و امداد مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ بذریعہ صدر دفتر مدرسہ دہلی۔

بابت ماہ ذوالقعدہ ۵۶ھ

اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ ہر مہینہ کی فہرست اسما معاونین کرام کی اشاعت دوسرے ماہ کے نمبر میں ہوا کرے گی مندرجہ ذیل تفصیلات میں اگر کوئی غلطی ہو تو براہ کرم دفتر کو مطلع فرمائیے۔ باعث شکر گذاری ہوگا۔

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱	۱۵۷	۱۵	جناب الحاج محمد سعید صاحب چھاونی کان پور	[illegible]	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر
۲	۱۵۸	ر	ر سید محمد علی صاحب نامی الہ آباد	[illegible]	ر	ر
۳	۱۵۹		ر حاجی شیخ اصغر علی صاحب موضع کنڈوا	[illegible]	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ر
۴	۱۶۰		الحاج ڈاکٹر عبد العزیز صاحب باغ علی مردان (کابل)	[illegible]	امداد عام (تعلیم)	ر
۵	۱۶۱	ر	ر مولوی نصیر احمد صاحب، کوئٹہ بلوچستان	[illegible]	تعلیم و وظائف طلبہ	ر
۶	۱۶۲	ر	ر سیٹھ سلیمان اسمٰعیل میاں صاحب جوہانسبرگ افریقہ	[illegible]	امداد عام (تعلیم)	ر
۷	۱۶۳	ر	ر اللہ بندہ صاحب معرفت لیاقت حسین صاحب دہلی	[illegible]	ر ر	ر
۸	۱۶۴	ر	ر سید امجد علی و محب علی صاحبان ریاست رام پور	[illegible]	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ر
۹	۱۶۵	ر	کاریگران کارخانہ جناب بہادر و محمد اسمٰعیل صاحبان جودھپور	[illegible]	امداد عام (تعلیم)	ر بابت ماہ نومبر ۱۹۳۷ء
۱۰	۱۶۶	ر	جناب بہادر و محمد اسمٰعیل صاحبان ر	[illegible]	ر ر	ر ر ر
۱۱	۱۶۷	ر	ر حاجی نبی بخش صاحب سوداگر نہال گڑھ	[illegible]	تعلیم و وظائف طلبہ	ر

نمبرشمار	نمبر رسید	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱۲	۱۶۸	۱۵	جناب کفایت اللہ منیر اللہ صاحبان موضع گوی پور بنگال	عا ر	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر
۱۳	۱۶۹	"	بیسرز محمد حسین محمد عبد اللہ صاحبان، سیالکوٹ	عہ ر	" "	"
۱۴	۱۷۰	"	جناب ڈاکٹر دوست محمد، محمد صدیق صاحبان مدراس	سے ر	" "	"
۱۵	۱۷۱	"	" حاجی محمد علی صاحب کھرگوپور	۶سہ ر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۱۶	۱۷۲	"	چندہ مسلمانان بابہہ بتوسط جناب حکیم عبد الغفور صاحب	لصہ ر	خیرات، فطرہ، زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۱۷	۱۷۳	"	جناب خانبہادر میاں افضل حسین خانصاحب لاہور و سید محمد حفیظ صاحب موضع مسانیان، بتوسط جناب چودھری فتح محمد صاحب بٹالہ۔			رسید ہذا حسب ایما جناب چودھری فتح محمد صاحب مرسل رقم منسوخ کیگئی اور رسیدات ۱۸۳ و ۱۸۴ جلد ۱۵ اس کی بجائے جاری ہوئیں
۱۸	۱۷۴	"	جناب حافظ عبد الرحمن صاحب جانس	عما ر ۱۴	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ منی آرڈر
۱۹	۱۷۵	"	" الحاج مفتی انعام الحق صاحب سہارنپور	۸ ر	امداد عام (تعلیم)	" بابت ماہ دسمبر ۱۹۴۱ء
۲۰	۱۷۶	"	" قاضی نظام الدین صاحب مئو ائمہ	صہ ۲ ر	" "	"
۲۱	۱۷۷	"	" بابو نواب علی صاحب جھانسی	عما ر	" "	"
۲۲	۱۷۸	"	" محمد اسحاق خانصاحب بدایوں	دعہ ا ر	" "	"
۲۳	۱۷۹	"	" ڈپٹی سید عزیز احمد صاحب رڑکی	ا ا	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ چیک
۲۴	۱۸۰	"	چندہ مسلمانان بابوڑ بتوسط جناب مولوی حافظ محمد عرفان صاحب	۱۲	تعلیم، وظائف طلبہ ۱۲ ر	ذریعہ منی آرڈر
۲۵	۱۸۱	"	جناب میاں سردار احمد صاحب فیض پور کلاں	سہ ر	امداد عام (تعلیم)	"
۲۶	۱۸۲	"	" شیخ مسیح الدین و خلیل الدین صاحبان، موضع سیلابی	عہ ر	" "	بتوسط جناب شیخ انیس الدین صاحب ایم اے، ایس لائل جے، دہلی
۲۷	۱۸۳	"	" خانبہادر میاں افضل حسین خانصاحب لاہور	عہ ر	" "	ذریعہ منی آرڈر، بتوسط چودھری فتح محمد صاحب بٹالہ۔
۲۸	۱۸۴	"	" سید محمد حفیظ صاحب موضع مسانیان	صہ ر	" "	" "
۲۹	۱۸۵	"	محترمہ خورشید النساء صاحبہ سید ضمانت علی صاحب دہلی	عہ ر	" "	ذریعہ منی آرڈر
۳۰	۱۸۶	"	جناب فضل قادر صاحب ٹیکسلا	عصہ ر	" "	"
۳۱	۳۰۱	۱۷	" محمد اسمٰعیل خانصاحب میرٹھ	عصہ ر	" "	ذریعہ مولوی سید بشیر احمد صاحب سفیر مدرسہ
۳۲	۳۰۲	"	" حافظ مطلوب الٰہی صاحب "	ے	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	"
۳۳	۳۰۳	"	" منشی محمد جمال الدین صاحب "	عصہ ر	امداد عام (تعلیم)	"
۳۴	۳۰۴	"	" حافظ حفیظ الدین صاحب "	للعہ ر	" "	"

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر طلب	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۳۵	۳۰۵	۱۲/	جناب حاجی محمد یعقوب صاحب　میرٹھ	سطر	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ مولوی سید دبیر احمد صاحب سفیر مدرسہ
۳۶	۳۰۶		〃 محمد احمد صاحب سیری واشرنی　〃	۱۲/	〃　〃	〃
۳۷	۳۰۷		〃 رفیع الدین صاحب　〃	عصر/	〃　〃	〃
۳۸	۳۰۸	〃	〃 محمد بشیر احمد صاحب　〃	۸/	〃　〃	〃
۳۹	۳۰۹		رشید الدین صاحب　〃	۴/	〃　〃	〃
۴۰	۳۱۰	〃	〃 محمد شفیع صاحب　〃	۹/	〃　〃	〃
۴۱	۳۱۱	〃	〃 حاجی عبد الرحمٰن صاحب　موضع کلنجن	عصر/	〃　〃	〃
۴۲	۳۱۲		〃 حکیم عبد المعبود خاں صاحب　〃	عصر	〃　〃	〃
۴۳	۳۱۳		حاجی شیخ حبیب احمد صاحب　〃 دہمہ	۱۲/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۴۴	۳۱۴	〃	تنز اہلیہ جناب شیخ حبیب احمد صاحب　〃	عصر/	امداد عام (تعلیم)	〃

آمدنی از فروخت ٹکٹ ہائے امدادی

نمبر شمار	نمبر رسید	نمبر طلب	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۴۵	ٹکٹ نمبر ۲۶	۲۷	جناب حاجی عبد المجید صاحب کھیا کھیڑہ جلال پور	صہ/	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ مولوی سید دبیر احمد صاحب سفیر مدرسہ
۴۶	۲۸/۲۹	۳۸	شیخ محمد سعد اللہ صاحب　نئی دہلی	عسہ	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بذات خود
۴۷	۳۰	〃	اے ایم عبد اللہ صاحب　مدراس	صہ	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ منی آرڈر
۴۸	۴۵	۵	چودھری عبد الغنی صاحب　دہلی	صہ/	〃　〃	〃
۴۹	۴۶	〃	〃 محمد مصطفیٰ علی صاحب علوی　علیگڑھ	صہ/	〃　〃	〃
۵۰	۴۷	〃	〃 حاجی محمد عمر صاحب　سہارنپور	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃 بتوسط جناب شیخ الحدیث صاحب مدرسہ مظاہر
۵۱	۴۸	〃	〃 محمد اسمٰعیل صاحب	صہ/	〃　〃	〃　〃
۵۲	۴۹	〃	〃 حاجی محمد اسمٰعیل صاحب　بلند شہر	صہ/	〃　〃	ذریعہ منی آرڈر
۵۳	۵۰	〃	〃 محمد اسماعیل صاحب　بھاگلپور سٹی	صہ/	امداد عام (تعلیم)	〃
۵۴	۱۰۳	۱۱	〃 محمد یونس صاحب　مرادآباد	صہ/	〃　〃	〃
۵۵	۱۰۴	〃	〃 الحاج کپتان غلام محمد صاحب　بہاولپور	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃 بابت ماہ دسمبر ۴۱ء
۵۶	۱۰۵	〃	〃 میاں محمد حسین صاحب　لائل پور	صہ/	امداد عام (تعلیم)	〃

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۵۷	۱۰۶/۷	۱۱/۷	جناب حاجی کریم بخش صاحب گھرونڈہ	صہ/	وظائف طلبہ	دریعہ منی آرڈر۔
۵۸	۱۰۷	〃	〃 عبداللہ محمد ظہور صاحب نجیب آباد	صہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	〃
۵۹	۱۰۸	〃	〃 الحاج حافظ حبیب الرحمٰن صاحب قادری سمیا گڈھ	صہ/	امداد عام (تعلیم)	〃
۶۰	۱۰۹	〃	〃 حکیم محمد حنیف صاحب رحمانی بھاگل پور	صہ/	〃 〃	〃
۶۱	از ۱۳۱ تا ۱۳۸	۱۴/۷	〃 شیخ مبارک علی صاحب لاہور	للعہ/	〃 〃	〃
۶۲	از ۱۴۱ تا ۱۵۰	۱۵/۷	〃 〃 〃	صہ/		〃
۶۳	۲۶/۲	۱۳/۷	〃 چودھری اللہ راضی صاحب کیسروہ	عصہ/	〃 〃	〃 بابت ماہ ذوالقعدہ سنہ ۶۰ھ
۶۴	۸۲۶	۱۷/۹	〃 غیاث الدین صاحب میرٹھ	عصہ/	〃 〃	ذریعہ مولوی سید دبیر احمد صاحب سفیر مدرسہ
۶۵	۸۲۷	〃	〃 شیخ پیرو صاحب کھیروہ جلال پور	عصہ/	〃 〃	〃
۶۶	۸۲۸	〃	〃 شیخ حبیب صاحب 〃	عصہ/	〃 〃	〃
۶۷	۸۲۹	〃	〃 شیخ عبدالستار صاحب 〃	عصہ/	〃 〃	〃
۶۸	۸۳۰	〃	〃 شیخ محمد یعقوب صاحب 〃	عصہ/	〃 〃	〃
۶۹	۸۳۱	〃	〃 شیخ عبدالمجید صاحب 〃	عصہ/	〃 〃	〃
۷۰	۸۳۲	〃	〃 شیخ حبیب احمد و شیخ لطیف صاحبان 〃	عصہ/	〃 〃	〃
۷۱	۸۳۳	〃	〃 شیخ محمد شفیع و شیخ محمد زاہد صاحبان 〃	عصہ/	〃 〃	〃
۷۲	۸۳۴	〃	〃 شیخ بندو صاحب 〃	عصہ/	〃 〃	〃
۷۳	۸۳۵	〃	〃 شیخ عبدالمجید و شیخ بلتو صاحبان 〃	عصہ/	〃 〃	〃
۷۴	۸۳۶	〃	〃 مستری عبدالرحمٰن صاحب 〃	عصہ/	〃 〃	〃
۷۵	۸۳۷	〃	〃 شیخ عبدالرحیم و شیخ محمد مستقیم صاحبان 〃	عصہ/	〃 〃	〃
۷۶	۸۳۸	〃	〃 شیخ عبدالمجید صاحب 〃	عصہ/	〃 〃	〃
۷۷	۸۳۹	〃	〃 شیخ عبدالمجید و جمال الدین صاحبان 〃	عصہ/	〃 〃	〃
۷۸	۸۴۰	〃	〃 شیخ عزیز الدین صاحب 〃	عصہ/	〃 〃	〃
۷۹	۸۴۱	〃	〃 عبدالحمید صاحب 〃	عصہ/	〃 〃	〃
۸۰	۸۴۲	〃	〃 بشیر الدین صاحب 〃	عصہ/	〃 〃	〃

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۸۱	۸۲۳	۱۲	جناب عبداللہ و عبدالغنی صاحبان کیسرہ جبل پور	۱۰	امداد عام (تعلیم)	ذریعہ مولوی سید دبیر احمد صاحب سفیر مدرسہ
۸۲	۸۲۰		شیخ سعد الرحیم و شیخ جمال الدین صاحبان 〃	۱۰	〃 〃	〃
۸۳	۸۲۵		〃 شیخ جمال الدین صاحب 〃	۱۰	〃 〃	〃
۸۴	۸۲۶	〃	〃 محمد اسحاق و محمد شفیع و شمس الدین و عبدالغنی صاحبان 〃	۱۵	〃 〃	〃
۸۵	۸۲		عبدالغفور و حمد اللہ صاحبان 〃	۱۰	〃 〃	〃
۸۶	۸۲۸		محمد اسمٰعیل و شبراتی صاحبان 〃	۱۰	〃 〃	〃
۸۷	۸۲۹	〃	〃 شیخ جمعہ و شیخ ۔۔ صاحبان 〃	۱۰	〃 〃	〃
۸۸	۸۵۰	〃	〃 ابراہیم و نتھے خان صاحبان 〃	۱۰	〃 〃	〃
۸۹	[illegible]	[illegible]	ایک اہل خیر بتوسط الحاج مولانا ناصر محی الدین صاحب بادشاہ میاں	[illegible]	〃 〃	ذریعہ منی آرڈر
۹۰	[illegible]		جناب عبدالسبحان صاحب نئی دہلی	[illegible]	رقم فطرہ و وظائف طلبہ	ذریعہ الحاج منشی طفیل احمد صاحب
۹۱	[illegible]		〃 نبی سرخان صاحب	[illegible]	امداد عام (تعلیم)	〃
۹۲	[illegible]	〃	〃 عبدالسبحان صاحب ڈھاکہ	[illegible]	〃 〃	ذریعہ منی آرڈر
			آمدنی بذریعہ خریداری سالانہ و قیمت نمبر ندائے حرم	[illegible]		

میزان کل آمدنی ماہ ذوالقعدہ سنہ ۷۵ھ [illegible]

آمدنی ذریعہ مجلس امداد کلکتہ

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۹۳	رسید نمبر ۹۲۸	۱۲	جناب محمد اسلم صاحب کلکتہ	[illegible]	فطرہ و وظائف طلبہ	ذریعہ الحاج محمد احمد صاحب سکریٹری مجلس امداد کلکتہ
۹۴	۹۲۹	〃	مسرز وارث حبیب اینڈ کمپنی 〃	[illegible]	زکوۃ 〃 〃	〃
۹۵	۹۳۰		محمد رفیق برادرس 〃	[illegible]	〃 〃	〃
۹۶	ٹکٹ نمبر ۳۰۱	۲۸	محترمہ اہلیہ صاحبہ خواجہ عبدالغنی صاحب مرحوم 〃	[illegible]	وظائف طلبہ	بسعی محترمہ بیگم صاحبہ آغا حاجی محمد احمد صاحب 〃
۹۷	۳۰۲	〃	حمیدالنساء صاحبہ 〃	[illegible]	〃	〃 〃 〃
۹۸	۳۰۳	〃	جناب مریم بی بی صاحبہ مرحومہ 〃	[illegible]	〃	〃 〃 〃
۹۹	۳۰۴	〃	محترمہ حمیدہ خاتون صاحبہ 〃	[illegible]	〃	〃 〃 〃

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی	رقم	مد	ملاحظات
۱۰۰	از ۳۰۵ تا ۳۰۹	۲۶	جناب اہلیہ صاحبہ محمد اسحاق صاحب کلکتہ	عـــہ/	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	بسعی محترمہ بیگم صاحبہ حاجی محمد نعمت صاحب ذریعہ سکریٹری مجلس امداد کلکتہ
۱۰۱	از ۳۱۰ تا ۳۱۲	؍	؍ شیخ محمد الیاس صاحب	عـہ	؍	؍ ؍
۱۰۲	۳۱۳	؍	؍ محمد صدیق محمد اسمٰعیل صاحبان دہلی	صر/	؍ ؍	؍ ؍
۱۰۳	۳۱۴	؍	محترمہ اہلیہ صاحبہ شیخ حاجی محمد اسمٰعیل صاحب ؍	صر/	؍ ؍	؍ ؍
۱۰۴	۳۱۵	؍	؍ ؍ شیخ عبدالستار صاحب چاپانا ؍	صر/	؍ ؍	؍ ؍
۱۰۵	۳۱۶	؍	؍ ؍ حاجی صوفی نور الٰہی صاحب ؍	صر/	؍ ؍	؍ ؍
۱۰۶	۷۹۲	۱۱۱	جناب مسٹر اخلاق صاحب سہارنپور	عصر/	؍ ؍	ذریعہ حاجی محمد احمد صاحب سکریٹری مجلس امداد کلکتہ
۱۰۷	۷۹۳	؍	؍ غلام علی صاحب ؍	عصر/	؍ ؍	؍ ؍
۱۰۸	۷۹۴	؍	؍ انعام الحق بیان محمد صاحبان ؍	عصر/	؍ ؍	؍ ؍
۱۰۹	۷۹۵	؍	؍ شیخ رشید احمد صاحب ؍	عصر/	؍ ؍	؍ ؍
۱۱۰	۷۹۶	؍	؍ شریف احمد صاحب ؍	عصر/	؍ ؍	؍ ؍
۱۱۱	۷۹۷	؍	؍ حاجی اسلام احمد صاحب ؍	عصر/	؍ ؍	؍ ؍
۱۱۲	۷۹۸	؍	؍ شیخ فرمان احمد صاحب ؍	عصر/	؍ ؍	؍ ؍
۱۱۳	۷۹۹	؍	؍ محمد رضا صاحب ؍	عصر/	؍ ؍	؍ ؍
۱۱۴	۸۰۰	؍	؍ حاجی نظیر احمد صاحب ؍	عصر	؍ ؍	؍ ؍
۱۱۵	۸۰۱	؍	؍ مستری امام الدین صاحب ؍	عصر/	؍ ؍	؍ ؍
۱۱۶	۸۰۲/۸۰۳	؍	؍ حاجی محمد ابراہیم صاحب ؍	عـہ/	امداد عام (تعلیم)	؍ ؍
۱۱۷	۸۰۴	؍	؍ محمد شفیع صاحب ؍	عصر/	؍ ؍	؍ ؍
۱۱۸	۸۰۵	؍	؍ محمد ظہور خان صاحب ؍	عصر/	؍ ؍	؍ ؍
۱۱۹	۸۰۶	؍	؍ سہراب خان صاحب ؍	عصر/	؍ ؍	؍ ؍
۱۲۰	۸۰۷	؍	؍ میاں محمد الطاف الرحمٰن خان صاحب ؍	عصر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	؍ ؍
۱۲۱	۸۰۸	؍	؍ عرفان احمد صاحب ؍	عصر/	؍ ؍	؍ ؍
۱۲۲	۸۰۹	؍	؍ حاجی خلیق احمد صاحب ؍	عصر/	؍ ؍	؍ ؍
۱۲۳	۸۱۰	؍	؍ عبدالمجید صاحب ؍	عصر/	؍ ؍	؍ ؍

نمبر شمار	نمبر ٹکٹ	نمبر جلد	نام نامی		رقم	مد	ملاحظات
۱۲۴	۸۱۱	۱۱۱	محترمہ بیگم صاحبہ عبدالمجید صاحب	سہارنپور	عصر	زکوٰۃ (وظائف طلبہ)	ذریعہ حاجی محمد احمد صاحب سکریٹری مجلس امداد کلکتہ
۱۲۵	۸۱۲		جناب عبدالمجید صاحب	〃	عصر	〃 〃	〃 〃
۱۲۶	۸۱۳	〃	〃 بابو اعجاز احمد صاحب	〃	عصر	〃 〃	〃 〃
۱۲۷	۸۱۴	〃	〃 حاجی رحیم بخش و محمد عمر صاحبان	〃	عصر	〃 〃	〃 〃
۱۲۸	۸۱۵	〃	〃 منشی غلام صابر صاحب	〃	عصر	امداد عام (تعلیم)	〃 〃
۱۲۹	۸۱۶	〃	〃 حاجی محمد صدیق محمد اسحاق صاحبان	〃	عصر	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	〃 〃
۱۳۰	۳۴۲	۴۹	〃 محمد خان صاحب	کلکتہ	عصر	امداد عام (تعلیم)	〃 〃
۱۳۱	۳۴۳	〃	〃 محمد طارق صاحب	〃	عصر	〃 〃	〃 〃
۱۳۲	۳۴۴	〃	〃 محمد زبیر صاحب	〃	عصر	〃 〃	〃 〃
۱۳۳	۳۴۵	〃	〃 محمد صہیب صاحب	〃	عصر	〃 〃	〃 〃
۱۳۴	۳۴۶	〃	محترمہ رابعہ بیگم صاحبہ	〃	عصر	〃 〃	〃 〃
۱۳۵	۷۴	۱۰۹	〃 والدہ صاحبہ محمد عمر محمد عثمان صاحبان دہلی		عصر	زکوٰۃ (وظائف طلباء)	〃 بسمی بیگم صاحبہ محمد اسمٰعیل صاحب
۱۳۶	۳۴۰	۱۰۹	〃 محمد انفاق صاحب کلکتہ والے		عصر	〃 〃	〃 〃
۱۳۷	۷۴۴	〃	〃 〃 محمد عمر محمد عثمان صاحبان		عصر	〃 〃	〃 〃
۱۳۸	۷۴۵	〃	〃 اہلیہ صاحبہ محمد یوسف صاحب	〃	عصر	امداد عام (تعلیم)	〃 〃
۱۳۹	از ۷۴۶ تا ۷۵۳	〃	بعض اہل خیر حضرات	〃	[illegible]	〃 〃	〃 〃

میزان آمدنی ذریعہ مجلس امداد کلکتہ ماہہ

احقر

ضیاء الدین احمد عفی عنہ،

معتمد

صدر دفتر مدرسہ صولتیہ (مکہ معظمہ)

دہلی قرول باغ

مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے اہم اغراض و مقاصد

۱۔ مکہ معظمہ میں ہندوستانی طلباء کے لئے بالخصوص او آفاقی طلبہ کیلئے بالعموم تجوید و علم قرارت کی صحیح تعلیم کا انتظام کرنا۔

۲۔ ان ہونہار شائقین علم پردیسی طلباء کی تعلیم و قیام کا بلا معاوضہ ممکن بندوبست کرنا جو دنیائے اسلام سے تحصیل علوم اسلامیہ کے شوق میں مکہ معظمہ آتے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ مرکز اسلام سے کچھ حاصل کر کے جائیں۔

۳۔ مستحق و نادار طلبہ کو تا زمانہ تعلیم نقد وظائف امداد دینا۔

۴۔ قابل طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لئے ان کو وظائف لیاقت دینا۔

۵۔ یتیموں اور خاص طور پر مہاجرین حرم کے بچوں کی تعلیم و تربیت۔

۶۔ مرکزی حیثیت سے دنیائے اسلام کے لئے مدرسہ صولتیہ کو جامعہ حرم یا مکہ یونیورسٹی بنانا۔ جہاں سے ایسے علماء اور حکام کے آدمی تیار کئے جائیں، جن کی اس وقت ضرورت ہے۔

۷۔ دینی تعلیم کے ساتھ صنعتی تعلیم کا انتظام اور ایک مکمل دار الصنائع کا قیام اور اس کی مستقل عمارت تیار کرنا۔

۸۔ مدرسہ کے کتب خانہ کی مستقل عمارت تیار کرنا، اور مرکزی شان کے لحاظ سے اسے وسعت دینا۔

ضروری اطلاع

۷ار نومبر ۱۹۸۲ء سے قرول باغ کا ڈاکخانہ ڈلوری آفس ہوگیا ہے۔ آئندہ قرول باغ کی ڈاک نئی دہلی سے تقسیم ہونے کی بجائے قرول باغ کے ہی ڈاکخانہ سے تقسیم ہوگی۔ صدر دفتر مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ یا ماہنامہ ندائے حرم سے خط و کتابت کرتے وقت پتہ میں بجائے قرول باغ نئی دہلی یا قرول باغ دہلی کے **دہلی قرول باغ** لکھا جائے تو ڈاک دفتر کو وقت پر ملے گی۔ ورنہ ایک دن کی تاخیر کا احتمال ہے۔

6.2.42

رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۷۶۹

بال جبریل

علامہ سر محمد اقبال مرحوم کے اردو کلام کا دوسرا مجموعہ چھپ گیا ہے جس
زیادہ تر غزلیں اور نظمیں ہیں۔ جو یورپ ہسپانیہ اور دیگر اسلامی ممالک میں لکھی گئی
ہر نظم اور غزل نئے جذبے اور نئے ولولۂ حیات کا پیغام ہے۔

یہ کتاب مدت سے ختم تھی اور اب بھی تھوڑی تعداد میں چھپی ہے
لہٰذا جلد منگوائیے۔ تاکہ جدید ایڈیشن کا انتظار نہ کرنا پڑے۔

قیمت مجلد تین روپے (سے)

بانگ درا	اسرار و رموز	ارمغان حجاز	ضرب کلیم
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

ملنے کا پتہ

شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور

طابع و ناشر حافظ ضیاء الدین احمد نے دلی پرنٹنگ ورکس دہلی میں چھپوا کر، صدر دفتر مدرسۃ صولتیہ مکہ معظمہ، دہلی قرول باغ سے شائع کیا